داستانِ امیر حمزہ

City Book Point
Naveed Square, Urdu Bazar
Near Muqadus Mosque Karachi
Ph:32762483

ادارہ City Book Point کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ ہمارے ادارے کے پیش نظر صرف تحقیقی کتب کی اشاعت ہے۔

تعداد	:	500
اشاعت	:	2014
کمپوزنگ	:	شیراز کمپوزنگ سینٹر
قیمت	:	750 روپے
مطبع	:	المخزن پرنٹنگ پریس

عرض ناشر

دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اردو میں بھی داستانوں کا سراغ ابتدائی دور ہی سے ملتا ہے۔ ''کدم راؤ پدم'' اردو کی پہلی منظوم داستان آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے لکھی گئی تھی۔ لیکن نثر ی داستانوں کا باقاعدہ آغاز 1775ء میں فارسی زبان کی مشہور داستان ''قصہ چہار درویش'' کے ترجمے سے ہوا۔ اس داستان کو عام و خاص میں جو قبولیت حاصل ہوئی اس کے نتیجے میں بے شمار داستانیں منظر عام پر آئیں جن میں باغ و بہار، آرائش محفل، رانی کیتکی کی کہانی، فسانہ عجائب، گل صنوبر، سروش سخن، طلسم حیرت، داستان امیر حمزہ، طلسم ہوشربا اور بوستان خیال کے نام آتے ہیں۔

اردو کی یہ کلاسیکی کتابیں جو اپنے زمانے میں نہایت مقبول رہی ہیں بدقسمتی سے گزشتہ کئی برسوں سے پبلشروں کے عدم التفات کا شکار رہی ہیں۔ چنانچہ خاص طور پر ہماری نوجوان نسل ان دلچسپ داستانوں سے لاعلم ہے۔ ہمارے ادارے سٹی بک پوائنٹ نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنا فرض تصور کیا کہ وہ ان لازوال کتابوں کو نہایت خوبصورت انداز میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کرے۔ مشہور عالم کتاب ''الف لیلہ'' اس سلسلے کی پہلی کڑی تھی جسے آپ نے زبردست پذیرائی بخشی۔ ''داستان امیر حمزہ'' اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ یہ کتاب بہت عرصے قبل طبع ہوئی تھی۔ لیکن نہ تو اس کی پرنٹنگ کا معیار اچھا تھا، نہ ہی اس کا سائز مروجہ معیار پر پورا اترتا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس میں بے پناہ اغلاط تھیں۔ جس کی وجہ سے قاری کو جگہ جگہ ذہنی جھٹکے برداشت کرنا پڑتے تھے۔ ہم نے ان تمام امور پر توجہ مرکوز رکھی، اور ان تمام خامیوں کو اپنی بساط کے مطابق دور کر دیا۔ اور اب یہ کتاب نہایت خوبصورت روپ میں آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر ہے۔ امید ہے یہ آپ کے ذوق سلیم پر پورا اترے گی۔ اور اگر آپ نے اسے شرف قبولیت بخشا تو انشاءاللہ ہم اردو کی تمام کلاسک داستانوں کو آپ تک پہنچانے کے عزم میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ والسلام

خالد علی

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
(1)	داستان امیر حمزہ	7
(2)	ابتدائی دفتر نوشیرواں	7
(3)	بزرجمہر کا پیدا ہونا	9
(4)	حکایت	10
(5)	بیان خواجہ بزرجمہر کا	11
(6)	بزرجمہر کا باپ کے قتل کا بدلہ لینا	12
(7)	حکایت قباد ہیزم فروش کی	14
(8)	نوشیرواں کا پیدا ہونا	18
(9)	نوشیرواں کی شادی مہر انگیز کے ساتھ	19
(10)	داستان کوہ قاف	24
(11)	بزرجمہر کا نوشیرواں کے پاس جانا	24
(12)	دو کلمے داستان امیر و عمرو	25
(13)	شہزادی ہمائے تاجدار	31
(14)	حشام بن علقمہ خیبری	36
(15)	بختک کی مکاری	40
(16)	امیر کا سنگ روا اہل میں جانا	41
(17)	عمرو کی شرارتیں	43
(18)	خوفناک شیر	45
(19)	امیر حمزہ کا استقبال	48
(20)	مہر نگار کے محل میں امیر کا جانا	63
(21)	امیر حمزہ کا مہر نگار سے عشق	66
(22)	قارون کی چوکیداری میں امیر کا زخمی ہونا	69
(23)	غائب ہونا بہرام گرد کا	76
(24)	سد سکندری میں جہازوں کا پہنچنا	77
(25)	عمروں کا چالیسواں	78
(26)	حضرت آدم علیہ السلام اور امیر حمزہ	81
(27)	عمرو لندھور کے دربار میں	85
(28)	لندھور اور امیر حمزہ	87
(29)	لندھور اور گستم کا مقابلہ	89
(30)	لندھور اور امیر حمزہ کا مقابلہ	91
(31)	گستم کا امیر حمزہ کو زہر دینا	93

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
(32)	امیر کے انتقال کی جھوٹی خبر	97
(33)	شہزادی مہر نگار	99
(34)	عمرو کی عیاری	102
(35)	قصہ نوسادر کا	104
(36)	لندھور کی جاں بخشی	107
(37)	مہر نگار کی موت کی افواہ	111
(38)	امیر حمزہ کا صحرا میں بھٹکنا	113
(39)	امیر کا قلعہ انطاکیہ پر حملہ	116
(40)	قارون کی گرفتاری	118
(41)	ناہید سے امیر حمزہ کا عقد	121
(42)	امیر حمزہ کی قید اور رہائی	122
(43)	امیر حمزہ کا عزیز مصر کی بیٹی سے عقد	129
(44)	ژوپین کی آمد	134
(45)	نوشیرواں اور ژوپین کی گرفتاری	136
(46)	عفریت دیو کا قتل	144
(47)	امیر حمزہ اور اسماء پری کی شادی	147
(48)	قریشیہ سطانہ کی شجاعت	149
(49)	اشقر دیوزاد کی پیدائش	152
(50)	امیر حمزہ اور عمر بن معدی کرب	155
(51)	امیر اور مہر نگار کی ملاقات	158
(52)	عمر بن حمزہ کی آمد	160
(53)	عمر بن حمزہ کی شادی	165
(54)	قباد شہریار بن حمزہ اور سعد بن عمر کا پیدا ہونا	166
(55)	امیر حمزہ اور بہمن کا مقابلہ	168
(56)	شداد کا مکہ پر حملہ	178
(57)	بہمن کی غداری	179
(58)	امیر حمزہ کی واپسی	182
(59)	مہر نگار اور اسماء پری کی ملاقات	184
(60)	عمر بن حمزہ کی شہادت	187
(61)	قباد شہریار کی شہادت	190
(62)	ملکہ مہر نگار کی شہادت	192
(63)	قارون کی ہلاکت	194
(64)	روئیں تن کی پسپائی	197

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
(65)	رابعہ پلاس پوس اور امیر کا نکاح	198
(66)	الجو کا قبول اسلام	203
(67)	عالم شاہ رومی فرزند امیر حمزہ	205
(68)	قیمار خاوری کا قید ہونا	206
(69)	امیر حمزہ کا اغوا	209
(70)	نوشیرواں کی دربدری	213
(71)	امیر حمزہ نوشیرواں کی تلاش میں	216
(72)	نوشیرواں کی وعدہ خلافی	218
(73)	رستم پیلتن کے بیٹے کی آمد	219
(74)	شہزادہ بدیع الزماں	221
(75)	سمند دیو اور امیر حمزہ	223
(76)	اعجل بن مطلب کی امیر سے ملاقات	224
(77)	شاہ فرنگ کی شکست	227
(78)	پری شاہ کی پیدائش	229
(79)	مالک اشتر کی شکست	230
(80)	ہردم پہلوان پر امیر کی فتح	231
(81)	عمرو اور امیر کی لڑائی	236
(82)	امیر حمزہ اندھے ہو گئے	238
(83)	بختک کی ہلاکت	239
(84)	آدمخوروں سے امیر حمزہ کا مقابلہ	240
(85)	سفید دیو کی ہلاکت	244
(86)	رستم پیلتن کی شہادت	245
(87)	سعد بن عمرو کا اغوا	245
(88)	گاؤلنگی اور عمرو کی ملاقات	247
(89)	گاؤلنگی کی داڑھی مونڈھ دی گئی	248
(90)	امیر حمزہ اور گاؤلنگی کا مقابلہ	249
(91)	کاخ آدم خور	250
(92)	طلسم زردشت کی تباہی	251
(93)	زردشت کی ماں	252
(94)	بدیع الزماں کی ہلاکت	253
(95)	مکہ میں امیر کی آمد	254
(96)	کفار کا حملہ	255
(97)	ہندہ کے ہاتھوں امیر حمزہ کی شہادت	255

داستان امیر حمزہ

واضح ہو کہ اس داستان کی بنیاد سلطان محمود بادشاہ کے زمانے سے ہے اور اس زمانے میں جہاں تک راویان تھے انہوں نے آپس میں مل کر امیر حمزہ صاحب کی داستان تصنیف کی تھی۔ اب اس قصہ کو آسان اردو میں لکھا گیا ہے تا کہ ہر شخص آسانی سے پڑھ سکے۔

ابتدائی دفتر نوشیرواں

آغاز داستان امیر حمزہ اس طرح سے ہے کہ بیچ سرزمین ایران کے ملک میں ایک بادشاہ قباد کامران نامی جو بڑا بہادر شجاع و عادل اور رعیت پرور تھا کہ اس کے عہد میں ہر ایک غریب فقیر اپنے اپنے گھر میں غنی تھا ظلم اور جور کا اس شہر میں نام ونشان نہ تھا۔ مگر عدل اور انصاف ایسا تھا کہ اس کے دور میں تمام خلقت آسودہ اور بے خطر تھی کسی کو کسی بات کا غم نہ تھا۔ اس کے عدل میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ اس بادشاہ کے چالیس وزیر تھے کہ جن کی شمیم عقل اس گلشن سلطنت کو ہمیشہ خوشبودار رکھتی تھی۔ ان وزیروں کے سات سو حکیم اور رمال سات سو ندیم صاحب کمال، چار سو پہلوان کرسی نشین، تین سو بادشاہ تاجدار ایرانی، دس لاکھ سوار چالیس ہزار غلام زرین کمر و زرین کلاہ اس بادشاہ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے۔ سردار سب وزیروں میں ملک القش نامی تھا کہ اس کو پیشتر کے امور سلطنت میں مشورہ رہتا تھا اسی شہر میں حکیم مرد مسلمان اولاد میں حضرت دانیال پیغمبر کے بخت جمال نامی رہتا تھا اس کو علم و رمل میں اس قدر معلومات تھی کہ القش وزیر بھی اکثر اس سے زائچے کا علم سیکھنے لگا۔ کئی دن میں خوب دوستی کر لی کہ ایک روز بن دیکھے چین نہ ہوتا۔ کتنے دنوں کے بعد ایک روز بخت جمال القش وزیر کے پاس آیا اور کہا کہ آج میں نے آپ کی خاطر قرعہ ڈالا تھا۔ اس میں صورت خوف وخطر کی نظر آئی کہ وہ خوف چالیس دن تک رہے گا۔ پس لازم ہے کہ اتنے دن گھر سے باہر پاؤں نہ رکھے کہ خطرہ جان کا ہے اور اعتبار کسی کا نہ کرے۔ بندہ بھی چالیس روز کے بعد آ کر قدمبوس ہو گا۔ یہ کہہ کر اپنے گھر کی راہ لی اور گھر کے دروازے کو بند کر کے ایک کونے میں بیٹھ کر دنوں کو گننے لگا حتیٰ کہ انتالیس دن بخیر وخوبی گذر گئے۔ چالیسویں دن صبح اٹھ کر غسل کیا اور اجلے کپڑے پہن کر عصا ہاتھ میں لیا کہ آج آپ جا کر القش وزیر سے ملاقات کرے کہ اپنے تئیں اس شہر میں سوائے اس کے اور کسی سے واسطہ نہیں ہے۔ یہ کہہ کر گھر سے باہر نکلا۔ وزیر کے گھر کی طرف چلا شہر چھوڑ کر دریا کی طرف جدھر سے وزیر آتا تھا روانہ ہوا۔ آدھی راہ طے کی تھی کہ دھوپ کی گرمی کے باعث ایک درخت کے تلے آن کھڑا ہوا دیکھا تو وہاں کسی آدمی کا اپنے سوا نام تک نہیں وہاں کسی وقت میں عمارت تھی ٹوٹی پھوٹی حویلیوں کے کچھ نشان باقی رہ گئے تھے۔ اس میدان میں ٹھنڈی ہوا جو اس کو خوش آئی درخت کے نیچے ٹہلنے لگا اور جی میں کہا کہ یہ مکان کئی ایک سال سے ویران پڑا ہے اور تابع ملک القش کے ہے۔ اس نے بھی آباد نہ کیا۔ اگر یہ ہے تو اس سے بہتر مکان اور لب دریا نہ نکلے۔ یہ تصور کر کے ایک بارہ دری کا ٹوٹا سا مکان اینٹوں سے چنا ہے۔ بخت جمال نے عصا کی نوک سے اینٹوں کو گرا کر جی میں کہا کہ ان کے اندر جا کر دیکھئے کہ کیا ہے۔ اس کوٹھری میں

اندر جا کر دیکھا تو ایک کونے میں چھوٹی سی کھڑکی اور اس میں قفل لگا ہوا ہے پرزنگ نے اس کو کھایا ہے کہ لوہے میں کچھ باقی نہیں ہے۔ ہاتھ سے زور کر کے قفل توڑا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو کچھ سیڑھیاں نظر آئیں۔ نیچے ایک تہ خانہ تھا ان سیڑھیوں سے اتر کر اندر گیا اور دیکھا کہ سات گنج مال کے شداد نے کئی زمانے سے یہاں دفن کیے تھے۔ جی میں کہا یہ دولت خدا نے تجھ کو دی ہے۔ لیکن تو مرد غریب ہے، کب ہضم کر سکے گا، بہتر یہ ہے کہ القش سے کہے وہ اپنا دوست ہے یہ کہہ کر پھر آیا اور القش کی ڈیوڑھی پر گیا۔ جونہی اس کو خبر ہوئی گھر سے باہر آیا اور بخت جمال کو استقبال کر کے لے گیا۔ اپنی مسند کے پاس بٹھا کر کہا۔ ایام بد جلد گذر گئے خدا عالم ہے بندے کو رات دن اسی کا خیال تھا۔ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی آج میں ضرور حاضر ہوتا رات سے خیال تھا کہ کل چالیسواں دن ہے چل کر حضرت کا آستانہ بوس ہوں گا۔ بخت جمال نے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے اپنے تئیں آپ کی ذات سے زیادہ زیادہ توقع ہے لیکن جہاں پایۂ دوستی زیادہ ہے وہاں کب دل کو اتنا صبر ہوتا ہے کہ میں نے راہ میں فلاں مکان میں سات گنج مال دیکھے ہیں سو مجھ میں اتنا حوصلہ کہاں کہ اسے صرف کر سکوں۔ صاحب کو مبارک ہو جو اس فقیر کو اپنے ہاتھ سے دیجئے گا وہی تھوڑا بہت ہے۔ القش نے دو گھوڑوں کو منگوا کر ایک پر آپ اور ایک پر بخت جمال کو سوار کر کے تنہا دونوں یہاں آئے جہاں وہ مکان تھا اس کے اندر جا کر گھوڑوں سے اتر کر کمان کو درخت کے ساتھ باندھا اور دالان کے اندر تہہ خانے میں اترے چاروں طرف عمدہ ایک مکان تھا اور ہر ایک ڈھیر کی طرح بطرح کی جواہرات کی روشنی سے اس مکان میں اجالا تھا۔ القش مال کو دیکھ کر باغ باغ ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ خدا نے تجھ کو یہ دولت دی ہے لیکن یہ حکیم اس راز سے واقف ہے ایسا نہ ہو کہ کل تجھ کو فاش کرے تو موجب بدنامی ہے تمام عالم کہے گا کہ وزیر نے یہ مال پایا اور اس کو بادشاہ سے چھپایا تو اب خوف یہی ہے کہ اس کو مار کر اس مکان میں ڈال دے تا کہ دوسرا کوئی واقف نہ ہو یہ کہہ کر گردن اس بے چارے کی اپنی طرف کھینچی اور پچھاڑ کر اس مرد کی چھاتی پر بیٹھا اور خنجر کمر سے نکال کر چاہا کہ اس کو اس سے ذبح کر دے لیکن اس کو حیرت کا مقام تھا کہ میں نے سوائے نیکی کے کچھ بدی نہیں کی بے اختیار ہو کر کہنے لگا کہ میں سخت حیران ہوں کہ ایسا گناہ تو کچھ نہیں کیا لیکن کیا کہ تم کو یہ خیال ہے کہ میں کسی سے کہوں گا۔ تم مجھ سے قسم لے لو القش نے کہا آدمی جان بچانے کی خاطر بہت سی قسمیں کھاتا ہے لیکن میں کب مانتا ہوں۔ اس بے چارے مرد نے ہر چند منت زاری کی پر اس بے رحم کے ہاتھ سے صورت بچنے کی نہ دیکھی۔ کہا اے القش! آخر تو ہلاک کرے گا لیکن میں ایک وصیت کرتا ہوں کہ اگر میرے مرنے کے بعد تجھ سے ہو سکے تو عین احسان ہے میرے گھر میں سوائے آج کے کل کا خرچ نہیں ہے خرچ کے واسطے کچھ دینا اور میرے مرنے کا پتہ نہ دینا دوسرے میرے گھر میں امید حمل ہے سو اتنا کہہ دینا کہ اگر بیٹی ہو تو مختار ہے جو چاہو نام رکھنا یہ کہا۔ آنکھیں بند کیں اور کلمہ پڑھا۔ اس قاتل نے بے دریغ سر اس کا قلم کیا اور اس کا گھوڑا بھی مار کر اس تہہ خانے میں ڈال دیا اور دریا کے کنارے گیا اور خنجر و ہاتھ سے لہو کو صاف کر کے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف آیا اور کہا کہ اس مکان میں ہمارے واسطے ایک باغ تیار ہو اور جہاں وہ مال تھا اس کے گرد چار دیواری سنگ مرمر کی ہو اور اسے باٹ کر ایک بنگلہ واسطے نشست کے مونگے کا بنے۔ غرض اس کے حکم کے ساتھ معمار حاضر ہوئے اور راج مزدور، سنگتراش، بڑھئی، بیلدار بلائے اور مدت لگائی کہ جلد باغ تیار ہو یہ حکم کر کے بموجب وصیت خواجہ کچھ روپے لے کر بخت جمال کے گھر گیا اور جو وصیت کی تھی تمام کہی اور کہا کہ یہ روپیہ خرچ کرو میں نے تجارت کی خاطر اسے چین بھیجا ہے یہ کہہ کر اپنے گھر گیا اور باغ کا نام باغ اندار کھا۔

بزرجمہر کا پیدا ہونا اور حاما شامہ سے اپنے باپ کے مارے جانے کا احوال دریافت کرنا

راوی شیریں زبان میں داستان کو یوں بیان کرتا ہے کہ بخت جمال کے گھر میں جو حاملہ تھی بوقت سعید روز جمعہ کے آفتاب کی اشاعت میں ایک فرزند نرینہ مثل خورشید برج حمل سے اس طرح کے طالع ہوا۔ جونہی نگاہ اس عورت کی اپنے فرزند پر پڑی تو جی خوش ہوا حالت میں تنہائی کے اس کے باپ کو یاد کر کے خوب روئی لیکن صورت اس لڑکے کی دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور نام اس کا بزرجمہر رکھ کر پرورش کرنے لگی حتیٰ کہ پانچ سال کا ہوا بخت جمال کے شاگردوں میں ایک اخوند تھا۔ تمام محلے کے لڑکے اس سے پڑھتے تھے یہ بھی بزرجمہر کو اس کے پاس لے گئی کہ حق بخت جمال کا تم پر بہت ہے اور یہ لڑکا اس کا ہے اگر صحبت بد میں آوارہ ہو گیا تو تمہارے واسطے باعث شرم ہے۔ اس کو پڑھاؤ تا کہ تمہارا نام ہووے اس معلم نے سن کر دل و جان سے قبول کیا اور بزرجمہر کو چھاتی سے لگا کر بٹھایا اور پڑھانا شروع کیا۔ اس کا ذہن رسا تھا جس وقت چار گھڑی دن رہتا تھا اس وقت رخصت لے کر اپنے گھر کو جاتا۔ اس کی ماں مزدوری کر کے کھانا پکا رکھتی تھی۔ اتفاقاً ایک روز کچھ میسر نہ ہوا۔ جبکہ دو گھڑی دن باقی رہا اس وقت بے تاب ہو کر اس نے کہا کہ مارے بھوک کے برا حال ہے کچھ کھانے کو دو یا کوئی ایسی چیز دو کہ جس کو بازار میں جا کر فروخت کر کے کھانے کی فکر کروں۔ یہ سن کر اس کی ماں نے کہا کہ کوئی چیز گھر میں ایسی نہیں ہمیشہ تیرا باپ بیچ بیچ کر کھاتا رہا۔ مگر تیرے نانا کے وقت کی ایک کتاب طاق پر دھری ہے کہ اس کا مال سنامہ نام ہے تیرے باپ نے چاہا کہ اس کو بیچ کر کھائے۔ مگر جب اس کے لینے کو گیا طاق سے ایک کالا ناگ پھنکارتا ہوا اس پر نکل کر دوڑا اس کی دہشت سے وہ کتاب رہ گئی۔ اگر تیرا جی چاہے تو اسے فروخت کر کے کام لے سوائے اس کے اور کوئی چیز نہیں۔ بزرجمہر نے اس کتاب کو فروخت کرنے کے واسطے اتارا کہ معلوم کیجئے کہ یہ کتاب کیسی ہے جونہی صفحے پڑھے تو مانند ابر و بہار کے خوب رویا اور دو تین ورق پڑھتے ہی چہرے پر خوشی معلوم ہوئی بے اختیار کھل کھلا کر ہنسا جونہی اس کی ماں نے یہ حرکت دیکھی تو خیال کیا کہ اس کو سودا ہو گیا ہے۔ لوگوں سے کہتی ارے خدا کے واسطے نجومی کو بلاؤ کہ اس کی فال کھولے یہ سن کر بزرجمہر نے کہا کہ مجھے سودا نہیں رونے اور ہنسنے کا سبب یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے تمام حال باطن معلوم ہوتا ہے۔ اول جو میں رویا پتہ چلا کہ میرے باپ کو القش نے فلاں جگہ ڈالا ہے اب تک لاش اس کی خشک پڑی ہے اور ہنسا اس لیے ہوں کہ اس سے اپنے باپ کا خون بدلہ لوں گا۔ بادشاہ مجھ کو اپنا وزیر کرے گا۔ اب تم فکر کھانے کی نہ کرو میں ایک حکمت کرتا ہوں یہ کہہ کر اپنے ساتھ ایک لونڈی کو لیا اور ایک بنئے کی دوکان پر آیا اور اس سے کہا کہ اس عورت کو اتنا میدہ گھی اور قند دیا کرو کہ جب تک میں اپنے باپ کا بدلہ لوں۔ اس نے کہا قیمت کب ملے گی کہا تو مجھ سے قیمت طلب کرتا ہے اور جو تو نے فلاں دہقان کے کئی ہزار من گیہوں مول لیے تھے اس کو اور اس کے چار ساتھیوں کو زہر دیکر مار ڈالا۔ اگر یہ بات عدالت میں بادشاہ کو پہنچے تو تیرے حق میں کیا ہو۔ یہ بات سن کر بدحواس ہوا اور کہا اور جو چیز آپ کو درکار ہو منگوا لیا کرو پر اس بات کو دوسری جگہ نہ کہیں۔ بزرجمہر نے لونڈی کو اس کے روبرو کیا اور وہاں سے قصاب کی دوکان پر آ کر اس سے کہا کہ ایک من تبریزی گوشت اس لونڈی کو ہر روز دیا کرو اگر منظور ہو تو تو نے طوس گلہ بان سے کئی ہزار بکریاں لیں جب وہ روپیہ مانگنے آیا تو

نے دغا مار کر کوٹھری میں گاڑ دیا کہے تو کہدوں قصاب اس کو سن کر کانپ گیا اور کہنے لگا خدا کے واسطے یہ حرف زبان پر مت لاؤ جتنا گوشت چاہو دیدیا کروں گا۔ اسی طرح سے ایک صراف کو بتلا کر کئی دینار اس سے مقرر کیے اور اپنے گھر میں جا کر آرام سے زندگی گزارنے لگا۔

حکایت

یہاں سے دو کلمہ داستان ملک القش کے ملاحظہ فرمایئے جبکہ وہ باغ تیار ہوا ایک دن بادشاہ کے حضور میں عرض کی کہ غلام نے ایک باغ جنات کی دولت سے بنایا ہے سو امیدوار ہے ظل شاہی اگر تشریف فرما ہوں اور ایک چمچہ آش کا نوش جان فرمائیں تو خانہ زاد کے لیے باعث عزت ہے یہ سن کر بادشاہ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ جا کر تیاری کرو ہم ابھی آتے ہیں۔ القش ایک تخت پر سوار ہو کر تمام وزیر امیر ہمراہ لیکر باغداد کی طرف رونق افروز ہوا جبکہ سواری قریب باغ کے آئی ملک القش نے ایک تخت واسطے بادشاہ کے ایسا روانہ کیا کہ اردگرد جس کے گل اور بوٹے الماس کے تھے اور چاروں کونوں پر طاؤس زمرد کے بنے ہوئے تھے کہ جن کے پیٹ میں لخلخے خوشبو کے رہتے تھے۔ واسطے شان تخت کے طاؤس کے پہلو میں دونوں طرف ایک نرگس دان رکھا تھا کہ جن کے کٹورے مرصع مثل زمرد کے سرسبز تھے اور کئی قسم کے پھول جن کی رنگت پکھراج کی سی تھی اس کو معہ ہودج چالیس ہاتھیوں کے جن پر جھولیں زربفت کی پڑی ہوئی اور عماریاں کہ تمام زری کا جواہر نگار ان کی پیٹیوں پر کسی ہوئی اور دو گھوڑے عربی، عراقی، تازی معہ جواہر مرصع اور کئی اونٹ بغدادی دو کوہانی کہ جن کے کجاؤوں پر کار چوبی زربفت کی چادریں کسی ہوئیں اور کشتیاں جواہرات کی اور پارچہ جات سوتی اور ریشمی اپنے ساتھ لیے اور باہر کے خلوت خانہ تک استقبال کر کے بادشاہ کو یہ تمام نذر گزارنا اور تخت کا پایہ پکڑ کر بوسہ دیا اور بادشاہ کے ہمراہ باغ کے اندر گیا، واقعی عجب گلزار ہے کہ شاید کہیں ایسا نہ ہو۔ اس کی چار دیواری سنگ مرمر کی جس میں تمام فیروزے کی تحریر، طرح طرح گلدار بیل ہے اور تلے ان کے دیواروں کی طرف سنہری چوکی دار پشت بنی ہوئی کہ اس میں درخت زمرد کے اور خوشے لگے ہیں اور وہ صاف روشنی سبزہ کا عالم سرد ہوا پھولوں کی خوشبو، ہر دم جس سے دماغ کو قوت حاصل ہوتی تھی۔ کیاریاں مختلف اقسام کی گلزار ہر قسم کے پھول جس میں مثل گل لالہ نافرمان جعفری، بابونہ گیندا، جوئی، سوسن، چنبیلی، موتیا، موگرا، گلاب، سوتی، کلغہ، گل مہندی اور گل داؤدی ہر ایک طرح بہار تھی دونوں طرف روشنی کے دو بڑے بڑے پیڑ، چنبہ اور مولسری بہت خوبصورت پھولے ہوئے جن کی ٹہنیاں اور شاخوں پر غار بادہ کی چڑھی ہوئی وہ مہندی اور ناگر بیل کی ٹہنیوں کی اٹھان اور چوہڑ کی نہر مثل لوح الماس بلب پانی سے ہر چار طرف فواروں پر ہزاری کے جانور طوطے، بلبل، فاختہ، مور جواہرات کے بنے تھے جن کے پروں سے ہزار فوارہ جاتا ہوا ایک لطف دیتا تھا اور سفید سفید عالم عمارت کا جس میں سنہری روپہلی الماس کی تراش، غرض بادشاہ اس باغ کو دیکھ کر اپنے باغ کو بھول گیا اور ایک بارہ دری تھی کہ اس میں پکھراج کا کام تھا اس کے اندر بادشاہ ایک تخت پر بیٹھا اور القش کو شاہ نے خلعت جمشیدی عطا کیا۔ بعدہ بادشاہ کے مصاحب کرسیوں پر جواہرات کے بیٹھے تھے بادشاہ نے خاصہ تناول فرمایا اور وزیر پر بہت سی سرفرازی فرمائی اور صحبت عیش و نشاط کی گرم ہوئی جتنے معشوقانِ ماہرو اس شہر میں تھے حاضر ہوئے اور ان کا مجرا ہوا۔ ساقیانِ گلفام مے ارغوانی کا جام ہاتھوں میں لیے گردش میں لائے آواز بادہ نوش کی بلند ہوئی۔ غرض بادشاہ نے اکیس دن وہاں جشن کیا بعدہ پھر وزیر کو خلعت دیا اور سوار ہو کر اپنے دولت سرا کی طرف روانہ ہوا۔

بیان خواجہ بزرجمہر کا

یہاں سے دوکلمہ داستان خواجہ بزرجمہر کے بیان کردوں کہ اپنے گھر میں گوشۂ عافیت میں رہتا تھا۔ ایک دن ماں نے کہا ان دنوں میں اکثر میتھی کا ساگ کھانے کو دل کرتا ہے کہ کہیں سے منگواؤ۔ بزرجمہر نے کہا میں لاتا ہوں کچھ نقدی لے کر باغداد کے دروازے پر آیا اور باغبان کو آواز دی وہ آواز سن کر دروازے پر آیا۔ دروازہ اس وقت بند تھا چاہا کہ قفل کھولے۔ بزرجمہر نے کہا خبردار قفل کو مت ہاتھ لگاؤ۔ کل جو تو نے سانپ مارا تھا اس کا جوڑا تیرے کاٹنے کو بیٹھا ہے۔ دیکھا تو واقعی ایک کالی ناگن قفل کے چھید میں منہ لگائے بیٹھی ہے اسے مار لیا اور لڑکے کا بڑا معتقد ہوا کہ صاحب بڑا کمال ہے۔ پوچھا کہ یہ سانپ کا حال تو نے کس طرح جانا۔ فرمایا کہ تم کو اس سے کیا اگر تیرے باغ میں میتھی کا ساگ ہو تو دے اس نے بزرجمہر کو ایک جگہ بٹھایا اور آپ ساگ توڑنے کو گیا۔ ناگہاں اسی باغ میں اسی کی بکری جدھر زعفران کا ایک تختہ گرمثل رنگ عشاق کے چہرہ کے کھلا تھا جا پڑی اور کھانے لگی۔ باغبان نے دیکھ کر ایک بیلچہ اس بکری کی پیٹھ پر مارا کہ تڑپ کر مرگئی۔ بزرجمہر نے کہا کہ اے نادان! تو نے تین خون کیے اس نے ہنس کر کہا اے لڑکے تمہیں سودا ہوا ہے کہ ایک خون کو تین بتلاتا ہے کہا ایک یہ اور دو بچے اس رنگ کے پیٹ میں ہیں جس وقت یہ ان دونوں میں باتیں ہوئی تھیں۔ القش بھی بالا خانہ سے دیکھتا تھا۔ ان کو بلا کر احوال دریافت کیا کہ یہ گفتگو کیا ہے؟ بکری کا پیٹ پھاڑ کر دیکھا تو اسی رنگ کے دو بچے ہیں۔ القش نے باغبان کو رخصت کیا اور بزرجمہر کو اپنے پاس بٹھلایا اور پوچھا تو کون ہے؟ اور یہ غیب دانی کیونکر دریافت کی کہا میں بیٹا بخت جمال کا اور حکیم حاماس کا نواسا ہوں۔ میرے باپ کو اس شہر میں کسی نے مار ڈالا ہے خون کا بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔ القش نے کہا تو اپنے باپ کے قاتل کو کس طرح پائے گا کہا خدا کے نزدیک دور نہیں وقت پر موقوف۔ القش نے کہا بھلا رات کو میرے دل میں کیا تھا اس نے کہا کسی جگہ تو نے مال پایا ہے اور اپنی جورو سے کہنا چاہتا مگر نہ کہا۔ القش اس کی صورت دیکھ کر بھاگ گیا اور دل میں کہا یہ لڑکا بڑا روشن ضمیر ہے اور اکثر سنا ہے کہ روشن ضمیر کے دل اور جگر کے کباب کھانے سے آدمی روشن ضمیر ہو جاتا ہے اس کا غلام حبشی بختیار تھا۔ اس کو بلا کر چپکے سے کہا کہ میں تجھے تیری مراد کو پہنچاؤں گا تو اس لڑکے کو کہیں لے جا کر ذبح کر اس کے دل وجگر کے کباب بنا کر میرے پاس لا۔ غلام نیچے ایک اندھیری کوٹھری میں بزرجمہر کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور چاہا کہ حلال کر دے۔ بزرجمہر نے بے اختیار ہو کر قہقہہ مار کر کہا تو مجھے اس کے کہنے پر قتل کرتا ہے اپنی مراد کو نہ پاوے گا وہ مراد تیری میرے ہاتھ سے بر آئے گی۔ اس نے کہا کہ وہ مراد میری کیا ہے کہا تو القش کی بیٹی پر عاشق ہے اور اس نے تجھے دینے کا وعدہ کیا ہے پر نہ پاوے گا۔ مجھ کو تجھ سے مانگے گا۔ جب تک تین طمانچے اس اس کے ہاتھ سے نہ کھانا میرا پتہ نہ بتانا۔ غلام نے کہا اس نے تمہارے دل اور جگر کے کباب طلب کیے ہیں۔ اگر کسی جانور کو ذبح کر کے اس کے دل وجگر کے کباب لے جاؤں تو حکمت سے معلوم کرے گا۔ یہ گوشت آدمی کا نہیں ہے۔ بزرجمہر نے کہا شہر کے دروازے پر ایک بڑھیا بکرے کا بچہ بیچتی ہے جو کہ آدمی کے دودھ کا پلا ہے۔ اسے مول لے کر حلال کر اور اس کے دل وجگر کے کباب بنا کر القش کو دے وہ کھا کر بہت خوش ہوا کہ اب میں صاحب کمال ہوا اور بزرجمہر اپنے گھر آرام کرنے لگا۔ اس بات کو کئی روز گذر گئے کہ بادشاہ ایک خواب دیکھ کر فراموش ہوا۔ صبح کے وقت جب دربار لگا اور تمام امراء وزراء حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا رات کو میں ایک خواب دیکھ کر بھول گیا ہوں۔ تم سب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ خواب کیا تھا اور اس کی تعبیر کیا ہے۔ جو ندیم

اور حکیم تھے یہ سن کر حیران ہوئے اور عرض کی کہ اگر خواب معلوم ہو تو اس کی تعبیر کہی جاوے اور خواب کا حال کیونکر کہا جائے کہ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ سکندر کے وقت میں اکثر ایسے حکیم تھے کہ سکندر خواب دیکھ کر بھول جاتا تھا تو خواب معہ تعبیر کہتے تھے۔ میں تم کو اس قدر مال دیتا ہوں اور کام کچھ نہیں لیتا۔ اگر میرے اس خواب کو معہ تعبیر کے نہ کہو گے تو ایک ایک زندہ قبر میں گڑوا دوں گا۔ اس کام کی خاطر تم سب کو چالیس دن کی مہلت دیتا ہوں تا کہ اس کی فکر کرو۔ القش سب سے زیادہ دانا تھا اس کو بہت تاکید کی لیکن سب حیران تھے کہ جواب کیا دیں۔

چالیس دن کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ ہمارے خواب کو دریافت کیا؟ یہ سن کر اور تو سب خاموش رہے لیکن القش نے کہا کہ غلام نے بموجب نجوم کے معلوم کیا آپ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے مرغ آیا اور اس نے آپ کو اٹھا کر آگ کے دریا میں ڈال دیا آپ اس دہشت سے جاگ اٹھے اور خواب بھول گئے۔ بادشاہ نہایت خفا ہوا اور فرمایا اے مردود اسی عقل پر وزارت کرتا ہے اور یہ خواب میں نے ہرگز نہیں دیکھا قسم ہے آتشکدہ نمرود کی دو دن کی مہلت اور دیتا ہوں اگر اس درمیان میں نہ کہو گے تو تیسرے دن تم سب کو مار ڈالوں گا۔ سب کے حواس باختہ ہو گئے۔ القش اپنے گھر کو گیا اور غلام سے پوچھا میں نے جو اس لڑکے کو ذبح کرنے کو کہا تھا وہ بڑا مکار لڑکا تھا شاید تیرے ہاتھ سے بچ گیا ہو تو اب اس سے ایسا ہی کام ہے جہاں ہو وہاں سے لے آؤ۔

یہ سن کر اس نے کہا میں نے آپ کے کہنے سے اس کو ذبح کیا اور اس کے دل و جگر کے کباب بنا کر کھلا دیئے۔ اس کی ہڈیاں بھی گل کر مٹی ہو گئیں اب وہ کہاں! القش نے کھسیانہ ہو کر تین طمانچے اس کے گال پر مارے اور وہ بیتاب ہو کر گرا اور کہنے لگا۔ غلام کو مت ماریں لڑکے کو لے آتا ہوں۔ القش حیران تھا اور کہنے لگا اے نادان! پہلے تو نے کیوں نہیں کہا اور مار کھائی۔ غلام نے کہا کہ یہ اسی نے کہا تھا کہ القش کے ہاتھ سے تجھ کو تین طمانچے لگنے ہیں۔ القش نے غلام کو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ جائے۔

اس نے بزرجمہر کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ بزرجمہر سن کر آیا اور اس نے غلام سے پوچھا خیر تو ہے اس نے سلام کر کے کہا۔ صاحب جو تم نے کہا تھا وہ تمام سچ ہی ہوا۔ اب القش نے تم کو بلایا ہے۔ بزرجمہر خاموش ہو کر اس کے ہمراہ القش کے گھر گیا اس نے اس کی بہت تعظیم کی اور عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور گذشتہ کا عذر بھی کیا اور کہا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھ کر فراموش کیا ہے سو ہم سب پر عذاب ہے اگر آپ کہہ دیں تو آپ کا احسان ہے۔

بزرجمہر نے کہا اب جو صبح کو دربار میں جائیں تو بادشاہ سے کہنا کہ بندے کا ایک شاگرد ہے فرمائیں تو ابھی آ کر کہہ دے۔ حضور سے یہ کہہ کر کسی کو بھجوا دینا میں آ کر کہہ دوں گا۔ یہ کہہ کر رخصت ہوا اور اپنے گھر میں گیا۔

بزرجمہر کا القش پر سوار ہو کر دربار میں جا کر اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے میں کامیاب ہونا

راویان یہ بیان کرتے ہیں کہ جب القش فجر کو بادشاہ کے دربار میں گیا تو عرض کی غلام کا ایک شاگرد ہے جو اس خواب کو کہنا چاہتا ہے اور غلام نے کبھی کا کہا ہوتا پر تمام جگہوں کا جائزہ لینا تھا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر جواب دیا کہ اس کو بلاؤ۔ بموجب حکم کے چوبدار گئے اور جا کر بزرجمہر سے کہا کہ بادشاہ کے حضور میں تم کو جلد بلایا ہے۔ کہا کہ اچھا چلو پر

سواری کیا ہے؟ چوبداروں نے کہا کہ سواری تو کچھ نہیں اس نے کہا اچھا جاؤ لے آؤ۔ چوبداروں نے جا کر عرض کیا فرمایا گھوڑا لے جاؤ۔ گھوڑے کو دیکھ کر کہا۔ خاک کو باد سے کیا نسبت کہ باہم دشمن ہیں اس پر سوار نہیں ہوں گا کچھ اور سواری لاؤ جو میرے لائق ہو اس پر سوار ہو کہ بادشاہ کے دربار میں جاؤں۔ چوبداروں نے عرض کی بادشاہ نے کہا اور جو جو سواریاں ہیں وہ تمام لے جاؤ وہ جس پر چاہے سوار ہو کر آئے جس وقت تمام سواریاں بزرجمہر کے پاس لائے دیکھ کر کہا۔ اس میں کوئی بھی سواری میرے لائق نہیں۔ ہاتھی بادشاہ کے تخت سے اونچا ہے جس پر سوار ہونا ادب کے خلاف ہے اور اونٹ پر سوار کیوں ہوں کہ یہ فرشتہ ہے۔ خچر حرامزادہ ہے حلال زادہ اس پر سوار نہ ہوگا اور جو بیل لائے ہیں اس پر بنئے اور دھوبی سوار ہوتے ہیں اور گدھے پر وہ سوار ہو جس نے گناہ کیا ہو۔ میں بے گناہ ہوں۔ ان سب کو لے جاؤ اور دربار میں عرض کرو لاچار تمام سواریاں لے گئے اور بادشاہ سے یہ تمام احوال کہا۔ پھر وزیر نے کہا کہ اس سے پوچھو کیا سواری بھیجوں!

چوبداروں نے جا کر پوچھا۔ فرمایا اگر بادشاہ کو خواب سننا منظور ہے تو القش کی پیٹھ پر زین کسوا کر بھجوا دیں۔ کیونکہ سوائے اس کے میرے لائق کوئی سواری نہیں ہے کہ جس پر سوار ہو کر بادشاہ کے دربار میں آؤں۔ وہ بھی انسان ہے اور میں بھی انسان۔ دوسرے آخر وہ حکیم ہے اس پر چڑھنا عیب نہیں۔ جس وقت بادشاہ کو یہ خبر ہوئی بے اختیار ہنسا اور کہا معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ سے اس کو کیا ایذا پہنچی ہے۔ فرمایا القش کی پیٹھ پر زین باندھو اور بزرجمہر کے دروازے پر لے جاؤ ہر چند اس نے منت کی ذرا اثر نہ ہوا۔ آخر اس کی پیٹھ پر زین باندھ کر لے گئے اور کہا صاحب سوار ہو جائے بادشاہ نے تمہاری خاطر کی ہے۔

بزرجمہر ملک القش کی پیٹھ پر سوار ہوا اور بآواز بلند کہا کہ آج میں نے اپنے باپ کے خونی کو پایا ہے یہ کہہ کر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر گیا لیکن پیچھے پیچھے خلقت تماشائی چلی اور لڑکوں کو ایک تماشہ ہاتھ آیا۔ غرض بزرجمہر اسی طرح دربار میں آیا اور القش سے اتر کر بادشاہ کو سلام کیا اور دعا دی۔ بادشاہ نے اس کی بہت عزت کی اور بیٹھنے کے واسطے حکم دیا۔ بزرجمہر آداب بجالایا۔ بعد ایک ساعت کے بادشاہ نے کہا اے عزیز میرے خواب سے پہلے یہ بیان کر کہ القش نے تجھ سے کیا برائی کی ہے۔ جو تو نے یہ حرکت کی ہے کہا اس نے سات گنج مال کے پا کر آپ سے چھپائے ہیں اور دوسرے میرے باپ کو بے گناہ قتل کیا ہے سو حضور میں اس سے جان کے عوض جان چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے غضب کی نگاہ سے القش کو دیکھا اور کہا یہ کیا کہتا ہے۔ القش نے کہا مجھ پر بہتان کرتا ہے۔ بزرجمہر نے کہا عیاں راچہ بیاں۔ لوگ بندہ کے ساتھ آویں ثابت کر دیں گے اور آپ بھی مزرجمہر تمام سرداروں کو ساتھ لے کر باغداد میں آیا اور اس کو کھدوا کر دیکھا تو واقعی سات گنج مال کے دھرے ہیں اور ایک ڈھانچہ مردہ انسان کا سوکھا پڑا ہے۔ بادشاہ نے وہ مال خزانے میں بھجوایا اور بزرجمہر کو کہا۔ اپنے باپ کی لاش کو اول منزل میں پہنچاؤ۔ بزرجمہر نے کفن دفن کیا۔ مقبرہ بنوا کر روشنی کی اور کھانا پکوا کر فاتحہ دی اور غربا اور مساکین کو کھلایا بعد چالیس دن اس کے حضور میں آیا اور عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو بندہ وہ خواب بیان کرے۔ فرمایا بہت بہتر۔ بزرجمہر نے کہا آپ نے دیکھا۔ آپ کے روبرو دسترخوان پر چالیس رقاب کھانے کی رکھی ہیں۔ آپ نے حلوے کے رقاب سے نوالہ بنا کر چاہا کہ تناول کریں تو ایک سیاہ کتا آیا اور آپ کے ہاتھ سے چھین کر کھا گیا۔ آپ اس دہشت سے چونک اٹھے اور خواب بھول گئے۔ فرمایا قسم ہے آتشکدہ نمرود کی یہی خواب میں نے دیکھا ہے۔ اب اس کی تعبیر کہو۔ کہا کہ غلام کو محل میں لے چلئے اور جہاں تک

عورتیں ہیں معہ چالیس لونڈیوں کے ایک محل میں سب جمع ہوں وہاں عرض کروں گا۔ یہ سن کر بادشاہ بزرجمہر کو اندر لے گیا اور سب کو بلوایا۔ بموجب حکم کے سب حاضر ہوئیں۔ ان کے بعد ایک کنیز اپنے ہمراہ کئی ایک خوب صورت خواصی لیے ہوئے آئیں۔ اس کے ساتھ ایک حبشن بھی تھی۔ بزرجمہر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بادشاہ سے کہا وہ سگ سیاہ یہی ہے اور لقمہ خواص یہ بادشاہ زادی ہے۔ بادشاہ نے حیران ہو کر دریافت کیا تو مرد تھا۔ بادشاہ نے جلادوں کو بلوا کر فرمایا کہ اس حبشن کو سرکاری کتوں کے آگے ڈال دو تا کہ پھاڑ ڈالیں اور اس بد بخت کو سر راہ مینار میں چنوا دیا بعدہ بزرجمہر پر بہت سرفرازی فرمائی اور القش کو اسی روز آدھا زمین میں گاڑ کر تیر اندازی کرادی اور جو اس کا مال تھا معہ نقد و جنس اور زن و فرزند تمام بزرجمہر کو عنایت فرمایا۔ بزرجمہر نے اٹھ کر نذر سرفرازی کی گذاری اور رخصت ہو کر بختیار غلام کے ہمراہ القش کے محل میں گیا اور اس کی بیوی کو بلا کر کہا۔ مجھ کو تیرے مال و دولت سے کچھ کام نہیں۔ تم ہی کو مبارک ہو میں نے بختیار سے شرط کی تھی کہ بعد اپنے باپ کے خون لینے کے القش کی بیٹی کو تجھ کو بیاہ دوں گا۔ سو اس وقت تم سے شرط کرتا ہوں کہ اگر ان کا تولد ہوگا تو آپ اس کو پڑھا کر نوکر کراؤں گا۔ القش کی جگہ بادشاہ سے خلعت پہنا کر لاؤں گا۔

القش کی بیوی نے قبول کیا اور اپنی بیٹی کی شادی بختیار سے کی۔ بزرجمہر نے جہاں تک القش کا مال تھا سب کو معاف کر دیا یہ سن کر بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ یہ دولت اس کے خیال میں کچھ نہ آئی جو سب کو چھوڑ دیا اس کے کئی دن بعد بادشاہ نے ایک دن جبکہ امراء وزراء حکیم ندیم پہلوان شہریار بادگاہ جمشیدی میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا تم سب سے سوال کرتا ہوں کہ بزرجمہر اپنی قوم میں بزرگ ہے اشرف ہے اور حاماس حکیم کا نواسہ ہے اور اس کا علم و فضل میں کوئی ثانی نہیں ہے۔ پیشتر جتنے وزیر تھے تمام بے عقل تھے اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو اپنا وزیر کر لوں۔

یہ سن کر سب نے کہا اے بادشاہ جو مرضی حضور کی وہی مرضی ہماری ہے۔ بادشاہ نے قابل وزارت سمجھ کر خلعت وزارت بزرجمہر کو پہنایا اور کرسی الماس پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔

حکایت قباد ہیزم فروش کی

بادشاہ نے شہزادی کو ہمراہ اس حبشن کے بعد تعبیر خواب مارا تھا اس دن سے تمام عورتوں کا اعتبار بادشاہ کے دل سے اٹھ گیا تھا۔ بلکہ ان کی صورت دیکھنی موقوف کی اور کہا کہ اب ان کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ لیکن ایک عورت دلارام نام کی تھی جو چنگ بجانے میں کمال رکھتی تھی اور بادشاہ کو اس کی مصاحبت بہت بھائی تھی۔ جہاں تشریف لے جاتے اس کو اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ کئی دن کے بعد بادشاہ شکار کے واسطے ایک صحرا میں ناگہاں جا نکلے۔ دلارام، خواجہ بزرجمہر کئی ایک سردار بھی ہمراہ تھے۔ پہاڑ کی اترائی میں ایک میدان ایسا تھا کہ سبز گھاس کوسوں تک پختہ زمرد معلوم ہوتا تھا اور وہ رنگ پہاڑ کا جس میں چادریں پانی کی چھوٹتی ہوئی ایک لطف دیتی تھیں رنگ برنگ کی کشتیاں اور بجرے اور نواڑ فیل پڑھی گوڑ چڑھی۔ گھوڑ دوڑ پنکھیاں بنوارے پانی میں سب پر ایک عجیب طرح کا عالم تھا۔ سواری اس جگہ جا کھڑی ہوئی۔ بادشاہ دریا کا تماشہ دیکھنے لگا۔ جنگل کی طرف سے ایک لکڑہارا لکڑیوں کا ایک گٹھا سر پر لیے جاتا تھا۔ لیکن ایسا ضعیف اور ناتواں کہ اتنے وقفہ میں کئی جگہ گرا اور پھر اٹھ کر چلا بادشاہ کو رحم آیا اور فرمایا دریافت کرو کہ اس کا نام کیا ہے؟

لوگوں نے اس سے پوچھا اس نے کہا میرا نام قباد ہے۔ بادشاہ یہ سن کر حیرت میں آ گیا اور بزرجمہر سے پوچھا کہ ہمارا طالع کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ آپ کا جوڑا اور اس کا جوڑا یکساں ہے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں اور وہ طالع ہم نام

ہوں۔ میں بادشاہ ہفت اقلیم اور ایسا محتاج۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ آپ کی پیدائش کے وقت آفتاب اور ماہتاب مشرق میں تھے۔ اس کے تولد کے وقت مغرب میں۔ فرمایا یہی ہوگا۔ لیکن دلارام بولی کہ میری رائے میں اس کی مفلسی کا یہ سبب ہے کہ شائد اس کے گھر میں عورت نہیں ہے اگر ہے تو بدسلیقہ ہے اس وجہ سے آسودہ نہیں رہتا بادشاہ کے دل میں عورتوں کی طرف سے ازبسکہ خلش تھی۔ فرمایا بس یہ ہماری دولت تیری وجہ سے ہے۔ جا میں نے تجھ کو اس کے حوالے کیا دیکھوں تو کس طرح تو اس کو میرے برابر کرتیہے؟ یہ کہہ کر فرمایا کہ اس کا زیور اور لباس تمام اتار لیا جائے اور ایک پرانی سوت کی چادر اوڑھا کر یہاں جنگل میں چھوڑ دو۔ جب دلارام نے دیکھا کہ غضب سلطانی میں گرفتار ہوں اور بادشاہ ناراض ہو کر چھوڑ گیا ہے لاچار ہو کر اس پیرمرد کے پاس آئی اور کہا اے بابا میں نے تجھ کو اپنا باپ کہا ہے۔ مجھ کو اپنے گھر لے چل۔ ہمیشہ تیری خدمت کیا کروں گی۔ اس لکڑہارے کو اس کی چاندسی صورت دیکھ کر چکا چوندسی آ گئی کہنے لگا میں تجھ کو فرزندی میں کر کے لے تو جاؤں۔ مگر میرے یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

دلارام نے یہ سن کر کہا میں تجھ سے کھانا نہیں مانگتی ہوں۔ اس بات سے خاطر جمع رکھ یہ کہہ کر اس کے ہمراہ ہوئی جونہی گھر گئی اور اس کی بیوی نے دیکھا کہ جوان عورت اس کے ساتھ آئی ہے۔ وہیں چڑیل کی طرح دوڑی اور کہنے لگی آ تیری ایسی تیسی۔ تجھ کو کیا ٹربھس لگی جو مجھ پر سوت لایا ہے یہ کہہ کر دو ہتھڑ اس بیچارے کی پیٹھ پر اس زور سے مارے کہ وہ لوٹ پوٹ گیا اور کہنے لگا کہ بی بی میں یہ کہتا ہوں کہ آخر تو نے مار بھی کھلائی۔ اب تیرا جی جہاں چاہے وہاں جا۔ دلارام آگے بڑھی اور عورت کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی۔ تم غصہ کیوں کرتی ہو؟ میں نے اسے اپنا دین کا باپ کہا ہے اور تم میری ماں ہو مجھے بھی اپنی فرزندی میں لے لو۔ کھانے پینے کی کچھ بھی تکلیف تم کو نہ دوں گی۔ غرض کہ ایسی باتیں بڑھیا کے ساتھ کیں کہ اس کو دلارام پر رحم آ گیا اور اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوئی اور دلارام کو بٹھلایا۔

وہ بوڑھا بازار میں گیا لکڑیاں بیچ کر اس کے پیسوں کی روٹیاں مول لایا لڑکے روٹیوں پر پہنچے اور آدھی آدھی روٹی حصہ میں آئی اور کسی کا پیٹ نہ بھرا بھوکے رہے۔ دوسرے دن جب وہ بوڑھا پھر لکڑیاں کاٹنے لگا تو دلارام نے کہا بابا آج لکڑیاں بکیں تو اس کی روٹیاں نہ لانا گیہوں لیتے آنا۔ بوڑھا اس کے کہنے پر گیہوں لایا۔ پڑوس کے گھر میں ایک چکی تھی۔ دلارام نے جا کر آٹا پیسا اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں تیار کر کے سب کو کھلائیں اور اس آٹے کو تین روز تک کام میں لیا سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور اس کو دعا دی۔ پھر وہ تین دن کے جو پیسے بچے تھے دلارام نے بازار سے ان کی پشم منگوا کر مہین مہین ڈوریاں بٹیں۔ سوا سو ڈوری تیار کر کے اس بوڑھے کو دیں کہ فی ڈوری اس قیمت پر بازار میں جا کر فروخت کر دو۔ بوڑھے نے ان کو فروخت کر کے ان کے روپے دلارام کو لا کر دیئے۔

اسی طرح کچھ روپیہ اکٹھا ہونے کے بعد اس بوڑھے کے واسطے ایک گدھا مول لے دیا کہ تم لکڑیاں اس پر لاد کر لایا کرو۔ لکڑیاں بھی زیادہ آئیں گی اور تم کو بھی آرام ملے گا۔ غرض یہ کہ اس طرح ایک سال میں دلارام نے پانچ غلام اور کئی گدھے لے دیئے۔ گھر کی نئی صورت معلوم ہونے لگی۔ کچھ اسباب بھی ہو گیا۔ ان دنوں گرمی کا موسم تھا دلارام نے بوڑھے کو کہا ان دنوں تم کو یہ محنت بڑی معلوم ہوگی۔ تم یہ کام کرو کہ پہاڑ کے تلے کہیں بڑا گڑھا تلاش کر کے اس میں لکڑیوں کو جمع کرو۔ کہ جاڑے میں بہت قدر ہوگی۔ بوڑھے نے سوچا کہ سچ کہتی ہو۔ خدا کے فضل سے گھر میں کھانے کو ہے پہاڑ کے دامن میں ایک غار تلاش کر کے لکڑیاں جمع کیں۔ اس کے بعد اپنے گھر میں آ کر آرام سے رہنے لگا۔

کچھ دنوں بعد جب سردی کا موسم آیا۔ تو اتفاقاً بادشاہ اس پہاڑ کے نیچے شکار کھیلنے کو آیا اور وہاں اترا اس روز رات

کو ایسی برف پڑی کہ تمام لشکر مارے سردی کے مرجاتا لوگوں نے جا کر ان لکڑیوں کے ڈھیر پر سے پتھر دور کیے اور لکڑیوں کو آگ لگادی اور تمام رات سارے لشکر نے آگ تاپ تاپ کر اپنی جانیں بچائیں۔ صبح کو بادشاہ وہاں سے کوچ کر کے اپنے قلعہ میں داخل ہوا۔ جب وہ لکڑہارا دو تین روز کے بعد اس غار پر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام لکڑیاں جل کر راکھ ہوگئیں، تو بیٹھ کر خوب رویا۔ لیکن اس جگہ میں سونے کی کان تھی۔ آگ کی گرمی سے تاؤ کھا کر سلیں پتھر کی صورت بن کر رہ گئیں۔ اس بوڑھے نے دلارام کو دکھلانے کے واسطے بہت سے کوئلے لیے اور ان میں ایک پتھر کی سل رکھی کہ یہ عورتوں کا مصالحہ پیسنے کو خوب ہے اور لے جا کر دلارام کو دکھلائے اور سل دی۔ دلارام کو اس پتھر کے اوپر کچھ نقش تھے جو نظر آئے از بسکہ عاقلہ تھی چھری کی نوک سے کھرچ کر دیکھا تو سونا ہے بہت خوش ہوئی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور بوڑھے سے پوچھا کہ ایسے پتھر وہاں اور بھی ہیں۔ کہا وہاں بہت پڑے ہیں۔ دلارام نے کہا وہ تمام اٹھالاؤ۔ یہ سن کر بوڑھے گدھے لے کر گیا اور وہ تمام سلیں اٹھا کر لایا۔ دلارام نے گھر کے صحن میں بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر وہ تمام پتھر گڑوا دیئے اور ایک خط تیار کر کے اس بوڑھے کو دیا اور کہا یہ خط اور دس گدھے سونے کی سلوں کے بھر کر بصرے میں لے جاؤ۔ وہاں فضیل نامی ایک زرگر ہے کہ میں نے اس کو اپنا بھائی کہا ہے۔ اس کے پاس جا کر کہو کہ میں دلارام کا وکیل ہوں۔ وہ تم کو ان تمام کا سکہ دے گا۔ وہ لے آنا۔ وہ راضی ہوا۔ دلارام نے ایک غلام مدائن بھیج کر سہیل صراف کو بلوایا اور اس سے کہا کہ میں کئی برس سے بادشاہ کی خفگی میں ہوں پر اب خدا سے چاہتی ہوں کہ وہ خفگی جاتی رہے۔ لیکن تجھ کو اس خاطر بلوایا ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ اس بیابان میں شاہ کے محل کی سی عمارت بنواؤں اور کارفرما اس کا تو ہی رہے گا۔ ایک کروڑ روپیہ مجھے قرض دے اور معماروں کو بلا کر مدد لگادے کہ جلد تیار ہو۔ اس کو دلارام کا بہت اعتبار تھا کہ بادشاہ کی خاص حرم ہے اور روپے نہ مارے جائیں گے کہا بندہ حاضر ہے جو فرمایئے گا۔ کہا کہ بس اس کی فکر کرو۔

یہ سن کر اس نے معمار اور کاریگر بلوائے۔ مکان بنوانا شروع کیا۔ دلارام نے مصوروں کو بلا کر کئی تصاویر اس وقت کی بنوائیں کہ جس وقت بادشاہ نے دلارام کو اس لکڑہارے کے حوالے کر دیا تھا۔ ان تصویروں کو اس کے ہر ایک دروازے پر لگوایا۔ جہاں تک اسباب ضروری تھا منگوایا اور کئی نوکر بھی رکھے اس دوران میں قباد سوداگر سونے کی اشرفیاں بنوا کر بصرہ سے لایا اور دلارام کو دیں۔ اس نے حمام میں واسطے غسل کے بھیجا۔ جب لوگ اس کے کپڑے اتارنے لگے۔ وہاں کی گرمی دیکھ کر وہ شور کرنے لگا کہ میں نے کیا تقصیر کی ہے۔ جو میرا بدن جلاتے ہو۔ جس وقت لنگی باندھنے کو دی۔ سر پر باندھنے لگا۔ غرض اس طرح سے بہزار خرابی نہا کر کپڑے پہنے، دلارام نے وہ پوشاک پہنادی کہ سوائے ذات بادشاہ کے اور کسی کو میسر نہیں ہوئی اور لوگوں سے کہہ دیا کہ آج کے دن سوائے قباد باز لگان کے جو لکڑہارا کہے گا وہ ہلاک ہوگا۔ اس کے چار پانچ دن بعد دلارام نے اس کو خواجہ بزرجمہر کی ملاقات کے واسطے بھیجا۔ بزرجمہر بغلگیر ہوا اور بہت عزت کی۔ جب دو دن ملاقات کو ہو چکے تو اس نے کہا بادشاہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہوں۔ کہا کل اچھا وقت ہے۔ اول وقت تشریف لائیں۔ میں ہمراہ چلوں گا۔ ملاقات بھی ہو جائے گی۔

قباد رخصت ہو کر اپنے گھر گیا اور دلارام سے کہا۔ اس نے اسی دن نذرانہ کی تیاری کر رکھی۔ دوسرے دن سہیل سے دریافت کیا کہ بادشاہ کے بدن پر کیسی پوشاک ہے۔ دیسی خلعت قباد سوداگر کو بھی پہنادی اور بھیج دیا اور جس وقت بزرجمہر کے پاس آیا وہ منتظر تھے۔ خواجہ نے قباد سوداگر کو ہمراہ لیا اور حضور کی ڈیوڑھی پر آن کر کہا کہ تم جا کر ٹھہرو۔ میں اول جا کر تقریب کرلوں جس وقت حضور سے تمہاری طلب ہوگی تو آنا۔ یہ کہہ کر اندر گیا اور بعد مجرے کے عرض کی کہ

ایک سوداگر بھی قباد نامی امیدوار ہے کہ حضرت کے قدم بوس ہو۔ فرمایا بلالو۔ جس وقت اس کی یاد ہوئی کہ قباد سوداگر کس کا نام ہے چلئے حضور میں یاد ہوئی ہے۔ اس نے سنکر قصد اندر جانے کا کیا۔ لیکن یہ بیچارہ تمام عمر لکڑیاں کاٹا کرتا تھا۔ بادشاہ کے آداب اور آئین سلطنت سے کیا کام تھا؟ جس وقت دلا رام نے اسے بھیجا تھا۔ اس وقت کہا تھا کہ جب بادشاہ کے دربار میں جاؤ پہلے داہنا پیر آگے بڑھانا، وہ بات یاد آئی۔ لیکن داہنے پیر کو بھول گیا کہ کون سا ہے، بہتیرا قصد کیا کہ یاد آجائے ہرگز میسر نہ ہوا۔ دل میں کہا کہ دونوں پاؤں ملا کر کود کے اندر جائے کہ داہنا پیر پیچھے نہ رہ جائے۔ یہ خیال کر کے دونوں پیر برابر ملا کر جست کی جونہی چوکھٹ کے اندر گیا۔ وہاں سنگ مرمر کا فرش تھا اس پر دونوں پاؤں بے اختیار پھسل گئے اور گر پڑا۔ چوٹ بھی کھائی۔ جونہی آواز اس کے گرنے کی ہوئی بادشاہ معہ سرداروں کے دیکھنے آیا اور عجیب طرح کی ہنسی آئی۔ بادشاہ نے بلا کر نذر کی اور سرفراز فرمایا۔ بادشاہ کے ہاتھوں میں مصری کی ڈلی تھی۔ اس کو عنایت فرمائی اس نے لے کر سلام کیا اور منہ میں ڈال لی اور کھا گیا۔ سب اس کو دیکھ کر حیران ہوئے اور بزرجمہر اپنے جی میں شرمندہ ہوئے۔ لیکن جب دربار برخاست ہوا اور رخصت ہو کر اپنے گھر گیا اور دلا رام سے تمام احوال کہا۔ وہ اپنے دل میں نادم ہوئی کہ بزرجمہر شرمندہ ہوئے ہونگے۔ قباد کو کہا کہ کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے کہ بادشاہ کی چیز اس کے روبرو رکھا جاوے تو قاعدے کے خلاف ہے بادشاہ نے اس کو دوسرے دن پھر بلایا۔ جب وہ گیا۔ تو اس وقت بادشاہ کے کھانے کا وقت تھا۔ اس کو دیکھ کر مہربانی سے قورمے کی طلائی رکابی عنایت فرمائی اس نے لے کر آداب بجالا کر سر پر الٹ دی کہ اس کا شوربا ڈاڑھی اور لبوں سے بہہ کر گرنے لگا بادشاہ نے تعجب کیا کہ یہ عجیب بیوقوف مرد ہے جو حرکت کرتا ہے نئی سے نئی کرتا ہے۔ لیکن اس کا لباس جو دیکھتا وہ بادشاہ کے لباس سے کچھ کم نہیں۔ اس روز دلا رام نے کہہ دیا تھا کہ بندہ امیدوار ہے کہ خداوند کی معہ سرداروں کے ضیافت کرے بادشاہ نے قبول کیا۔ قباد آداب بجالا کر رخصت ہوا۔

بادشاہ نے بزرجمہر سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس بہت سامان ہے کہ ضیافت کا قصد کیا۔ عرض کیا کہ ارشاد بجا ہے۔ جس وقت قباد سوداگر اپنے گھر گیا اور دلا رام سے کہا کہ بادشاہ صبح کو آئے گا۔ تو دلا رام یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور تمام تیاریاں کیں۔ پھر دوسرے دن بادشاہ بزرجمہر کئی سرداروں کے ساتھ قباد سوداگر کے مکان کی طرف روانہ ہوا تھوڑا دن چڑھے قباد سوداگر کو بادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی وہ ان کے استقبال کی خاطر آگے گیا اور بادشاہ کو نذر دی اور اس کو مکان میں لے آیا تو جس وقت قباد کامران اس مکان کے دروازے پر آیا۔ تو تصویر اپنی لگی ہوئی ہے۔ لیکن اس وقت کا عالم ہے جب بادشاہ نے دلا رام کو اس لکڑہارے کے حوالے کیا تھا۔ یاد کر کے آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور تمام سردار بھی اس کی خاطر گریاں ہوئے اور سب نے افسوس کیا۔ بادشاہ اس مکان کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا کہ تمام نقشے اپنے ہاں کے ہیں بزرجمہر نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے عمارت بنوائی گویا وہ دوسرے مکان میں سو سال رہا ہے کہ کہیں فرق نہیں ہے۔ جس طرف جاتے تھے اپنی اور دلا رام کی تصویر نظر آتی۔ لیکن بارہ دری جو خاص بادشاہ کے بیٹھنے کی تھی اس میں جا کر مسند الماس نگاہ پر بٹھایا اور کھانا تناول فرمایا۔ اس وقت دلا رام پوشاک نفیس پہن کر جواہرات میں ڈوبی ہوئی ایک پردے کے اوٹ میں کھڑی تھی۔ جونہی بادشاہ کی نظر اس پر پڑی کہ دلا رام کی شباہت یاد کر کے قباد تاجر سے پوچھا یہ عورت کون ہے کہا اس غلام کی بیٹی ہے۔ آپ سے تو کچھ پردہ نہیں تشریف لے چلئے۔

بادشاہ قباد کا ہاتھ پکڑ کر اس دالان کے اندر گیا۔ نزدیک سے دلا رام کو پہچانا اور ایک آہ سرد بھر کر پوچھا کہ کیا دلا رام ہے؟ دوڑ کر قدم بوس ہوئی اور کہا یہ عزیز جو آپ کے نزدیک کھڑا ہے۔ یہ وہی لکڑہارا ہے جس کے سپرد اس لونڈی کو آپ

نے کر دیا تھا اس کو اس درجے تک پہنچایا۔ بادشاہ نے دلارام کو چھاتی سے لگایا۔ اس کے رخساروں پر بوسے دیئے۔ اس وقت سرداروں میں کوئی پاس نہ تھا۔ دلارام کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور اس کو مسند کے پاس بٹھا دیا۔ بادشاہ کے پہلو میں دلارام مسند کا ایک حاشیہ دبائے بیٹھی ہوئی تھی جتنے سردار تھے۔ دلارام کو دیکھ کر خوش ہو گئے تھے۔ دلارام کا جس قدر مال واسباب تھا معہ ان سونے کی سلوں کے دلارام کو معاف فرمایا اور خواجہ قباد کو خلعت عطا فرمایا اور ملک التجار کا خطاب دیا اور دلارام کو سوار کر کے شہر کی طرف تشریف لے گئے اس روز سے پھر بادشاہ کا عورتوں کی طرف خیال ہوا اور اپنے چچا کی بیٹی محرم بانو سے عقد کیا۔ دو سال کے بعد حمل قرار پایا۔ جب امید ظاہر ہوئی سب نے بادشاہ کو نذریں مبارکبادیں اور اس روز عجیب قسم کی خوشی رہی۔

نوشیرواں کا پیدا ہونا

جب نو مہینے گذر گئے تو ایک روز ایک گھڑی دن چڑھے محل میں سے ایک خواجہ سرا آیا اور بادشاہ کے کان میں کچھ آہستہ سے کہہ کر چلا گیا تب بادشاہ اسی وقت دربار برخاست کر کے خلوت میں گیا اور بزرجمہر کو بلایا اور تولد کی ساعت دیکھو کہ ہمارے گھر میں لڑکا ہوا چاہتا ہے۔ تو بزرجمہر نے وقت دریافت کرنے کے لیے گھڑیاں (زنگی) (رومی) ہندی اپنے پاس رکھیں اور ستارے معلوم کرنے کے لیے ایک طرف اضطرلاب رکھ دیئے اور تختہ اپنے روبرو رکھا اور قرعہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر زینت کی اور عین وقت ڈالا اور زائچہ لکھ کر طالع میں نظر کی تو تمام شکلوں کو خوب اچھی طرح دیکھ کر بادشاہ کو مبارکباد دی اور کہا کہ یہ بادشاہ زادہ ملک ایران میں سو سال بادشاہت کرے گا۔ بلکہ ہفت اقلیم سے خراج لے گا۔ ایک مصاحب بد کے سبب سرگردانی بھی بہت سی اٹھائے گا۔ یہ کہہ کر نام رکھنے کی فکر میں تھے کہ کیا نام رکھا جائے۔ وہیں عیار آئے اور بادشاہ کو خبر دی کہ وہ چشمہ خاص کئی سال سے سوکھ گیا تھا۔ آج اس میں بہت پانی آ گیا ہے۔

بزرجمہر نے بموجب اس خوشخبری کے نوشیرواں نام رکھا۔ بعض راوی لکھتے ہیں کہ تولد کے وقت بادشاہ کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ بزرجمہر نے بادشاہ خواجہ بزرجمہر کو خلعت عطا فرمایا اور حکم دیا کہ شادیانے بجائے جائیں۔ جونہی یہ خبر ہوئی اور توپ خانہ میں مبارکباد کی سلامی ہونے لگی اور نقار خانے میں جہاں تک نقارچی تھے۔ انہوں نے زربفت کے تھانوں سے نوبت خانے کو بڑھ کر سائبان اور پردے بادسے بلند کئے اور ہاتھ میں لے کر نقارے بجانے لگے۔

یہ آواز ہر ایک غنی اور فقیر نے سنی جہاں تک امراء تھے سب نے مبارکباد دی اور نذریں بادشاہ کو دے کر تہنیت دی نذرانے لے کر موافق مرتبے کے انہیں خلعت دیئے گئے بعدہ صحبت جشن آراستہ ہوئی جہاں تک دعا گو تھے حاضر ہوئے اور بھانڈ، میراثی، کشمیری قوال سب ہی تھے اور طوائفوں کے طائفے بھی حاضر تھے۔ رباب، ستار، تنبورہ، چنگ، سارنگی، تال، پکھاوج، ڈھولک، خنجری بجنے لگیں اور ان کے سروں کے ساتھ جہاں تک وہ خوش آواز تھے۔ خیال گیت، سنگیت، ترانہ، سرگم، ٹھمری وغیرہ گانے لگے اور کنجیاں ڈومنیاں مراسنیاں، جو بنولیاں آئیں۔ ہر ایک کا ایک طرف ناچ ہونے لگا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس روز اتنا مال وزر انعام میں خرچ ہوا کہ ہر ایک فقیر اپنے اپنے گھر میں آسودہ ہو گیا۔ رعیت کو تمام ملک کی تحصیل معاف فرمائی نوشیرواں کے تولد سے گیارویں روز عین جشن میں بادشاہ کو خبر ہوئی کہ القش کا نواسہ بختیار کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر بزرجمہر سے فرمایا کہ یہ لڑکا تیرے دشمن کی اولاد سے ہے۔ اس کا نانا بھی تیرا دشمن تھا اگر یہ زندہ رہا تو ضرور تجھ سے دشمنی رکھے گا اس کو مار ڈال تا کہ فتنہ باقی نہ

رہے۔ یہ اگر زندہ رہا تو بہت فساد برپا کرے گا۔

بزرجمہر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور اختر دولت ہمیشہ بلند رہے جو ارشاد سو بجا ہے۔ لیکن ابھی بیگناہ ہے۔ بزرجمہر اس کو بخشوا کے سوار ہوئے اور القش کے گھر جا کر اس لڑکے کا نام بختک رکھا اور پرورش کے واسطے تاکید کی یہ دونوں لڑکے پلنے لگے جب نوشیرواں چار سال کا ہوا تو قباد نے بزرجمہر کے حوالے کیا تا کہ علم وادب سیکھے بزرجمہر نے بختک سے بھی بادشاہ کی نذر دلوائی اور نوشیرواں کا مصاحب کیا دونوں نے ایک ساتھ ہی پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ نوشیرواں ذہین تھا کئی سال اس نے نجوم کے علم کی تحصیل میں صرف کیے اور عالموں میں مشہور معروف ہوا۔ اس نے ہیئت و ہندسہ دبیان وآداب کے متعلق معقول معلومات کی اور علم ورمل ونجوم میں ایسی معلومات ہوئیں آئینہ دل پر احوال ضمیر ہر شخص کا معلوم ہونے لگا اور گنج دفینے بھی ظاہر ہونے لگے۔ خط مثل نستعلیق ونسخ وثلث، وریحان خفی وجلی شکستہ وشگفتہ وگلزار سب میں اور سپاہ گری کے امور میں کشتی، نیزہ بازی، بندوق لگانا سب کو معلوم کیا۔

بارھویں سال میں ہر فن میں لاثانی ہوا کہ کوئی کسب اور ہنر اس سے باقی نہ رہا۔ ایک دن چین سے کئی سوار آئے تھے بادشاہ کو تحائف دیکر شہزادے کو نذر دی، نوشیرواں نے راہ ورسم چین کی پوچھی اور سوداگران نے خاقان اعظم بادشاہ چین کی بیٹی کی اس قدر تعریف کی کہ نوشیرواں اس پر نادیدہ عاشق ہوا، چند روز میں یہ حال ہوا کہ کھانا پینا بھی بند ہو گیا۔ فرمایا خواجہ تم کو میں اپنا بزرگ جانتا ہوں کہ میرے استاد ہو تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہے بادشاہ چین کی بیٹی پر عاشق ہوا ہوں ہر چند چاہتا ہوں کہ دل کو قابو کروں پر نہیں ہوسکتا۔ اگر اس مراد کو نہ پاؤں گا تو زندہ رہنا دشوار ہے۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ بادشاہ زادے شہزادیوں پر عاشق ہوتے ہیں۔ آپ خاطر جمع رکھیے گا۔ میں اس بادشاہ زادی کو آپ جا کر لاؤں گا۔ نوشیرواں کی خاطر جمع کر کے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ بادشاہ زادے کے آزار کا باعث یہ ہے کہ بادشاہ چین کی بیٹی پر فریفتہ ہے۔ بادشاہ نے بے اختیار ہو کر کہا سوائے تمہارے اور کسی سے یہ کام نہ ہوگا۔ خزانے اور کوٹھریوں کی کنجیاں لے کر جتنا اسباب نقد جنس درکار ہو لے لو اور چین میں جا کر اس کو لے آؤ۔

بزرجمہر نے جو چیز ضروری اور درکار تھی ساتھ لی اور پچاس ہزار پیادہ تو پچی اپنے ہمراہ لیے اور چین کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن بختک کا یہ عالم تھا کہ ہر روز اپنی ماں سے کہتا تھا کہ یہ حکیم بادشاہ کے نزدیک بڑا راس ہے پر میں بھی جب موقع پاؤں گا اپنے نانا کا بدلہ لوں گا اور ہر روز نوشیرواں سے بزرجمہر کی طرف سے بدی کے سوا کچھ نہ کہتا تھا۔ بلکہ کئی مرتبہ بادشاہ زادہ خفا بھی ہوا پر اس نے اپنی عادت نہ چھوڑی۔

نوشیرواں عادل کی شادی مہر انگیز کے ساتھ ہونا

راویان اس داستان کو بیان کرتے ہیں کہ بزرجمہر جب چین کے نزدیک گئے اور خاقان اعظم کو یہ خبر دی کہ بادشاہ ہفت کشور کشاد کا وزیر آتا ہے تب اس نے سردار اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ کر کے استقبال کے لیے بھیجے اور شہر کو آئینہ کی طرح بند کیا تا کہ لطف دو چند معلوم ہو۔ بزرجمہر جب قریب دروازے کے پہنچے تھے کہ بادشاہ ختن اور سرداران چین پیشوائی کو آئے اور بزرجمہر کو لیے گئے۔ خاقان اعظم کی بارگاہ میں عرض گذاری اور اپنے دستور کے مطابق نہایت آداب کے ساتھ مجرا کیا۔ بادشاہ آداب ولحاظ اس کا دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوا اور خواجہ کو خلعت عطا فرمایا۔ اس روز بادشاہ چین اور بزرجمہر میں باہم ایسا اختلاط ہوا کہ بادشاہ نے جو سوال کیا اس کا جواب نہایت باصواب پایا۔ کہتے ہیں اس روز خواجہ

بزرجمہر کی حسن جوابی سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور گیارہ مرتبہ ان کو سرفرازی کا خلعت دیا اور بزرجمہر کی ہر بات سے خوش ہوتا تھا سامنے اس کے ایک بت خانہ تھا۔ بادشاہ چین عبادت کے واسطے اس میں گیا اور معہ اپنے سرداروں کے سجدہ کیا۔ لیکن خواجہ جا کر ایک جگہ کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے تھے۔ بادشاہ اپنی عبادت سے جب فارغ ہوا تو بزرجمہر سے کہا کہ تم نے عبادت کیوں نہیں کی؟ عرض کیا کہ یہ تمام بت کس وقت میں بنے ہیں۔ فرمایا کہ بعض جمشید کے وقت میں اور کتنے میرے وقت میں بنے ہیں۔ بزرجمہر نے کہا جو چیز آپ نے بنائی ہو کب سر اور سجدہ کے لائق ہے۔

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ بزرجمہر سے پوچھا کہ اس طرف تمہارے آنے کا کیا سبب ہے عرض کیا کہ بادشاہ ہفت کشور کا لڑکا نوشیرواں علم و فضل اور آئین سلطنت میں لاثانی ہے وہ شہزادہ نور اقبال ملکہ مہر انگیز پر عاشق ہے۔ یہ تحائف شہزادی کے واسطے بھیجے ہیں اور نوشیرواں کے لیے اس کی طلب کی ہے بادشاہوں کا بادشاہوں کے سوا دوسرے سے رشتہ نہیں ہوتا۔ بادشاہ چین نے یہ سن کر فرمایا کہ میری سعادت ہے کہ میرا داماد نوشیرواں ہو۔ وہیں فرمایا کہ مہر انگیز کے ہمراہ کر کے بطرف ایران بزرجمہر کے ساتھ روانہ کیے۔ کئی مہینے کے بعد جب وہ ایران کے نزدیک پہنچے تو بادشاہ کو خبر ہوئی کہ بزرجمہر چین سے مہر انگیز کو لے کر آئے ہیں۔ شہر سے پانچ کوس پر لشکر اترا ہے تب فرمایا کہ شہر آئینہ کی طرح بند ہوا اور تمام امراء و زراء صبح جشن میں حاضر ہوں کہ باہم نوشیرواں کو لے کر سوار ہونگے۔ صبح کو تمام شاہ اور شہریار جواہر پوش ہو کے خلوت خانہ میں حاضر ہوئے۔ نوشیرواں بھی ایک مرصع تخت پر سوار ہو کر بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ شہزادے پر الماس کا چھتر پھرتا ہوا اور دونوں طرف زمرد کے مورچھل ہوتے ہوئے اور پیچھے چار سو تخت جواہر نگار برابر چلے جاتے تھے اور دو یار وغیرہ سوکھاؤ قلمان زربفت کے پہنے ہوئے تاش کی پگڑی سر پر باندھے ہوئے موٹے موٹے جڑاؤ سونے کے کڑے سب کے ہاتھوں میں اور ان کے وہ سرخ و سفید چہرے اور سیاہ سیاہ زلفیں چھوٹی ہوئیں کیا خوب معلوم ہوتی تھیں اور آگے تخت کے روشن چوکی والے تنی سر میں بھیر دی کی تانیں لیے ہوئے اور ہزاروں عیار زائل کا زمزمہ بجاتے ہوئے اور ان کے دائرے میں دھیمی دھیمی ایک تالی کی گت بجتی ہوئی ایک لطف دیتی تھی اور گھوڑوں پر تمام نقارچی آہستہ آہستہ نوبت بجاتے ہوئے چلے اور قریب بادشاہ کے آگے بڑھے ہوئے چوبدار اور نقیب، عصا بردار ان کا اہتمام اور ہاتھیوں کا یہ عالم کہ دولہا کی برات ایک عالم معلوم ہوتا تھا۔ غرض اس شان و شوکت سے بادشاہ نوشیرواں کو ہمراہ لے کر گیا۔ ادھر سے بزرجمہر آئے اور بادشاہ کے تخت کو بوسہ اور نذر گزار کر چین کے شہزادوں سے ملاقات کرائی۔

بادشاہ بزرجمہر سے بہت خوش ہوئے اور شہزادوں کو خلعت شاہانہ عنایت فرمایا۔ مہر انگیز کے محافہ پر زر و سرخ و سفید نثار کرتے ہوئے محل میں داخل ہوئے اور تمام وزراء اور امراء نے شہزادے کو اسی خوشی میں نذریں دیں۔

بادشاہ نے اس شہزادی کی شادی نوشیرواں کے ساتھ کی اور ایک سال اس شادی کا جشن رہا۔ بعدہ ایک دن بادشاہ نے بزرجمہر کو بلوا کر فرمایا۔

میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں تخت شاہی پر نوشیرواں کو بٹھا دوں۔ اس امر کا مختار تم کو کیا۔ بزرجمہر نے کہا کہ میں تیار ہوں اس دن میں جو حرکت کروں مزاحم نہ ہوں فرمایا ہم نے تم کو مختار کیا جو چاہو کرو۔

خواجہ بزرجمہر نے اسی روز نوشیرواں کو طوق و زنجیر کر کے زنداں میں ڈال دیا۔ بعد چالیس دن کے قید سے نجات دی۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر نوشیرواں کو پیدل ساتھ لے کر اپنے گھر آئے۔ دو تین کوڑے شہزادے کو لگائے کہ نشان پڑ گئے اس کے بعد تازیانہ ڈال کر اور تلوار کھینچ کر شہزادے کو دی اور اپنا سر جھکا کر کہا۔ اب غلام حاضر ہے اس لیے کہ غلام

نے واقعی بے ادبی کی ہے۔لیکن ان کا باعث یہ تھا کہ خدا نے آپ کو بادشاہ کیا تا کہ ہر ایک کی قدر سمجھو اور کسی بے گناہ کو قید نہ کرو اور نہ مارو کہ اس کا مزہ معلوم رہے اور جو لوگ سواری کے آگے دوڑیں ان کی قدر کرو۔نوشیرواں نے بزرجمہر سے ہنس کر کہا کہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ تم کرو گے بغیر حکمت نہ کرو گے۔ بزرجمہر نے نوروز کے دن نوشیرواں کو حمام میں غسل کرا کر خلعت شاہانہ پہنا کر سوار کیا اور تمام سرداروں کو ہمراہ لے کر رکاب سعادت بدرگاہ جمشیدی میں داخل ہو کر تخت پر بٹھلایا اور بزرجمہر نے بادشاہ سے سفارش کی بختک کی اور اس کو خلعت وزارت کا دلوایا۔ بادشاہ نے دونوں ہاتھ پکڑ کر نوشیرواں کو نصیحت کر کے کہا کہ بابا جان خبردار بزرجمہر کی رائے کے بغیر کوئی کام نہ کرنا اور کسی بات میں بختک کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ جہاں تک امیر و وزیر تھے شہزادے کو نذریں گذاریں اور ایک سال تک نوشیرواں جشن میں رہا۔

راوی لکھتا ہے کہ قباد کامران بعد فراغ جشن اور نوشیرواں کو تخت پر بٹھلانے کے دو سال زندہ رہا اس کے بعد جہان فانی سے انتقال کر گیا۔نوشیرواں سیاہ پوش ہوا اور اپنے باپ کو تجہیز و تکفین کیا۔کئی دن تک قباد کے مرنے کا غم کیا لیکن قباد کے مرنے کے بعد بختک کی مصلحت سن کر ظلم کرنا شروع کیا کہ کسی بادشاہ کے وقت ایسا ظلم نہ ہوا تھا ناگہاں ایک قزاق بادشاہ کے حضور میں پکڑا آیا کہ اس نے ایک قافلہ کو لوٹا ہے حکم ہوا کہ اس کی گردن اڑا دو۔اس نے کہا کہ مجھ کو مختلف جانوروں کی بولی سمجھنے کا علم ہے اگر مجھ کو چالیس دن تک خوبصورت زندگی اور شراب اور کباب دیجئے تو پھر جس کو فرمائیں بتلا دوں۔اس کے بعد مار ڈالیے گا۔

نوشیرواں نے اسے بزرجمہر کے حوالے کیا۔خواجہ بزرجمہر نے اس کو اپنے گھر لے جا کر چالیس دن تک اسی طرح رکھا بعد چالیس روز کے خواجہ بزرجمہر نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ وہ علم جانوروں کی زبان سے جو تم نے سیکھا ہے بتلاؤ۔ اس نے کہا خاطر خواہ عیش کر لیا ہے۔اب جی میں کسی بات کی آرزو نہیں رہی اب میں اپنی گردن کٹانے کے لیے تیار ہوں۔ بزرجمہر نے چوری سے توبہ کرا کر اس کی جان بخشی کرائی اور اپنے پاس سے خرچ دے کر نکال دیا۔اس کے کئی روز بعد بادشاہ شکار کے لیے گیا اور تمام ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔اب اس کے ساتھ بزرجمہر اور بختک کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ یہ تینوں ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ناگہان ایک جوڑا الو کا اس درخت پر آن بیٹھا اور آپس میں کچھ بولنے لگا۔

بادشاہ نے بزرجمہر سے پوچھا تم نے جو جانوروں کی زبان سیکھی تھی معلوم ہے۔اس نے عرض کیا معلوم ہے فرمایا۔یہ جوڑا کیا کہتا ہے۔ بزرجمہر نے کہا وہ جانور اپنے بیٹے کے واسطے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگتا ہے سو یہ کہتا ہے کہ اگر نوشیرواں کی بادشاہ میں سے تو یہ تین ویرانے اگر جہیز میں دے تو میں قبول کروں۔ وہ کہتا ہے اگر نوشیرواں کی بادشاہی رہی تو یہ تین کیا ایسے دس دوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ کانپ گیا کہ شہرہ یہاں تک پہنچا ہے کہ جانور بھی ذکر کرتے ہیں۔اسی روز سے شہر مدائن میں آ کر عدالت کی زنجیر باندھی اور کہا کہ جو دادخواہ اس زنجیر کو ہلائے گا۔اس کی داد کو پہنچوں گا پھر تو یہ عدالت کی کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے اور ہر ایک اپنے گھر کا دروازہ کھول رکھتا اور کسی کو کسی کا غم نہ رہا اور کتنے سال سلطنت کی کہ خواجہ بزرجمہر کے دو فرزند ہوئے خواجہ سیاس اور خواجہ دریادل اور بادشاہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی شہزادوں کا نام ہرامز اور امزاور بادشاہ زادی کا نام مہرنگار رکھا اور بختک کے گھر میں ایک بیٹا ہوا۔جس کا نام بختیار رکھا گیا۔نوشیرواں نے ایک رات خواب دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک کوا آیا اور سر سے تاج اتار کر لے گیا۔ پھر

مغرب سے ایک باز آیا اس نے اس زاغ کو مار کر وہ تاج پھر میرے سر پر رکھا اس خواب کو دیکھ کر بادشاہ جاگ اٹھا اور صبح کو بزرجمہر سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مشرق کی طرف خیر نام ایک شہر ہے وہاں ایک بادشاہ حشام بن عقلمہ پیدا ہوگا جو آ کر بادشاہ کا تخت و تاج چھین لے گا اور مغرب کی طرف سے مکہ سے ایک لڑکا آئے گا وہ حشام کو مار کر تخت و تاج حضور کو دلوائے گا۔

یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بزرجمہر کو خلعت دے کر مکہ شریف کی طرف بھیجا کہ اگر وہ لڑکا پیدا ہوا ہو تو اس کی پرورش کرا کر ہمارا لڑکا مشہور کرو۔ بزرجمہر کے امر سے بہت سا اسباب اور تحفے روسا مکہ کے لیے اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ جب مکہ کے نزدیک پہنچا تو ایک خط خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ بندہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے آتا ہے اور آپ کی خدمت سے بھی مشرف ہوا چاہتا ہے۔ خواجہ عبدالمطلب نے خواجہ بزرجمہر کا استقبال کیا اور شہر میں لے آئے پہلے بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب کے ہمراہ کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ پھر شہر میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے جتنے بزرگ اور سردار تھے سب سے ملاقات کی اور بادشاہ ہفت اقلیم نوشیرواں کی طرف سے سب کو بے حساب روپے اور اشرفیاں بخشیں اور فرمایا۔ سلطان تم سے بہت خوش تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ اہل عرب ہمیشہ سے میرے دعا گو ہیں۔ میں ان کو اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ سو مجھ کو اب اس واسطے بھیجا ہے کہ اس شہر میں جتنی حاملہ عورتیں ہیں ان کے لڑکے آج کے دن سے جس گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے ہمارے پاس لے آؤ کہ اس کا نام بھی رکھیں اور ماہانہ بھی جاری کریں۔ خواجہ بزرجمہر نے اپنا لشکر شہر کے باہر ہی رکھا تھا اور مکہ کے لوگ اکثر ہی تشریف لے جاتے اور خواجہ بزرجمہر کبھی کبھی خواجہ عبدالمطلب کے گھر جاتے۔ کوئی بیس دن کے بعد خواجہ بزرجمہر ملاقات کے لیے خواجہ عبدالمطلب کے گھر گئے اور سلام کر کے کہا۔ بندہ زاد پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر نے اسی وقت اس لڑکے کو منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور اس کے طالع پر نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ جو ہفت اقلیم سے خراج لے گا اور تمام جہان میں اپنا عمل کر لے گا اور پہلوانوں اور بادشاہوں کو زیر کر کے ان کے کان میں حلقہ بندی ڈالے گا۔ بزرجمہر نے اس لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور حمزہ نام رکھا اور خواجہ عبدالمطلب کو مبارکباد دی اور لڑکے کی سلامی کے لیے فاتحہ پڑھ کر سب نے کعبہ کی جانب دعا مانگی اور بزرجمہر نے صندوق اشرفیوں اور روپوں کے امیر حمزہ کے لیے عبدالمطلب کو دیئے بعدہ شربت تیار کرنے کا قصد کیا کہ سب کو پلایا جائے۔

بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب سے کہا کہ دو ساعت اور تامل کیجئے کہ میں اور اشخاص کا منتظر ہوں کہ جن کے لڑکے امیر حمزہ کے ساتھ جانی یار ہوں گے۔ یہ باتیں کرتے یہ تھے کہ خواجہ عبدالمطلب کا بشیر نامی غلام لڑکا لے آیا اور کہا یہ لڑکا غلام کا ہے جو آج پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر نے اس کا نام مقبل وفادار رکھا اور اس کی پرورش کے لیے ہزار اشرفیوں کا ایک توڑا بشیر کو دیا اور کہا کہ یہ لڑکا تیر اندازی کے فن میں بادشاہ ہوگا۔

حمزہ کی ماں نے انتقال کیا اور مقبل کی ماں بھی مر گئی۔ دو یہ لڑکے اور ایک اور بھی ہے ان تینوں کی پرورش ایک جا ہو تو بہتر ہے۔ لیکن جب اس لڑکے اور اشرفیوں کو لے کر بشیر جا رہا تھا تو راستہ میں اعمیہ ضمیری سے ملاقات ہوئی۔ اعمیہ نے دیکھا کہ بشیر ایک توڑا لیے ہوئے شاد شاد جاتا ہے۔ السلام وعلیکم کہہ کر بشیر سے پوچھا کہ یہ توڑا کہاں سے ملا ہے۔ اس نے تمام حال بیان کیا کہ نوشیرواں کا وزیر آیا ہے کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے وہ اس کو اس قدر مال دیتا ہے۔ ضمیری اعمیہ بہت خوش ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی جورو سے کہا کہ تو ہمیشہ کہا کرتی ہے کہ میں حمل سے ہوں جلد لڑکا پیدا کر اس

وقت روپے بھی ہاتھ آئیں گے۔

یہ سن کر اس کی عورت نے کہا کہ تو دیوانہ ہے ابھی مجھ کو ساتواں مہینہ ہے۔ جب نو ماہ پورے ہونگے تو کہیں لڑکا پیدا ہوگا۔ اعمیہ نے کہا کہ اگر نو مہینے کے بعد پیدا ہوا تو پھر کیا فائدہ؟ میں ایسے لڑکے ہونے سے باز آیا میں ایسی باتیں نہیں مانتا۔ اس وقت خوب زور کر اور خوب کھانس کہ بچہ جلد نکل پڑے۔ بیوی نے یہ سن کر اسے گالیاں دیں تو اس پر اعمیہ ضمیری خفا ہوا اور اس کے پیٹ میں اس زور سے ایک لات ماری کہ بے چاری اسی درد سے بلبلا کر لڑکا جن کر مرگئی۔ اعمیہ ضمیری نے اس لڑکے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور خواجہ بزرجمہر سے آکر کہا کہ غلام کے گھر بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر کی نظر جونہی اس پر پڑی تو بے اختیار ہنسنے لگا اور گود میں اس کو لے کر آواز بلند سے فرمایا کہ یہ لڑکا وہ ہے جو تمام بادشاہت اقلیم کا خراج لے گا اور سب اس کے زیر رہیں گیا اور اس کے واسطے ہمیشہ نذر بھیجا کریں گے اور اس کی خنجر کی نوک کے تلے رہیں گے جو اس کے خلاف ہوگا یہ اس کو خفت دے گا۔ جو قلعہ بادشاہوں سے فتح نہیں ہوا یہ اکیلا سر کرے گا اور امیر حمزہ کا محرم راز جان نثار رہے گا اور تمام عیاران روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔ لیکن اس لڑکے نے بزرجمہر کی گود میں اس قدر رونا شروع کیا کہ بات کرنی مشکل ہوگئی۔ چنانچہ بزرجمہر نے اپنی انگلی اس کے منہ میں دی کہ چپ رہے خواجہ کی انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس کو لڑکے نے منہ سے اتار لیا اور چپ رہا۔

خواجہ نے اس لڑکے کا نام عمرو رکھا اور فرمایا کہ اب سب کو شربت پلائیں۔ شربت پیتے وقت جب بزرجمہر کی نظر اپنی انگلی پر پڑی تو اس نے انگوٹھی کا گم ہونا ظاہر نہ کیا تا کہ لوگ شرمندہ نہ ہوں آپ نے شربت پی کر چاہا کہ ایک قطرہ عمرو کے منہ میں ڈالیں۔ ایسا کرنے پر انگوٹھی عمرو کے منہ سے نکلی۔ یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب کی طرف دیکھ کر کہا یہ اس کی پہلی چوری ہے۔ عمرو کی پرورش کے واسطے ایک صندوق روپوں اور اشرفیوں کا اعمیہ ضمیر کو دے کر کہا لے جا اور جا کر اس کی پرورش کر۔ اعمیہ ضمیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ اس لڑکے کی ماں اس کو جن کر مرگئی۔ غلام سے اس کی پرورش کیونکر ہو سکے گی۔ بزرجمہر نے تامل کیا اور عبدالمطلب سے فرمایا کہ امیر حمزہ کی ماں نے اور ان دونوں کی ماؤں نے بھی انتقال کیا تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ آپ صبح کو شہر سے باہر جایئے وہاں معدی کرب کی ماں عادیہ بانو امیر کو دودھ پلانے کے لیے آئے گی اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ اس کو پیشوائی کر کے لے آؤ۔ سوائے اس کے امیر کو اور کوئی دودھ نہ دے گی۔ پس اس کی دائیں چھاتی سے امیر اور بائیں چھاتی سے عمرو اور مقبل وفادار دودھ پیا کریں۔

خواجہ بزرجمہر کے کہنے کے مطابق عبدالمطلب باہر گئے اور عادیہ بانو کو لے کر آئے۔ ان تینوں لڑکوں کو ان کے حوالے کیا کہ ان کو دودھ پلایا کرے۔ امیر کو تولد ہوئے چھ روز گذر گئے تھے کہ خواجہ بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب سے فرمایا۔ صبح کو امیر کا گہوارہ بالا خانہ پر رکھوا دیجئے اور اس کے غائب ہونے سے کچھ اندیشہ نہ کرنا۔ حق تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کئی ایک عجائبات پیدا کیے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے گرد بڑے بڑے دریا محیط ہیں۔ جن کا پانی تمام دنیا میں احاطہ کر کے درمیان میں آیا ہے اس کے پار عظیم الشان کوہ قاف نامی پہاڑ ہے۔ وہاں اٹھارہ قسم کا عالم مثل دیو، پری و جن گول، شرگاو مسرگاؤ کے رہتا ہے۔ اس قوم کا بادشاہ نہایت عادل اور عبادت میں مشغول پریزاد نہایت خوبصورت شہپال بن شاہ رخ ہے۔ پس امیر حمزہ کا گہوارہ اس کے پاس جائے گا اور سات روز کے بعد واپس ہوگا۔ یہ سن کر خواجہ عبدالمطلب رخصت ہوگئے۔

داستان کوہ قاف

ملاحظہ فرمایئے کہ پردہ کوہ قاف میں ایک بادشاہ شہپال نامی بن شاہ رخ تھا۔ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت سلیمان پر بیٹھا تھا کہ تمام اقلیم کے اٹھارہ بادشاہ تھے اور بادشاہ کے محل میں لڑکی تولد ہوئی۔اس بادشاہ کا ایک وزیر عبدالرحمٰن تھا۔جس نے سلیمان علیہ السلام کی بھی وزارت کی تھی اور تمام عالموں میں لاثانی تھا۔بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم لڑکی کا نصیب دیکھو۔تب عبدالرحمٰن نے تختہ آگے رکھ کر اس پر قرعہ ڈالا اور زائچہ لکھ کر اور رمل کی بیاض کھول کر شکلوں کے احکام دیکھ کر مبارکباد دے کر عرض کی کہ اس کے طریق ایسے نظر آئے ہیں جیسے آپ کے ہیں۔ یہ لڑکی اٹھارہ سال پر کوہ قاف میں بادشاہت کرے گی اور جماعت دیوؤں، پریاں اس کے زیر فرمان رہیں گے اور اس کی تمام عمر عیش ومزے سے گزرے گی مگر اٹھارویں سال اس کا نصیب کچھ نفی ہوگا۔اس وقت کے تمام زبردست دیوان بادشاہ کے مخالف ہوں گے اور چاروں طرف سے اتفاق کر کے آئیں گے اور شہر گلستان ارم وشہر زرین سمین وشہر قاقم کو چھین لیں گے اور تمام ملک بادشاہ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔تب دنیا سے ایک آدم زاد آئے گا اس کی قوت سے پھر یہ ملک ہاتھ آئیں گے۔بادشاہ یہ سن کر از حد خوش ہوا اور خواجہ عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ دیکھو وہ آدم زاد پیدا ہوا ہے یا نہیں اور کس ملک میں ہے۔عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ دنیا کے ملک عرب میں مکہ نام کا شہر ہے۔وہاں ایک سردار عبدالمطلب کے گھر وہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔سو آج اس نے اس لڑکے کا گہوارہ چھت پر رکھا ہے۔تب بادشاہ نے پریزادوں کو فرمایا کہ پردہ دنیا میں جا کر اس لڑکے کو لاؤ۔ادھر پریزاد اڑ گئے ادھر اس لڑکی کا نام آسمان پری رکھا اور جشن کی تیاری کی اور جشن عین کمال پر تھا کہ پریزاد امیر حمزہ کو بمعہ گہوارہ اٹھا لائے اور کوقاف کے بادشاہوں کے روبرو آ کر رکھ دیا۔جس وقت پریزدا کی نظر اس لڑکے کے حسن وجمال پر پڑی وہ تصویر کی صورت حیرت میں رہ گئے۔

بادشاہ نے اس گہوارہ کو اپنے نزدیک منگوایا اور امیر کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سرمہ سلیمانی منگوا کر اس کی آنکھوں میں لگایا اور دیو پری وجن وخول وشیر کا دودھ پلوا کر کہا کہ یہ عالم جوانی میں کسی سے نہ ڈرے۔خواجہ عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ علم قیافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاہ بھی اسماء پری کا اسی کے ساتھ ہوگا۔بادشاہ بہت خوش ہوا اور ایک گہوارہ اپنے یہاں سے منگوایا کہ اس کے چاروں پائے زمرد کے تھے اور پٹیاں اور کھڑے یاقوت کے اور طرح طرح کے بیش قیمت جواہرات اس میں برابر لگے ہوئے تھے۔اس میں امیر کو لٹایا اور کئی دانے لعل شب چراغ اور ریشم تات میں لپیٹ کر اس گہوارہ میں لٹکا دیئے۔ان پریزادوں کو کہا کہ اسی مکان پر رکھ آؤ۔پریزاد جہاں سے امیر کا گہوارہ لائے وہیں رکھ آئے اور اپنے بادشاہ کو خبر دی۔

بزرجمہر کا نوشیرواں کے پاس جانا اور گستم کو روانہ کرنا اور عمر عیار کا استاد کے حق میں بدی کرنا

روایت ہے کہ وہاں خواجہ عبدالمطلب نے خواجہ بزرجمہر کے کہنے پر اپنے آدمیوں کو کہا کہ چھت پر جا کر دیکھو کہ گہوارہ آیا ہے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی اور گہوارہ ہے کہ جس کی جوت سے تمام چھت چمک رہی ہے خواجہ کو خبر دی کہ امیر

کے گہوارے کو لے آئیں۔ بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب سے کہا کہ آپ ان تینوں کی پرورش میں تغافل نہ فرمائیں اور ان کو بادشاہ ہفت اقلیم کے بیٹے کہا کیجئے۔ اب بندہ رخصت ہوتا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں میرے دشمن بھی ہیں اس واسطے جلد جاتا ہوں۔ اور جو گذارش نامہ آپ کی خدمت میں بندہ ارسال کیا کرے آپ مطالعہ فرما کر اس پر عمل کریں

خواجہ عبدالمطلب نے ایک عرضی اپنے احوال کی لکھ کر بزرجمہر کو دی کہ بادشاہ ہفت اقلیم کے حضور میں گذارش کریں۔ تب بزرجمہر رخصت ہوئے اور کئی روز میں راہ طے کی اور مدائن میں پہنچے اور بادشاہ کو نذر پیش کی۔ میر منشی نے خواجہ عبدالمطلب کی عرضی کو پڑھ کر سنایا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ ہم بادشاہ کے دعا گو ہیں۔ اور جو ہم پر مہربانی فرمائی ہے امید یہ رکھتے ہیں کہ اس جناب کی الطاف سے ہم دعا گوؤں میں کیسے خطا کریں گے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اس کے کئی ایک دن کے بعد ایک روز بادشاہ بارگاہ جمشیدی میں کیکاؤس کے تخت پر بیٹھا تھا کہ چین کے اخبار گذرے خفیہ نویس نے لکھا تھا کہ خاقان اعظم کا لڑکا بہرام گرو خاقات چین نام بجائے باپ کے تخت نشین ہوا۔ اس کی زور آوری کے برابر کوئی نہیں ہے۔ جب شکار کو جاتا ہے تو گھوڑے کو ملا کر جس ہاتھی کی پشت پر گھونسا مارتا ہے اسے گرا دیتا ہے اور شیر مست کا کان پکڑ کر لے آتا ہے۔ سوائے چین کے اور ملک بھی اس نے اپنے قبضے میں کیے اور سال بسال ترقی پر ہے اور کئی سال سے آپ کو خراج نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں شاہ ہفت کشور سے بزور شمشیر نعل بندی لوں گا۔

یہ خبر سن کر بادشاہ فکر میں پڑ گیا اور بزرجمہر سے پوچھا کہ اس کا کیا علاج کریں؟ عرض کی لازم تو یوں ہے کہ اس نے ابھی واقعی زور نہیں پکڑا اور نہ ابھی قائم ہوا اور جب خلق اس کے پاس ہوگی اور وہ مسلط ہوگی۔ تو پھر اس کا اکھاڑنا مشکل ہوگا۔ کسی خانہ زاد کو اگر اجازت ہو تو اس کو سنبھلنے نہ دے باندھ کر حضور میں لائے۔ فرمایا تم مختار ہو جس کو مناسب جانو اس کو روانہ کردو۔ بزرجمہر نے ایک سپہ سالار رستم بن اشک زرین کنس ساسانی کو بادشاہ سے خلعت دلا کر بارہ ہزار سوار ساسانی کی جمعیت سے بہرام گو دخاقان کی طرف روانہ کیا۔ جب تک کہ چین پہنچیں۔

دو کلمے داستان امیر عمرو کے سنیئے

جبکہ مکہ میں پرورش ہوتی تھی اور عادیہ بانو ان تینوں لڑکوں کو دودھ پلاتی تھی کیا دیکھتی ہے کہ امیر کا بدن دبلا ہوتا جاتا ہے اور عمرو روز موٹا ہو رہا ہے۔ سب حیران تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک رات کو کیا دیکھتے ہیں کہ عمرو نے امیر اور مقبل کو پلنگ کے نیچے گرا دیا اور گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔ رات کو چپکے سے جاتا اور آزار بند۔ چھلا انگوٹھی، نتھ عورتوں کے گھر میں سے چرا کر لاتا اور عادیہ بانو کے پاندان میں چھپا دیتا۔ صبح کو سب دھوم مچاتیں کہ چوری ہوگئی۔ جب پاندان تلاش کرتیں تو وہ مال دائی کے پاس سے نکلتا اور وہ شرمندہ ہوتی۔ اس طرح کچھ دن کے بعد وہ لعل شب چراغ جو امیر کے گہوارے سے بندھے ہوئے تھے ان میں سے ایک غائب ہوگیا۔ یہ خبر خواجہ بزرجمہر کو ملی انہوں نے بہت ڈھونڈا لیکن کہیں نہ ملا۔ ناچار ہو کر غلام اور لونڈیوں کو باندھا اور دائی کو بھی دھمکایا کہ اس لعل کو پیدا کریں نہیں تو ایک ایک سے بری بری طرح سمجھوں گا۔ سب روتی تھیں کہ ہم نے نہیں لیا اور یوں آپ مالک ہیں جو چاہیں سو کریں۔ عمرو کے گہوارے کے پاس آ کر دیکھنے لگا۔ تو عمر کا گال سوجا معلوم ہوا۔ اس سبب سے وہ لعل تو بھول گئے اور دائی سے پوچھنے لگے کہ یہ اس کو کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ یہ رات کو اچھا سویا تھا اس وقت خدا جانے اس کو کیا ہوا۔ خواجہ نے معلوم کرنے کی خاطر گال پر ہاتھ رکھ کر ذرا دبایا تو عمر کے منہ سے وہ لعل نکل پڑا۔ خواجہ حیران ہوئے اور کہا کہ خدا خیر کرے۔ یہ لڑکا تو بڑا

چور ہوگا۔ جن جن کو باندھا تھا۔ کھول دیا اور دائی سے معذرت کی۔ غرض اس کے ہاتھ سے سب نالاں تھے۔ جب یہ لڑکے پانچ سال کے ہوئے۔ تو عبدالمطلب نے جتنے اشراف مکہ تھے سب کی ضیافت کی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان لڑکوں کو اخوند کے پاس مکتب میں بٹھلاؤں کہ ماں باپ کا یہ فرض ہوتا ہے ایک اخوند اس محلہ میں تھا کہ تمام قوم بنی ہاشم اور بنی امیہ کے لڑکے اس کے پاس پڑھتے تھے۔ امیر و مقبل اور عمرو کو اس کے پاس بہت سی شیرینی لے کر گئے اور پڑھنے کو بٹھلایا۔ اول روز بسم اللہ پڑھوائی دوسرے دن سب لڑکے پڑھنے لگے اور اخوند پڑھانے لگا۔ اخوند، امیر اور مقبل کو جو کہتا وہ وہی پڑھتے تھے۔ لیکن جب عمرو نے تکرار شروع کی تو اخوند حیران ہوا کہ یہ عجیب طرح کا لڑکا پڑھنے کو آیا ہے یا پڑھانے کو آیا ہے۔ اخوند کہے الف تو عمرو کہے برحق۔ اخوند نے کہا میں تجھ سے کیا کہتا ہوں اور تو کیا کہتا ہے آپ نے کہا الف اور میں نے کہا برحق یعنی (الف) واحد ہے ذات خدا تعالیٰ کی اور یہ ذات خدا برحق ہے۔ غرض اس طرح یہ ہزار خرابی دشواری اول پٹی پڑھی۔ جب دوسری تقطیع شروع ہوئی تو استاد نے عمرو سے کہا کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ۔ ت کے اوپر دو نقطے ث کے اوپر تین نقطے۔ ج کے اندر ایک نقطہ۔ عمرو نے جو یہ سنا تو اخوند کی طرف دیکھ کر قاعدے کو بند کر دیا۔ امیر اور مقبل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ چلو ہم گھر چلیں ہم اس بدتہذیب اخوند سے سبق نہیں پڑھیں گے۔ ہم کو اس کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجا ہے یا حساب کے لیے یہ تو بڑا خائن ہے کسی پاس ایک۔ کسی پاس دو۔ کسی پاس دو کسی پاس تین۔ کسی کے درمیان ایک اس سے ہم کو کیا جو اسے یاد رکھیں اخوند نے خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں جا کر کہا کہ عمرو عمیہ ساربان کا بیٹا سخت شریر ہے اس کو کسی اور اخوند کے حوالے کیجئے۔ مجھ کو بہت حیران کرتا ہے امیر حمزہ کو بھی پڑھنے نہیں دیتا۔

خواجہ نے اس کو رخصت کیا اور چاہا کہ عمرو کو امیر سے جدا کریں۔ امیر نے رونا شروع کیا اور کہا اگر عمرو مجھ سے جدا ہوگا تو میں زندہ نہ رہوں گا۔ ناچار پھر اسی اخوند کے پاس بھیجا ہر روز پڑھتے تھے۔ جتنے لڑکے پڑھتے اپنے اپنے گھروں سے ناشتہ لے جاتے تھے اور دوپہر کو سو کر اٹھتے۔ تب وہ کھانا کھاتے تو ایک روز عمرو نے دیکھا کہ سب سو گئے ہیں تو چپکے سے اٹھ کر سب کا ناشتہ اٹھا کر اخوند کے سرہانے تکیوں کے نیچے چھپا کر آپ سو رہا جب تمام لڑکے جاگے تو دیکھا کہ ناشتہ نہیں ہے۔ تب اخوند پر ظاہر ہوا اخوند نے کہا کہ سوائے عمرو کے کسی کا کام نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب دودھ پیتا تھا تو امیر کے گہوارے سے جواہر چرایا تھا۔ عمرو کو جگایا اور کہا کہ کھانا کدھر گیا۔ عمرو نے کہا میں تو سوتا تھا۔ مجھے کیا معلوم ہے۔ ڈھونڈو جس نے چرایا ہوگا معلوم ہو جائے گا۔ اخوند نے کہا جا تلاش کر عمرو تلاش کرنے لگا۔ پہلے سب لڑکوں کو اٹھا کر جھاڑا۔ بعدہ اخوند کا بچھونا نکال کر پیٹی میں تکیہ کے نیچے سے وہ تمام نکالا اور با آواز بلند کہنے لگا دیکھو صاحب آپ لڑکوں کا کھانا چراتے ہیں اور مجھ کو دھمکاتے ہیں۔ اس وقت چار پانچ بھلے مانس اور بھی کھڑے تھے تو اخوند بیچارہ نہایت شرمندہ ہوا اس وقت دو قمچیاں عمر کو ماریں۔ لیکن امیر نے خطا معاف کرا دی۔

دوسرے روز جو لڑکے پڑھنے آئے اور دوپہر کے وقت سو گئے تو عمر نے اخوند کرمانی کا شملہ چرا کر حلوائی کی دوکان پر پانچ روپے میں رکھ کر مٹھائی لا کر رکھ دی اور آپ سو رہا۔ جب سب جاگے اور دیکھا تو ٹوکرا شیرینی کا دھرا ہے اور عمر سوتا ہے۔ اخوند نے جگا کر پوچھا۔ یہ شیرینی کیسی ہے۔ عمرو نے کہا۔ بابا جان نے نذر مانی تھی اور یہ شیرینی وہ لائے تھے بڑی دیر تک وہ بیٹھے رہے جب آپ نہ جاگے تو ان کو ضروری کام تھا اس لئے مجھ کو اٹھا کر کہہ گئے کہ اس پر فاتحہ دلوا کر تقسیم کر دینا آپ فاتحہ دیجئے۔ کہا کس کے نام کی دوں۔ عمر نے کہا ایک فقیر بابا شملہ تھے تب اخوند نے کہا کہ یہ کیسا نام ہے۔

عمرو نے کہا فقیروں کے نام ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اخوند نے فاتحہ پڑھ کر اوپر سے بڑے بڑے پیڑے اٹھا کر کہ جن میں جمال گوٹہ ملا ہوا تھا وہ کھالئے اور باقی مٹھائی عمرو نے امیر اور مقبل کے آگے رکھی اور تمام لڑکوں کو شریک کر کے کھائی۔ دو ایک گھڑیاں گزریں تو اخوند کو دست آنے شروع ہو گئے تو عمرو کو کہا۔ تم نے یہ کیا کھلایا۔ کہا مجھے بدنام نہ کیجئے سب نے یہی کھائی ہے آپ کو تھوڑی بھوک تھی اور کھائی بہت۔ اس نے گرانی کی اور بدہضمی سے پیٹ چھوٹ گیا۔ جب چار گھڑی دن رہا۔ امیر نے عمرو کی شرارت معلوم کر کے دہی منگایا اور اخوند کو پلوایا۔ جب ذرا آرام ہوا اخوند نے لڑکوں کو چھٹی دی اور اپنے کپڑے پہنے مگر شملہ کا پتہ نہ ملا۔ لڑکے بھی جا چکے تھے۔ کس سے پوچھیں ناچار دوپٹے سے سر کو لپیٹ کر ہاتھ میں عصا لے کر مسجد سے اپنے گھر چلے۔ جونہی حلوائی کی دوکان سے گزرے اس نے شملہ دیا اور کہا کہ آپ نے پانچ روپے کی مٹھائی یہ شملہ بھیج کر کیوں منگائی جب چاہو منگوالیا کرو۔ شملہ بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سن کے اخوند نے جانا کہ آج شیرینی جو عمرو لایا تھا وہ یہی حلوائی بیان کرتا ہے۔ اپنے پاس سے اس کی قیمت دی اور شملہ لے کر گھر گیا۔ صبح کو عمرو نے نماز کے وقت اٹھ کر تمام لڑکوں سے پہلے مکتب میں آ کر جھاڑو دی اور بستہ کھول کر قاعدہ پڑھنے لگا۔ اخوند نے آ کر دیکھا تو عمرو پہلے آیا دل میں کہا کہ آج کچھ نہ کہو۔ اخوند بیٹھ گیا اور لڑکے بھی۔ آگے سب کو پڑھایا تو اس روز اخوند نے حمام جانے کا ارادہ کیا اور خضاب تیار کر کے عمرو کو دیا کہا فلاں حمام میں لے جا اور میں بھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر ملا نماز پڑھنے لگا۔ اس نے اس خضاب کے اندر ایک تولہ ہرتال باریک کر کے ملا دی اور حمام میں جا کر رکھ دیا۔ دو گھڑی کے بعد اخوند صاحب آئے اور کپڑے اتار کر خضاب داڑھی میں اور مونچھوں میں لگایا اور ارند کے پتوں سے باندھ کر بیٹھے اور عمرو نے اپنے گھر کی راہ لی۔ یہاں اخوند نے دو گھڑی کے بعد حمام میں گرم گرم پانی سے دھویا۔ جونہی پانی منہ پر پڑا اور چاہا کہ ہاتھ سے ملے پانی پڑتے ہی تمام بال چھوٹ رہے تھے۔ اخوند بے چارہ مارے شرم کے پانی پانی ہوا کہ جب میں باہر نکلوں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ کپڑے پہن کر خواجہ عبدالمطلب کے پاس جا کر ان کے روبرو اپنے اعمال نامہ کہہ سنایا اور اپنا حال دکھایا کہ عمرو نے میری یہ صورت کی ہے، آپ اس کو سزا دیں۔ خواجہ عبدالمطلب نے اخوند کو رخصت کیا اور عمرو کو بلا کر دونوں ہاتھ باندھ کر لٹکایا اور خوب جوتیاں تھپیاں لگائیں اور پھر امیر کو بلا کر منع کیا کہ تم الگ الگ بیٹھا کرو۔ اگر ایک دوسرے سے بات بھی کرو گے تو ہم خفا ہوں گے۔ فرمایا عمرو کے ہاتھ کھول کر نکال دو۔ مگر امیر کی حالت عمرو کے بغیر عجیب طرح کی ہو گئی کہ اس کی جدائی کے قلق میں دو دن تک کھانا بھی نہ کھایا۔ ناچار خواجہ نے عمر کو بلوایا اور امیر کے حوالے کیا اور اخوند سے امیر نے خطا معاف کرائی اور اب عمرو پھر پڑھنے لگا۔

ایک روز ایک لڑکے کے گھر سے اخوند کے لئے کھانا آیا۔ عمرو سے کہا کہ یہ ہمارے گھر لے جاؤ۔ لیکن کھولنا مت کیونکہ اس میں مرغ ہے اور وہ اڑ جائے گا۔ عمرو نے کہا مجھ کو کھولنے سے کیا کام یونہی حوالے کر دوں گا۔ عمرو اس خوان کو سر پر اٹھا کر اخوند کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ مکان کے نزدیک آ رہا تھا تو راستہ میں الگ جگہ کھول کر دیکھا کہ اس میں بھنے ہوئے میٹھے چاول پکے ہوئے اور یہ بھوکا بھی تھا خوب پیٹ بھر کر کھایا اور باقی کتوں کے آگے ڈال دیئے۔ خالی رکابی خوان میں رکھ کر اخوند کے گھر گیا اور اس کی بیوی سے کہا کہ اخوند صاحب نے کھانا بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آج گھر میں کچھ پکانا نہیں۔ یہ کہہ کر وہ خوان وہاں رکھا اور مکتب میں جا کر اخوند کو خبر دی کہ شام کو اخوند لڑکوں سمیت چھٹی کر کے گھر گیا۔ اپنی بیوی سے پوچھا کہ آج کیا پکا ہے؟ اس نے کہا آج آپ نے منع کر کے بھیجا تھا۔ وہ دھرا ہے۔ ملا چپ ہو رہا۔ اس نے خوان منگوایا۔ دیکھا کہ خوان خالی ہے۔ رات بھر بھوکے کٹی۔ صبح کو ناشتہ کر کے مکتب

میں گیا اور عمرو سے پوچھا کہ عمرو نے کہا۔ کھانے سے تو میں واقف نہیں لیکن وہ خوان جو میں لے گیا تھا راہ میں وہ مرغ کپڑا پھاڑ کے اڑ گیا۔ اخوند نے کہا کہ عمرو کو باندھ دو۔ آخر امیر نے خطا معاف کرائی۔ پھر پوچھا کہ گھر میں پکانے کو کیوں منع کیا؟ کہا البتہ غلطی ہوئی۔ چار پانچ قمچیاں لگائیں اور کہا پھر ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ بہت ماروں گا۔ اس وقت امیر کے کہنے سے معاف کیا لیکن عمرو ظاہراً توبہ کرتا رہا اور ہاتھ جوڑتا رہا پھر جی میں اخوند کا جانی دشمن ہو گیا۔ پھر اسی وقت میں جہاں امیر اور عمرو پڑھتے ابوجہل ابوسفیان بھی پڑھتے اور ایک دن دوپہر کے وقت جب تمام لڑکے سو گئے تو عمرو نے اٹھ کر انگوٹھی ابوجہل کے ہاتھ سے اتار کر اور اخوند کے گھر جا کر اس کی بیٹی کے پاندان میں رکھ دی اور اس لڑکی کے کان کی بالی ابوجہل کے ہاتھ میں پہنا دی اور سو رہا۔ جب تمام لڑکے جاگے اور منہ ہاتھ دھو کر پڑھنے لگے تو اخوند نے ابوجہل کی انگلی میں اپنی بیٹی کی بالی دیکھی اور ابوجہل سے پوچھا کہ یہ بالی کہاں سے پائی؟ اس نے دیکھا کہ انگوٹھی کے عوض کان کی بالی ہے تو حیران ہوا کہ کیا جواب دوں۔ عمرو نے کہا کہ دوپہر کو آپ جب سو جاتے ہیں اور یہ اٹھ کر آپ کے گھر جاتا ہے۔ آج میں اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ جب آپ کے دروازے پر پہنچا اور زنجیر کو کواڑ سے ہلایا۔ اس کی آواز سے آپ کی بیٹی اندر سے آئی اس سے کچھ باتیں ہوئیں بعدہ اس نے اپنے کان کی بالی اس کو دی اور اس نے اپنی انگوٹھی اس کو دی۔ اخوند کو مارے غصے کے اندھیرا سے آ گیا اور ابوجہل سے وہ بالی تو لے لی اور اتنی مار دی کہ تمام بدن کی کھال اتر گئی اور اسی غصہ میں اپنے گھر گیا اور بیٹی کا پاندان دیکھا۔ انگوٹھی اس میں دیکھتے ہی آگ لگ گئی پکڑ کر دو چار چانٹے مارے کہ تلملا گئی۔ اس کی بیوی نے یہ حرکت دیکھی اور بے اختیار برا بھلا کہتی ہوئی دوڑی اور ایک دو ہتڑ اس کی پیٹھ پر مارے اور لڑکی کو چھڑایا۔

اخوند اس عورت کی طرف متوجہ ہوا۔ غرض دونوں خوب لڑے دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ عمرو فرصت پا کر ایک بساطی کی دوکان پر گیا اور آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ تم یہاں بیٹھے ہو اور گھر میں تمہاری بیوی کا برا حال ہے۔ اس بساطی کی بیوی سے بڑی محبت تھی بیتاب ہو کر دوڑا۔ عمرو بھی تھوڑی دور تک اس کے پیچھے گیا اور بعد کو جدا ہو کر پیچھے رہ گیا اور اس کی دوکان پر آ کر شاگرد سے کہا کہ تمام سوئیوں کا پڑا ایک شخص مول لے گا وہ تمہارے استاد نے مانگا ہے۔ اس نے حوالہ کیا اور عمرو اس کو لے کر اپنے گھر گیا۔

دوسرے روز مکتب میں آیا۔ سوئیاں رکھ کر اوپر سے چادر بچھا دی اور چلا گیا۔ جب تمام لڑکے آ چکے تو عمرو بھی آیا۔ اس دن اخوند نے جونہی بستر پر پاؤں رکھا تو سوئیاں تلوؤں میں چھد کر پار ہو گئیں اور ایک آہ بھر کے بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی سوئیاں بے چارے کے بدن میں گڑ گئیں اور ہر عضو سے خون بہنے لگا اور درد سے مچھلی کی طرح لوٹنے لگا اور حالت مردہ کی سی ہو گئی۔ تب تو سارے لڑکے گھبرائے اور ہر طرف سے دوڑ کر اخوند کے پاس آئے اور سوئیاں نکالنے لگے۔

جب سوئیاں نکال چکے تو ملا کی حالت دوپہر تک غش میں رہی اور تمام بدن سوج گیا۔ ہوش میں آ کر کہا لڑکو معلوم نہیں تم میں میرا ایسا دشمن کون ہے کہ جس نے یہ حرکت کی۔ عمرو نے کہا کہ اگر ہمیں وہ معلوم ہوا تو اس سے بھی ایسا ہی سلوک کریں کہ اس کے بدن میں ان سوئیوں کو چھید دیں اخوند نے کہا کہ تو جا کر میانہ لے اس پر سوار ہو کر گھر جاؤں عمرو جا کر سواری لایا اور اخوند اس پر سوار ہوا اور لڑکوں کو کہا کہ تم بیٹھے پڑھتے رہو اور چار گھڑی دن رہے تو اپنے اپنے گھر کو جانا عمرو کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ جب میانہ بساطی کی دوکان کے آگے آیا جونہی اس کی نظر عمرو پر پڑی بے اختیار دوکان سے دوڑا اور کہنے لگا لڑکے تو بڑا شریر ہے کہ کل مجھ کو بہانہ کر کے دوکان سے اٹھایا اور سوئیوں کا پڑا لے گیا اب

کہاں جاتا ہے۔

اخوند نے سوئیوں کا نام سن کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بات ہے؟ وہ اخوند سے بیان کرنے لگا عمرو نے سوچا اور آنکھ بچا کر بھاگا اور مکتب میں آ کر امیر اور مقبل سے کہا اب ہمارا اس شہر میں ٹھکانا نہیں۔ امیر نے وجہ پوچھی تو کہا مجھ میں بات کرنے کی حواس نہیں ہے رخصت ہوتا ہوں۔ امیر نے کہا اے عمرو تیری مفارقت مجھ سے کب سہی جائیگا میں بھی تیرے ساتھ ہوں امیر اور مقبل عمرو کے ساتھ ہو گئے اور جن جن لڑکوں کو امیر کے ساتھ الفت تھی وہ بھی ہمراہ ہوئے اور شہر کے باہر جبل ابوقیس نام کا ایک پہاڑ ہے اس کے درے میں سب کے سب جا چھپے۔ جب رات ہوئی اسی درے میں ایک پتھر پر سو رہے۔ صبح اٹھ کر وہاں ایک چشمہ کے پانی سے وضو کیا اور سب نے نماز پڑھی اور آپس میں باتیں کرنے لگے جب چار دن گھڑی چڑھا تو امیر نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ بھائی ہمارا تو بھوک کے مارے برا حال ہے۔ کچھ کھانے کی فکر کرو۔ عمرو نے کہا سب یہاں ٹھہرو یہ غلام کھانا لاتا ہے۔

یہ کہہ کر شہر میں جا کر ایک قصاب کی دوکان سے ٹکڑے آنت کے لے کر زبیدہ نامی بڑھیا کے گھر کے پچھواڑے گیا اس بڑھیا کے گھر بہت سی مرغیاں تھیں یہ ان کے انڈے اور بچے فروخت کیا کرتی تھی۔ اس نے اس تانت کے سرے پر گرہ دے کر ایک مرغی کے آگے ڈال دیا اور دوسرے سرے کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور اس مرغی نے اس سرے کو نگل لیا۔ عمرو نے دوسرے طرف سے پھونکنا شروع کیا تو آنت پھول گئی اور وہ گرد اس کے گلے میں اٹکی۔ مرغی تڑپنے لگی۔ عمرو نے چپکے سے پکڑ کر اور دبا کر ذبح کیا اور صاف کر کے اپنے رومال میں باندھا اور اس بڑھیا کے چھپڑ پر پچھواڑے سے چار پانچ پتھر مارے وہ بیچاری شور مچاتی ہوئی گھر سے باہر نکلی اور اس طرف آ کر شور مچایا تو عمرو نے دوسری طرف جا کر وہاں انڈے دھرے تھے اٹھا کر اپنی راہ لی اور ایک کبابی کی دوکان پر جا کر کہا کہ ان انڈوں کا خاگینہ تل دے اور اس مرغی کے کباب اور پانچ روپے کی روٹیاں اور قلیچے ایک خوان میں لگا اور ان پر کباب انڈے رکھ دے میں اپنے سر پر لے جاؤں گا اور اپنا ایک آدمی میرے ساتھ کر دے اور اس کو خواجہ عبدالمطلب سے اس کی قیمت دلوا دوں گا۔ اس نے عمرو کے کہنے پر سب کچھ تیار کر دیا اور قیمت لانے کے لیے اپنا ایک آدمی عمرو کے ساتھ کر دیا۔ عمرو نے تھوڑی دور جا اس آدمی سے کہا تم خواجہ عبدالمطلب کے دیوان خانے میں جا کر بیٹھو مجھ کو کچھ کام ہے میں اس طرف سے ہو کر آتا ہوں وہ اس طرف چلا اور عمرو نے کوہ ابوقیس کی راہ لی جو کچھ وہ لے گیا تھا امیر کے آگے رکھ دیا اور امیر نے کہا دیکھیں تو کھانا معقول لایا ہے۔ امیر نے سب لڑکوں کے ساتھ مل کر کھایا اور عمرو کو شاباشی دی یہاں وہ کبابی کا آدمی قیمت کے لیے عمرو کے ہمراہ گیا تھا۔ خواجہ کے پاس گیا اور عمرو کا حال کہا کہ اس طرح ہماری دوکان سے آپ کا نام لے کر سودا لے گیا ہے۔ اخوند پہلے سے وہاں بیٹھا اپنا حال کہہ رہا تھا کہ اتنے میں وہ بیچاری ضعیفہ بھی آئی اور خواجہ سے کہا۔ مرغی اور انڈے عمرو عمیہ ضمیری کا بیٹا میرے گھر سے لے گیا ہے اور رونے لگی۔ خواجہ نے مرغی انڈوں کی قیمت اس بڑھیا کو دی اور اس آدمی سے پوچھا وہ کدھر ہے؟ اس نے کہا۔ ابوقیس کی طرف گیا تو خواجہ نے دریافت کر کے اس کو بھی رقم دے کر روانہ کیا اور اخوند کو کہا کہ تم لڑکے لے جاؤ اور عمرو بمعہ سب لڑکوں کے گرفتار کر کے لاؤ۔

اخوند یہ سن کر رخصت ہوا اور مکتب میں آیا اور بیس لڑکے ہمراہ لے کر عمرو کو مارنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں لکڑیاں دلوائیں۔ یہ اس سامان سے روانہ ہوئے۔ جب پہاڑ کے نزدیک پہنچے جونہی عمرو نے نظر کی تو بے اختیار ہنسا اور امیر سے کہا کہ دیکھو اخوند لڑکوں کو ساتھ لے کر میرے پکڑنے کو آ رہا ہے مجھ کو بیت اللہ کی قسم ہے یہ تو کیا بغیر خواجہ

عبدالمطلب کے اگر میرے پکڑنے کو جمشید جم سا بھی آئے گا تو بھی ایک مرتبہ اس سے لڑوں گا۔

امیر نے کہا میں بھی تیرے ساتھ شریک ہوں اور مقبل نے کہا۔ بندہ بھی حاضر ہے اور لڑکے بھی تمام مستعد ہوئے اخوند اس پہاڑ کے نیچے آیا اور لڑکوں سے ارشاد کیا کہ جاؤ ان تمام لڑکوں کو پکڑو۔ لڑکے لکڑیاں ہاتھوں میں لے کر عمرو کی طرف دوڑے۔ عمرو چپکا کھڑا رہا جب وہ لڑکے نزدیک پہنچے تو عمرو نے پتھر اٹھا کر ایک لڑکا جو آگے چلا آتا تھا۔ اس کے ماتھے پر مارا اور اس کا سر پھوٹ گیا اور لہو بہنے لگا اور وہ بھاگا۔ ادھر امیر نے دو تین لڑکوں کے ہاتھ پاؤں توڑے اور مقبل نے لکڑیوں سے کئی لڑکوں کو مارا جب تمام لڑکے زخمی ہو کر بھاگے تب اخوند آپ عصا کو ہاتھ میں لے کر عمرو کی طرف دوڑا کہ شاید لحاظ سے کچھ نہ کہے اور پکڑا جائے۔ پر عمرو نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور پتھر اٹھا کر مارا اخوند کا سر پھوٹا اور پگڑی گر گئی مارے شرمندگی کے عصاء کو توڑ ڈالا کہ گویا آپ عصاء کی شکل بن کر زمین پر گرا۔ جب تو یہ حالت ہوئی کہ نہ آگے پاؤں رکھ سکتا ہے نہ پیچھے۔ لیکن وہ لڑکے جو زخمی ہو کر بھاگے تھے اپنے اپنے گھروں میں جا کر اپنے ماں باپ کو حال دکھایا اور وہ ان لڑکوں کو لے کر خواجہ عبدالمطلب کے پاس گئے اور تمام ماجرا سنایا۔

خواجہ نے بلا تامل اونٹ منگوایا اور سوار ہو کر اس پہاڑ کی طرف گئے اور اس میدان میں جونہی عمرو نے دور سے دیکھ کر کہ خواجہ عبدالمطلب آپ تشریف لائے ہیں امیر سے کہا اب میرے قدم نہیں ٹھہرتے میں جاتا ہوں۔ آپ اپنی فکر کیجیے۔ یہ کہہ کر ایک طرف کی راہ لی۔ جب خواجہ عبدالمطلب پہاڑ کے قریب آئے امیر اپنے باپ کو دیکھ کر پہاڑ سے جھٹ نیچے اتر آئے اور باپ کے قدم بوس ہوئے انہوں نے فرزند ارجمند کو چھاتی سے لگایا اور کہا میں جانتا ہوں کہ تمہاری خطا نہیں تمام شرارت اس ساربان زادہ کی ہے کہ وہ تم کو بدراہ کرتا ہے۔ دیکھو میں اس سے کیا سلوک کرتا ہوں۔

امیر اور مقبل بمعہ سب لڑکوں کے خواجہ کے ہمراہ شہر میں آئے اور تاکید کی کہ عمرو کو یہاں ہرگز نہ آنے دینا دو تین روز امیر کے آنے کو گذرے اور عمرو سے ملاقات نہ ہوئی تو امیر نے کھانا نہ کھایا۔ تب لاچار ہو کر عمرو کو بلایا اور امیر کے حوالے کیا اور کہا کہ عمرو کا کہنا مت مانو۔ اگر سیر کو جانا منظور ہو تو اپنے باغ کو جانا۔ شہر سے باہر ہرگز نہ جانا کہ تمہارے لیے برائی کا باعث ہے۔ امیر نے قبول کیا اور عمرو کے ساتھ رہنے لگے دس روز کے بعد ایک دن امیر اور مقبل بازار میں سیر کی خاطر نکلے اور پھرتے پھراتے اپنے یہاں کے نخلستان میں جا پہنچے اور ہر طرف خوب پھرے بعدہ عمرو کسی اور نخلستان میں لے گیا۔ وہاں دیکھا تو خوشے خرمے لگے ہیں اور ہوا بھی سرد ہے۔ سنگ مرمر کا ایک صاف تخت ہے اس پر امیر نے مقبل کے زانو پر سر رکھ دیا اور سو گئے اور عمرو ادھر ادھر پھرنے لگا۔ ایک درخت کو دیکھا کہ اس میں خرمے لگے ہوئے ہیں۔ اس پر چڑھ گیا۔ خوشے توڑے اور نیچے آ کر کھانا شروع کیا۔ تو اس وقت امیر نے کہا یہ بندہ بڑی محنت سے لایا ہے آپ بھی توڑ لائیے۔

امیر اٹھ کر درخت پر چڑھنے لگے۔ عمرو نے کہا درخت پر چڑھنا ہم جیسے دبلے پتلے کا کام ہے اور پہلوان درخت اکھاڑ کر کھاتے ہیں۔ عمرو کا طعنہ امیر کو برا معلوم ہوا غصہ میں آ کر درخت کو اکھاڑ ڈالا اور اس کے خرمے کھانا شروع کیے عمرو امیر کی طاقت دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن امیر کے دق کرنے کے لیے کہنے لگا کہ ایسے کیڑے کھائے ہوئے درخت کو تو مجھ سا دبلا آدمی اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے۔ جب جانیں کوئی اور مضبوط درخت اکھاڑ دیجیے۔ امیر نے طیش میں آ کر ایک اور درخت اکھاڑ ڈالا جب تین درخت امیر نے اکھاڑ ڈالے اور چوتھے پر چلے تو عمرو نے کہا عرب کچھ دیوانہ ہو گیا ہے۔ جو باغ اجاڑے ڈالتا ہے۔ تجھے کسی کا بھی ڈر ہے۔ امیر نے کہا میں نے تیرے کہنے سے اکھاڑے ہیں تیری وجہ

سے یہ حرکت ہوئی ہے۔عمرو دوڑا باغ کے مالک کے پاس گیا اور کہا کہ ایک بگولا آیا تھا کہ جس سے اس کے باغ میں کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے ہیں۔اس نے کہا یہاں ہوا کا نام بھی نہیں آیا۔باغ میں ہوا کہاں سے آئی۔عمرو نے کہا خدا جانے لیکن تم چلو اور دیکھو کہ میں سچ کہتا ہوں باغبان نے عمرو کے ہمراہ آ کر دیکھا تو واقعی تین درخت گر پڑے ہیں۔انہی درختوں سے اس کی روزی تھی۔رونے لگا۔امیر کو اس پر رحم آیا اور ہر نخل کے عوض میں اس کو ایک ایک اونٹ دیا۔وہ تین شتر لے کر بہت خوش ہوا وہاں سے چلا تو عمرو اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے سن درخت تو تیرے ہوا سے اکھڑے اور چاپلوسی کر کے تو لڑکوں سے اونٹ لیتا ہے میں ہرگز نہ لینے دوں گا۔غرض یہاں تک تکرار اس سے کی کہ ایک اونٹ اس سے واپس لیا اور دو اس کو دیئے، پھر امیر سے آ کر کہا کہ آپ گھر چلئے وہاں سے گھر کو گئے اور رہنے لگے۔

شہزادی ہمائے تاجدار

قضارا ایک بالا خانہ پر امیر اور مقبل، عمرو تینوں بیٹھے تھے کہ بازار میں دیکھا تو بہت سے لوگ ہر طرف سے آتے ہیں۔اور شہر کے باہر چلے جاتے ہیں۔امیر نے عمرو سے کہا دریافت کرو کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ عمرو بالا خانہ سے اترے اور دریافت کر کے امیر سے کہا کہ شہر کے باہر سوداگر اترے ہیں اور ان کے پاس طرح طرح کے گھوڑے برائے فروخت ہیں۔امیر کو گھوڑوں کا شوق تھا۔عمرو اور مقبل کو ہمراہ لے کر اس طرف کو چلے وہاں آ کر دیکھا۔تو واقعی گھوڑے ہیں۔ایک گھوڑا بانات کے شامیانہ کے نیچے زنجیروں سے ایسا کیوں بندھا ہے؟ اس نے کہا کہ اگر ایسا نہ باندھوں تو یہ آدمیوں کو نہ آنے دے اور اس پر آج تک کوئی سوار نہ ہوا۔اگر اس پر کوئی سوار ہوا تو اس کو یہ گھوڑا یوں ہی دیتا ہوں اور قیمت نہیں مانگتا۔عمرو نے کہا یہ بات تو کہنے کی ہے مجھ کو کہو تو میں اس پر سوار ہو کر خوب پھروں۔سوداگر نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اگر تو سوار ہو جائے تو یہ گھوڑا میں نے تیری نذر کیا۔

عمرو نے کہا کہ یارو تم بھی شاہد رہنا کہ یہ عزیز آپ سے اقرار کرتا ہے ایسا نہ ہو اس گھوڑے کا دعوٰی کرے اور سوداگر نے بھی کہا یہ تمام گواہ ہیں کہ لڑکا اپنی جان دیتا ہے۔کل اس کے خون کا دعوٰی مجھ پر کوئی نہ کرے۔عمرو اس سے اقرار کر کے امیر کے پاس آیا اور کہا کہ حیف ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور تم کھڑے رہو۔امیر کو غیرت دامنگیر ہوئی۔قدم آگے بڑھا کر اس کے نزدیک گئے اور جتنی زنجیریں اسکو بندھی تھیں تمام کھول دیں اور اندھیری بھی اتار ڈالی۔جب گھوڑے نے آدمی کو اپنے نزدیک دیکھا اور چاہا کہ منہ کھول کر امیر کو کاٹے۔امیر نے اس کا کان پکڑ کر ایک گھونسا اس کے سر پر مارا کہ اس کا تمام بدن کانپ اٹھا اور سر آگے ڈال دیا۔اس کی زین پر کل مرصع جڑا تھا۔امیر نے وہ زین اس گھوڑے کی پیٹھ پر کس کر باہر شامیانہ سے نکالا اور سوار ہوئے۔پہلے اس کو قدم لگایا۔لیکن جب گھوڑے نے اپنے آپ کو کھلا پایا اور میدان کی ہوا کھائی تو صحرا کی طرف بے اختیار چلا ہر چند امیر نے اس کو روکا مگر نہ رکا۔تمام دن میں قریب پچاس ساٹھ کوس کے جا پہنچا جب کچھ دن باقی رہا تو گھوڑا ایک خندق پر پہنچا اور جست کر کے اس کے پار گیا۔لیکن لنگر زبردست تھا گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔

امیر اس سے جدا ہو کر ناچار پیدل چلے دو کوس گئے تھے کہ پاؤں میں آبلے پڑ گئے اور تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور خدا سے دعا مانگنے لگے کہ اس بیابان کی طرف سے ایک سوار نمودار ہوا جو نقاب پوش سبز منہ پر ڈالے ہوئے تھا امیر کے پاس آ کر گھوڑے سے اتر کر اور امیر کو کہا خدا کے حکم سے ہم نے تم کو اپنا نذر کردہ کیا کہ کوئی پہلوان

تمہارے برابر نہ ہو سکے گا۔اس پتھر کے نیچے پیغمبروں کا اسلحہ کا ایک صندوق ہے اس کو اپنے جسم سے لگالو اور اسحاق نبی کا یہ خنک گھوڑا ہے اس پر سوار ہو۔امیر نے اس صندوق کو کھود کر نکالا اور اس میں سے اس نبی کا پیراہن پہنا اور ہود نبی کا خود سر پر رکھا اور داؤد پیغمبر کی زرہ گلے میں ڈالی اور یوسف نبی کے دستار اور یعقوب نبی کا کمر بند۔رستم پہلوان کا خنجر اور الیاس کی دو تلواریں صمصام اور قمقام اور گستابر ابر اور ابرام کا بن نال کا گز راور سہراب کا گذر اور سہراب کا پنجہ اور نوح علیہ السلام کا نیزہ یہ سب اسلحہ لگا کر اس گھوڑے پر سوار ہوئے اس گھوڑے کا نام قیطلس تھا اور نقاب پوش غائب ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت خضر تھے لیکن امیر جس وقت اس مرکب پر سوار ہوئے جہاں تک تکان تھی وہ دور ہوگئی اور مارے خوشی کے جامہ میں نہ سما سکے۔چند روز میں مکہ معظمہ میں آگئے لیکن یہاں دو کلمہ عمرو کے ملاحظہ فرمایئے۔ایک یہ کہ امیر کے پیچھے جو چلا تھا تو دس کوس تک گیا اور کانٹوں سے تمام پیر چھد گئے اور ٹھوکریں لگ کر ناخن اتر گئے تو بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا۔خدا کے حکم سے حضرت خضر آئے اور اپنا نظر کردہ کیا فرمایا تجھ سے آگے کوئی نہ چل سکے گا یہ کہہ کر تشریف لے گئے اور عمرو نے اٹھ کر دیکھا تو آگے سے چوگنی طاقت ہوگئی اور دوڑ میں دیکھا تو کوئی آگے نہیں چل سکتا خدا کا شکر ادا کیا اور امیر کی تلاش میں چلا تھوڑی دور گیا تو امیر شان وشوکت سے آرہے تھے، جونہی عمرو کی نظر امیر پر پڑی اور اسلحہ اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہا اے عرب وہ سوداگر کا گھوڑا کہاں بیچا اور کس کو مار کر اسلحہ اور گھوڑا اس کا لے آئے۔امیر نے کہا خون کرنا تیرا کام ہے میں حضرت خضر کا نظر کردہ ہوں اور یہ خنک اسحاق نبی کا اور اسلحہ سب نبیوں کے مجھے خدا نے عنایت فرمایا ہے۔عمرو نے کہا مجھ کو جب اعتبار ہو کہ یہ گھوڑا پیغمبر کی سواری کا ہے جب مجھ سے آگے نکل جائے۔امیر نے کہا اچھا دیکھیں دوڑو۔عمرو نے کہا کچھ شرط باندھو فرمایا جو تو کہے عمرو نے کہا اگر میں گھوڑے سے آگے نکل جاؤں تو اس اونٹ کو مجھے دیجئے اگر یہ بڑھ کر آگے نکل جائے گا تو میرا باپ ایک سال تک تمہارے باپ کے اونٹوں کو بلا اجرت چرادے۔امیر نے قبول کیا۔لیکن عمرو کے نذر پانے کے امیر کو خبر نہ تھی۔گھوڑے کو دوڑایا اور عمرو بھی بگوش مرکب کے قدم بے قدم برابر تھے کوئی نہ بڑھ سکتا تھا۔لیکن احوال وہاں کا سنئے کہ جب امیر کو وہاں سے گھوڑا لے گیا تھا اور عمرو تعاقب امیر کا کر کے گیا۔تو لوگوں نے یہ خبر خواجہ عبدالمطلب کو دی۔وہ گریبان چاک کیے ہوئے معہ خویش واقربا کے باہر نکلے اور میدان کی طرف دیکھنے لگے کہ ناگہان بیابان کی ایک سمت سے گرد اٹھی اور مقراض باد نے گرد کا گریبان چاک کیا۔دامن گرد شکاف ہونے پر سب کی نظر جونہی امیر اور عمرو پر پڑی تو دیکھا کہ امیر بشوکت تاجداران عرب، تمام نبیوں کا لباس پہنے سیاہ قیطاس مرکب اسحاق نبی پر سوار ہے اور جلو میں عمرو قدم طراز کیے ہوئے برابر اس خنک کے چلا آتا ہے۔راوی نے لکھا کہ عمرو اور سیاہ قیطاس دوڑ میں برابر تھے عبدالمطلب کی نگاہ جونہی امیر پر پڑی تو خوشی سے عجیب حالت ہوئی۔

امیر گھوڑے سے اتر کر باپ کے قدم بوس ہوئے۔خواجہ نے چھاتی سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔شہر میں ہر ایک کو امیر کے آنے کی خوشی ہوئی۔لیکن مقبل وفادار نے دیکھا کہ امیر اور عمرو نے نذر پائی۔جی میں کہا کہ اب ان دونوں میں کیونکر رہوں۔بہتر یہ ہے کہ نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہوں وہاں سب کی عزت برابر ہے یہ کہہ کر شہر کے باہر نکلا اور مدائن کی طرف چلا۔چار کوس جا کر نہایت ہی ماندہ ہوگیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ اس زندگی سے تو مرنا بہتر ہے کہ یونہی ذلیل ہوتے ہیں۔یہ تصور کر کے اس درخت پر چڑھ کر ایک شاخ پر جا بیٹھا اور کمر سے ٹپکا کھول کر اس کے سرے پر اپنے گلے میں پھانسی لگائی اور دوسرا سرا درخت کی ٹہنی سے باندھ کر کود گیا اور لٹکنے لگا۔آنکھوں

میں دم آ گیا۔ قریب تھا کہ جسم سے روح انتقال کرے کہ وہیں اس میدان میں ایک شہسوار پیدا ہوا کہ زمین سے آسمان تک اس پر ایک نور کا جلوہ تھا۔ شہسوار نے مقبل کے پاس آ کر انگشت کا اشارہ کیا کہ وہ کمر بند بیچ سے ٹوٹا اور مقبل گر پڑا۔ اس سوار نے مقبل کو اٹھایا اور پانچ تیر اور کمان دی اور کہا۔ تیر اندازی میں تجھ کو اپنا نظر کردہ کیا۔ اس کسب میں تو بادشاہ ہو گا۔ مقبل نے ہوش میں آ کر عرض کی کہ اگر کوئی پوچھے تو کس کا نظر کردہ ہے تو میں کیا بتاؤں؟ فرمایا کہنا کہ اسد اللہ الغالب کا۔ یہ کہہ کر مقبل نگاہ سے غائب ہو گیا۔

مقبل وہ تیر کمان لے کر شاد ہوا اور دیکھا کہ آگے سے دس درجہ قوت زیادہ ہے۔ مکہ معظمہ کی طرف پھرا وہاں عمرو اور امیر نے مقبل کو نہ پایا گھبرا کر کہنے لگے کہ کہاں گیا۔ اسی دوران میں مقبل آیا اور اپنی نظر پانے کی سنائی امیر و عمرو نے اس کو گلے سے لگایا اور باہم رہنے لگے۔

راوی کہتا ہے کہ بعد نظر پانے کے ایک روز امیر و عمرو اور مقبل یہ تینوں جوان نو خاشہ کے ساتویں سال ان کو شروع ہوا تھا۔ امیر ایک روز بازار کی سیر کے واسطے نکلے۔ دیکھا تو کچھ لوگ خزانہ تحصیل کر رہے ہیں اور شہر کے آدمیوں کو باندھتے ہیں۔ امیر نے عمرو سے کہا۔ دریافت کرو یہ کون ہیں عمرو نے دریافت کیا کہ سہیل یعنی ایک سردار بے نظیر شان کا ہے اور اس کے سپاہی خزانہ تحصیل کر رہے ہیں امیر کو برا معلوم ہوا۔ عمرو سے کہا کہ ہم نوشیرواں سے تعلق رکھتے ہیں یہ کون ہے جو یہاں سے خراج لینے آیا ہے ان کو منع کرو اور روپے جو جمع کیے ہیں ان سے لے لو۔

عمرو نے جا کر ان آدمیوں کو منع کیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے لڑکوں کے کہنے پر چھوڑ دیں تو سپاہ گری کر چکے یہ بات بری معلوم ہوئی۔ فرمایا کہ ان کو مارو اور روپیہ چھین لو۔ دو ڈھائی سو تھے جو لڑنے کو تیار ہوئے۔ امیر بھی اسلحہ پہن کر سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور عمرو اور مقبل اور اکثر یار جو تھے ہمراہ لے کر ان کے ہاتھ اور ناک اور کان کاٹے اور رقم جو ان کے پاس تھی چھین کر جن کی تھی واپس کی اور لوگ بھاگ کر سہیل ہی کے خیمے میں اندر گھس گئے یہ مکہ کے لوگ دیکھ رہے تھے کہ بہت سے زخمی آدمی بھاگے آتے ہیں اور ان کے پیچھے کوئی چلا آتا ہے۔ یہ زخمی خیمے کے اندر گھس گئے اور اپنا حال کہنے لگے اور اتنے میں امیر بھی اپنے آدمیوں سمیت آن پہنچے سہیل یمنی کی نظر جو امیر پر پڑی تو وہ ایک عجیب نوجوان خوبرو سال مثل آفتاب کے دکھائی دیا۔ جو ہتھیاروں کے ساتھ ایک گھوڑا پر سوار تھا کہ چشم فلک نے بھی ایسا گھوڑا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ امیر کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یہ اسلحہ اور گھوڑا مجھے دے کہ میں معاف کروں۔ تو نے یمن کے بادشاہ کے آدمیوں کو مارا۔ ہرگز زندہ نہ جائے گا امیر نے فرمایا او بدذات! جو تجھ سے ہو سکے کر اس کے بدن میں آگ سی لگ گئی۔ تلوار کھینچ کر امیر پر جھپٹا تو امیر نے قدم آگے بڑھا کر اس کا قبضہ پکڑ لیا اور ہاتھ سے نکال کر دوسرا ہاتھ کمر میں دے کر اس کو اٹھا لیا اور زمین پٹکا۔ عمرو نے حلقہ کمند کشادہ کر کے اس کے گلے میں ڈالا اور باندھا۔ دس ہزار سوار جو ہمراہ تھے سب مسلح ہو کر تیار ہوئے اور امیر کو معہ ہمراہیوں کے گھیر لیا امیر معہ یاراں ان سے جنگ کرنے لگے قریب ڈیڑھ ہزار سوار مارے گئے۔ باقیوں نے یمن کی راہ لی اور ان کا مال و اسباب امیر کے ہاتھ لگا۔ اس روز عمرو اور مقبل نے امیر کو ایک تخت پر بٹھایا اور یاروں نے امیر کو اپنا امیر تسلیم کیا۔ امیر نے مسکرا کر سب کی نذر لی اور امیر معہ ایک ہزار یمنی سواروں کے شہر میں داخل ہوئے۔ تمام عالم تماشہ دیکھنے کو آیا اور پہلے طواف بیت اللہ کی شرائط ادا کیں۔ لیکن ظاہر میں یہ دونوں باتیں اچھی نہیں کیں۔ اس کا رشک کریں گے اور دشمن ہوں گے اور بادشاہ یمن سے جو بگاڑ ہوا ہے اچھا نہ ہوا وہ چالیس ہزار فوج کا مالک ہے اگر چڑھ آوے تو بڑی مشکل ہو جائے۔

امیر نے عرض کی کہ خدا کی توفیق اور آپ کی دعا ہے میں پہلے ہی جا کر ملک کو قبضہ میں کرتا ہوں۔ خواجہ نے بہت سمجھایا لیکن امیر رخصت ہوئے اور ہزار سوار کی تعداد لے کر ملک یمن کی طرف روانہ ہوئے دوسری منزل تھی کہ امیر فوج سے جدا ہو کر اکیلے چلے راہ میں کیا دیکھا کہ سنگ مرمر کے ایک تختہ پر گیارہ برس کی عمر کا ایک نوجوان فقیرانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس کے برابر آ کر سلام وعلیکم کی اور کہا یہ تمہاری عمر اور وضع کا موجب کیا ہے۔ اس نے کہا صاحبان اس کی وجہ کے پوچھنے سے آپ کو کیا حاصل؟ میں ایک ایسا درد رکھتا ہوں کہ جس کی دوا نہیں امیر نے کہا درد مرگ کی دوا نہیں اور سب درد کی دوا اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے شاید اس کی دوا میرے ہاتھ سے ہو۔

امیر کی یہ شفقت دیکھ کر کہا کہ میں شاہ مغرب کا بیٹا ہوں منظر شاہ یمنی کی بیٹی پر عاشق ہوں۔ اس کو جو سنتا ہے وہ عاشق ہو جاتا ہے۔ وہ شہزادی کو ہمارے تاجدار جس کا نام ہے جو آدمی اس سے میدان میں نکل کر چوگان بازی کرتا ہے وہ اس سے گوئے سبقت لے جاتی ہے اور اس کا باپ اس جوان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرے پر رکھ دیتا ہے۔ میں نے اپنے تئیں یہ جرأت نہ پائی۔ یہاں فقیر ہو کر بیٹھا ہوں۔ امیر نے کہا خدا نے اگر چاہا تو میں معشوق کو تمہارے زیر کروں گا اور نام اس کا سلطان بخت مغربی تھا۔ اس نے امیر کے پاؤں کو بوسہ دیا اور امیر نے اس کو چھاتی سے لگایا اور باورچی خانہ ونقاد خانہ اور اصطبل کا اسباب اور خیمہ اس کو عنایت فرمایا اور اس روز وہاں مقام کیا دوسرے دن کوچ کر کے روانہ ہوئے منزل بمنزل چلے جاتے تھے اور ایک روز اسی طرح امیر لشکر سے جدا ہو کر جنگل میں چلے جاتے تھے اور امیر کی نظر ایک جوان پر پڑی جو شیر کے چمڑے کا ٹوپ سر پر اور شیر کی کھال گلے میں پہنے ہوئے اور آہنی زنجیر کمر میں پڑی۔ شیر اس کے سامنے بندھا ہے۔ امیر نے اس کو اپنا ہم عمر دیکھا تو برابر آ کر اس سے پوچھا کہ اے نوجوان تو کون ہے اور یہ لباس تو نے کیوں اختیار کیا ہے۔ اس نے کہا میرا نام طوق بن حیران ہے اس جنگل میں رہتا ہوں جو شخص ادھر سے گذرتا ہے اس پر یہ شیر چھوڑتا ہوں۔ یہ شیر اس کو مار کھاتا ہے اور میں اس کا مال واسباب لے کر بازار میں بیچتا ہوں اور اس کی قیمت سے اوقات بسر کرتا ہوں۔ امیر نے کہا حیف ہے کہ تجھ سا جوان یہ پیشہ اختیار کرے اور کچھ میسر نہ ہو تو گدائی کرے تو اس سے وہ خوب ہے بندگان خدا کو بے گناہ مارنا اس نے کہا اے جوان مجھ کو تجھ پر ترس آتا ہے اپنا لباس اور گھوڑا میرے حوالے کر نہیں تو شیر کو چھوڑتا ہوں۔ یہ سن کر امیر ہنس کر کہنے لگے میں شیر کا منتظر ہوں اس نے شیر کے گلے سے رسہ نکال دیا اور امیر کی طرف اشارہ کیا تو شیر امیر پر لپکا امیر نے نیزہ اٹھا لیا اور اس جوان کے اوپر مارا اس نے جو یہ زور اور قوت امیر کی دیکھی تو تلوار نکال کر امیر پر دوڑا۔ جونہی نزدیک آیا تو امیر نے وہی نیزہ عصا اس کے شانوں پر اس زور سے مارا کہ وہ گر پڑا اور پھر اٹھ کر چلا اور امیر بھی گھوڑے سے اترے اور اس کے برابر جا کر ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑی اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈال کر سر سے بلند کیا اور چاہا کہ زمین پر مارے اس نے معافی مانگی تب امیر بہت خوش ہوئے اس روز لشکر وہیں اترا امیر نے طوق بن حیران کے لیے اسباب جدا کیا اس کو اپنا علمبردار کیا۔

دوسرے دن جب یمن کا قلعہ پانچ کوس رہا تو وہاں اترے لیکن یمن میں منتظر یمنی نے جو اپنے لوگوں کو دیکھا اور سہیل یمنی کے معہ دس سردار سوار مسلمان ہونے کا احوال سنا تو اپنے بیٹے نعمان کو دس ہزار کے ساتھ قلعہ کی حفاظت کو چھوڑا اور باقی فوج ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا لیکن امیر اور راہ سے گئے اور امیر نے ایک خط لکھ کر نعمان کو بھیجا کہ میں خواندہ مغربی ہوں اور ہمارے تاجدار کے وصل کی خواہش ہے اپنی شرائط مجھ سے کہئے کہ میں ادا کروں۔

یہ خط جب نعمان کے پاس گیا تھا تو اس نے پڑھ کر اپنی بہن سے کہا اس نے جواب دیا کہ میدان کو ہموار کرو۔ صبح

کو اس سے صلاح کر کے سنا دوں گی اس نے امیر کے پاس جواب بھیجا کہ امیر چوگان بازی کا نام سن کر بہت خوش ہوا اور ادھر نعمان بن منظر محل سے باہر گیا اور طبل جنگ کا حکم دیا۔ ادھر امیر کے لشکر میں بھی طبل اور نقارے بجنے لگے تمام رات دونوں لشکروں میں جنگ کی تیاری رہی۔ امیر یاروں کو ہمراہ لے کر شب بیدار رہے عمرو عیار شربت لے کر پلانے لگا۔ اس وقت روشنی ماہتاب میں سامری کی بڑی بڑی قناتیں جو خیمہ کے روبرو تھیں کھول ڈالیں صرف ایک نمکیر اطلس کا کہ جس میں کاتبوکی ڈوریوں سے بادے کی جھالریں لگی ہوئی تھیں الماس تراش استادوں کا گھڑا ہوا تھا اس چاندنی رات میں میدان کا عالم ابتدائے برسات کی ہوا مطلع صاف مگر کہیں کہیں سفید ابر کی لکیر چاند کی روشنی میں فلک کر نمایاں اور موج دریا کی صدا اور ہوا کا سناٹا اور لشکر کی دھوم قوس ونقارے کی آواز یہ تمام بھلا معلوم ہو رہا تھا اس وقت نشہ شربت میں کہ جس سے نرگسی آنکھوں میں سرخ ڈورے جیسے برگ گل کا عالم نمایاں تھے۔ خیال آیا اور اسی حالت میں عمرو کو فرمایا کہ اب تم جا کر جام اور شیشہ کو رکھ دو اور ہتھیار منگا لو اور سامان دینے لگے۔ غرض اس طرح تمام رات گذری صبح نعمان دس ہزار سوار کی جمعیت سے تیار ہو کر میدان میں آیا۔ اس طرف سے سلطان صاحب قران امیر حمزہ نامدار ہزار سوار کی تعداد میں آ گئے نبیوں کے تمام اسلحہ زیب تن کر کے قیطاس پر سوار ہوئے اور طوق بن حرمی ہاتھ میں علم لیے ہوئے سایہ امیر کے سر پر کیے ہوئے امیر کے داہنے سلطان بخت مغربی جواہر نگار ہتھیاروں سے اور بائیں ہاتھ سہیل یمنی اور پیچھے مقبل وفادار ترکشی قرانی ایک گھوڑے پر لگائے ہوئے اور ایک کمر بند سے کمان ہاتھ میں لیے ہوئے اور آگے عمرو عیار پیک نامدار خجر کنار چست و چالاک بنا ہوا اسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھے جب سورج کی کرنیں نکلنے لگیں تو اس وقت نعمان کی فوج کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ لیکن نعمان نے اس قرینے سے صفیں استادہ کیں کہ وہ ایک ہزار بھی چار ہزار سے کم نہ معلوم ہوئے۔

اس وقت ہلکا ہلکا ابر آسمان پر چھایا ہوا تھا اور سبزہ میدان کا بھلا معلوم ہوتا تھا اور ہوا کی خنکی اور دونوں نوجوان کے بان ونشان پھراتے ہوئے اور جوسن کی تیرگی اور گھوڑے کا ہنہنانا نقیبوں کی صدائیں اس وقت سب کے سب ملکہ تاجدار کے منتظر کھڑے تھے کہ قلعہ کی طرف سے ایک جواہر پوش سوار نکلا کہ گویا یہ سب مرکب جواہرات کے دریا میں سرا سر غوطہ مارے غرق تھا۔ مگر منہ پر زمرد کی ایک نقاب پڑی تھی معہ خنجر سپر تلوار ترکش تیر کمان کے مسلح اور ایک چوگان ہاتھ میں لیے ہوئے مانند شعلہ آتش آیا اور آواز دی کہ خواندہ مغربی کہاں ہے؟ میدان میں آئے کہ اس کا کسب و ہنر دیکھ لیں۔

اس کے یہ کہنے کے ساتھ ہی امیر نے خنک اسحاقی کو رانوں میں گدگدایا اور مرکب مثل برق میدان میں آیا اور اس کے برابر آ کر کہا۔ او معشوق تو نے جو یہ شہرہ پیدا کیا ہے اس کا کمال دیکھتا ہوں اس نے آتے ہی اپنے عیار کو اشارہ کیا کہ اس نے ایک گیند میدان میں ڈالا تو اس معشوق نے چوگان کو گولے سے اشارہ کیا اور میدان میں لے چلی۔ امیر نے تامل کیا اور آدھے میدان سے گذر گئی تب تو امیر نے بھی چوگان عمرو کے ہاتھ سے لے کر سیاہ قیطاس کو میدان میں ڈالا اور برابر اس کے گیند کو چوگان مارا اور میدان کی طرف پھیرا اس معشوق نے نقاب کھولکر سر پر ڈالی اور امیر کو کہا میری طرف دیکھ امیر کی نگاہ جونہی اس پر پڑی تو واقعی اس معشوقہ کے حسن و جمال کی لاثانی بجلی کے سامنے آفتاب و مہتاب بھی شرمندہ ہیں۔ ایک سکتہ کی حالت ہو گئی۔ اس معشوقہ نے دیکھ کر گھوڑے کو چوگان دیا۔ اور گیند کو چوگان سے لے چلی امیر نے دفعتہً ہوش میں آ کر اپنے مرکب کو بھی ایڑی دی اور کہا معلوم ہوا اسی طرح تو مردان عالم کو فریب دے کر شرط جیت لیتی ہے۔ لیکن ہرگز تیرے حسن کا فریفتہ نہیں ہوا میرے ہاتھ سے کہاں جا سکتی ہے یہ کہہ کر چوگان گیند پر

لائے اور میدان کی طرف سے چلے ہمائے تاجدار نے ہر چند چاہا کہ صف میں جائے امیر کی نظر اس پر پڑی گیند کو وہیں چھوڑ کر اس کے برابر گئے اور کمر بند پکڑ کر گیند کی طرح اٹھالیا اور عمرو کے حوالے کیا اس نے کمند سے ہاتھ باندھ کر لشکر کی راہ لی یہ حالت دیکھتے ہی فوج کو حکم دیا کہ اس جوان نے غضب کیا سب مل کر مارو یہ سنتے ہی دس ہزار فوج سپر و تلوار و خنجر لیے ہوئے امیر پر ٹوٹ پڑی امیر بھی دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں میں سپر لیے ہوئے لشکر میں ایسے گھسے کہ جیسے شیر درندہ بکریوں میں دوڑتا ہے۔ بکریاں بھاگتی ہیں پس یکے بعد دیگرے بھاگنے لگے اور امیر کے رفیق بھی امیر کی مدد کے لیے دس ہزار پر جا پڑے تلوار چلنے لگی اور جس کی گردن پر مارتے تا بہ زنجیر کاٹتے۔ جس کی کمر میں لگاتے مانند عیار قلم کرتے۔ جس کی گردن پر ہاتھ چھوڑتے سر معہ ایک طرف کے جدا ہوتا۔ غرض کہ امیر کے پہلوان بھی دل کھول کر لڑے۔

نعمان نے موقع دیکھ کر امیر کے سر پر تلوار چلائی امیر نے روکی اور کمر بند سے باندھا باقی فوج شہر کو بھاگی۔ نعمان نے معافی مانگی امیر نے اسے خلعت دیا اور چھاتی سے لگایا یمن میں جتنی خلقت تھی سب نے امیر کی تعریف کی اور امیر کو شہر میں لے گئے۔ اب ادھر کا حال سنیے منظر شاہ جو مکہ جا رہا تھا اس کو راہ میں یہ خبر ملی کہ سردار ہمائے تاجدار حمزہ کے زیر ہو گئے ہیں اور قلعہ بھی اپنے تخت سے گیا۔ ناچار وہیں سے پھرا اور یمن میں آ کر دیکھا تو تمام باشندگان حمزہ کے زیر ہیں۔ سوچا کہ بجز کارزار میں کام نہ چلے گا اور تخت و قلعہ ہاتھ نہ آئے گا۔ آخر فوج اس کے ساتھ تھی لڑائی کے لیے تیار کر کے طبل بجوایا۔ دوسرے دن لڑ کر میدان میں شکست کھائی۔ امیر نے اس کا ملک اسی کو بخشا اس نے امیر کی ایک مہینے تک دعوت کی اور خوب جشن ہوتے رہے۔

حشام بن علقمہ خیبری

یہاں دو کلمہ داستان حشام بن علقمہ خیبری کے ملاحظہ کیجیے کہ خیبر میں اس کی عمر جب گیارہ سال کی ہوئی ایک روز خیبر کی سیر کے لیے نکلا تھا کہ نوشیرواں کی طرف سے کچھ لوگ آئے ہیں اس کو برا معلوم ہوا۔ کہا جہاں میں ہوں وہاں خراج اور کوئی لے۔ ان لوگوں میں سے بیس کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان کاٹ کاٹ کر شہر سے نکال دیا اور لوگوں کو کہا کہ خراج ہمارے واسطے لاؤ تا کہ فوج جمع کر کے نوشیرواں کو دباؤں۔

اس نے چند روز میں فوج جمع کی اور مدائن کی طرف چلا راہ میں قصبہ یا گاؤں یا شہر ملتا اس کو لوٹ کر بے چراغ کرتا۔ چالیس ہزار آدمی غرق آہن فولاد ہاتھی لیے ہوئے مدائن کے قریب جا پہنچا۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ بزرجمہر سے مشورہ کر کے پوچھا کہ اس کا کیا علاج کریں؟ ہمارا ارادہ ہے کہ خود سپاہ لے کر نکلیں اور اس کو ماریں۔ بزرجمہر نے کہا آپ کو ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بے نام و نشان و کم جمعیت کا مقابلہ کریں کہ اس میں حضور کی بستگی ہے۔ خدانخواستہ اگر اس طرف سے زیادتی ہوئی تو سب کہیں گے کہ بادشاہ ایک ادنی شخص سے خراج نہ پا سکا۔ دوسرے اس کی موت بھی اور کے ہاتھ ہے۔ بے فائدہ لڑنے سے کیا حاصل اس کے آنے سے پہلے شکار کو چلیں تا کہ لوگ جانیں کہ بادشاہ کو یہ خبر تھی کسی پہلوان کو قلعہ کی حفاظت کے لیے یہاں چھوڑیئے کہ خبردار رہے اور آپ چالیس دن شکار میں رہیں کیونکہ چالیس دن آپ کے نصیب میں نحوست ہے۔

بزرجمہر کے مشورے سے بادشاہ خوش ہوا اور عشر فیل نامی پہلوان کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا اور تاکید کی کہ خبردار! جو کوئی لڑنے کو آوے اس سے قلعہ بند کر کے لڑنا اور شہر ہاتھ سے نہ دینا اسے کوتوال مقرر کر کے شہر

حوالے کیا اور کوہستان کی طرف گئے۔ دس بارہ دن کے بعد حشام چالیس ہزار سوار خوانخوار سے آیا اور طبل جنگ بجوا کر شہر کا محاصرہ کیا اور لڑائی شروع کر دی۔ عشر فیل گوش بھی قلعداری کو جیسا چاہیئے تھا بجالایا اور کسی کو خندق کے پاس نہ پھٹکنے دیا کہ کوئی قلعہ میں آوے جب شام ہوئی اور رات کا وقت قریب آیا حشام نے طبل بازگشت بجوایا اور مدائن کے ایک طرف ڈیرا کیا۔ رات تو غصہ میں کاٹی۔ صبح ہوتے ہی جنگ نقارہ بجوایا اور مدائن کے لینے کو میدان میں آ کھڑا ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ اس روز عشر فیل گوش کے دل میں خیال آیا کہ میں سپاہ گری میں اس سے کم نہیں ہوں میدان میں نکل کر اس کو کیوں نہ جواب دوں کہ بادشاہ کے سامنے نام ہو۔ یہ خیال کر کے شہر کا دروازہ کھول کر پانچ ہزار سوار سے باہر نکلا اور قلعہ کی طرف پشت کر کے حشام کی فوج کے مقابل کھڑا ہوا۔ حشام کی نظر جونہی اس پر پڑی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ اجل اس کا گریبان پکڑ کر میرے سامنے لائی ہے بچارہ آپ سے نہیں آیا۔ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑا اور اپنے گھوڑے کو دوڑا کے اس کے برابر گیا اور کہا کیا قصد ہے۔

عشر فیل گوش نے جواب دیا او گبر بچے! یہ کیا فکر تیرے دل میں سمائی ہے کہ بادشاہ ہفت کشور کی دشمنی کا دروازہ تو نے اپنے اوپر کھولا ہے اس سے درگذر کر نہیں تو مارا جائے گا۔ تیرے لیے فرمانبرداری اور خطا کا معاف کرنا بہتر ہے۔ خادم نے کہا۔ میں تیرے بادشاہ سے اس ملک کا خراج بزور شمشیر لوں گا۔ عشر فیل ،حشام کی اس گفتگو سے بھڑکا اور نیزہ ہاتھ میں تھام اس کے سینے میں مارا اس نے ہاتھ بڑھا کر نیزہ کی نوک پکڑی اور بزور چھین لیا اور وہی نیزہ عشر فیل کی چھاتی پر مارا تو نیزہ کی نوک پشت چھید کر پار ہوگئی۔

حشام نے اس کو صدر زمین سے اٹھا کر زمین پر مارا اور اپنے لشکری لے کر عشر فیل کے پانچ ہزار لشکر پر جا پڑا۔ وہ شکست کھا کر قلعہ کی طرف بھاگے اور ان کے تعاقب میں حشام بھی اپنے چالیس ہزار سواروں کے ہمراہ کشادہ شہر میں داخل ہوا اور حکم کیا کہ شہر کو تاراج کرو اور ہم نے تمام شہر کی لوٹ مارا اپنی فوج کو معاف کی حشام کے تمام آدمی محلوں میں گھس گئے اور لوٹ مار مچائی اور ستر ہزار مرد و زن بھی زیر کیے۔ حشام آج تخت اور تمام سامان و اسباب پر جلوس لے کر شہر سے باہر نکلا اور دوسرے دن کوچ کیا۔ کئی منزلوں کے بعد اس کا لشکر ایک دوراہے پر وارد ہوا جہاں سے ایک راہ خیبر کو اور دوسری مکہ کو جاتی ہے۔ فوج جو اس کے ہمراہ تھی انہوں نے کہا کہ آپ کا مکہ میں جانا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ وہ بھی زیارت کی جگہ ہے۔

یہ باتیں حشام کے دل میں مقبول ہوئیں کہا سچ ہے یہ لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا پھر اس ملعون کے خراج کی خبر تمام جہان میں مشہور ہوگئی تھی۔ قضارا مکہ والوں نے بھی سن لیا کہ اس شہر کے غارت کرنے کا ارادہ کر کے آتا ہے۔ اس خوف سے ہر انسان مکہ کانپ اٹھا اور جناب باری میں دعا کرنے لگا کہ یا رخدایا اس ناپاک کے ظلم سے بچا بارے دعا مستجاب ہوئی اور قادر قدرت نے اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا کہ اس روز امیر حمزہ نامدار با لشکر جرار یمن سے مکہ میں آئے اور زیارت بیت اللہ کی کر کے باپ کے قدم بوس ہوئے تو عبدالمطلب نے امیر حمزہ کو دیکھتے ہی جناب ایزدی میں شکرانہ کیا اور امیر کو چھاتی سے لگایا اور یمن کے فتح کرنے کی مبارکباد دی۔

گفتگو کے بعد سلطان صاحب قرآن نے چہرے پر نگاہ کی بے اختیار مانند ابر زار و قطار رونے لگے۔ امیر نے عرض کی اے پدر بزرگوار! آج اللہ نے مجھ پر فتح و ظفر کیا کہ ملک یمن کا میرے تصرف میں آیا۔ چاہیے کہ آپ کو خشنودی ہو رونے کا سبب معلوم نہیں ہوتا کیا ہے۔ فرمایا خدا تم کو ہمیشہ صاحب حشمت رکھے میری بھی خوشی ہے کہ تم ہمیشہ صاحب

اقبال ہو مگر اس گریہ کا سبب یہ ہے کہ حشام بن علقمہ خیبری نے تمہاری دشمنی پر پوری کمر باندھی ہے۔ جبکہ نوشیرواں اس کی برابری نہ کر سکا اور مدائن کو غارت کر کے شاہ ہفت کشور کی سلطنت کا اثاثہ لیے اب مکہ میں آتا ہے۔ دیکھیں ہم لوگوں کا کیا حال کرے گا۔

امیر نے کہا اے قبلہ حاجات آپ خاطر جمع رکھیں کہ بفضل الٰہی کچھ نہ ہوگا وہ شیطان سیرت آپ کے فرزند سے زور آور صاحب لشکر ہے آپ خاطر جمع رکھیں۔ اس کی واجبی گوشمالی کر دوں گا کہ پھر کبھی بادشاہ کی خدمت میں ایسی حرکت نہ کرے۔ تو حضرت خواجہ نے فرمایا اے فرزند! میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو کسی بہانہ سے حبش کی طرف روانہ کر دوں کہ اس کے شہر سے تم یمن میں رہو اور نیز جو قصد اس کے مقابلے سے نہایت زور آور ہے۔ شاہ یمن کی طرح نہیں ہے۔ امیر نے جواب دیا کہ آپ اس کی فکر کیوں کرتے ہیں خدا کریم ہے اور سب پر توانا ہے جس کو چاہے توانائی دے۔ یہ کہہ کر باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ آپ کی دعا سے میں جاتا ہوں۔ رخصت ہو کر بیت اللہ شریف میں گئے اور سجدہ کر کے جناب پروردگار سے مدد چاہی پھر باہر نکل کر سوار ہوئے اور اپنے لشکر میں جا کر آرام کیا پھر تیاری لشکر کر کے اپنے سرداروں سمیت کوچ کیا اور حشام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب امیر وہاں پہنچے کہ جہاں سے حشام کا لشکر تین کوس پر تھا اترے۔ جب رات چار گھڑی گذری تو کار آزمودہ سرداروں کو لے کر سوار ہوئے اور تین کوس کے فاصلے پر حشام کی فوج پر شبخون نہ مارا بلکہ صبح کے قریب امیر کی فوج نے حشام کے لشکر پر حملہ کیا۔ امیر حمزہ نامدار نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ کوئی جانتا ہے اگر نہیں جانتا سو جان لے کہ میں امیر کبیر کشور گیر حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں اور تلواریں دونوں ہاتھوں میں لے کر جنگ کرنے لگے۔ امیر کے سپاہی بھی ہر خیبری کو مارتے اور حشام کے دس ہزار سوار واصل جہنم ہوئے۔ فوج پراگندہ ہوئی تو حشام اس وقت سوتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حیران ہوا اور مسلح ہو کر گینڈے پر سوار ہوا اور اس کے متفرق سپاہی دیکھ کر پھر جمع ہوئے اور صبح کو جب آفتاب گلرنگ نے خیبر جنگ کے دریچہ سے سر نکالا اور روشنی اس کی تمام عالم میں ظاہر ہوئی تو اس وقت تین ہزار سوار سے حسام اور دس ہزار سے صاحبقران صفیں باندھ کر میدان میں کھڑے ہوئے اور دونوں لشکروں میں برق پھرنے لگی اور ہر طرف سے کوس نفیری کی آواز ہونے لگی اور نقیب پکارنے لگے۔ کجا لان الامان کجا سہراب بن رستم کجا سام۔ کجا بن نریمان میدان میں آئیں اور اپنی اپنی شجاعت کا نشان کھڑا کریں اس واردات کے سنتے ہی حشام زہرناک مثل شعلہ آتش اس شان و شوکت سے میدان میں آیا کہ جس کو دیکھ کر ہر ایک کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ صیقل کیا ہوا ایک فولادی خول سر پر دھرے ہوئے اس پر تین تمغے مرصع نگار رکھے ہوئے اور زرہ فولادی پہنے ہوئے اور آئینے زرہ پر لگائے خنجر اور شمشیر کم پر حمائل کئے ہوئے۔ کمانیں و قربان سپر ابریشم ہفت رنگ مرصع قلینوں پر لٹکائے ہوئے ایک کمند زلف سیاہ محبوب فتراک سے لگائے ہوئے ساعد بند زانو پر ہاتھ پاؤں پر نصب کیے ہوئے اور ایک نیزہ مانند عاشق کی آہ اور پنجہ میں گرز گینڈے پر سوار میدان میں آیا اور لشکر کی طرف دیکھ کر مانند رعد گرجا اور کہنے لگا آرزوئے مرگ کس کو ہے۔ امیر حمزہ نامدار میدان کارزار میں میرے سامنے آئے تا کہ مردان عالم اور بہادری کائنات آج معلوم ہو۔

امیر نے اس گبر بچے کو میدان میں جونہی دیکھا تو خنک نبی سیاہ قیطاس مرکب کو اس طرف ڈالا اور برابر گبر کے آ کر ایک نعرہ اللہ اکبر کا ایسا رستمانہ کیا کہ اس کا بند بند کانپ گیا۔ اس نے جو امیر کی طرف دیکھا تو یہ کمال صفا اور سر تا پا لباس حرب میں ایک جوان کھڑا ہے۔ حشام نے اپنی تمام عمر میں ایسا براق نہ دیکھا تھا۔ کہا او عرب یہ لباس اور گھوڑا کس کا

ہے آیا جو ہماری شان وشوکت کے لائق ہے۔ تجھ کو زیب نہیں دیتا یہ میرے حوالے کرتا کہ تیرا گناہ معاف کروں تم نے یہ بے ادبی کی کہ میرے لشکر پر شبخون مارا کچھ اور کرے گا تو کچھ نہ ہوگا۔ امیر کو ایسی گفتگو سنتے ہی آگ سی لگ گئی اور مارے غصہ کے رنگ سرخ ہو گیا فرمایا او پاجی بکواس کو موقوف کر اور لاف زنی چھوڑ اگر کچھ اور باز ور کھتا ہے تو زبان کو تاہ کر اور آج اپنے بازو بڑھا تا کہ تمام بہادروں میں تیری شجاعت معلوم ہو جائے اور نام رہے کہ سطح روزگار پر کوئی پہلوان گزرا ہے۔ حشام کو طیش آیا اور نیزہ نکال کر مثل آہ عاشقان کامل معشوقان امیر کی طرف چلا اور برابر آ کر چھاتی پر لگایا امیر نے اس نیزہ کو اپنے نیزے کی نوک پر روکا اور اس کا تیرہ ٹوٹ گیا اور ایک نیزہ امیر نے لگایا۔ غرض یہ کہ دونوں میں نیزہ بازی ہوئی یہاں تک کہ آپس میں سو سو طعن کیے جوانوں کی تیرہ زنی کے روبرو بدل ہوئے اور کسی کو آسیب نہ پہنچا۔ تب تو حشام غضب میں آیا اور کہنے لگا کہ کام ہمارا یہاں تک پہنچا کہ اس عرب زادہ کے ساتھ اس قدر نیزہ بازی ہوئی اور کچھ نہ ہو سکا کھسیانہ ہو کر اپنا نیزہ دور پھینکا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اور امیر کی طرف چلا اور تیغ الماس دم کو میان سے نکال کر امیر پر دبائی اور گینڈے کو دبا کر برابر آیا کہ مارے۔ لیکن امیر عرب نے خدا کو ہزار اور ایک نام سے یاد کر اس کا بندوبست پکڑا اور زور سے جبر اور قہراً اس سے تلوار لے کر اور یہی تلوار اٹھا کر کہا خبردار یوں نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا۔ تو اپنی ضرب لگا چکا اب میری ضرب نوش کر غم و دنیا دل سے فراموش کر تیرا وقت گیا اب میرا وقت آیا اس نے بچنے کے لیے فولادی سر پر آڑ کی۔ مگر امیر نے حق قدیم واحد نا جب التعظیم اللہ اکبر کہہ کر اس پر ماری اس نے سر پر روکی تلوار لنگر وار اور امیر کا بازو پر قوت تھا تلوار نے سینہ میں بھی حجاب نہ کیا کمر بند تک گذر گئی اور زین کی طرف دوڑی امیر کی تلوار نے برق اس وقت دکھائی کہ جس وقت وہ شہ رگ دو حصہ کر کے چاروں طرف پاؤں کے نیچے زیر تنگ آ پہنچی اس وقت امیر کے ہاتھ کی صفائی دیکھ کر دوست دشمن کی زبان سے سبحان اللہ پیدا ہوا۔

امیر نے حشام کو چار پارہ کر کے میدان کارزار میں ڈالا۔ اس فوج کو دیکھا کہ سب نے امیر کی طرف گھوڑے اٹھائے وہی خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لیے اس بیس ہزار سوار میں اس طرح غوطہ مارا کہ جیسے بکریوں کے ریوڑ میں شیر درندہ حملہ کرتا ہے جس کے سر پر تلوار مارتے تھے۔ تا بہ زنجیر کاٹتے جس کے حمائل میں وار کیا۔ ایک ہاتھ میں سر جدا کیا۔ غرض ایک ساعت میں کشتے کے پشتے لگائے دیئے۔ رفیقوں نے جو حال یہ دیکھا تو سر تلوار عمود خجر نیزہ، شمشیر اپنے ہاتھوں میں لے کر آگرے فوج کفار جنگ سے مغلوب ہوئی اور بارہ ہزار سوار واصل جہنم ہوئے اور دس ہزار شکست کھا کے بھاگے امیر حشام کے لشکر پر متصرف ہوئے اور نوشیرواں کا تخت تاج اپنے پاس امانت رکھا اور ستر ہزار مرد وزن جو حشام مدائن سے اسیر کر کے لایا تھا سب کو آزاد کیا۔ بعض کو اپنے پاس سے سواری دی اور کتنوں کو خرچ راہ دے کر رخصت کیا اور بادشاہ ہفت اقلیم نوشیرواں کی خدمت میں عریضہ اس مضمون کا لکھا کہ شہریار کے اقبال سے خانہ زاد نے اس گبر خود پرست کو مارا اور اس کی فوج کو شکست دی اور اس ملعون کے سر کو نیزہ پر رکھ کر ستر ہزار مرد وزن کو قید سے رہائی دے کر مقبل وفادار کے ہمراہ حضور عالی میں بھیجا ہے اور خداوند کی رضامندی ہو۔ تخت اور تاج اپنے ہی پاس رکھا ہے۔ اگر حکم ہو تو بندہ آپ لے کر حاضر خدمت ہو نہیں تو جس کو ارشاد ہو اس کے ہاتھ روانہ کر دوں۔ یہ عریضہ قبیل کو دے کر ان لوگوں کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ کیا۔

بختک کی مکاری

اب داستان نوشیرواں کی ملاحظہ کیجئے کہ چالیس دن کے بعد شکار سے فارغ ہو کر پھر میدان میں آئے اور دیکھا کہ تمام شہر مردوزن اسیر ہو گئے ہیں اور اثاثہ سلطنت کا بھی نہ رہا۔ عشر فیل گوش کہ جس کو شہر کا کوتوال مقرر کیا تھا۔ مارا گیا عدل کے سبب نوشیرواں کو خلق خدا پر جو شفقت تھی بے اختیار کر دیا کہ بزرجمہر کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے خواجہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ سب علامتیں ظاہر ہوئیں۔ مگر جو تعبیر تھی وہ اب تک کچھ ظہور میں نہ آئی اس قابل کہاں ہے؟

کہا ان شاء اللہ تعالیٰ آج تک کی خبر آپ کو پہنچے گی۔ بادشاہ نے تامل کیا۔ لیکن شہر میں جتنے ساسانی تھے سب نے بختک کو آگے رکھ کر ایک ہجوم کیا۔ گریبان چاک کیا اور منہ پر خاک ملے ہوئے روبرو گر بادشاہ سے کہتے کہ بزرجمہر آپ کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ اپنی قوم کی پرورش کرے اور کیانیوں کی سلطنت برباد ہو۔ اس نے دانستہ یہ حرکت کی۔ آپ کو غنیم کے آنے کی خبر سنا کر شکار کا مشورہ دیا۔ آپ ادھر تشریف لے گئے اور خداوند کے جانے سے شہر خالی رہا اور اس بد بخت نے یہ کہا کہ ہمارے زن و فرزند اسیر کر کے لے گیا۔ اب ہماری زندگی تلخ ہے کہ غیر قوم کا آدمی ہمارے ناموس پر قابض ہوا اور ہم سے کچھ نہ ہو سکا اس جینے سے مرنا بہتر ہے۔ آپ نے بزرجمہر کے کہنے سے ناحق فریب کھایا اگر آپ یہیں رہتے اور شکار کو تشریف نہ لے جاتے تو اس کا کیا مقدور تھا کہ یہاں آتا اگرچہ وہ گبر نہایت زورآور تھا پر شہریار کے اقبال سے خود بخود غضب سلطانی میں گرفتار ہوتا اور شہریار پر اپنا دستِ ظلم ہرگز دراز نہ کرتا آپ خداوند ہیں انصاف فرمادیں۔ ہماری داد دیں یا ہمارے قتل کا حکم فرمادیں کہ ہم لوگ اس دردوالم سے چھوٹ جائیں۔ غرض اس وقت ان سب میں عجیب طرح کا غوغا تھا بے اختیار روتے تھے کسی نے اپنا سر پھوڑا کسی نے اپنے منہ پر خاک ملی اور ماتم کی صورت بنا کر واویلا و فغاں کر رہے تھے کہ یکا یک سفید پوش سوار راہ سے گرد آلود آیا اور بادشاہ کو مژدہ دیا کہ حشام بن علقمہ خیبری کو امیر حمزہ نے مارا اور اس کی فوج شکست دی اور جن جن کو وہ اسیر کر کے لے گیا تھا۔ حمزہ نے ان سب کو اور ہر ایک کو رتبے کے لائق خرچ دے کر اور سوار کرا کر ہمراہ مقبل وفادار کے بھیجا ہے یہاں سے چار کوس پر اس کا لشکر اترا ہے اس خبر کے سنتے ہی تمام ساسانیوں کو ایک خروش پیدا ہوا اور بادشاہ نے بزرجمہر کو چھاتی سے لگایا اور بہت خوشی ہوئی کہ سب کو تو قیر لے آئیں۔ بموجب حکم کے ہر ایک سوار ہو کر ادھر روانہ ہوا اور جس جس کے اقربا قید سے چھوٹ کر آئے وہ مارے خوشی کے خود اس طرف گئے تو مقبل کے لشکر میں ایک میلہ سا لگ گیا ایک رات وہیں مقام کیا دوسرے دن صبح کو اسے بہ اعزاز و اکرام بادشاہ کے حضور میں لائے۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہوا تو حضور میں پہنچ کر زمین ادب کو اب ممنونیت سے چوما اور ایک گراں بہا خلعت اور زر سرخ کے کئی صندوق مقبل کو عطا فرمائے اور امیر حمزہ کے لیے عزت کی اور وہ عریضہ امیر کا ہاتھ میں لیا اور لفافہ کھول کر اول آپ نے خود مطالعہ فرمایا۔ پھر بزرجمہر کی طرف نہایت مہربانی سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم یہ آواز بلند پڑھو کہ تمام احباب مجلس سن لیں خواجہ نے اس کو جس وقت پڑھا اور ہر ایک سردار نے اس کو سنا تو فتح کی بابت بادشاہ کو مبارکباد دی۔

نوشیرواں نے مقبل کو خلعت دے کر مرصع نگار سپر و شمشیر بادے کر فرمایا کہ مجلس میں امرائے نامور کے درجے میں بیٹھے اور جب تک مدائن میں رہے ہر روز دربار میں آیا کرے۔ جس روز مقبل نے بادشاہ ہفت کشور سے ملاقات کی اتفاقاً اسی روز ایک فاختہ آ کر دربار جمشیدی کے کلس پر بیٹھی لوگوں نے دیکھا کہ سانپ کے ہاتھ سے فریاد کی آئی ہے تا کہ

اپنی مراد کو پہنچے اور اس موذی سے نجات پائے کوئی ایسا ہے کہ اس بلا کو اس کی گردن سے دور کرے۔

عرض کی کہ جس کو آپ فرمادیں وہ اس کام کو کرے لیکن بہت مشکل کام ہے اگر سانپ کو ماریں تو ضرب اس فاختہ کو ضرور آوے گی اور حضور کے غضب سلطانی میں پڑے اس لئے کوئی ارادہ نہیں کرتا فرمایا کہ ہماری عدالت کس کام کی ہے جو ایک جانور کی جان نہ بچ سکے۔ مقبل نے پایہ تخت شاہ کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ اگر غلام کو ارشاد ہو۔ تو اس کام کو بجالائے۔

بادشاہ نے نہایت خوشی سے کہا جاؤ لیکن شرط ہے کہ فاختہ کو ضرب نہ آوے۔ مقبل اجازت سے بارگاہ کے صحن میں آیا اور دیکھا کہ سانپ فاختہ کے گلے میں پیچ در پیچ لیٹا ہے اور اپنے سر کو اس پر فصل کیے بیٹھا ہے۔ سب خورد و کلاں دیکھنے کے لیے مقبل کے گرد کھڑے تھے کہ دیکھیں کہ اب یہ کیا کرتا ہے۔ مقبل نے ایک تیرہ منگوایا اور اس کے سرے پر ایک آئینہ گاندھا اور آئینہ فاختہ کے مقابل کیا۔ سانپ کو جونہی اپنی صورت نظر آئی۔ تو سر اونچا کیا اور آئینہ میں اپنے ہم شکل پر نظر ڈالی۔ مقبل نے اس وقت فرصت کو غنیمت سمجھا۔ تیر کمان چلہ میں دیکر تا بہ گوش کھینچا تھا۔ ویسا ہی تیر اس کے سر پر تر از و ہوا اور وہ اس کے پر و بال سے جدا ہو کر زمین پر گرا اور فاختہ نے اڑ کر ایک طرف کی راہ لی۔ ہر ادنی اور اعلی کے منہ سے بے اختیار آواز تحسین و آفرین کی پیدا ہوئی بادشاہ نے مقبل کو بلا کر اس کی پیشانی کے بوسے لیے اور کہا۔ کیوں نہ ہو میرا پسر خواندہ ہے اور موتیوں کی مالا اپنے گلے سے اتار کر مقبل کے گلے میں ڈال دی اور مقبل سے اس قدر خوش ہوئے کہ کبھی ایسے نہ ہوئے تو بختک نے بادشاہ کی یہ فرازی بزرجمہر اور مقبل پر دیکھی تو آتش رشک سے جلنے لگا۔ مقبل کو سرفراز کرنے کے بعد نوشیرواں نے بزرجمہر کو فرمایا کہ ہماری طرف سے امیر حمزہ کو یہ نوازش نامہ لکھو کہ جو کچھ تم نے کیا اس کو نہایت پسند آیا نمک خوران اور جان نثاروں کا یہی حال ہے واقعی میرے پسر نے خواندگی کا نام رکھا نہیں تو مجھ کو ساسانیوں نے سخت خفت دی تھی۔ سب کہتے تھے کہ بزرجمہر کے کہنے سے مسلمان کے لڑکوں کو پیٹا کرتا تھا ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔ خدا نے تمام طعنے دینے والوں کو خوب شرمندہ کیا۔ اب میں نے بہمن سگان اور بہمن خوا کو تمہارے واسطے خلعت دے کر بھیجا ہے کہ ہمارے عوض وہ اپنے ہاتھ سے پہنادیں تم ان سب سے ملاقات کرنا اور تاج وتخت معہ اثاثہ سلطنت جو تم نے حشام کو مار کر لیا ہے ان کے ہمراہ کر کے ہمارے پاس بھیج دینا اور ان کے بعد خود بھی تشریف لانا کیونکہ تمہاری ملاقات کا اشتیاق ایک عالم کو حد سے گزر گیا ہے۔

بادشاہ نے خط لکھ کر بختک کو دیا اور خلعت مرصع نگار پر تکلف توشہ خانہ سے منگوا کر بختک حوالے کیا۔ کیونکہ مذکورہ قاصد بختک کے ماموں تھے۔ جب بختک اپنے گھر گیا تو اس نے بادشاہی فرمان چھپایا اور دوسرے کاغذ مہر شدہ پر سفید تھا اس پر خط اس مضمون کا لکھا کہ اے عربو! میرا ارادہ تھا کہ تم کو تمہاری ساری قوم کے ساتھ قتل کروں اب تم سے ایسا کام ہوا ہے جو کچھ کہا نہیں جاتا اس خاطر تمہارا گناہ معاف کیا اب تمہیں چاہیے کہ ہمارا جتنا اسباب ہے ان دونوں کے ہاتھ روانہ کر دو اور ان کو ایک نامعقول سی خلعت دو۔

امیر کا سنگ رواہل میں جانا اور وہاں کے سب پہلوانوں کو زیر کر کے شہر میں اپنا عمل قائم کرنا

اب چند کلمہ داستان امیر کے ملاحظہ فرمایئے اس سے پہلے ذکر ہو چکا کہ سلطان صاحب قرآن نے حشام کو داخل

کیا اور لڑائی ختم کر کے اپنے ملک میں پھر چلے تو راہ میں سنگ رواہل کو جاتے شام کے وقت خیمہ میں داخل ہوئے اور لشکر ظفر بھی وہیں اترا اور تمام سپاہ نے رات کو آرام کیا۔ جب صبح ہوئی تو معہ رفیق دیاران سوار ہوئے اور سیر کے لیے پہاڑ کی طرف آئے تو دیکھا کہ عجیب دلچسپ مقام قابل سبحان لالہ تمام ملک عرب میں سوائے اس کے کوئی اور نہ تھا وہ ایک پہاڑ ہمدوش سر بفلک کشیدہ خوشرنگ ہے۔ ان کے ڈھلوان پر تمام ملک عرب میں عالیشان عمارت ہے اور ہر طرف درخشاں سبز مثل قد عروسان جلوہ گر اور زمین پر کوسوں تک سبزگاہ کا فرش بچھا ہوا ہے سبزہ مخمل سا معلوم ہوتا ہے۔ پہاڑوں کے اوپر اور نیچے صحرا میں گل ہزار کا لطف پانی کی چادریں گرتی ہوئی اور دامان کوہ پر ہر طرف سے صد ہزار چشمہ آب روان اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیان موج سمیں کی شکل ایک دریا کہ جس کا پانی فصیل پہاڑ میں طغیانی کرتا ہے اور شہر کی تمام خلقت کشتیوں پر سوار ہو کر سیر کے لیے پہاڑ کے نیچے جاتی ہے اور موسم گرما میں جب پانی تھوڑا رہ جاتا ہے تو وہ اسے ایک عموماً عمود معلوم ہوتا ہے۔ امیر کو یہ مکان بہت پسند آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے اور یہاں کا حاکم کون ہے انہوں نے کہا کہ اس کو قلعہ سنگر واہل کہتے ہیں اور عادی کرب یہاں کا مالک ہے جو اٹھارہ ہزار سوار عرب کی جمعیت سے اس جگہ رہتا ہے اور اٹھارہ بھائی شہ زور اپنے برابر رکھتا ہے اور مزدوری کر کے پہاڑوں میں چھپتا ہے۔ جب وہ شہر میں داخل ہو چکتے ہیں تو ان کو غافل پا کر غارت کرتا ہے امیر ذرا خیال میں نہ لائے اور یہیں مقام کر کے لشکر جمع کیا اور مجلس نشاط گرم کی۔

اب عادی پہلوان کا حال سنو اس نے حشام بن القمہ خیبری کے آنے کی خبر سن کر اپنا مکان خالی کر کے معہ فوج دامن پہاڑ میں جا بیٹھا اور عیاروں نے خبر دی کہ القمہ کے بیٹے حشام کو امیر ابوالعلی مکہ نے مارا ہے اس کے تمام مال اسباب پر متصرف ہوا ہے اور ہمارے سنگر واہل میں آنا چاہتا ہے کہ اس سے مکہ کو جائے۔ حشام حریف کار تھا اور اس پر فتح پا کر اس راہ سے شہر کو جاوے۔

عادی نے یہ سن کر ایک معقول سردار اسد اسدان نامی پیامی کر کے بھیجا اور کہا کہ حمزہ سے جا کر کہو کہ حشام ہمارا شکار تھا۔ تم نے خوب نہ کیا کہ پیش دستی کی۔ خیر اب جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے اس کے دو حصے کر کے ایک ہمارے پاس روانہ کر دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو خبردار رہنا میں بزور لوں گا جب اسد اسدان امیر کی خدمت میں آیا اور پہلوان عادی کا پیغام زبانی یہ سنایا تو امیر سن کر بے اختیار ہنسے اور کہا۔ پہلوان عادی کو ہماری طرف سے سلام ہے اور یہ کہنا کہ

اگر صلح خواہی نخوا ہم جنگ وگر جنگ جوئی ندارم ورنگ

اسد شاہی کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اسد اسدان امیر کے حسن سلوک کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور جا کر عادی پہلوان سے تمام حال ظاہر کیا اور معدی کرب اٹھارہ ہزار سوار سمیت امیر کے سامنے طبل جنگ بجوا کر میدان میں نکلا امیر بھی معہ یاران ہزار سوار کے آئے۔ عمرو نے عادی کو عجیب طرح کا دیکھا کہ اکیس گز قد اور سر پر سات پگڑیاں باندھے ہوئے اور سات سلعے ہر طرف لٹکتے ہوئے۔ اکیس گز نو اند کا دور جس پر کمر بند باندھے ہوئے اور زرہ و دستانے چار آئینہ پہلے سپر تلوار عمود خنجر کمان ترکش بدن سے آراستہ کیے ہوئے مثل سخت کوہ میدان میں آیا اور امیر کو للکارا۔ عمرو دیکھ کر کانپ گیا اور صاحبقران سے کہنے لگا کہ یہ بڑا زور آور ہے دیکھ کر جانا۔ امیر نے اس فتح دہند کو پکارا اور عادی کے قد و قامت کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور کوکب شیاہ قیطاس کو اس طرف کیا اور برابر آ کر ایک تکاہ سپر کا گھوڑے کی پیشانی پر مارا کہ گھوڑا کئی قدم پسپا ہوا۔ عرب میں یہ جانور بہت مشہور تھا جو اس جوان کا بوجھ اٹھاتا تھا اور لوگ گھوڑے کو رخش سکندری

کہتے تھے پر امیر کے زور کے برابر تاب نہ لا سکا۔

عادی نے یہ قوت حریف کی دیکھ کر معلوم کیا کہ بل زیادہ ہے کہا اے جوان میں نے جان لیا کہ تو بھی زبردست ہے اپنا نام ظاہر کر کہ تیرے جیسے کا میرے ہاتھ سے بے نام ونشان مارا جانا ٹھیک نہیں مجھے بھی معلوم ہو کہ میں نے کس کو مارا تھا۔ جواب دیا اور پہلوان تعجب ہے کہ تجھ سا مرد یہ بات کہے تو نہیں جانتا کہ مردوں کا نام تیر و پیکان اور تلوار کے قبضہ اور کمان کے گوشہ پر لکھا ہوتا ہے یہ نام ابوالعلی ہے تیرے ضرب دست کے شوق سے آیا ہوں اگر کوئی تمغہ بہادری کا رکھتا ہے تو دکھا۔ عادی کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ داہنی بغل میں سے نکالتا ہوا اور بائیں بغل سے پیچ دیتا ہوا بڑھایا اور امیر نے نیزہ کو پکڑا کر ایک ایسا جھٹکا مارا کہ انسان فراشاں کی مانند معدی کرب کے ہاتھ سے نکل گیا تب تو اس کے ایک آگ سی لگ گئی اور گرز گراں بار لے کر امیر کی طرف متوجہ ہوا کہ حمزہ اس سے بچ نہ سکے گا۔ اور وہ گرز امیر کے سر پر مارا امیر نے اپنے فرپورے کو اٹھا کر اپنے چہرے کی پناہ کی اور قوت بازو اس کو روک کر کہا تیسری ضرب اب جو تجھ کو کرتی ہے کہ جب خدا ہمیں بچائے گا تب میں ضرب کروں گا کہ جس ضرب کی چاشنی تجھ کو تمام عمر یاد رہے۔ عادی نے غضب میں آ کر گرز کو ڈال کر کمر سے تلوار آبدار جوار نکال کر دشمن کش بے حجاب کھینچی اور برابر آ کر امیر سے رکاب ملا کر لگائی امیر نے پنجہ مردمی بڑھا کر تلوار کی دھار بچا کر اس کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈالا، عادی نے بھی امیر کا کمر بند پکڑ لیا اور گھوڑوں کی پیٹھوں پر دونوں میں کش مکش کا زور ہونے لگا دونوں طرف کے عیار نکلے اور اپنے آقا کو آواز دی کہ قبلہ حاجات مرکب بے زبان ہیں ان کو مارنا کچھ ضروری نہیں اگر زور آزمائی منظور ہے تو زمین پر کیجئے یہ سن کر دونوں جوان گھوڑے سے اترے۔

عادی نے کہا اے حمزہ! سلاح بازی میں تو ہم تم برابر ہیں آؤ جنگ مغربی میں آزمائش کریں جو زیر ہو وہ اطاعت اختیار کرے امیر نے قبول کیا اور زمین پر چار زانو بیٹھ گئے تب تو عادی نے امیر کی کمر پکڑی اور تین بار زور کیا اور پسینہ پسینہ ہو گیا۔ لیکن امیر نے اس حشام سے جنبش نہ کھائی۔ تب تو عادی نے کہا اے امیر تمہارا لنگر بہت بھاری معلوم ہوتا ہے کہ نہ اٹھے گا ہم زور کر چکے ہیں۔ اب دیکھیں تم کس طرح اٹھاتے ہو۔ یہ کہہ کر اسی طرح بیٹھ گئے۔

امیر نے اس زور دہندہ پروردگار کو یاد کر کے عادی کی کمر پکڑ کر ایک نعرہ اللہ اکبر کا کیا اور پہلے ہی زور سے اس کو ہتھیاروں سمیت سر سے بلند کیا اور چرخ دے کر چاہا کہ زمین پر ماریں۔ عادی نے امان کی طلب کی۔ امیر نے آہستہ سے زمین پر رکھ دیا تب عادی قدم بوس ہوا اور صاحبقرآن کی بندگی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا۔ امیر نے چھاتی سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ عادی نے اپنی فوج سے مجرا کرایا اور اپنے بھائیوں سے نذر دلوائی۔ عادی امیر کو معہ لشکر سنگر رواہل کے قلعہ کے اندر لے گیا اور تمام کی ضیافت کی اور کئی روز تک امیر کے واسطے جشن کیا۔ امیر اس قلعہ کے استحکام کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور کئی دن کے بعد عادی کو معہ اٹھارہ ہزار سوار ہمراہ لیا اور بارہ ہزار یمنی آگے بھی تھے۔ تیس ہزار کی جمعیت سے کوچ کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

عمرو کی شرارتیں

امیر حمزہ جب قریب مکہ آیا تو شہر سے باہر خیمہ لگایا۔ خواجہ عبدالمطلب معہ تمام سرداران مکہ وہاں استقبال کے لئے آئے اور امیر سے سب نے ملاقات کی اور زر نثار کیا۔ امیر نے پہلوان عادی اور سہیل یمنی اور شاہ منظر اور نعمان و

سلطان بخت وطوق وحیران کی خواجہ سے ملاقات کرائی اور ہر رئیس مکہ نے امیر کو مبارکباد دی اور بعد دعا کے فرمایا الحمدللہ رب الارباب کی عنایت سے جو رتبہ تم نے کشور کشائی کے باب میں حاصل کیا ہے۔ خدا سے امید ہے کہ ہمیشہ زدم ساز ومزم افروز دشمن گذار رہو گے اس وقت امیر نے ہر ایک اشراف مکہ کو رخصت کیا اور آپ عادی کو لے کر بیت اللہ شریف گئے اور عادی سے رہزنی کی توبہ کرائی اور اپنے دیوان خانہ اور نقار خانہ کا داروغہ کیا اور لشکر کا مران کر کے اپنی فوج کا سپہ سالار۔ غرض یہ کہ امیر نے اس کو اسی روز چار منصب کا صاحب بنایا آخر پر معلوم ہوا کہ عادی عادیہ بانو کا فرزند ہے۔ پھر دودھ بھائی جان کر بہت خوش ہوئے۔

عادی کی خوراک یہ تھی کہ ہر صبح اکیس اونٹ کے بچوں کی نہاری کھاتا اور اس کے بعد اکیس شیشوں کا تحت القہوہ پیتا اور اس کے باورچی خانے سے اکیس من بوجھ اونٹ کے پیاز کے چھلکے دونوں وقت نکلتے تھے۔ امیر نے اس کا روزانہ اکیس سو من مقرر کیا جو صرف اس کے کھانے میں خرچ ہوتا اور بالائی خرچ اور ہر ماہ فوج اپنے پاس سے دیتے تھے۔

امیر کے لشکر میں تین ہزار سوار تھے۔ جن کو باہر اتارا اور آپ مکہ میں داخل ہوئے کئی روز بعد نوشیرواں کا ایلچی آپ کے واسطے نوازش نامہ لے کر آیا امیر یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خواجہ عبدالمطلب کو تمام اہل مکہ سمیت ساتھ لے کر اس کے استقبال کے لیے شہر سے چار کوس تک باہر گئے اور اس کو لشکر میں لائے دوسرے دن ایلچی نے وہ نامہ امیر کی خدمت میں گذارا اور امیر نے اس کو پڑھا اور مضمون سمجھ کر نہایت ہی ناخوش ہوئے اور خلعت معقول دے کر کہا کہ ہم شاہ پر ایسی جان نثار کریں اور تعجب ہے کہ ان کی بخشش ایسی ہو۔ امیر کا رنگ مارے غصہ کے یاقوت کی طرح ہو گیا خواجہ نے امیر کو غمگین دیکھ کر کہا۔ بابا جان اس درجہ خفا ہونا اچھا نہیں۔ تم اپنے آپ کو ناخوش مت کرو معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں نے بادشاہوں کی خاطر منشا کچھ اور طرح کی ہے۔ اس کی فکر ہو جائے گی۔ تم خاطر جمع رکھو۔

امیر کو یہ سمجھا کر ایلچی کو ہمراہ لیا اور لشکر کے ایک طرف اترنے کو جگہ دی وہ رات تو گذری۔ دوسرے دن سویرے جب خوان سالار قدرت نے خورشید کا قرص آسمان کے گرم تنور سے نکلا تو خواجہ نے مکہ کے تمام اکابر کو جمع کیا اور دونوں ایلچیوں کی معہ تمام یاران وسرداران کے ضیافت کی۔ یہ دونوں آئے اور حضور کا دوسرا شقہ جو خواجہ کے واسطے لائے تھے پڑھا گیا۔ لیکن عمرو عیار نے جو دیکھا کہ دونوں امیر کے واسطے ایسا نالائق خلعت لائے ہیں نہایت رنجیدہ ہوا۔ اپنے دل میں دسترخوان بچھا کر اور سب کھانے کو بیٹھے۔ تو عمرو اس وقت دو خوان لایا جو پر تکلف کسنوں سے بندھے ہوئے تھے ان کو کھول کر دو رکابیں نکالیں اور ان دونوں کے آگے رکھیں جب ان پر سے سرپوش اٹھائے گئے تو لوگوں نے خیال ہے کہ ایک رکابی میں ہری ہری گھاس اور دوسری میں مردے کی ہڈیاں ہیں۔ یہ تمام دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور عمرو سے پوچھا کہ یہ حرکت کیوں کی اس کے کیا معنی ہیں۔ عمرو نے کہا خورس سگ وخر کا یہی ہے۔ پس ان کے واسطے بڑھ کر اور کیا تعظیم ہو۔ اسی طرح میں نے ان کی ضیافت کی۔ کاروائی سے تمام لوگ ہنسے اور لوٹ پوٹ ہو گئے اور ان کو بہت شرمندگی ہوئی۔ مارے خجالت کے چاہا کہ عمرو سے کچھ بے ادبی کریں لیکن جانا کہ عمرو اس لائق نہیں جو ہم ان سے ہمکلام ہوں۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو عمرو عیار نے دو دست بغچہ زربفت کے لا کر روبرو رکھے اور اس میں سے پالان گدھے کی اور دوسرے سے کتے کی جھول نکال کر بہن سگان کو اڑھائی تب ان دونوں میں طاقت ضبط نہ رہی۔ خنجر نکال کر چاہا کہ عمرو نے کہا جو خلعت تمہارے لائق تھی وہ میں نے دی اس پر اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو میں بھی حاضر ہوں یہ کہہ کر خنجر پکڑ کر تیار ہی تھا کہ طوق بن حیران اور آواز ظیمان بہ مست امیر کے سرداروں نے ان دونوں کے ہاتھوں سے خنجر

چھین لیے اور مارے گھونسوں سے عمرو نے ان کا سر خون آلودہ کیا۔ پھر یہ دونوں خواجہ عبدالمطلب کے گھر سے باہر نکلے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی فوج کی طرف چل دیئے اور مجلس برہم ہوئی۔ عمرو بھی مکہ کے لڑکوں کو ہمراہ لے کر ان کے پیچھے ہوا اور تربوز اور خربوزہ کے پوست اور انڈوں کے چھلکے اور کیچڑ، پتھر، ڈھیلے ان کو مارنا شروع کیے اور وہ باہزار دقت اپنے لشکر میں پہنچے اور اسی روز کوچ کر کے مدائن کو روانہ ہوئے۔ یہاں عمرو سے خواجہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ حرکت تو نے خوب نہ کی کیونکہ کتے کو اس کی رو سے دیکھتے ہیں۔ نوشیرواں یہ سن کر ناراض ہوگا اور امیر حمزہ نے ایک عرضی بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی لکھی کہ بندہ نے آپ کی ایسی جانثاری کی۔ تعجب ہے کہ خداوند سرفرازی کے عوض یہ اعتراض نامہ لکھیں اور ایسی خلعت عطا فرمادیں۔ یہ عدل انصاف ہے۔ یہ عریضہ وہ فرمان مصنوعی جو بادشاہ سے آیا معہ خلعت ایک سردار عتیق کے روانہ کئے۔

خوفناک شیر

یہاں ایلچیوں کی داستان کے دو کلمے سنئے کہ وہ اسی حالت سے بادشاہ کے حضور میں گئے اور جو واردات ان پر گذری تھی تمام سنائی بادشاہ نے سن کر مارے غصہ کے پیچ وتاب کھایا اور برہم ہو کر بزرجمہر کی طرف منہ پھیرا اور کہا یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب خیال باغیانہ رکھتے ہیں اور مجھ کو نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟ بزرجمہر نے جواب دیا کہ اگر شہریاریوں فرمادیں تو بندہ لاچار ہے جواب دیا نہیں جاتا۔ ورنہ حمزہ کا وہ سلوک ہے کہ اگر کہیں تو حضور کے تخت کو اپنے سر پر رکھ کر یہاں آوے۔ وہ بہت نیک ہے کیا مقدور رکھتا ہے جو بے ادبی کرے۔

یہ اتنی بات چیت میں تھے کہ وفادار بارگاہ خسروی کے دروازے سے آیا اور آداب شاہی بجالایا اور وہ عرضی جو امیر کے پاس تھی اور بختک کا نامہ جعلی معہ خلعت حضور میں گذارنے شاہ ہفت کشور بعد مطالعہ ہر مضمون کو سمجھ کر نہایت برہم ہوئے اور بختک کی طرف دیکھ کر فرمایا تو سخت حرام زادہ ہے کہ یہ خط اور خلعت تو نے بھیجا اور اصل نامہ اور خلعت تم نے اپنے پاس رکھا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ تیرا گناہ نہیں ہے۔ خیانت ہمیشہ تیری وراثت ہی میں چلی آتی ہے ہزار تمن زر سرخ کا اس پر جرمانہ کیا اور کئی دن تک اس کو دربار میں آنے کا حکم نہ ہوا۔ آخر بزرجمہر کی سفارش سے بادشاہ نے قصور معاف کیا اور امیر کو معذرت نامہ لکھا اور اس میں عذر کیا کہ بدذاتی بختک کی تھی میرا قصور نہیں اب میں نے بزرجمہر کے بیٹے امید بزرگ کو خلعت شائستہ کے ساتھ تمہارے ہاں بھیجا ہے تمہیں چاہیے کہ معہ اثاثہ سلطنت اور آپ بھی اس کے ساتھ تشریف لاؤ۔

شاہ نے خود مہر کردہ فرمان بزرجمہر کو دیا کہ اس کو جلد روانہ کرو۔ خواجہ لے کر روانہ ہوئے اور اپنے سامنے اضطرلاب رکھ کر گردش فلک سے کواکب کی سیر دریافت کی اور ساعت مناسب دیکھ کر امیر کے لیے طلسم کا ایک علم اژدھا کی شکل بنایا اور اس کا نام علم اژدھا رکھا اور اس میں یہ صنعت رکھی کہ جب اس کے منہ پر پیچ وتاب کھا کر جاتی تب اس میں سے خود بخود آواز یا صاحبقران کی متواتر تین تین بار پیدا ہوتی کہ ہر دوست و دشمن کے کان میں جاتی اور خوشبو سے سب مشام تازہ ہوتا یہ علم حضرت دانیال کی ایک یادگار جوان کے پاس تھی امیر کے لیے اور چار سو اکیس ٹکڑے کسوت عیاری کے عمرو کے لیے بھیجے اور اس لباس کا پہنانا بزرگ امید کو بتلایا کہ عمرو کو اس طریقہ سے پہناؤ اور شاہی فرمان بھی معہ خاص بادشاہی خلعت دے کر روانہ کیا۔

بزرگ امید منزلیں طے کرتا ہوا جب مکہ کے نزدیک پہنچا تو شہر سے کئی کوس پر مقام کیا اتفاقاً اس روز عمرو سیر کے لیے بیابان کو نکلا تھا۔ بزرگ امید نے دیکھ کر اسے پہچان لیا اور شتر سے اتر کر پیدل چلے اور عمرو کو اپنے پاس بلا کر گلے لگایا اور خیمے میں لے گئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ کہا۔ ہم اور تم دونوں بھائی ہیں والد نے تمہارے واسطے عیاری و عریانی نہ دیکھی تھی۔ بزرگ امید نے عمرو کو برہنہ کیا اور ایک ساتھ ننگا رکھا اور طمع خام کے لیے برہنہ نہ ہونا۔ اب یہ لباس پہنو اور خدا کی عنایت پر راضی ہو۔ عمرو نے یہ سن کر اور مضطرب ہو کر رونا شروع کیا اور خواجہ زادہ کی منت کرنے لگا کہ میری سیر کی پوشاک دو۔ میں ہمیشہ تمہارا دعا گو رہوں گا بزرگ امید ہنسنے لگا۔ اے بابا ہندگان عالم کو تو خوش بہت کرے گا اس واسطے میں نے تجھ کو برہنہ کیا عمرو نے کہا خیر اس کام میں تمہارا شاگرد ہوا۔ اس وقت بزرگ امید نے بقچہ اسباب کا منگایا اور کھول کر اول تیتا بی میابی عمرو کو دیا اور پہنایا۔ عمرو کا ستر لٹکنے لگا۔ عمرو نے کہا بابا جان نہایت بخیل ہیں کہ میری خاطر تیتا ایسا بھیجا ہے خواجہ نے آفت بند نکالا۔ عمرو نے اسے دیکھا کہ ایک چیز مخمل کی ہے جس پر ہفت رنگ ریشم کے پھول اور بوٹے تمام بنائے ہوئے ہیں۔ وہ لنگوٹ عمرو کی کمر بند پر باندھ کر اس کی ڈوری کو لعل کے تکمہ سے نصب کیا اور اس لنگوٹ میں ستر عمرو کا رکھا اور کہا اس کو آفت بند کہتے ہیں۔ تیرنے کے وقت تینا کے بند کھولنے کی احتیاج نہیں رہتی۔ عمرو نے کہا رحمت ہے والد کو کہ میرے لیے بھی خلعت بھیجا اور میرے سیر کے لیے بھی اس کے بعد خواجہ نے دو پیراس ایک کتان کا دوسرا حریر کا نکال کر واسطے نرمی بدن اور اعتدال ہوا کے عمرو کے گلے میں ڈالے اور ان کے اوپر قنطورہ زربفتی پہنایا اور جواہر کا نیم تاج عمرو کے سر پر رکھا جس کے اوپر ایک مرصع طوطی فجوے پر از مشک و عنبر نصب تھی کہ چلتے وقت دماغ معطر رہے کلغیان جواہر نگاریاں اور طاقتہائے ابلق جیع ہائے مرصع اور پرچم رنگا رنگ کے ساتھ مزین کہ اس پر قائم کی گئی تھی اور ایک ستر نگے نسیم کی فلاض اس پر لپٹی ہوئی اور پانچ مرصع خنجر عمرو کی کمر میں لگاتے ہوئے چوالیس رنگ عمرو کی کمر میں باندھ کر بارہ مقام اڑتالیس گوشت چھ آوازہ چوبیس سعیدے چھپانوے رنگ باندھنے کی یہ سب عمرو کو تعلیم کیا اور کیسر قارورہ لفظ کا کمر میں باندھا اور قدرے سنبل کی روئی کہ شراب میں بھگو کر خشک کی ہوئی کہ جب پانی میں بھگوتے ہیں تو پانی شراب بن جاتا ہے اور موم روغن کی ڈبیا و عطر بدن کی ترقی خوشبو کے لیے اور تریاق دانی بھری ہوئی عمرو کو دی اور خطائی ہرن کی آفتاب گیر دھوپ سے بچنے کے لیے اس کی پیشانی پر باندھی اور مشکیزہ پانی کا شانے پر لٹکایا۔ سپہ تلوار کش جہریاں سریری اور گوش بری اور بینی بریکی لکیریں کمر میں لگائیں اور چادر عیاری کی شلہ دار مثل دام ماہی جس کو اس میں باندھنے اس کا نام خفگی نہ کرے اور مہر ہائے کرم ایوب ریشم پر دی کہ جس میں اس کو باندھے اور پاپوش نرم پہنا کر خاک انداز سقرلانی پر نصب کیا۔ اسی طرح چار سو چوالیس بارہ براق عیاری تصنیف بزرجمہر کا سب عمرو کو پہنایا عمرو اسباب گراں بہا کو لیکر بہت خوش ہوا اور شکریہ ادا کر کے رخصت ہوا۔ امیر کی خدمت میں گیا یہ تمام حال بیان کیا۔ امیر نے عمرو کو گلے لگایا اور کہا یہ لباس کہاں سے لایا۔ عرض کی کہ بندہ کا یہاں قرب نہیں ہے ورنہ جس کے پاس رہوں گا وہ مجھ کو اس میں رکھے گا۔ ہرمز تاجدار نوشیرواں کے بیٹے نے میری تعریف سن کر میرے واسطے یہ خلعت بھیجا ہے اور ہزار تمن کا مجھ کو نوکر رکھا ہے۔ آپ کے پاس رخصت کے واسطے آیا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ امیر یہ سن کر آنسو آنکھوں میں بھر لایا اور کہا۔ اے عمرو میں تجھ کو اپنا بھائی جانتا ہوں اور اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ کیا یہاں صاحبی اور نوکری نہ تھی۔ اگر اب تمہارا ارادہ نوکری کا ہے تو ہزار تمن کیا چیز ہے میں نے پانچ ہزار تمن تمہارے مقرر کیے۔ زر و زیور کے واسطے ہرجائی پن مت کرو کہ اس میں بدنامی ہے۔

عمرو نے جو امیر کا یہ اشتیاق اپنے دل میں دیکھا تو بے اختیار روئے نیاز سے امیر کے پاؤں پر سر رکھا اور کہا امیر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جمشید بھی آوے اور ہزار تمن میرا مقرر کرے جب بھی میں آپ کی بندگی سے ہرگز منہ نہ پھیروں اور اس کمترین کو آپ غلام وفادار کے سوا ہرگز نہ جانیں۔ بندہ نے اس وقت خوش طبعی سے آپ کو کہا۔ آپ ملول ہوئے اور یہ لباس بزرجمہر نے میری خاطر بھیجا اور آپ کے واسطے علم اژدھا پیکر اور بارگاہ دانیال بھیجی ہے اور شاہ ہفت کشور نے معذرت نامہ لکھا اور خلعت بھیجا۔ بزرجمہر کا بیٹا بزرگ امید یہ تمام لے کر آیا ہے۔ یہاں سے دو کوس پر اترا ہے۔ آپ سوار ہوں اور اس کے استقبال کے واسطے چلیں کہ بادشاہ کے خلعت کی عزت ضروری ہے۔

امیر معہ یاروں کے اسی دم سوار ہوئے اور بزرگ امید سے جا کر ملاقات کی تو بزرگ امید امیر کے آنے سے شاد و باغ باغ ہوئے اور بادشاہ کی سرفرازی کا خلعت امیر کو پہنایا اور حضور کا معذرت نامہ پیش کیا۔ امیر نے اس کو پڑھا اور اپنے یاروں کو سنایا۔ سب نے مبارکباد دی۔ خوالی زادہ نے وہ علم اژدھا پیکر اور بارگاہ دانیال امیر کو سونپا۔ امیر نے وہ علم اپنے علمبردار طوق بن حیران کے حوالے کیا اور رخصت ہو کر سوار ہوئے اور اس علم کے سایہ بسایہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور معہ خواجہ بزرگ امید کے شہر میں آئے اور کئی دن تک بزرگ امید کی خاطر کی۔ بعدہ بزرگ امید نے کہا کہ میرے آئے ہوئے عرصہ ہوا ہے اب آپ کو بادشاہ کی خدمت میں چلنا لازم ہے کہ وہ منتظر ہوں گے۔

امیر اسی وقت معہ خواجہ عبدالمطلب کے بیت اللہ شریف میں گئے وہاں کے شرائط ادا کر کے گھر میں آئے اور رخصت ہوئے اور بھائیوں کو رخصت کر کے سفر کا اسباب مہیا کیا۔ اور تیس ہزار کی جمیعت سے معہ رفقاء مدائن کو روانہ ہوئے ہر روز منزل و مراحل طے کرتے ہوئے پہلوان عادی کو فراش خانہ کا داروغہ بنا کر اپنا پیش خیمہ اسکی تحویل میں کر کے روانہ کیا۔ کئی منزل کے بعد لشکر ایک دوراہے پر پہنچا اور جی میں کہا یہ معلوم نہیں کہ امیر کس راہ سے جائیں گے تو یہاں راہ دیکھو۔ جب لشکر آئے گا تو جدہر کو جانے کا حکم ہوگا ادھر کو چلنا۔ خیموں کو اتروا کر امیر کا انتظار کرنے لگے اس سے دوسرے دن امیر بھی تشریف لائے۔ عادی کو پوچھا کہ یہاں کیوں قیام کیا عرض کی کہ یہاں دوراہا ہے اس لیے غلام نے پیش قدمی نہ کی اب جدھر حکم ہو ادھر جاؤں۔ امیر نے بزرگ امید سے دوراہوں کا حال پوچھا اس نے کہا ایک راہ مدائن کو جاتا ہے اور اس سے جلدی پہنچتے ہیں۔ مگر پانچ سال سے اس راہ میں ایک شیر پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے یہ راہ بند ہے۔

عمرو نے یہ سن کر کہا کہ ہمیں مدائن جانا ہے۔ اس راہ سے جا کر اپنے آپ کو خطرے میں ناحق ڈال دینے سے کیا فائدہ؟ بہ نسبت اس کے ہم جلد اس راہ سے گذریں گے۔ وہ دور کی راہ ہم کو اچھی ہے لیکن امیر نے دل میں سوچا کہ اگر اس راہ سے نہ جاؤں گا تو لوگ ضرور کہیں گے کہ ابوالعلی شیر سے ڈر کر اور راہ سے گیا لازم ہے کہ اسی راہ سے چلیں اور پروردگار کی مدد سے ایک تو اس موذی سے خلق کو نجات ہوگی دوسرے راہ سیدھی فرمایا تمام لشکر اسی راستہ سے جائے اور شیر کو مار کر آگے بڑھ کر تم سے ملاقات کریں گے۔

ہر چند سب نے منع کیا پر امیر نہ مانا اور انبیاء کا سلاح بدن میں لگایا۔ مرکب سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور اس دشت کی طرف روانہ ہوئے۔ عمرو بھی گھوڑے کا شکار بند پکڑ کر ہمراہ ہو لیا اور کہا کہ اے امیر میں نے کبھی شیر نہیں دیکھا اب دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسا ہوتا ہے امیر نے ہنس کر کہا بہت اچھا تمہاری وجہ سے ہمارا بھی دل بہلے گا۔ عمرو ہمراہ ہوا اور باتیں کرتے ہوئے چلے۔ دن میں میدان طے کیا۔ شام ہوئی تو ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر مغرب کی نماز پڑھی

اور اسی درخت کے تلے رات گزاری۔ صبح کو خدا کی عبادت سے فارغ ہو کر پھر روانہ ہوئے۔ جب تیسرا پہر ہوا تو بیشہ فیض نظر آیا وہاں کی ہوا بھلی معلوم ہوئی۔ لطیف اور مصفا پانی کے چشمے ہر طرف بہتے اور نسیم رواں بخش رواں تھی۔ امیر اور عمرو اس بیابان کا نظارہ کر کے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ گھاس کا یہ عالم کہ اس فراش نے جس کے سبب سے صفحہ دنیا میں زینت ہے کوسوں تک مخمل سبز کا بچھوایا ہے۔ اس صبح عروسی کا تمام عالم دیکھ رہے تھے کہ ایک طرف دشت زیر کوہستان پھولا ہوا معلوم ہوا۔ امیر نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ خیال میں آیا ہے کہ اسی جنگل میں ہو گا۔ کیونکہ شیر کے لیے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ عمرو نے کہا واقعی نیستان ہے چاہیے کہ شیر کے منتظر رہیں۔ امیر اس گھوڑے سے اترے اور زین پوش بچھا کر بیٹھے اور شیر کا انتظار کرنے لگے۔

عمرو نے رنگ برنگے پھولوں کو توڑ کر گلدستہ بنایا اور امیر کے پاس لاتا تھا اس کی طرف سے امیر کو خطرہ تھا کہ آپ بھی عمرو کے ہمراہ پھرنے لگے۔ پھر امیر ایک چشمے پر بیٹھ کر پانی کا تماشا دیکھنے لگے اور عمرو گھوڑے کو درختوں کی آڑ میں چرا رہا تھا۔ سیستان میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ تو عمرو اس طرف دیکھنے لگا۔ آدمی کی بو جو اس کی ناک میں گئی تو جنگل سے نکلا۔ عمرو نے تمام عمر میں کبھی شیر نہ دیکھا تھا۔ جونہی نظر اس پر پڑی تو گھوڑوں کو چھوڑ کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ تب عمرو نے کہا حمزہ تو بھی اسی درخت پر چڑھ جا نہیں تو وہ شیر تیری طرف آتا ہے۔

امیر یہ سن کر ہنسے اور کہنے لگے او مکار! دیوانہ ہوا ہے کہ میں شیر کے مارنے کو آیا ہوں۔ شیر سے ڈروں اور بھاگ جاؤں اور اگر میرے گھوڑے کو مارے تو یہ کیا معنی ہیں۔ میرا مرکب میری جان کے برابر ہے۔ دیکھ کر اس شیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عمرو نے ظرافت شروع کی۔ امیر جب نزدیک گئے تو دیکھا کہ عجیب صورت کا شیر ہے جو سر سے لے کر دم تک چالیس ہاتھ لمبا ہے۔ اس کو دیکھ کر امیر نے خدا کو یاد کیا اور شیر نے آدمی کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک جست کی اور چاہا کہ امیر کا سر پکڑے اور دانتوں سے دبائے مگر امیر دیکھ کر جھٹ بیٹھ گئے اور شیر امیر سے اچھل کر پیچھے جا پڑا امیر نے چالاکی سے وہیں پھر کر شیر کے دونوں پچھلے پیروں کو پکڑا اور سر کے گرد چکر لگایا اور نعرہ اللہ اکبر کہہ کر زمین پر مارا کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور سر ٹپک کر مر گیا۔ عمرو نے درخت سے لکڑیاں کاٹ کر گاڑی بنائی اور اس پر شیر کو ڈالا اور امیر سے کہا دیکھئے میں کیا کرتا ہوں سر شام اس گاڑی کو لے کر امیر کے ہمراہ ہوا اور صبح کے قریب مدائن آئے شہر سے باہر قلعہ کے سامنے ایک بلندی تھی اس شیر کو اس جگہ بٹھایا اور امیر کے لشکر میں داخل ہوا۔

امیر حمزہ کا استقبال

روایت ہے کہ جب امیر اور عمرو اپنے لشکر میں داخل ہوئے اور یہاں صبح کو شہر کا دروازہ کھلا اور جو اہل مشقت تھے باہر نکلے۔ کوئی لکڑیاں کاٹنے اور کوئی گھاس کی تلاش میں آگے کو چلے ان میں سے ایک کی نگاہ شیر پر پڑی تو بے اختیار چیخ مار کر بیہوش ہو گیا اور ساتھ والے اپنی اپنی جانیں لے کر شہر میں دوڑے اور غل کرنا شروع کیا اور دروازہ بند کر دیا۔ بیشہ فیض سے شیر بھوکا ہو کر آیا ہے اور بادشاہ کو خبر دی تو شاہ آپ سوار ہو کر قلعہ کے برج پر گئے اور دیکھا کہ ایک پشتے پر واقعی شیر ہے تمام لوگ فصیلوں پر تماشہ دیکھتے رہے۔ بختک اور حکیم بزرجمہر معہ ایک سامانی بادشاہ کے ہمراہ اس کو دیکھتے۔ لیکن اس پر کوئی قصد نہ کیا۔ تمام لوگ دیکھ کر کانپ گئے۔

مقبل وفادار کا خیمہ لشکر کے باہر تھا اور وہ بادشاہ کے سلام کو روز آیا کرتا تھا اس روز معہ چالیس سوار کے جونہی قلعہ کے نزدیک آیا۔ تو عجیب طرح کا غوغا دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دیکھا کہ ایک پشتے پر شیر بیٹھا ہے معہ اپنے سواروں کے گھوڑا دوڑا کر شیر کی جانب چلا۔ قریب جا کر خیال کیا کہ شیر ذرا بھی جنبش نہیں کرتا ہے ایک ہی طرح بیٹھا ہے۔ پاس جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بیشہ فیض سے امیر نے اس شیر کو مارا ہے اور عمرو عیاری سے اس کو یہاں بٹھا گیا ہے۔ جا کر بادشاہ سے حال بیان کیا تو شاہ مقبل سے بہت خوش ہوئے اور دروازہ کھلوا کر باہر نکلے پاس جا کر شیر کو دیکھا اور قلعہ میں واپس آ کر مجلس جشن کی آراستہ کی اور مقبل کو خلعت شاہانہ عطا کی۔ امیر کے آنے کی خبر سے نوشیرواں کو کمال شگفتگی حاصل ہوئی۔ ہر ساعت از روئے مہربانی مقبل کو شربت عنایت فرماتے تھے۔ اس روز کئی صندوق زر سرخ و سفید کے مقبل کو حضور سے امداد ہوئی۔ جب دربار کے برخاست کا وقت ہوا تو اٹھ کر آداب بجالایا اور پایہ تخت کو بوسہ دے کر کہا۔ غلام امیدوار ہے کہ حضور سے رخصت ہو کر امیر کی خدمت میں جو شیر بیشہ فیض سے ہو کر نزدیک آئے لازم ہے کہ حاضر ہوں تب بادشاہ نے دوبارہ خلعت دیکر رخصت کیا اور اس موسم کا میوہ تھا معہ ایک خاص دستخطی فرمان امیر کے مقبل کے حوالے کیا مقبل باہر نکل کر مرکب تازی نژاد پر مرصع کار لگا کر اور خود جواہر پوش ہو کر سوار ہوا اور بیشہ فیض کو چلا۔

اب دو کلمہ داستان صاحبقران امیر و عمرو کے ملاحظہ کیجئے اور عمرو اس شیر کو وہاں رکھ کر شہر میں داخل ہوا کئی سردار پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی خاطر دو تین مقام کیے کہ وہ بھی آلیں تب مدائن کو چلیں۔ ایک روز امیر کے اشارے کے بموجب عمرو اسی جنگل سے باہر نکل کر مدائن کی طرف روانہ ہوا قریب جا کر دیکھا تو مقبل اسی شان و شوکت سے آتا ہے عمرو دیکھ کر کھڑا رہا کہ شاید مجھے دیکھ کر گھوڑے سے اتر کر بغل گیر ہو۔ لیکن اس کی نگاہ جو عمرو پر پڑی دیکھ کر ہنسا اور پوچھا کہ امیر کہاں ہے؟ تو یہاں آوارہ پھرتا ہے اس کی یہ حرکت عمرو کو بری معلوم ہوئی جواب دیا سن اے نہاد سیاہ تجھ کو امیر نے بادشاہ کے یہاں رہنے کو بھیجا تھا۔ اب کس کے حکم سے باہر آیا؟ میں نے سنا ہے کہ امیر شہر کی طرف آئے ہیں ان کی ملازمت کے لیے آیا ہوں۔ تو نے بہت برا کیا جو شہر سے باہر آیا۔ مقبل نے کہا تو دیوانہ ہے۔ جو مجھ سے خرابی کرتا ہے۔ عمرو بہانہ تو ڈھونڈتا ہی تھا۔ کہا سن اے غلام تم نے جو مقدور پیدا کیا ہے کہ مجھ کو کہتا ہے کہ میری برابری مت کر اپنے نیم تاج دور سے فلاجن کو کھولا اور اس گوپھن کے گلے میں ایک سنگ تراشیدہ رکھ کر مقبل کو مارنے کا ارادہ کیا۔ وہ سنبھلنے نہ پایا کہ عمرو نے مارا اور مقبل کی پیشانی پر لگا اور خون جاری ہوا۔ مقبل نے سوا اس کے اور کوئی علاج نہ کیا اور روتا ہوا امیر کی خدمت میں آیا۔ امیر نے اس کا یہ حال دیکھ کر خیال کیا کہ شاید اہل مدائن نے اس کو مارا ہے مقبل آ کر قدمبوس ہوا اور عمرو کا شکوہ کیا۔ امیر نے تسلی دی اور عمرو کی اس حرکت پر بے اختیار ہنسے اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھ۔ جب عمرو آئے گا تو ہم اس سے اس کی پرسش کریں گے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عمرو بھی گرد آلود آیا۔ امیر نے کہا۔ عمرو تو نے مقبل کا سر کیوں پھوڑا۔ جواب دیا کہ امیر خداوند ہیں انصاف کریں کہ دنیا میں آدمی ہر بات کی توقع رکھتا ہے کہ ایک مدت کے بعد مجھ سے ملاقات ہوئی آپ کی خدمت میں میں اور یہ برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کی ملاقات کو کھڑا اور یہ از روئے تکبر مرکب پر سوار نہ سلام علیکم نہ تواضع نہ یہ گھوڑے سے اتر کر بغلگیر ہوا۔ لباس جواہر نگار اور صندوق زر سرخ پر اپنے آپ کو بھول گیا۔ سچ کہتے ہیں کہ خداوند کریم کم ظرف کو مقدور نہ دیوے۔ امیر نے تمام حال معلوم کیا اور مقبل سے کہا گناہ تیرا ہے اور عمرو کو تو نے بے جا خفا کیا۔ اب لازم ہے کہ آپس میں صلح کرو مقبل راضی ہوا۔ لیکن عمرو نے صلح قبول نہ کی کہا وہ مرد مال و متاع اور میں عیار بے

اعتبار مجھ کو اس سے کیا؟ اور اس کو مجھ سے کیا مناسبت؟

جب مقبل نے دیکھا کہ عمرو تصفیہ نہیں کرتا۔ امیر سے کہا کہ عمرو کی نگاہ اس مال کے صندوق پر ہے اس میں سے اس کو دیجیے کہ میرا گناہ بخشے۔ امیر نے ایک صندوق عمرو کو دیا۔ جونہی اس نے مال دیکھا مقبل کو گلے سے لگایا اور صلح ہوئی۔ امیر بہت خوش ہوئے اور میوہ یاروں میں تقسیم کیا وہ رات تو یہاں گذاری اور دوسرے دن صبح کو بزرگ امید کو مدائن کی طرف رخصت کیا اور ان کے جانے سے تیسرے دن امیر بھی اپنے لشکر سمیت آہستہ آہستہ چلے لیکن وہاں بزرگ امید نے بھی بادشاہ کی ملازمت سے سرفرازی حاصل کی امیر کا حال سن کر کہا کہ حمزہ چست الامر آپ کے حاضر ہوا ہے اور یہاں سے چار فرسنگ پر پہنچا ہے۔ حضور میں خبر کرنی لازم ہے۔

اس لیے گزارش ہے کہ بادشاہ نے بزرجمہر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کو تم مناسب جانو صاحبقران کے استقبال کے واسطے بھیجو ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آپ نے اس کو درجہ پر سرفراز فرمایا کہ آپ کی پابوسی کی تمنا میں وہ یہاں تک آیا ہے اب تو لازم ہے کہ شہریاری الطاف سے باہر چند قدم چل کر آپ ہی اسے لائیے اس کے آنے کی امید ہے اگر وہ اس طرح قلعہ میں داخل ہوگا تو زیادہ ممنون و مشکور رہے گا اس بات کے سنتے ہی ساسانیوں میں ایک شور و غل پیدا ہوا کہ بادشاہ کو ایسی کیا بنی ہے کہ بادشاہ ہفت کشور ہو کر ایک مکہ کے رئیس زادے کے استقبال کے لیے جائے تمام عالم کہے گا۔ جب ان دشمنوں نے بات کو یہاں تک پہنچایا تو بزرجمہر نے ان کے جواب میں کہا کہ حمزہ کا معاملہ ان باتوں کی نسبت نہیں رکھتا اس کی خبر سے تم لوگ واقف نہیں ہو شاہ نے اسے اپنا پسر خواندہ کیا اور تربیت کر کے اس مرتبہ کو پہنچایا ہے کہ جو کچھ وہ کرے اس کا اقبال ہے دوسرے قوم کا بھی سردار ہے سب اس کو ممتاز جانتے ہیں بہترین سردار عرب میں سے ہیں۔ تیسرے بادشاہ کو نہیں دیکھا اور غائبانہ اپنی جان نثاری کر کے لڑا اور حشام کو مارا اس کا حق تمام ساسانی قوم کے مرد و زن خورد بزرگ پر ہے کہ اتنے ہزار آدمی کو قید سے چھڑایا ہے جو تمام تمہارے اقربا و فرزند تھے۔

پس سب کو لازم ہے کہ اس کی خدمت کریں۔ سوا اس کے اکثر بادشاہ زادوں اور پہلوانوں کو زور بہادری سے مطیع کر کے بندگان عالی سنگ میں لایا ہے۔ مثلاً منظر شاہ یمنی و نعمان بن منظر سلطان بخت مغربی و طوق بن حیران و عمر معدی کرب و مقبل وفادار عمرو عیار اور بیس ہزار سوار غرض بزرجمہر نے ایسی تقریر کی کہ ساسانیوں نے سکوت کیا تب بادشاہ سواری منگوا کر چار ہاتھی کے تخت پر سوار معہ اپنے تمام امراء کے استقبال کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنے فرزندوں اور وزیروں اور لشکر بے بہا و شکوہ شہریاری سمیت قلعہ سے باہر نکلے۔ اس روز سوار پیادوں چلنے سے غبار آسمان تک پہنچا اور سواروں اور بہادروں کا غوغا اور ان کے آگے بادشاہ تخت گاؤ پر سوار اور ایک طرف جلوس میں برابر بہتر عیار جو اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سازندہائے چالاک اور تیز دست گھوڑوں پر سوار گاتے بجاتے اور عالم حشر کا بیابان سب کو دکھاتے ہیں اور ساقی ہائے گل اندام شراب ارغوانی کے جام ہر ایک کو پلاتے چلے جاتے تھے۔ ان کے بعد سالار اور سردار ساسانی و گیامری گھوڑوں پر گینڈوں اور ہاتھیوں پر سوار جب بادشاہ کی سواری مدائن سے دو کوس پر آگے بڑھی تو ایک گرد سیاہ تاریک و تیرہ ذخیرہ غلطان و پیمان مانند زلف عروسان پیدا ہوئی۔ جب نزدیک پہنچے تو مقراض باد نے پیراہن اس گرد کا دامن چاک کیا۔ جب تیس ہزار سوار تیس ہزار علم کا نشان اس میں سے نمودار ہوئے اور علم اژدہا پیکر کے سایہ تلے امیر مرکب سیاہ قیطاس پر سوار معہ سرداران نامداران بہ شکوہ سپہ سالاری بادشاہی کو دکھائی دیئے اور امیر کے جلوس میں بابائے روندگان عالم سرہند روزگار عمر عیار تمام شاگرد ہمراہ لیے ہوئے ساز نوازی کرتا ہوا اور صاحبقران پیغمبروں کا

سلاح بدن سے لگائے ہوئے اور گھوڑے جوش جوار نگار اور پرجلال میں کئی رنگ حیدری میں لگے ہوئے اور اس گھوڑے کی پیٹھ پر امیر بہادرانہ بیٹھے ہوئے، پندرہ سولہ برس کے سن وسال میں مغل شب چہاردہم اور چہرے پر خیال سبز رنگ ہاشمی گلابی لیے ہوئے اور نقش ابراہیمی چمکتا ہوا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے غرض امیر کی شان وشوکت ہر شخص حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ نوشیرواں کا یہ عالم تھا کہ صاحبقران کی طرف ہی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اور جس نے امیر کی یہ وضع دیکھی تو ارادہ برابری کا دل سے اٹھا دیا۔ امیر کی نظر جونہی بادشاہ پر پڑی فوراً جست کر کے خانہ زین سے آخر کار زمین پر کھڑے ہوئے اور وہ تخت سلطنت کو حشام مدائن سے غارت کر کے لے گیا تھا کہ یہ اصل تخت خسروی تھا امیر اس خیال سے اپنے سر پر اٹھا کر چالیس قدم چل کر بادشاہ کی توقیر وتعظیم کی کہ لوگ یہ جانیں کہ میں رستم سے کم ہوں کیونکہ ایک وقت میں جبکہ خسرو نے توران کو مسخر کر کے ایران کو اپنے سر پر اٹھا کر بیس قدم بادشاہ کی تعظیم کو گیا تھا۔ بادشاہ کو امیر کی یہ بات نہایت پسند آئی ہاتھیوں کو بٹھوا کر اپنے تخت سے اتر کر زمین پر کھڑے ہوئے اور خادمان کو اشارہ کیا کہ تخت امیر کے سر سے جلد اتاریں آپ دوڑ کر امیر کے پاس چلے کہ امیر آ کر قدمبوس ہوئے، شاہ نے امیر کو گلے سے لگا لیا اور دونوں ابرو کے درمیان بوسہ دیا اور اسی دم امیر کو فرزندان ہرمز اور فرامز سے بغل گیر کرایا اور بختک وبزرجمہر ودیگر سب سرداران سے ملاقات کرائی۔ دوشنبہ کو یہاں تک قصہ پہنچا تھا کہ جب امیر بادشاہ کی ملاقات کر چکے تو خواجہ بزرجمہر نے بادشاہ سے عمرو کی تعریف کرنی شروع کی اور اس کو حضور میں لائے شاہ نے اس کی طرف مہربانی سے پاؤں پھیلایا کہ وہ چومے اور ہاتھ زانو پر رکھا۔ عمرو نے بادشاہ کا پیر چوم کر ہاتھ پر بوسہ دیا اور دست بوسی کے وقت شاہ کی انگشتری چالاکی سے اتر لی کسی کو خبر نہ ہوئی اور بادشاہ سے ملاقات کر کے اور لوگوں سے بغل گیر ہوئے جب بختک کی نوبت آئی تو عمرو نے ہمکنار ہونے کے وقت وہ انگوٹھی آہستہ سے اس کی جیب میں ڈال دی اور ہر ایک امیر نامدار سے ملاقات کی اس وقت بادشاہ نے گھوڑا طلب کیا اور اس پر سوار ہو کر صاحبقران کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور عمرو بمعہ اپنے عیاروں کے جلوس میں قدم بہ قدم مارتا ہوا چلا اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ خبردار! کسی غیر کو اپنے بیچ میں نہ آنے دیتا تب عیاروں کا مہتر آتش نامی تھا اس نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا اولڑ کے جگہ پہچان کہ بادشاہ کے جلوس کا تعلق مجھ سے ہے اور یہاں کی حاضری تیرا رتبہ نہیں ہے۔

عمرو نے جواب دیا کہ میری طرح تو بھی اپنے کام میں ایک ہے۔ اب تک تو اس پر تھا مگر آئندہ یہ خدمت تجھے نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ پانی نہ ہو تیمم کرتے ہیں آتش عیار سن کر غصہ میں آیا اور واہیات بکنے لگا۔ یہ گفتگو امیر اور بادشاہ نے سنی تو احوال دریافت کیا کہ ماجرا کیا ہے۔

آتش نے عرض کی کہ غلام شہریار آپ کے ازروئے خاص میں عیاروں کا سردار ہے اور عمرو عیار بچہ مجھے جلوس میں جگہ نہیں دیتا۔ بادشاہ نے سن کر عمرو کی طرف دیکھ کر فرمایا اے عمرو تو کیا کہتا ہے۔ عمرو نے جواب دیا کہ عیاری صرف باتوں سے نہیں ہوتی۔ وہ کسب اور ہنر سے تعلق رکھتی ہے۔ بالفصل اس فن میں بڑا ہنر دوڑنا ہے اگر اس بات کا امتحان منظور ہے تو یہی گیند اور یہی میدان ہے آزمائش کرے۔ بادشاہ نے کہا۔ عمرو تو نے خوب کہا۔ ہم نے ایک بات ٹھہرائی ہے اس میں دونوں کا امتحان ہو جائے۔ مدائن کا قلعہ دروازہ یہاں سے ایک فرسنگ ہے ایک ایک تیر دونوں آدمی میں جو پہلے دربان کو دے وہ زیادہ ہے۔ دونوں نے قبول کیا بادشاہ نے ایک ایک تیر دونوں کو دلوایا۔

یہ دونوں عیار حضور سے تیر لے کر روانہ ہوئے اور قدم بہ قدم مارتے چلے جب سواری کچھ آگے بڑھی۔ تو عمرو

دانستہ پیچھے رہ گیا اور آتش آدھ کوس آگے نکل گیا۔ تب ہر ایک کہنے لگا کہ عمرو نے مہتر عیاروں سے باندھ کر اپنے اوپر ناحق بلا مول لی۔ آخر زور آور تھا کہ آگے پہنچا اور یہ پیچھے رہ گیا ہے۔ عمرو نے لوگوں کی یہ باتیں سن کر اپنے پاپوس پاؤں پر راست کیے اور وہاں آتش اڑا جاتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ میدان سے بازی میں لے گیا۔ اب عمرو کب پہنچ سکتا ہے نزدیک تھا کہ دروازے پر پہنچے۔ بابا روندگان اپنے تئیں پہنچایا اور پشت کر کے دولاتیں اس زور زور سے اس کی گردن کے نیچے اور دونوں شانوں کے بیچ میں لگائیں کہ وہ بے اختیار گر پڑا اور سر اس کا پھٹ گیا۔ عمرو نے اس کا نصف تاج عیاری سر سے اتار لیا اور اپنے تئیں دربان کے پاس پہنچایا اور تیر دیا اور پھر کر بادشاہ کی خدمت میں آیا اور بادشاہ نے امیر کی رکاب کو بوسہ دیا اور اسم کا نیم دکھایا۔

یہ سن کر شاہ معہ سرداران کے خوب ہنسا لیکن عیار اس شرمندگی سے دربار میں نہ آیا اپنے گھر چلا گیا جب شاہ کی سواری معہ صاحبقران شہر کے دروازے پر پہنچی تو بادشاہ نے فرمایا کہ امیر کا لشکر تل اشاد کام پر اترے جو قلعہ کے برابر ایک جگہ ہے۔ اپنا اور صاحبقران کا لشکر وہاں اتارا خیمے پردے ایستادہ ہو گئے امیر بادشاہ کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے قلعہ عجیب طرح کا آراستہ دیکھا کہ برج، کنگرہ، ہر جانب کی فصیل کا بحکم خندق پر آب و خاک ریز و سنگ اندر تیار شہر میں باغات و قصر ایوان کو شکست و بت خانے و خانقاہ مدرسے ہر جگہ پر مفید ایک لطف معلوم ہوتا۔ شہر نہایت آراستہ و پیراستہ زیب دہندہ و زینت بخش ہر چہار طرف اور ہر ایک آراستہ امیر نے جو یہاں کی رعیت کے اقربا حشام کی قید سے چھڑا کر بھیجے تھے۔ ہر ایک نے جشن کی تیاری کی تمام میں غلغلہ خوشی کا ہوا۔ دوکانداروں نے اپنی اپنی دوکان کو بادے اور زر بفت سے منڈھا اور پوشاک نفیس پہن کر ہر ایک شخص اپنی اپنی دوکان میں امیر کے دیکھنے کے اشتیاق میں بیٹھا اور ہر کوچہ میں باندار مخمل اور کمخواب کا بچھا ہوا جواہرات کا بازار میں ڈھیر لگا دیا۔ شہر میں ایک عید کا مجمع تھا۔ تماشہ کنان خلعت سماوی کی کیفیت سے خوش تھی کہ امیر رکاب بر کاب بادشاہ کے سیاہ قیطاس میں سوار آئے ہر ایک خورد و کلاں امیر کو دعا دینے لگا۔ حتی کہ بادشاہ ہفت کشور بارگاہ جمشیدی کے دروازے پہ پہنچے اور گھوڑوں سے اتر کر اندر داخل ہوئے بادشاہ نے فرمایا کہ امرائے اہل اسلام داہنے ہاتھ بیٹھیں اور شہزادہ ہرمز کے زیر دست عمرو کو جگہ دو عمرو کرسی مرصع پر تکیہ لگا کر بیٹھا۔ بزرجمہر کے پہلو میں تمام حکیم بیٹھے تھے۔ سردار کفا شاہ کے دست چپ تھے۔ بادشاہ نے امیر کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے لائق مکان دیکھو اور جہاں جی چاہے وہاں بیٹھو۔ امیر نے دل میں کہا کہ ایسی جگہ بیٹھے جہاں کوئی دعویٰ ہمسری نہ کرے۔

بادشاہ کے برابر ایک صندلی جواہر نگار بچھی تھی کہ وہ رستم کی مشہور تھی۔ امیر اسی پر بیٹھے اور شاہ کو نہایت تعظیم سے مجرا کیا۔ لیکن امیر نے اس کا غاشیہ اٹھا کر قدم رکھا تو سامیوں نے فغان پیدا کیا حمزہ کا یہ رتبہ نہیں جو رستم کی کرسی پر بیٹھے لیکن روز اول تھا۔ اس لیے چپ رہے کہ مہمان سے ابھی سے پرسش کرنی ٹھیک نہیں بادشاہ اس کے واسطے کوئی اور جگہ مقرر کریں گے۔

اسی خیال میں تھے کہ بادشاہ نے کئی خوان زر سرخ و سفید منگوا کر امیر کے سر پر نثار کیے۔ امیر نے جو تحفہ شاہ کی خاطر منگوایا تھا گذارہ۔ بعدہ شاہ نے شربت طلب کیا۔ جوانان خوبصورت خوش الحان و شیریں تراز جام شربت ہونے لگے یاروں کو دست بستہ دیتے جب شاہ امیر معہ امراء شربت پی چکے تو خوان ساز جواہر نگار خوان لے کر حاضر ہوئے ہر قسم کی نعمت جو عالم میں تھی۔ لا کر چنی۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی اور ہاتھ صاف کر چکے تو آپس میں خوش طبعی کرنے لگے اور رمز و رموز ہوتے رہے اور ساقیان یمن ساق بعد طروق مجلس میں حاضر ہوئے اور دور شربت کا گردش

میں آیا۔ مطربان خوش الحان جہاں تک تھے حاضر ہوئے اور صدائے ساز و آواز کی بلند ہوئی۔ عیش و نسیم سے اس گلشن محفل میں غنچہ دل کا ہر ایک شگفتہ ہوا اس وقت شاہ نے عمرو کو از راہ سرفرازی فرمایا ہم کو تمہارے گانے کا اشتیاق ہے تم گاؤ۔

عمرو نے حضرت داؤد علیہ السلام کا دوتارا لے کر بجانا شروع کیا اور کئی شعر ایسے گائے کہ ہر طرف آواز واہ واہ کی پیدا ہوئی۔ بادشاہ نے اس وقت قصد کیا کہ انگشتری زر ہاتھ سے نکال کر عمرو کو دے دے دیکھا تو انگلی میں انگوٹھی نہیں کہا تلاش کرو کس نے لی ہے۔ عمرو نے کہا وائے خلوتیوں کے کوئی باہر سے نہیں آیا۔ حکم ہو تو ان کی تلاشی لوں۔ کہا لو۔ تو عمرو پکار کہنے لگا کہ یارو جس نے انگوٹھی پائی ہو دے دے۔ کیونکہ شاہ ہرگز کچھ نہیں فرمائیں گے میں گنا۔ معاف کرادوں گا۔

یہ سن کر لوگ ڈھونڈنے لگے اور ہر انسان کہتا کہ الحمد اللہ ہم بھی باہر نہیں گئے بادشاہ نے فرمایا۔ مردان اسلام میں سے کسی نے نہیں لی۔ ہمارے ہی آدمیوں کو دیکھو۔ شاہ کے حکم سے جلسہ کے ایک ایک آدمی کو دیکھ چکے تو کسی سے نہ ملی۔ پھر حکیم بزرجمہر کو حکم دیا کہ تمام حکما اور علماء کی تلاشی تو خواجہ ہر ایک کی جیب اور کمر دیکھنے لگے۔ جب بختک کے پاس پہنچے تو حاتم اس کی جیب سے نکلی۔ شاہ نے فرمایا کہ وزیر ہو کر نیت چوری کی رکھتا ہے اس کو ہدایت کرو کہ پھر ایسی حرکت نہ کرے۔

امیر نے بادشاہ کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اس پر غصہ نہ فرمایئے یہ بے گناہ ہے یہ خوش طبعی عمرو کی ہے شاہ نے اس کو معاف کیا اور عمرو کی چابکدستی دیکھ کر حیران ہو گئے اور انگشتری عمرو کو بخشی او امیر کو سروپا مرصع اور اہل اسلام کو خلعت جواہر نگار بھی عنایت فرمایا اور امیر کو کہا کہ ہر روز دربار میں معہ رفقا تشریف لایا کرو۔ تو امیر رخصت ہو کر تل شاد کی طرف گئے اس روز بختک نے ایک رقعہ عمرو کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:-

اے بابا روندگان میں تم سے التماس رکھتا ہوں کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کیجئے گا۔ کیونکہ میں ساسانیوں میں نام رکھتا ہوں۔ یہ ظرافت میرے لیے سبکی رکھتی ہے۔ پانچ سو تمن میں نے آپ کی خاطر بھیجے ہیں۔ قبول کیجئے اور پانچ سو تمن کا خط اپنے پاس رکھیئے چند روز کے بعد یہ بھی حاضر کروں گا۔

عمرو نے وہ خط لے کر پڑھا تو نہایت خوش ہوا اور دل میں کہا یہ فال مبارک ہے پہلے روز مال دکھائی دیا کہ ہمیشہ اسی طرح دستیاب رہے اس کا جواب لکھا اور معذرت کی۔ اس کے دوسرے روز امیر معہ امراء بامدار بارگاہ خسروی میں گئے اور بادشاہ کو مجرا کر کے رستم کی صندلی پر بیٹھے۔ اس روز بادشاہ نے مہربانی فرمائی اور ساسانی اور گیا مرسی قوم کے لوگ اور اکثر حکیم، وزیر ندیم جو کافر تھے۔ انہوں نے امیر کی دشمنی پر کمر باندھی۔ فتنہ و فساد کے تجسس میں رہنے لگے کہ کوئی بات ایسی پیدا کریں کہ اس کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیں کہ ایک روز فولاد بن گستم بارگاہ کے دروازے سے اندر آیا۔ قدر مینار کے برابر مرصع پوش زردہ سے دامن کو گردانے ہوئے دست پر قبضہ سرخ چہرہ بنائے سامنے بادشاہ کے آ کر مجرا کیا بارگاہ حضور میں جس قدر سردار کفار و امرائے نامدار موجود تھے۔ واسطے تعظیم کھڑے ہوئے اور وہ ایک فولادی زیردست پر شہزادہ ہرمز تاجدار کے برابر بیٹھا اور بچشم غضب امیر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے ابوالعلی بادشاہ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ تم میرے باپ کے دنگل پر بیٹھے۔ کیا ارادہ رکھتے ہو اور نوشیرواں سے کہا۔ یہی چاہتے تھے کہ اس لڑائی پر بھیجا تھا۔ خود دشمن کو زیر کر کے لے آتا ہے اور اس کے آنے تک صبر نہ کیا اور میرے باپ کی جگہ ایک رئیس زادے کو دی۔ غرض بادشاہ سے ایسی باتیں کیں کہ امیر سے نہ رہا گیا تو شاہ سے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اس کا نام فولاد بن گستم ہے اور بہرام گرد خان شہزادہ چین نے مجھ سے سرکشی کی تھی۔ تو میں نے اس کے باپ کو مقابلہ کے لیے بھیجا ہے شاید وہ اسے لے کر بارہ روز

میں پہنچے اور وہ اسی کرسی پر بیٹھتا تھا کہ جس پر تم بیٹھتے ہو اور وہ میری فوج کا سپہ سالار ہے اور بہادری میں لاثانی ہے۔اس خاطر اس کو یہ کرسی دی تھی۔اب یہ کہتا ہے کہ میرے باپ کی جگہ یہ کون بیٹھا ہے۔

امیر نے یہ بات سنی تو کہا کہ میرا بھی یہی مقصد تھا کہ مجھ سے زور آوری کا امتحان کرے اس کے باپ کو کب یہ طاقت ہے کہ میرے سامنے شجاعت کی ڈینگ مارے زور آوری سے آنکھ ملائے فولاد کا تمام بدن کانپ اٹھا کہا اے امیر بادشاہ کے پاس بیٹھ کر لاف زنی کرنی اچھی نہیں اگر منظور ہو تو آؤ پنجہ کریں۔اس میں زور معلوم ہو جائے گا۔امیر نے کہا آؤ بسم اللہ وہ اٹھ کر امیر کے پاس آ کر اپنے پنجہ کو امیر کی طرف بڑھایا امیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خنجر ہاتھ سے نکال اپنی طرف کھینچا اور دوزانو بیٹھ گیا۔

ہرمز تاجدار نے اس کو امیر کے ہاتھ سے چھڑایا اور اس سے کہا کہ تم بادشاہ کی محفل میں بے ادبی کرتے ہو کہ یہ محفل برہم ہو۔بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا تو دشمنوں کے دلوں میں امیر کی نسبت اور زیادہ بغض ہو گیا۔جب دربار برخاست ہوا۔تو امیر سوار ہو کر بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر روز اپنے دستور کے مطابق حضور میں آیا کرتے بعد کئی روز کے حضور میں خبر آئی کہ گستم بہرام گرد خاقان چین کو معہ اس کے چار ہزار ڈبک لے اپنے ہمراہ لایا ہے اور مدائن سے کئی کوس پر اس کا لشکر اترا ہے اور حضور کے فرمان کا منتظر ہے کہ جب ارشاد ہو شہر میں داخل ہو بادشاہ فرمانا چاہتے ہیں کہ خواجہ گذرالدین ملک بخت نے اٹھ کر بادشاہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ وہ خدمت گذار خداوند کے حکم سے بڑا کام کر کے آیا ہے۔اگر شاہ کے نور اقبال کا اثر اس پر پڑے تو کچھ عیب نہیں کہ آپ کے قطرہ زلال سے اس تشنہ بادیہ گردانی کا لب تر ہو کہ اقبال تمام قوم میں ہو کہ آپ سوار ہو کر کئی قدم شہر کے باہر جائیں اور استقبال کر کے لائیں کہ تمام ساسانی اس شفقت کے امیدوار ہیں۔

بادشاہ نے امیر کے پاس آدمی کو بھیجا کہ ہم گستم کو لینے جاتے ہیں تم بھی جلد آؤ سواری یہاں کھڑی ہے جب مقراض باد نے گریبان گرد چاک کیا تو اس پر کار حکم اور نور شہزادسوار کا اظہار ہوا۔افواج کیانی آگے علم گرگ پیکر کے نیچے گستم بن اشک زدہ وجوش زرین نقش پہنے ہوئے گرگدن سوار دکھائی دیا وہ بہرام کو پکڑ لایا تھا۔مونچھوں کو تاؤ دیتا چلا آتا تھا۔کہ گویا تمام عالم اس کا زیر باد ہے۔نزدیک آ کر شاہ سے ملازمت حاصل کی اور زمین خدمت کی چومی اور تمام ساسانی خورد بزرگ سے ملاقات کی۔اس کے آنے سے تمام کفار کو شادمانی ہوئی سب نے سجدہ شکر کا کیا بادشاہ نے مجرا کیا۔فرمایا کہ تم گستم سے ملو۔امیر گستم سے ملاقات کرنے چلے۔بختک بھی جا کر ملا۔لیکن جب گستم سے ملاقات کر چکا تو پیچھے پیچھے سواری کے عنان لیے ہوئے آہستہ آہستہ تمام سرداروں کے ہمراہ چلا۔ بختک نے اس سے باتیں شروع کیں اور ہم زبانی میں آیا اور شکوہ صاحبقران کا کرنے لگا اور اس کو امیر سے لڑائی کا شوق دلایا اور کہا کہ حمزہ کی بے ادبیاں کہاں تک بیان کروں کہ تمہاری جگہ پر بیٹھا ہے اور تمہاری ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو سرداران گرد جہان شمار کرتا ہے اور بیٹے فولاد کو سر دربار حضور مستعد بہ جنگ ہو کر از روئے فاش پنجہ کیا اور اس کو شاہ کی تمام مجلس میں شرمندہ کیا۔

گستم اس بات کو سن کر آتش غضب سے کباب ہو کر سوختہ ہوا اور کہنے لگا کہ خاطر جمع رکھیں میں اب آیا ہوں ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے گا کس کا مقدور ہے جو میری کرسی پر بیٹھے۔یہ دونوں اس گفتگو میں تھے کہ سواری کی علامت معلوم ہوئی تو بختک نے کہا اے پہلوان! وہ عرب یہی ہے جو تیری ملاقات کو آتا ہے ایسا معانقہ جسمانی زور سے کرنا

کہ حمزہ کے تمام اعضاء نرم ہو جائیں۔ آج پہلے ہی روز اگر قوت دیکھے گا تو تمام عمر یاد رکھے گا۔ گستم نے کہا خاطر جمع رکھ یہی کروں گا کہ جس وقت امیر حمزہ نزدیک آئے تو گستم جلا ہوا بے اختیار گھوڑے سے اتر کر زمین پر کھڑا ہوا اور تعظیم کے صاحبقران کی چلا۔ اس کو پیادہ دیکھ کر امیر بھی مرکب سے نیچے اترے اور باہم اظہار محبت کر کے بغل گیر ہوئے۔ گستم نے امیر کو چھاتی سے لگایا اور زور کرنا شروع کیا اور کہا اے ابوالعلی مجھ کو تمہاری ملاقات کا بہت اشتیاق تھا امیر نے کہا کہ یہ زور پیار کا نظر نہیں آتا۔ طاقت کا امتحان کرتا ہے۔ اپنے تئیں ہوشیار رکھا۔ غرضیکہ جہاں تک اس میں زور تھا سب کیا اور دل میں کہا کہ اس کا کام تمام کر چکا۔ مگر امیر نے پھر بھی خیال نہ کیا اور کہا اے جوان! کیا کہوں کہ مجھے کس قدر تیرے ملنے کی آرزو تھی کہ کون سا روز ہوگا جو ہم آغوش ہوں گے۔ آج مدت کے بعد دل کی تمنا حاصل ہوئی اور اسے بغل میں لیا اور ایسا دبایا کہ وہ تاب نہ لا سکا اور شرمندہ ہو کر دل میں کہا لعنت ہے بختک کی دو پشت پر کہ یہ خجالت میں نے اس کی وجہ سے پائی۔ آنکھیں نیچی کر کے آہستہ سے امیر کے کان میں کہا کہ امیر تم واقعی جوانمرد ہو میں التماس کرتا ہوں کہ یہ واقعہ کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ہماری تمہاری شرط رہی امیر نے قبول کیا اور اس سے ہاتھ اٹھایا اور گستم مدائن کو روانہ ہوا اور امیر نے عمرو سے کہا جی میں آتا ہے کہ ذرا اس میدان میں سیر کریں۔ پھر واپس آ جائیں۔

جب امیر کی سواری آگے بڑھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تابوت کا صندوق ایک اعرابی کے سر پر زنجیروں سے بندھا ہوا ہے اور تابوت کا منہ بند ہے اور چار ہزار سوار ہر ایک طوق و زنجیر کیے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اس پر امیر نے سیاہ قیطاس کو آگے بڑھایا اور لوگوں سے پوچھا یہ کس کا ہے کہا اس کا نام گرد خاقان ہے کہ گستم پہلوان اس کو چین سے گرفتار کر کے لایا ہے اور اس تابوت میں بہرام ہے۔ امیر نے کہا جس کو بہادری سے زیر کرتے ہو۔ اس کو اس طرح ذلیل نہیں کرتے یہ کہہ کر تابوت کے برابر آئے اور اس کے منہ کو کھولا اور دیکھا تو ایک جوانمرد آزاد کو طوق و زنجیر کیا ہوا ہے اور اندھیرے میں مارے بھوک کے بے ہوش ہے امیر نے تھوڑا سا گلاب منگوا کر اس کے منہ پر چھڑکا اور اس کے حلق میں پانی ٹپکایا تب جوان نے آنکھیں کھول دیں اور کہا اے نیک مرد! تو کون ہے کہ اس وقت تو نے مجھے زندہ کیا اور میری زندگی کا موجب ہے۔ چار مہینے ہوئے میں نے پانی کی صورت تک نہیں دیکھی اور کبھی دی تو بے ہوشی کی دوائی دی۔

امیر نے پوچھا کہ تجھ کو گستم نے کس طرح زیر کیا اور تابع کیا کہا چار سال تک یہ میری خدمت میں حاضر رہا ناگہان ایک دن میں شکار کو گیا تھا۔ تو ایک شکار کے پیچھے اپنی فوج سے تفادت ہوا اور یہ میرے ہمراہ تھا۔ میں نے پیاسا ہو کر اس سے پانی مانگا تو اس نے پانی میں دارو بے ہوشی کا ملا دیا تو میں وہ پانی پی کر بے ہوش ہو گیا۔ پس یہ اس طرح سے مجھے پکڑ کر لایا ہے امیر کو اس پر رحم آیا اس قید سے رہائی دلوائی اور اس کے آدمیوں کو بھی رہائی دلوائی اور بہرام کو سوار کر کے اپنے لشکر میں لے گئے۔

جب یہ خبر گستم کو ہوئی تو وہ سنتے ہی مارے غصے کے آگ بگولا ہو گیا یہ حال بادشاہ سے کہا تو شاہ خفا ہوا اور کہا کہ حمزہ نے یہ قصور کیا ہے امیر کو اسی وقت طلب کیا۔ عیاروں نے امیر کو خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو بلایا ہے۔ امیر سوار ہو کر شاہ کی خدمت میں آئے اور پایہ تخت کو بوسہ دیا۔ شاہ نے فرمایا کہ اے ابوالعلی تم نے میرے دشمن بہرام کو رہا کیا۔ اب وہ کیسے گرفتار ہوگا۔ امیر نے کہا بندہ کی غیرت قبول نہیں کرتی کہ ایک شخص کو نامردی سے پکڑ کر اس طرح طوق و زنجیر کیجئے کہ تمام دنیا کے لوگ ہر شہر میں محافل و مجالس کے اندر کیا کہیں گے اور آپ کے واسطے بدنامی ہے تواریخ اور تذکروں میں یہ لکھا جائے گا کہ نوشیرواں نامرد تھا۔ اس کے وقت اکثر بہادروں کو نامردی سے گرفتار کرتے ہیں۔ کام ایسا کیجئے کہ

بدنامی نہ ہو نیک نامی رہے۔ بہرام کہاں کا رستم زمانہ ہے کہ اس کو زیر نہ کر سکے گا۔ فرمایا اس بلاؤ۔ اسے امیر ساتھ لے گئے تھے حضور میں حاضر کیا بادشاہ اس کی طرف مخاطب ہوا اور فرمایا کہ اے بہرام گستم نے تجھ کو مردی سے زیر کیا یا نا مردی سے۔ کہا اے شہریار باوجود اس کے کہ میں چار ماہ سے قید کی شدت اور بے آب وطعام سختی بھوک سے ایسا ناتواں اور نحیف ہوا ہوں کہ قریب المرگ ہوں اور گستم کو کہیے کہ تلوار کھینچ کر میری طرف آئے ذرا دریغ نہ کرے اگر میں اس کی تلوار نہ لے لوں تو گنہگار ہوں اس وقت فرمایئے کہ میرا تن سر سے جدا کریں تا کہ شاہ ہفت کشور کے روبرو پھر کوئی جھوٹ نہ بولے گستم بھی اسی وقت معہ ساسانیوں کے وہاں کھڑا تھا۔ اتنی جرات نہ ہوئی کہ اس کو جواب دے روبرو بادشاہ کے بہت شرمندہ ہوا۔

بادشاہ نے فرمایا۔ امیر تم بہرام سے لڑو گے جواب دیا۔ جس وقت فرمائیں بہرام سے پوچھا تو امیر سے زور آزمائی کرے گا عرض کی اسی دم حاضر ہوں بندہ بھی یہی امید رکھتا ہے کہ شہریار بھی میری دلاوری کا امتحان لیں اور دیکھیں کہ بہادروں میں ہوں۔ امیر نے شاہ سے کہا کہ ابھی قید سے آیا ہے چالیس روز تک دولت خداوند سے ناز ونعمت میں رہے کہ توانا ہو۔ پھر قبلہ عالم کے سامنے بندے کے پاس آکر زور آزمائی کرے۔

بادشاہ کو یہ بات پسند آئی۔ امیر و بہرام کو خلعت عنایت فرمایا اور کہا اے امیر تم ہی اسے اپنے پاس رکھو بعد چالیس روز کے اس کو ہمراہ لے کر اپنے لشکر کی طرف تل شاد کام روانہ ہوئے۔ کل رات کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ صاحبقران بہرام کو اپنے مقام پر گئے تو اکتالیس دن بعد امیر بہرام کو سوار کرا کے اپنے ہمراہ شاہ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ اب بہرام حاضر ہے اور اپنی قوت اصلی پر ہے بندے کو لڑایئے۔

نوشیرواں ملک الاول نے بہرام سے پوچھا تو اس کو مستعد پایا۔ فرمایا بہت بہتر ہے۔ ہم بھی تماشہ دیکھیں گے۔ بارگاہ خسروی میں زمین کو ہموار کر لوگوں نے اسی دم اکھاڑہ تیار کیا سردار بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امیر اور بہرام نے سلاح اور لباس اپنے اپنے بدن سے اتار کر شیر کی کھال کے جانگیے پہنے اور اوپر لنگوٹ کھینچے اور کمر میں سونے کی زنجیر لپیٹ کر پوسٹ پلنگ کے ٹوپ سر پر رکھے اور خم ٹھونک کر دونوں جوان مثل رستم بن زال اور سال بن نعمان جو اس میں مکمل تھے اور جنگ کشتی میں آئے مکد بہ مکد بسینہ مشت مشت لڑنے لگے ان کو ظفر تھی نہ ان کو خطرہ کبھی بہرام امیر کے دونوں بازو پکڑ کر سینہ میں اڑتا دس بارہ قدم دوڑ کر پیچھے لے جاتا اور کبھی اسی طرح امیر بہرام کی تین کشتی ہوئی گھڑی دن باقی رہا کہ امیر نے بہرام کا کمر بند پکڑ کر مثل رعد نعرہ اللہ اکبر کا کیا اور اس کو زمین سے اکھاڑ کر سر سے بلند کیا۔ بہرام نے آواز دی کہ میں نے معلوم کیا تم مردان عالم ہو بہادروں کو اسی طرح زیر کرتے ہیں۔ امیر نے اسے زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ اے بہرام بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہا کر اس نے قبول نہ کیا اور کہا میں نوکر ہوں آپ کا، شاہ سے میرا کچھ تعلق نہیں اگر آپ فرمادیں تو ابھی اپنا سر کاٹ کر رکھ دوں۔ دوسرے کی اطاعت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔

نوشیرواں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں غرض تو اس کی تابعداری سے ہے اگر تمہارا ملازم رہا۔ جب بھی میرا ملازم ہی ہے۔ امیر اور بہرام کو پھر درباری خلعت دیئے اور سرفرازی فرمائی۔ تب امیر اور بہرام کو لے کر تل شاد کام اپنے لشکر میں لے گئے اور اس کو اپنا برادر خواندہ کیا۔ خیمہ وخوابگاہ دسراپردہ فراش خانہ اور نواز خانہ مطبخ وطویلہ خانہ اس کے واسطے جدا ہو گیا اور چالیس گھوڑے ونقرہ ساز سے سات قطار اونٹوں کی بار برداری اور چالیس دینار زر سرخ وسفید کے اور کچھ خراج ملک یمن کا معہ حشام بہرام کو عنایت فرمایا اور جو احوال گذرا تھا قلم بند کر کے عمرو عیار پیک نامدار کے ساتھ مکہ

معظمہ کو خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا لیکن یہاں تمام ساسانی معہ بختک گستم کے گھر میں آئے اور کہا کہ ہماری قوم میں تم سردار خوش نما کچھ اسباب کی فکر نہیں کرتے کہ اس عرب زادے کے عہدے سے کوئی نہیں آیا۔ بادشاہ کے روبرو روز بروز قوت میں کوئی ایسا نہیں آئے گا۔ کہا خاطر جمع رکھو میں کسی طرح سے دو چار روز میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اسی رات کو صبح کو سوار ہوا اور امیر کے جلوخانہ میں گیا۔ جب امیر کو خبر ہوئی تو اس نے اندر بلا لیا گستم نے سلام کیا اور اظہار دوستی کے لئے باہم سوار ہو کر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور رخصت کے وقت امیر کو پھر ان کے لشکر میں پہنچا دیا۔ القصہ ایسی خوشامد کرنی شروع کی امیر کو اس کا اعتبار کلی ہوا۔ جی میں کہا۔ اس سے بہتر مدائن میں تیرا کوئی دوست نہیں ایک روز گستم سے کہا۔ اے پہلوان ایسا فرصت کا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ کیونکہ عمرو عیار یہاں نہیں ہے۔ اب حمزہ کا کام تمام کرو۔ گستم کو بختک کی بات پسند آئی۔ وہاں سے امیر کی خدمت میں آیا اور کہا اے امیر! میں آرزو رکھتا ہوں کہ خاک سے اٹھا کر افلاک عزت پر بٹھلایا کہ تمام دوست و دشمن جانیں کہ حمزہ کی دوستی ہے۔ امیدوار ہوں کہ میری دعوت قبول ہو اور قدم رنجہ فرما کر میرے یہاں ایک چہ آش کا نوش جان فرمائیے۔ فرمایا کہاں؟ کہا ایک میرا باغ شہر کے باہر دو کوس پر ہے کہ ہر قسم کے میوہ دار درخت اس میں لگائے گئے ہیں۔ یہ تین روز کی سیر کر کے پھر تشریف لائیے گا۔ امیر نے قبول کیا اور یہ بات مقرر تھی کہ بادشاہ ایک ہفتہ عدل و انصاف میں رہتے تھے اور ایک ہفتہ شبستان حرم ناز نینان و ماہر دیان سے صحبت عیش و نشاط کی رکھتے تھے۔ جب باری عیش کی آئی تو گستم امیر کے ساتھ روانہ ہوئے جب امیر باغ میں گئے اور فرش شہانہ بچھا تھا اس میں امیر صحبت نشاط میں بیٹھے۔ گستم نے میوے تر و خشک لا کر روبرو رکھے اور بہت سا تحفہ پیش کیا اور مانند نوکروں کے کمر باندھ کر خدمت میں رہا۔ جب شراب کے دس دور چلے۔ جب ایک پیالہ آپ پیتا اور خدمت میں رہنے کے بہانے سے ٹالتا۔ ہر گھڑی امیر مستورات اور مشروبات کی تکلیف کرتا لیکن باغ میں داخل ہونے سے پہلے چار سو جوان جنگ آزما مسلح و مکمل باغ میں ایک طرف بٹھلا رکھے تھے اور ان سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت میں دستک دوں تو تم سب آ کر حمزہ کو معہ رفیقوں کے مار لیتا۔ لیکن امیر نامدار نے اپنے یاروں میں بیٹھے شراب پینے میں تمام دن گزارا اور دو پہر رات کا وقت آیا اور نشہ سے ہر ایک کی آنکھیں بند ہونے لگیں پر مقبل وفادار نے اپنے کو بہت ہوشیار رکھا اور شراب کم پی اور امیر کی نگہبانی میں بیٹھا ہوا کیفیت یاران مجلس دیکھ رہا ہے تیسرے پہر گستم نام، کیش حیلہ انداز نے امیر صاحبقران کو معہ ان کے یاروں کے مدہوش دیکھا تو بارہ دری کا غلام گردش میں آ کر دستک دینے لگا گستم ملعون کی آواز جونہی سلاح پوش جوان کے کان پہنچی تو چار سو جوان باہر نکلے۔ گستم ان کے ہمراہ تلوار نکال کر امیر پر لگانے لگا۔ بہرام نے جو یہ دیکھا تو نشہ کی حالت میں اپنے آپ کو امیر پر ڈال دیا اور اپنے سر کو سپر بنایا۔ گستم کی وہ تلوار بہرام کے پیٹ میں لگی اور بائیں پہلو سے لے کر دائیں پہلو تک برابر زخم کاری ہوا اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔

مقبل وفادار نے جب یہ دیکھا تو بے اختیار تیر مارنے لگا۔ گستم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ حمزہ کو مار چکا ہوں۔ باہر نکل کر چل دیا مقبل نے اس کے ساتھ کے سو آدمی تیروں سے مار ڈالے۔ گستم ناچار تین سو جوان لے کر باغ سے باہر ہو کر بھاگا۔ جب امیر کا نشہ اتر گیا تو مجلس کی عجیب حالت دیکھی کہ بہرام کا پیٹ پھٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر امیر رو دیئے۔

امیر کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی کہ گستم نے امیر کو مار دیا تو لشکر اسلام کے امراء سر پر خاک ڈالے ہوئے فریاد کناں اس باغ کی طرف دوڑے اور مدائن میں شور بڑا جس نے خبر سنی افسوس کیا اور دربار کے وقت بادشاہ کو

یہ خبر ہوئی کہ گستم نے رات کو اس طرح دغا سے مار ڈالا۔ یہ واردات سنتے ہی شاہ کی آنکھیں تر ہو گئیں حرمزتا جدار اور بزر جمہر کو معہ بختک کے بھیجا کہ حمزہ کی خبر لو اور ایک پہلوان القمہ ساطور دست نامی کو تین ہزار سمیت گستم کے پیچھے روانہ کیا کہ وہ جہاں ہو پکڑ لاؤ میں اس کا عوض لوں گا۔ لیکن گستم نے جو یہ سنا کہ بادشاہ نے میرے پکڑنے کے لیے القمہ ساطردست کو بھیجا ہے بھاگا اور شہر کے باہر کی راہ لی۔

اب دو کلمہ امیر کے حال کے سن لیجئے۔ یہاں بختک و بزر جمہر و ہرمزتا جدار اور تمام سردار امیر کے پاس باغ کے دروازے پر جمع ہوئے اور اس حالت سے اندر گئے تو امیر کو سلامت پایا اور خدا کا شکر بجالائے اور جو حال رات کو گذرا امیر نے تمام بیان کیا اور بزر جمہر حکیم کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ بہرام کا علاج کریں دیر نہ کریں۔ تینوں کے ہاتھ سے اس نے زخم کاری کھایا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی جان کو خلل پہنچے اگر اس کو نقص پہنچا تو قسم ہے کہ ساسانی قوم میں ایک زندہ نہ چھوڑوں گا، یہ کہہ کر امیر کا رنگ مثل دانہ انار کے سرخ ہو گیا لیکن بزر جمہر اور تمام حکیم اس زخم کے علاج سے حیران تھے اور افسوس کر رہے تھے کہ قضائے گاڑی وقت بابائے روندگان عالم شعبدہ باز جہاں راہ واوازے سے آیا اور احوال مکہ کا امیر کو سنایا اور بہرام کا حال دیکھ کر آنسو بھر لایا اور بہرام کی الفت کے درد سے رو کر صاحبقران سے کہنے لگا۔ سلوک بندہ نوازی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اپنا زیر بنایا اور پھر اس کا یہ حال ہونے دیا۔ مروت سے بعید ہے، کہا اے عمرو وقت نصیحت کا نہیں اب بہرام کو بچانے کی فکر کرو نہیں تو اس کا آخری وقت ہے۔

عمر خواجہ بزر جمہر کی طرف مخاطب ہوا اور کہا آپ نے کیا جواب دیا۔ بزر جمہر نے فرمایا کہ زخم کاری لگا ہے اور انتڑیاں باہر نکل آئی ہیں اگر پیٹ میں جائیں تب سیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ انتڑیوں پر ہاتھ لگانے سے یہ مر جائے گا اور بغیر ہاتھ لگائے کام نہیں چلتا۔ عمرو بولا کہ اے خواجہ حکمت میں واقعی یوں ہے یہ کہہ کر کھڑا ہوا اور جھک کر دیکھا اور ایک استرا جیب میں سے نکالا اور تیز کر کے ہاتھ بہرام کے پیٹ کی طرف بڑھایا خواجہ نے جونہی یہ حرکت دیکھی تو پوچھا کہ کیا ارادہ ہے کہا ان انتڑیوں کو جو باہر ہیں ان کو ہاتھ کی صفائی سے کاٹ کر دور کرتا ہوں کہ زیادتی جاتی رہے اور زخم سیا جائے۔ پھر ٹانکے دے کر اچھا کر دوں گا۔ خواجہ حیران تھے کہ کیا کہتا ہے لیکن جو باتیں ہو رہی تھیں بہرام سنتا رہا۔

عمرو نے جو انتڑی کاٹنے کا نام لیا تو بہرام مارے ہول کے کانپ گیا اور دم کو اوپر کھینچا سانس کے اوپر کھینچنے سے انتڑی پیٹ میں گھس گئی تب عمرو نے خواجہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ آپ کا جو مقصد تھا سو ہوا اب آیئے اور ٹانکے دیجئے۔

خواجہ نے عمرو کی عقل پر آفرین کی اور سردار مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ بزر جمہر نے زخم سی کر شربت تیار کیا اور بہرام کو پلایا کہ جہاں تک خون فاسد ہے نکل جائے گا اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ کر یہیں رہنے دو۔ کہ حرکت کرنے سے ٹانکے ٹوٹ جائیں گے اور پھر نہ بچے گا۔ میں دونوں وقت یہیں آ کر علاج کروں گا۔ یہ کہہ کر بزر جمہر اور بختک دونوں معہ سرداران مدائن کو روانہ ہوئے۔ امیر، بہرام کو بہت عزیز جانتے تھے۔ اس واسطے اپنے تمام آدمیوں سمیت وہیں رہنا اختیار کیا۔ یہاں بزر جمہر اور بختک نے تمام حال بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اے خواجہ باغ داد جو قباد کا بنایا ہوا تھا اس شہر میں اس سے بہتر مکان اور نہیں ہے میرا ارادہ ہے کہ حمزہ کو وہاں بلا کر خاطر داری کروں اور تحفہ دوں کہ وہ کوفت اس کے دل سے جاتی رہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ یہ گمان کرے کہ ہماری شرارت سے یہ کام ہوا ہے۔ قسم ہے آتش کدہ نمرود کی کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں ہے بلکہ میں نے کئی سردار گستم کی تلاش میں بھیجے ہیں۔ تم حمزہ کو وہاں لاؤ اور صدقات امیر کی خدمت میں پیش کئے اور بادشاہ کی طرف سے خبر دی اور کہا شاہ نے فرمایا ہے کہ خدا نے

آپ کو اس موذی کے ہاتھ سے بچایا میں نے اس کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے ہیں جو حال بہرام کا ہوا ہے اس کا بھی یہی ہوگا۔ لیکن ہماری طرف سے بختک اور تمہاری طرف سے عمرو اس محفل میں نہ آئیں کہ یہ دونوں بانی فساد ہیں۔ امیر نے قبول کیا اور صدقہ جو بادشاہ نے بھیجا تھا فقیروں کو دیا۔ بزرجمہر نے جا کر بادشاہ سے عرض کی تو بادشاہ سوار ہو کر باغ داد میں گئے۔ امیر کو طلب کیا۔ صاحبقران، پہلوان عادی اور مقبل کو ہمراہ لے کر باغ میں آئے اور باغ کو عجیب طرح کا آراستہ دیکھا کہ اس کے طول اور عرض چار چار فرسنگ اور ہر فرسنگ پر ایک ایک حوض بڑا خوش نما بنا ہوا تھا اور ہر طرف خیابان خوش نما اور سرو رعرب شمشاد وصلو بر صحن گلشن میں ہر جانب استادہ اور گلہائے رنگا رنگ عالم کو جس کے دیکھنے سے طبیعت کو بے اختیار فرحت ہوا اور ہر درخت سے جلوہ فروشی ظاہر اور گل سے شکر طاؤسی نمایاں اور ہر قسم کا میوہ فصلی آویزاں تھا کہ اس باغ کے دیکھنے سے رشک کے باغ چمن فردوس بھی بوستان ارم کی آنکھوں میں حسرت ڈالتا تھا اور اس کے اندر عمارت استادان صنعت گو نے بنائی تھی چنانچہ کوشک منظر و قصور دلان و چار صفہ جہت و چہل ستون اور ہر ایک مکان روانہ و چوب شمشاد آبنوس و چنار و صندل اور عاج کیا ہوا اور طلائی نقرئی کام سے تیار اور ہر مکان میں خانم ہندی کی تھی اور جا بجا حوض مربع او ثمن خلائی و سنگ مرمر و طور خام کے ہمکتے سنگ بستم اور عقیق کے تھے امیر بادشاہ کی محفل میں حرمز تاجدار کے پہلو میں بیٹھے بزرجمہر اور بعض سردار بادشاہ کے داہنے ہاتھ اور امرا نامدار اور مقبل وفادار بائیں ہاتھ غرض سازندہ ہائے خواشگوار اور خواندہ ہائے خوش آوینہ حاضر ہوئے اور بزم گرم ہوئی۔

پہلے دن بادشاہ نے امیر کے لیے بارہ دری میں جشن رکھا۔ ساقیان ماہ رخسار شیشہ ہائے جگی اور پیالہ ہائے جواہر نگار ہاتھوں میں لے لے کر شراب ارغوانی پلانے لگے۔ غرض کہ بادشاہ ہروم اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر امیر کی خدمت کرتے تھے تمام دن عجیب طرح کا عالم رہا۔ جب شام ہونے کو آئی۔ تو اس وقت بادشاہ امیر کو ہمراہ لے کر معہ تمام سرداران اٹھے اور شام کے بعد ایک اور مکان میں بزم صحبت گرم رہی لیکن جب باغبان قدرت نے گل صد برگ خورشید آسمان کے چمن سیریں لگایا تو اسی صبح کو شیشہ ہائے خمار شکن آ کر حاضر ہوئے جب دو گھڑی دن چڑھا تو بادشاہ وہاں سے اٹھ کر ایک اور قصر میں جا بیٹھے اور پھر مجلس تازہ ہوئی۔ اب بابائے ہوشیار عمرو عیار کا حال سنئے جب دو دن گذرے اور عمرو نے امیر کو نہ دیکھا تو گھبرا کر گھر سے باہر نکلا اور باغداد کے دوراز ے پر آیا دیکھا تو عادی بیٹھا شراب پی رہا ہے اور طرح طرح کا کھانا لوگ اس کے آگے رکھ رہے ہیں اور وہ شکم سیری میں مشغول ہے اور نوکر اس کے پاس تیار کھڑے ہیں کسی سے معلوم کیا کہ امیر اور بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ عمرو اور بختک اندر نہ آنے پائیں۔ اس واسطے عادی کو بٹھلایا ہے۔ تو وہ اس کے پاس گیا اور سلام کر کے برابر ایک کرسی پر بیٹھا۔ معدی کرب نے تواضع کی عمرو شریک ہوا اور آہستہ آہستہ اس کے ساتھ کھانے لگا۔

جب عادی نے فراغت پا کر دستر خوان کو اٹھا کر ہاتھ دھوئے اور کرسی پر تکیہ لگا کر بیٹھا اور چقماق اپنی طرف دیکھ کر عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ خواجہ عمرو اس وقت آنا کیونکر ہوا؟ عمرو نے کہا تمہارے دیکھنے کو جی چاہتا ہے اس لیے آیا ہوں عادی خاموش رہا۔ جب لوگ کھانا کھانے لگے تو عمرو نے فرصت پا کر عادی سے آہستہ سے کہا کہ آج ہم نے بازار سے لعل مول لیا ہے آپ بھی دیکھیں کیسا ہے؟ کیا میں ٹھگا تو نہیں گیا۔

عادی اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ عمرو بھی تجھ کو صاحب قوت جانتا ہے جو لعل پرکھوانے آیا ہے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا عمرو نے ہاتھ جیب میں ڈالا اور دونوں مٹھیاں ریت سے بھر کر نکالیں۔ جیسے وہ دیکھتا تھا عمرو نے وہ خاک اس

کی آنکھوں میں ڈال دی کہ اس کے مغز کی راہ سے دھواں نکل گیا۔ دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو لپیٹ لیا اور کہا کہ عمرو تیرا برا ہو مجھے اندھا کیا آنکھیں ملنے لگا۔

عمرو جب باغ کے اندر پہنچ گیا تو لوگ اس کی حرکت سے واقف ہوئے اور پانی لے کر اس کی آنکھیں دھلائیں۔ جب آنکھیں درست ہوئیں تو پوچھا کہ عمرو کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ عادی نے کہا کہ شاید میرے ڈر سے بھاگ گیا اور اسی طرح بیٹھ کر نگہبانی کرنے لگا لیکن عمرو نے باغ میں داخل ہو کر دیکھا کہ جو تمام عمر نہ دیکھا تھا۔ چمن ہائے آراستہ اور گل ہائے نوخاستہ کا تماشا دیکھا۔ نزدیک اس کے پہنچا کہ جہاں شاہ اور امیر صحبت بزم میں محو تھے۔

عمر قصر کے اندر نہ گیا اور باہر اس کے قریب لب نہر ایک درخت عالی شان چنار کا تھا اس کی جڑ میں بیٹھ گیا اور دو تارا بجا کر آواز سے گانے لگا۔ چونکہ عمرو کا گانا سننے والوں کو فرحت بخشتا ہے۔ امیر کے کان میں جونہی اس کی آواز پہنچی تو مقبل کی طرف دیکھ کر کہا عمرو کی آواز آتی ہے۔ ہم نے عادی کو منع کر دیا تھا کہ وہ آنے نہ پائے پھر یہ کیونکر اندر آیا جاؤ جلدی اس کو بلا لاؤ۔

بادشاہ نے امیر کو برہم دیکھ کر فرمایا کہ عادی کو مت بلانا اس کا بلانا ضروری نہیں خیر ہم نے عمرو کی خطا معاف کی پروانچیوں کو حکم ہوا جاؤ عمرو کو لے آؤ۔ پروانچی گئے اور جا کر کہا خواجہ عمرو چلو تم کو حضور میں بلایا گیا ہے خواجہ بولے، میں بے ایرو بے آشنا اس کے گوشہ چمن میں تفریح کے واسطے بیٹھا ہوں۔ مجھ کو بادشاہ اور امیر کی صحبت سے کیا کام ہے۔ دوسرے اگر میں جاؤں اور امیر کی طرف سے کسی کے آئینہ دل پر غبار بیٹھے۔ مبادا وہ مجھے ایذا دے۔ اس واسطے تنہائی خوب ہے جس میں کسی سے کام نہیں رہتا۔ پروانچی نے ناچار ہو کر یہ عرض بادشاہ کی خدمت میں کی۔

بادشاہ یہ سن کر بے اختیار ہنسا اور تمام امراء لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جہاں عمرو تھا وہاں آئے۔ عمرو نے دیکھا کہ بادشاہ میری طرف آتا ہے فوراً امیر اور شاہ کا قدمبوس ہوا اور کہا کہ حضور کے اقبال سے توقع نہ تھی کہ اس خاطر زاد کو محفل تصور فرما میں سے فرمایا تو بھی اس محفل میں شریک ہو۔ یہ کہہ کر عمرو کا ہاتھ پکڑ لیا اور جدا مکان فیروز نگار کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بزم صحبت گرم ہوئی۔ بادشاہ نے عمرو کو فرمایا کہ تو ساقی ہو۔ عمرو آداب بجا لا کر شیشہ اور پیالہ ہاتھ میں لے کر بادشاہ کی مرضی کے مطابق ہر طرف دینے لگا۔ کبھی ساقی گری کرتا کبھی اشعار پڑھتا۔ کبھی ستار بجاتا تھا۔ عمرو کے آنے سے دو نارنگ ہو گیا اور بادشاہ کو کمال تفریح ہوئی اور رات گذری جب صبح ہونے لگی اور آسمان پر سفیدی دکھائی دی اور صحن گلشن میں مرغان چمن کی آواز پیدا ہوئی۔ عمرو نے اس وقت ہفت نیکوں کو نکال کر جوڑا بجانے لگا عمرو کا زمزمہ جو سنتا زار زار روتا۔ القصہ تیسرے روز بادشاہ نے ایک قصر زرنگار میں صحبت کی یہ مکان تمام خشت ہائے زرین طلائی سے بنا تھا اور جواہرات کی اس پر بیل تھی اور وہاں امیر کو بلایا اور اسباب جشن مہیا کیا۔

کل یہاں تک بیان کیا تھا کہ شاہ قصر نگار میں آئے لیکن جب تک میں پھر اس داستان پر آؤں اب دو کلمہ داستان بختک کی سنئے کہ بغداد میں عمرو کے جانے کی اس کو خبر ہوئی وہ سنتے ہی بے تاب ہو گیا۔ جی میں تصور کرنے لگا کہ وہ کس مکر سے اندر گیا تو بھی چل ایسا نہ ہو کہ عمرو کچھ فساد برپا کرے یہ خیال کر کے اٹھا کچھ تھان مخمل و کمخواب کے کئی کشتیوں پر لگا کے اپنے ساتھ لیے اور خچر پر سوار ہو کر باغ کی طرف چلا اور دروازے پر آیا۔ خچر سے اتر کر عادی کے پاس گیا اور اظہار دوستی کی۔ عادی نے تعظیم کر کے بٹھایا اور کہا آپ اس طرف کیوں تشریف لائے۔ بولا، یہ اسباب آپ کی خاطر ہے قبول کیجئے اور اندر جانے دیجئے اب بادشاہ کو آئے ہوئے کئی روز ہوئے آپ پر کچھ بات نہ آئے گی۔

عادی یہ سن کر نہایت برہم ہوا اور کہا اے بختک تو مجھے رشوتی جانتا ہے جو رشوت دکھلاتا ہے۔ قسم ہے امیر کے سر کی تجھے جانے نہ دوں گا جا میرے سامنے سے دور ہو ورنہ بے حرمت ہوگا۔ بختک نے ہر چند منت کی مگر عادی مخاطب نہ ہوا۔ تب ناچار ہو کر اٹھا اور اپنے گھر میں آ کر تگ و دو کرنے لگا۔ جب دن تمام ہوا اور رات ہوئی تو اپنے نوکروں کو غافل دیکھ کر ایک نمدا سر پر اٹھایا اور باغداد کی طرف چلا چوروں کی طرح چھپتا اور پاسبانوں سے بچتا درختوں کے سائے میں باغداد کی دیوار کے نیچے پہنچا اور کپڑے اتار کر ننگا ہوا اور کپڑوں کی گٹھری باندھ کر باغدادی دیوار کے آس پاس پھینکی۔ باغ میں جانے کی ایک راہ تھی۔ جس کو بادشاہ کے آنے کے سبب بند کر کے پانی جانے کی ضرورت کے مطابق راہ رکھی تھی۔ بختک اس راہ سے لمبا ہو کر گھسا۔

اب عمرو کا حال سنئے کہ پہلے اس کا ذکر کیا تھا کہ وہ زرنگار میں بادشاہ کو شراب پلاتا تھا۔ اس سے عمرو کے جی میں خیال گذرا کہ اسی طرح کستم نے امیر کی دعوت کی تھی۔ پس تجھ کو غافل رہنا اچھا نہیں۔ چل کر باہر کی بھی خبر لے کہ کون کس کام میں مشغول ہے اور عادی دروازے پر کیا کرتا ہے۔ یہ خیال کر کے اس قصر کے باہر آیا اور ہر طرف روشن بہ روشن چمن بہ چمن ہر ایک جانب خبر لیتا چلا اور دروازے پر جا کر عادی کو دیکھنے لگا۔ اس وقت عادی ذکر کر رہا تھا کہ بختک مجھے رشوت دینے آیا تھا کہ باغداد میں جائے پر اس کی دغا میں کب کھاتا ہوں۔ اس وقت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو بے حکم صاحبقران کے اندر جانا چاہیں۔ ان کو بھی جانا درکار نہ ہوگا۔ عمرو نے یہ باتیں سنیں اور دل میں کہا کہ آج بختک مقرر ہر طرح سے باغداد میں آئے گا لیکن دیکھئے کس راہ سے آتا ہے۔

یہ کہہ کر چاروں طرف پھرنے لگا کہ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ دیوار کے اس طرف سے ایک بقچہ آ پڑا۔ عمرو نے دوڑ کر اس کو اٹھایا اور کھول کر دیکھنے لگا تو اس میں بختک کی پوشاک ہے بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اس نے اپنا سامان تو ادھر سے پھینکا ہے اب دیکھئے آتا کس راہ سے ہے۔ دیکھا پانی کی بدرو سے ایک شخص نے سر نکالا۔ عمرو نے سمجھا مقرر یہی ہے اس کا علاج کیجئے کہ اس حرکت کی سزا پائے اور بقچہ کو چھپا کر رکھا اور وہاں سے چور کی طرح آتا ہے اور وہ بیل کندا اپنی گردن پر رکھ کر اور ساتھ چھ باغبان ہمراہ لے کر عمرو وہاں پہنچا جہاں ایک پیڑ کے نیچے ننگا کھڑا ہوا بختک کپڑے ڈھونڈھتا رہا تھا کہ عمرو کے اشارے سے باغبانوں نے اس کی مشکیں باندھیں اور بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ ہر چند وہ کہتا تھا میں بختک وزیر ہوں پر عمرو نے چلا کر باغبانوں سے کہا کہ جھوٹ بولتا ہے اور وزیر کا نام بدنام کرتا ہے اس وقت اس کا یہاں کیا کام ہے۔

اس نے جونہی عمرو کی آواز سنی تو سمجھ لیا کہ میرا سامان اس نے چھپایا ہے اور تیرے سر پر یہ وبال وہی لایا ہے۔ بزبان عیاری کہنے لگا۔ اے خواجہ عمرو کہ میں بختک ہوں اول باغ کے دروازے پر آیا تھا۔ عادی نے نہ آنے دیا۔ ناچار ہو کر اس راہ سے آیا ہوں۔ مجھ کو ان باغبانوں کے ہاتھ سے چھڑا تیرا ممنون رہوں گا اور حق ادا کروں گا۔ عمرو نے باغبانوں کی طرف دیکھ کر پکارا یارو تم نے غلطی کی یہ چور نہیں ہے واقعی وزیر ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اس وقت تو بے اجازت شاہ کے پاس برہنہ ہو کر یہاں کیوں آیا؟ ہم تم کو صبح بادشاہ کے حضور میں حاضر کریں گے۔ تب انہوں نے اس کو ایک درخت سے باندھ کر ڈال دیا۔ تب بختک نے کہا اے عمرو ان کے ہاتھ سے مخلصی اس طرح نہ ہوگی۔ تم میرے کپڑے دو تا کہ میں پہنوں عمرو نے کہا مجھے خبر نہیں کہ تمہارے کپڑے کس نے لیے لیکن اس کی خبر جا کر بادشاہ کو کرتا ہوں۔ بغیر ان کے فرمان کے تمہیں کوئی نہ چھوڑے گا۔ وہاں بادشاہ کی خدمت میں گیا اور تمام رات خدمت

گذاری میں مشغول رہا۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ اور امیر کو ورغلا کر چمنستان کی سیر کو چلے کہ جہاں بختک بندھا ہوا تھا لایا۔ باغبانوں نے بادشاہ کو دیکھ کر فریاد کرنی شروع کی کہ خداوند یہ رات کو چوروں کی طرح پانی کی راہ سے آیا اور ننگا مادر زاد تھا۔ ہم نے اس کو درخت کے ساتھ باندھا ہے۔ اب صبح کو دریافت ہوا کہ بختک ہے۔ شاہ کے ہمراہیوں نے جب دیکھا تو ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اس کی عجب شکل بنی ہوئی ہے کہ درخت سے مشکیں باندھی ہوئی ہیں اور مار کھائی اس سے تمام بدن کی چربی نکل پڑی ہے۔ سب نے مل کر اس کی حال پرسی کی اور اس کے ہاتھ کھلوا دیئے لیکن بادشاہ کو اس کی حرکت بری معلوم ہوئی اور فرمایا اس کو خوب مارو اور یہاں سے نکال دو۔ یہ دیکھ کر امیر نے شاہ سے عرض کی اور اس کی خطا معاف کرالی اور ہمراہ لے کر نوشیرواں کے ساتھ روشوں پر سیر کرتے ہوئے ایک طرف کو چلے۔ اس باغداد کے محل کی دیوار کی طرف ایک باغ ہشت بہشت کے درمیان ایک لاجوردی نہر بنی ہوئی جو ہر بہشت رکن میں گئی تھی اور مانند چشمہ کوثر کے معلوم ہوتی تھی اور قطعہ مکانات جدا طرح کا رنگ کیا ہوا اور ہر قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ شاہ و امیر معہ ہرمز تاجدار و بزرجمہر اس مکان میں داخل ہوئے عمرو نے بختک کو ظرافت سے اڑانا شروع کیا کہ میں اس کو مرد احمق جانتا ہوں کہ یہ کس تدبیر سے باغ کے اندر داخل ہوا۔ سب ہنسنے لگے۔ عمرو بادشاہ کو دعا دے کر کہنے لگا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے کہ امیر کے کہنے سے اس کی خطا معاف کی ورنہ یہ بے چارہ باغبانوں کی لاتوں سے مرجاتا اور بختک سے کہا اب تو یہ کہہ کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا۔ عمرو نے اس بے چارے کو مسخرہ بنایا تھا اور اس کی باتوں سے ہنستے تھے بادشاہ نے فرمایا عادی کو بلاؤ۔ اس سے پوچھیں اس کو کس نے آنے دیا؟

پروانچی گئے اور عادی کو بلا لائے۔ بادشاہ نے فرمایا اے عادی یہی مناسب ہے کہ ہم تم کو دروازے پر بٹھلائیں اور تم ایسے غافل ہو کہ بختک اور عمرو اندر آئیں اور تم کو خبر نہ ہو۔ عادی نے عرض کی کسی کو کیا مقدور ہے جو بغیر اجازت آپ کے یہاں اندر آسکے اگر پرند ہو تو اس کے پر کتر ڈالوں۔ واقعی بختک غلام کے پاس آیا تھا اور اتنا اسباب رشوت کا دیتا تھا میں نے اسے اندر نہ آنے دیا وہ ناچار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ بادشاہ نے فرمایا دیکھو تو وہ سامنے کرسی پر کون بیٹھا ہے؟ عادی نے جو بختک کی صورت دیکھی تو آگ بگولا ہو گیا اور اس کا گریبان پکڑ کر کرسی سے کھینچا اور کہا او مکار حیلہ ذن سچ کہہ کہ کس راہ سے آیا نہیں تو بے حرمت کروں گا اور کھینچ کر مجلس سے باہر لے چلا تب تمام ہنسنے لگے۔

امیر نے فرمایا عادی دیوانہ ہوا ہے اس سے ہاتھ اٹھا۔ شاہ نے اس کی خطا معاف کی اور کہا کہ تو جا اور دروازے پر اپنے کام میں مشغول رہ۔ عادی نے اسے چھوڑ دیا اور اپنے کام پر جا بیٹھا۔ بادشاہ نے تمام روز باغ میں گزارا اور ارغوانی شراب کا جام گردش میں رہا۔ جب شام کا وقت آیا اور طاؤس جلوہ گر آفتاب مغرب میں گیا اور سرخاب خوشرام ماہ گرداب نیلگوں فلک سے نکلا تو مجلس میں شمع ہائے مومی کافوری قد آدم کے برابر روشن ہوئیں۔ تمام رات سازندوں اور خواندوں سے عجیب عالم رہا۔ عمرو ظرافت سے بادشاہ کی طبیعت خوش کرتا تھا۔ صبح مجلس یہاں سے برخاست ہوئی اور ایک مکان میں جا کر بیٹھے۔ جو چہل ستون کے نام سے مشہور تھا۔ امیر نے اس مکان میں بغور و تامل نظر کی صورت گروں نے اس میں کیا کیا ہنرمندی کی ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ اس کا ہر ستون سنگ مرمر کا تھا۔ ہر ستون کے اندر اوپر جانے کا راستہ رکھا تھا اور ہر ستون کا سر جواہر نگار بنا تھا اور اس کے اوپر جانے سے تمام شہر کی نمود ہوئی اور نیچے شہ نشین سنگ شب و عقیق اور بلور کے بنے ہوئے جن پر وہ ستون مثل جوانان سرو قد ایستادہ تھے۔ جن سے فوارے قسم قسم کے چھوٹتے اور شہ نشین کے روبرو حوض طرح بطرح کے آب خالص اور گلاب و بید مشک کے فوارے وہاں پر

نشست ہوئی جام شراب گردش میں آیا اور عیش ونشاط کا دروازہ کھلا اور القصہ شاہ وامیر کو ہر روز نئے مکان میں اور ہر شب شبستان میں لاتے تھے اور جہاں تک اس کی تیاری ہوئی تھی معہ فرش وفروش وجام وصراحی تک اٹھتے وقت امیر کو بخش دیتے تھے۔ پانچویں روز چہل ستون میں تھے۔ ان پانچوں دنوں میں بادشاہ نے ایک شب بھی خراب نہ کیا تھا۔ جب اس رات کو بادشاہ کو نیند کا غلبہ ہوا اور پلنگ پر لیٹے اور مجلس اسی طرح رہی اور جب بادشاہ کی آنکھ لگ گئی تو امیر پوشاک بدلنے کی خاطر مقبل کو ہمراہ لے کر غسل کرنے کے لیے نہر کی طرف سیر کرتے ہوئے اس باغ گوشہ میں پہنچے یہاں نہر کو نہایت لطیف بہتے دیکھا۔ جس کا پانی محل میں جاتا ہے یہ ایک جگہ امیر کو پسند آئی تو ایک درخت کے نیچے پوشاک اتار کر مقبل کو دی اور نہانے کو اس میں اترے اور بدن ملنے لگے۔

اس نہر کے قریب بادشاہ کی بیٹی مہر نگار کا محل تھا قضا ارادہ بھی اس روز ہوا کھانے کو اس قصر پر آئی اور دریچہ کھول کر ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کی نظر امیر پر پڑی۔ دیکھتے ہی تیر عشق کھا کر فریفتہ ہوئی اور دیوانہ وار ایسی ایک سرد آہ بھری قریب تھا کہ اس آہ کے ساتھ گر پڑتی۔ مگر تامل کیا اور جی میں کہنے لگی کہ تو دل کو ہاتھ سے دے چکی۔ اب دیکھئے اس کا انجام کیا ہو لیکن ایسا ہو کہ وہ بھی ایک نگاہ تجھ کو دیکھ لے۔

یہ خیال کر کے عنبر چہ گلے سے نکال کر امیر کی طرف پانی میں پھینکا امیر نے عنبر چہ کو دیکھ کر اس قصر کی طرف نگاہ کی اور مہر نگار کو دیکھ لیا بے اختیار ایک آہ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ مقبل نے جو امیر کی یہ حالت دیکھی تو پانی میں کود کر امیر کو سنبھالا۔ امیر نے اپنے آپ کو ہوش میں لا کر پانی سے نکالا اور نئی پوشاک پہنی اور بادشاہ زادی کی بھی یہی حالت تھی۔ لیکن امیر نا چار تھا کہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ امیر امراء کی صحبت میں جا بیٹھا ہر وقت آہ عاشقانہ بھرتے اور شعر امیر پڑھتے تھے، غرض ہزار تشویش سے دن کو گزارا۔ جب رات ہوئی تو گھڑیاں گننے لگے۔ ایک پہر گزرنے پر اس ماہ فلک کو دیکھنے کی دل میں سوچ کر یہ بات بادشاہ سے عرض کی۔

اگر ارشاد ہو تو یہ خانہ زاد ایک دو ساعت سو رہے۔ پھر ابھی حاضر ہوگا۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ امیر نے مقبل کو ہمراہ لیا اور اسی وقت قصر کی طرف روانہ ہوا نزدیک جا کر دیکھا کہ اوپر جانے کا کوئی ذریعہ معلوم نہیں ہوتا۔ جی میں کہا کس طرح جانا ہو۔ دیکھا تو برابر اس قصر کے ایک درخت عالیشان ہے۔ اس کی شاخیں بام مختصر پھیلی ہوئی ہیں۔ مقبل کو اس درخت کی جڑ میں کھڑا کیا اور آپ اس پر چڑھ کر قصر کے اوپر گئے اور چاروں طرف نگاہ کرنے لگے۔

مہر نگار کے محل میں امیر کا جانا

روایت ہے کہ صاحبقران اوپر گئے اور دور دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مہر نگار ایک جانب نشاط آراستہ اور اپنی ہم چشموں سے بادہ خواری میں مشغول ہے اور مہر نگار بہر معشوقاں ماہرویان کے درمیان مانند بہار بیٹھی ہے کہ اس کی تجلی سے وہ تمام مکان روشن ہے عجیب طرح کی نازنین دیکھی کہ حسن وجمال میں چشمہ خورشید تابان اس کے چاہ زنخداں کا رشحہ ہے ماہ درخشاں کا ایک مطلع دلبر خوش دیا عالم آرا سرو قد لالہ عذار آہو چشم لال ابرو مرغولہ زلف دراز مژدہ بن مروارید دندان باریک میان آرام جان حقہ ناف حیاب بستان مدعا فہم خون دل عاشقان اس روز امیر نے دور سے دیکھا تو اب نزدیک آ کر دیکھا تو دوبارہ وہی حالت ہوئی اور دل اختیار سے جاتا رہا جب اس کو دیکھتے نئے انداز سے نظر پڑتی تھی۔ لیکن مہر نگار نے جس وقت سے امیر کو دیکھا تھا اس کو عجیب طرح کی وحشت تھی دن تو اس نے ہزار مشقت سے

کاٹا۔ جب رات ہوئی تو واسطے جی بہلانے کے صحبت نشاط آراستہ کی اور رانی کی بیٹی فتنہ بانو کو بلا کر کہا آج ہم کو نہایت قلق ہے اور جی گھبراتا ہے تو اپنے ہاتھ سے شراب پلا۔ غرض جو جو اس کی محرم راز تھیں آ کر اس کے پاس حاضر ہوئیں۔ امیر اس قصر کے کونے میں چھپ گیا۔ دو پہر رات سے زیادہ گزری تو مہر نگار نے ایک آہ سرد بھری اور فتنہ بانو سے کہا پیالہ لبریز کر رات بہت ہوئی اب جا کر سوار ہو۔ فتنہ بانو نے جس دم پیالہ کو لبریز کر کے مہر نگار کو دیا تو شہزادی نے پیالہ ہاتھوں میں لے کر کہا۔ اس وقت جو شراب پئے پہلے اپنے اپنے یار جانی کا نام لے اور پھر شراب پیئے۔ جب یہ دونوں پی چکیں تو مہر نگار نے جام اٹھایا اور کہا کہ میں کشیدہ حشام بن القمہ جیری کی یاد میں پیتی ہوں کہ جس نے تم کو اس قید سے رہائی دی یہ کہہ کر لبوں سے لگایا اور پی گئی۔ امیر سن کر بہت خوش ہوئے۔ غرض اس رات مہر نگار دو پہر سے زیادہ بیٹھی اور شراب کے ہر پیالہ کے ساتھ امیر کو یاد کیا اور کہا کہ افسوس کہ یار جانی اور محبوب زندگانی اس وقت تو کہاں ہوگا۔ جلد آ یہی کہتی تھی اور بے قرار تھی۔

جب رات ایک پہر گذری تو مہر نگار نے ہم صحبتوں کو کہا اب جاؤ وہ سب مجرا کر کے چلی گئیں اور آپ ایک بارہ دری میں جا کر چھپر کھٹ پر آرام کے لیے لیٹی لیکن امیر کی یاد میں نیند نہ آئی اور صاحبقران کے فراق میں روتی رہی۔ جب پہر رات باقی رہی اس وقت اسی خیال میں آنکھ جھپک گئی امیر جو چھپے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ سیڑھیوں کی راہ سے نیچے اترے اور کسی کو بیدار نہ پا کر نہایت خوش ہوئے۔ جب بارہ دری کے اندر گئے اور دیکھا کہ اس کے چاروں طرف پردے پڑے ہیں اور شمع ہائے مومی گلکاری ہر جگہ مانند عاشقاں روشن ہیں اور چھپر کھٹ پر مہر نگار لیٹی ہوئی ہے لیکن اس کے روبرو شمع کی روشنی پھیکی معلوم ہوتی تھی۔ وہ مکان اس کے جمال سے آفتاب کی مانند منور تھا۔ امیر نے خیال کیا کہ ایسے معشوق کے برگ گل رخسار کا ایک بوسہ تو لے۔ یہ سوچ کر اس چھپر کھٹ کے پاس گئے اور مہر نگار کے پاس بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے سر کی دونوں طرف تکیہ پر ٹیک کر چاہا کہ جھک کر اس لب لعل کا بوسہ لے۔ لیکن ابتدائے عشق ناکردہ کار امیر کا ہاتھ تکیہ سے پھسل گیا اور معشوق کی چھاتی پر گر پڑا جونہی مہر نگار کی آنکھ کھلی امیر کا خیال نہ رہا بے اختیار ایک چیخ ماری اور کہا ارے دوڑو چور آیا۔

امیر نے کہا اے جان میں کشیدہ حشام بن عقلمہ ہوں۔ مہر نگار نے امیر کو پہچانا تو اس غل کے کرنے سے پشیمان ہوئی اور صاحبقران کو پلنگ کے نیچے چھپایا اور ان عورتوں کو کہا میں خواب میں ڈر گئی تھی اس لیے چیخ ماری۔ تم جاؤ اور اس بات کا ذرا خیال نہ کرو یہ سن کر سب لوٹ گئیں اور اپنے اپنے مکان میں جا کر سو رہیں۔ اس کے بعد مہر نگار نے امیر کو نکالا اور پلنگ پر اپنے برابر بٹھلایا اول مرتبہ امیر کو دور سے دیکھا تھا اب نزدیک سے دیکھا کہ ایک عجیب طرح کا جوان پاکیزہ صورت ہے۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح رخسار اس تیرہ شب کو روشن کر رہے تھے۔

وہ صاحبقران کو دیکھ کر تصویر کی طرح حیران رہ گئی اور امیر بھی مہر نگار کو دیکھ کر دیوانہ وار تک رہے تھے کہ صبح کی سفیدی نمودار ہوئی اور برگ گل پر جیسے شبنم ہوتی ہے۔ اسی طرح امیر اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا اے مہر نگار تو نے جو میرے دل کو کمند ناز سے گرفتار کیا اس صید کو نیم بسمل نہ چھوڑنا اب رخصت ہوتا ہوں۔ بادشاہ کی صحبت سے سونے کا بہانہ کر کے آیا ایسا نہ ہو کہ پردہ کھل جائے اگر زندگی ہے تو کل پھر آؤں گا۔ یہ کہہ کر مہر نگار سے رخصت چاہی اور وداع ہوئے اور زینوں کی راہ سے چھت پر چڑھے اور شاخ کو پکڑ کر نیچے اترے اور وہاں سے مقبل کو ہمراہ لے کر بادشاہ کی مجلس میں گئے جب آفتاب کی کرنیں نکلیں تو شاہ امیر معہ تمام محفل ایک چمن میں آئے اور نشست گاہ میں بزم

صحبت آراستہ کی لیکن خواجہ بزرجمہر نے دیکھا کہ امیر کے چہرے سے عشق کی سی حالت معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت بہانہ کر کے مجلس سے اٹھتے اور چمنستان میں جا کر مہر نگار کے قصر کی طرف دیکھتے اور پھر آ کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن بختک نے بھی امیر کی بے تابی اور گھڑی گھڑی اٹھتے دیکھا۔ اپنے دل میں کہا کچھ ایسی فکر کیجئے کہ حمزہ یہاں سے اٹھنے نہ پائے۔ بادشاہ سے کہا کہ مجلس میں عجیب لطف ہے اکثر لوگ بے جا اٹھ کر خلل کرتے ہیں۔ آئندہ جو اٹھے اس پر سو تمن جرمانہ کیجئے۔ بادشاہ نے اس بات کو پسند کیا اور امیر سے کہا امیر تو نے قبول کیا امیر کے دل میں بے چینی تھی۔ روایت ہے کہ امیر اس اضطراب کی حالت میں دوبارہ اٹھے اور دو سو تمن دیئے۔ بزرجمہر نے کہا عمرو کوئی ایسا علاج کرو کہ بختک مجلس سے باہر جائے عمرو نے کہا آپ کی مرضی یہی ہے تو دیکھئے کہ میں کس طرح نکالتا ہوں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کا آداب بجالایا اور کہا کہ خداوند خوب واقف ہیں کہ خداوند نے ہر ہاتھ کو اجازت دی ہے کیا عجب ہے، جو غلام کو اس ساقی کی خدمت ملے اور شہریار اس خانہ زاد کے ہاتھ سے دو چار پئیں۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ عمرو نے صراحی و پیالہ اٹھایا اور پھرا کر گردش میں لایا۔ لطافت اور ظرافت کے ساتھ پلانے میں محو ہوا۔ آواز ہوش نوش کی بلند ہوئی عمرو کی ساقی گری سے ہر خورد و کلاں کو حظ تھا۔

بادشاہ کے بعد عمرو نے شہزادوں کو جام پلائے۔ جب نوبت خواجہ پر گذری تو عمرو نے اس جام میں کئی مثقال حب السلاطیل داخل کیا اور ملک بخت کے آگے لے گیا۔ اس نے دو جام دیکھتے ہی معلوم کیا کہ اس میں عافیت نہیں ہے آج عمرو ساقی ہے تو نہیں چلے گا۔ کہنے لگا خواجہ عمرو میں نے کل سے شراب پینے کی توبہ کی ہے لوگوں کو دیجئے گا بندہ نہیں پئے گا۔ جب عمرو نے دیکھا کہ نہایت تکرار کرتا ہے اور نہیں پیتا۔ بادشاہ کی طرف منہ کر کے دیکھئے کہ خداوند نے غلام کے ہاتھ سے جام پئے اور پھر جس نے چاہا پیا اور بختک میرے ہاتھ سے کس لیے اندیشہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی ہے نہیں مانتا یہ وہ چیز ہے کہ اگر ایک پیالہ ابلیس پی لیتا تو آدم کی خاک کو ہزاروں سجدے کرتا۔ عمرو کی یہ بات سن کر شاہ نے بھی کہا تم اس کے ہاتھ سے پینے سے کیوں انکار کرتے ہو ناچار ہو کر عمرو کے ہاتھ سے بختک نے دو پیالہ جبراً و قہراً پیا ایک ساعت نہ گذری کہ بختک کے پیٹ میں گڑ بڑ ہوئی اور پیچ کھانے لگا۔ تب وہ کرسی سے اٹھا اور بادشاہ سے کہا کہ مجلس میں یہ شرط ہے کہ جو کوئی بے ضرورت اٹھے وہ سو تمن گنہگاری میں دے بندہ نے مکان کو ضرور جانا ہے یہ کہہ کر گیا اور فراغت کر کے آیا۔ ایک لمحہ کے بعد پھر پیٹ مارے درد کے گڑ گڑایا۔ عمرو نے کہا خیر تو ہے اب عذر بے جا کوئی نہیں سنے گا ایک دفعہ صاحب ہو آئے ہیں۔ بختک سو تمن جرمانہ دینے اور حاجت رفع کر کے اپنی کرسی پر آ کر بیٹھا تھا کہ پھر خلش ہوئی۔ شرط ہارنے کی دہشت سے اپنے آپ کو ضبط کر کے بیٹھا رہا اور کرسی سے نہ اٹھا از بس کہ پیٹ میں پیچ و تاب ہو رہا تھا نہ تھام سکا اس کا وہیں خطا ہوا اور آزاد کے پائچوں سے بہہ نکلا عمرو بھی اسی تاک میں تھا۔ عقل سے دریافت کیا اور پیالہ کو ہاتھ سے رکھ کر عرض کی اس وقت بڑا خوش ہوا خوب اور کس مزے کا سرور ہے اگر خیابان کی سیر کیجئے اور گلستان کا تماشہ دیکھئے تو کمال فرحت ہو۔

فرمایا عمرو ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ امیر کا ہاتھ پکڑ کر چمنستان کی طرف متوجہ ہوں جتنے بیٹھے تھے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے۔ بختک بھی اٹھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ جس کرسی پر وہ بیٹھا ہے تمام نجس ہے اور اس کے پائچوں کی راہ سے اتنا پانی نکلتا ہے اور قالین ابرا ایشم کا خراب ہو رہا ہے۔ عمرو نے شاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے اس کی حالت جونہی دیکھی شاہ کا حال مارے غصہ کے عجیب ہو گیا۔ فرمایا یہ کمبخت بختک نہایت نامعقول ہے ہماری صحبت

کے بیٹھنے کے لائق نہیں پہلوان عادی کو بلایا کہ اس نالائق کو باغ سے نکال دے۔

عادی کے دل میں پہلے کا بھی کینہ تھا بادشاہ کا حکم پاتے ہی ایک ہاتھ سے اس کی داڑھی اور دوسرے سے گریبان پکڑ گھسیٹ کر لے چلا تو بختک ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور سر پھوٹ گیا اور خون آلودہ نجاست سے بھرا کشاں کشاں باغ سے باہر ہوا لیکن اس کے بعد خواجہ بزرجمہر نے سوال کیا کہ اس وقت امیر کی حالت بیقرار ہے ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کا خیال معلوم کر کے باعث رسوائی کا ہوں اس واسطے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آپ نے حمزہ کو ہر طرح سے راضی کیا۔ وہ ہر صورت میں آپ کا احسان مند رہے گا۔ ہفتہ ہوا کہ آپ باغ میں تشریف لائے ہیں اور تمام خلقت آپ کی عدالت میں فیض کی منتظر ہے۔ بہت کام معطل پڑے ہیں۔ آپ باہر تشریف لے چلئے اور تخت پر بیٹھ کر شہریاری کیجئے کہ لوگ اپنی اپنی مراد کو پہنچیں۔

شاہ کو یہ بات پسند آئی تو امیر کو خلعت شاہانہ عنایت فرمایا اور دربار میں آ کر کارسازی عدل و داد میں مصروف ہوئے اور امیر تلشاد کام کو لے کر اپنے لشکر میں آئے۔

امیر حمزہ کا مہر نگار سے عشق

کل داستان کو یہاں تک کیا تھا کہ مجلس باغداد سے برخاست ہوئی اور امیر اپنے لشکر میں آئے دن کو خیال کرنے لگے کہ رات ہو تو مہر نگار کے پاس جائیں۔ جب پہر سے اوپر رات گذری تو صاحبقران نے جامہ سیاطلس مشکیں گلے میں پہنا اور کمر بند زربفت کمر میں باندھا اور سیاہ مثال کا شملہ سر پر لپیٹا اس پر مرصع جیشہ رکھا اور خنجر شمشیر محکم کر کے سرمہ گون صوف کا باندھ کر برکفش ندی پاؤں میں پہنی اور کمند کے حلقے کو شانے میں ڈال کر مقبل وفادار کے ہمراہ خیمہ سے باہر آئے اور مہر نگار کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور گئے کہ عمرو جوراہ میں چھپ کر کھڑا تھا۔ اس نے جونہی امیر کو دیکھا کہ دوڑ کر پاس آیا اور امیر کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ شہریار تعجب ہے کہ تم نے بندہ کو اپنا محرم راز ہونا نہ جانا اور اپنا راز نہ بتایا اور آپ مجلس میں بھی اداس رہتے ہیں اب رات کو چپکے سے اٹھ کر اکیلے سیر کو جانا اور ہم کو خبر بھی نہ کرنا۔ امیر مسکرائے اور کہا اس لئے چھپتا ہوں کہ تو ہر وقت نصیحت کرتا ہے اگر تجھ کو آگاہ کیا تو تو نصیحت کرے گا اور میرے دل کو بے چینی ہوگی میری حالت تو دیکھ کیا بن گئی کہ دل سے صبر و آرام اٹھ گیا اور نیند نے بھی جواب دیا۔ عاشق اور دیوانہ کو نصیحت مقبول نہیں ہوتی اب تو میرے ساتھ آ کہ یار کی گلی میں جاتا ہوں دیکھ کیا محبوب ہے۔

القصہ امیر و مقبل وفادار اور عمرو عیار مل کر باغداد کو چلے راہ میں عمرو نے امیر سے پوچھا کہ شہریار کون ہے؟ میں بھی معلوم کروں۔ جس کی خاطر تمہاری یہ صورت بنی ہے۔ فرمایا اے عمرو! میں صنم کی تعریف منہ سے نہیں کرتا، اگر خدا نے چاہا تو جلد دیکھ لے گا۔ یہی باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ اب مہر نگار کا حال سنیئے کہ لیکن جب اس نے سنا کہ حمزہ کو بادشاہ نے باغ سے رخصت کیا اور وہ اپنے لشکر میں گیا تو اس کی فرقت میں شمع کی طرح جلنے لگی۔ اور عیش و عشرت کا دروازہ بند کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھی۔ امیر کی چاہ میں اپنے دل پر درد سے آہ عاشقانہ نکالنے لگی اور یہاں تک کہ دائی کی بیٹی اور مصاحبوں سمیت اس مقدمہ سے واقف ہوئیں۔ وہ دیکھتیں شہزادی کی حالت تباہ نظر آتی ہے سب مل کر احوال پرس ہوئیں۔ مہر نگار نے کسی کو اس بات کا جواب نہ دیا تو تمام حیران ہوئیں اپنی جان کے خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر آفت ہو، دائی کو جا کر خبر دی۔ دائی نے آ کر مہر نگار کی بلائیں لیں اور پاس بیٹھ کر کہا۔ اے گلستان خوبی اور چمن

محبوبی تیرے ملال کا کیا باعث ہے کہ ہر دم آہ نالاں کرتی ہے۔ کس پر فریفتہ ہوئی ہے؟ بچپنے سے لے کر اس وقت تک میں تیری محرم راز ہوں تیری کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں ہے۔ مہر نگار نے دائی سے جب یہ محبت کی باتیں سنیں تو بے اختیار رو رو کر کہنے لگی۔ اے دائی میں تم کو اپنی جان سے برابر جانتی ہوں کوئی بات چھپاتی نہیں ہوں۔ لیکن اس مقدمہ میں شرم آتی ہے کہ یہ امر قابل اظہار نہیں تجھ پر کس طرح ظاہر کروں؟

دائی نے رومال سے اس کے آنسو پونچھے اور کہا تو خاطر جمع رکھ کہ میں تیری مراد بر لاؤں گی۔ مہر نگار نے جی میں کہا کہ دائی مقرر معلوم ہوتی ہے بہتر ہے کہ ظاہر کر دیا جائے۔ غرض کہ صاحبقران کا تمام حال بیان کیا اور کہا کہ میں اس پر عاشق ہوں اگر اس کا وصال حاصل نہ ہوگا تو مر جاؤں گی۔ دائی یہ سن کر حیران ہوئی اور بولی کہ اے بلکہ تعجب ہے تیرے خیال پر کہ بادشاہ زادگان ساسانی کو چھوڑ کر مسلمان پر مائل ہوئی۔ اس کا دین کہاں اور تیرا مذہب کہاں۔

مہر نگار نے کہا عشق دین اور مذہب سے کام نہیں رکھتا اور عنبر چہ مرصع جو تین ہزار تمن و مول لیا گیا تھا۔ مہر نگار نے گلے سے اتار کر دائی کو دیا اور کہا۔ اے دائی قسم ہے پاک اور بے عیب خدا کی۔ اگر مہربانی سے میری یہ امید بر آئی تو تجھے نہال کر دونگی۔ دائی کے طمع دامنگیر ہو کہنے لگی خاطر جمع رکھ کہ رات محل میں سب کو غافل کر کے امیر جہاں ہوگا وہاں لے چلوں گی اور جب رات ہوئی مہر نگار پلنگ پر لیٹی اور تمام مقربین کو رخصت کیا ہر ایک اپنے مکان میں جا کر سوئیں جب پہر رات گذری تو مہر نگار نے اٹھ کر شب روی کا مردانہ لباس پہنا اور اسی صورت میں دائی بھی بن گئی اور چلنے کو تیاری ہوئی اور ہاتھ میں کمند لے کر مہر نگار کے ہمراہ چلی اور سقف دالان پر جا کر ایک برج میں کمند باندھ کر قصر کے نیچے اتریں اور باغ کی دیوار سے گذر کر باہر ہوئیں اور امیر کے لشکر کی راہ لی اور درختوں کے سایہ میں اپنے آپ کو چھپاتی جاتی تھیں۔ جونہی وہ امیر کے لشکر کے قریب پہنچیں کہ راہ میں تین سیاہ پوش دکھائی دیئے۔ یہ دونوں انہیں دیکھ کر اپنے آپکو ایک پیڑ کے نیچے چھپا کر کھڑی ہوئیں۔ لیکن امیر نے جو مقبل کو لیے آتے ہیں۔ ان سیاہ پوشوں کو دیکھ لیا۔ اور مقبل کو آواز بلند فرمایا کہ دیکھنا یہ دونوں سیاہ پوش کون اور کہاں جاتے ہیں۔ مہر نگار نے امیر کی آواز پہچان کر اپنے آپ کو درخت کے سایہ سے نکالا اور مقبل کی طرف قدم بڑھایا اس کے نزدیک آ کر مہر نگار کو پہچانا۔

صاحبقران ایسے خوش ہوئے کہ گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔ عمرو کو ہمراہ لے کر اس ماہرو کے پاس گئے عمرو نے کہا کہ اے ملکہ آفاق۔ بڑا احسان کیا کہ ہم کو اس وقت شب روی سے بچا کر مہربانی کی۔ مہر نگار نے پوچھا یہ کون ہے عرض کیا کہ خواجہ عمرو عیار ہے۔ عمرو کی وضع کو دیکھ کر حیران ہوئی اور امیر سے کہا جس وقت سے تم آئے ہو دل کو بے چینی ہے کچھ کہہ نہیں سکتی۔

امیر نے کہا اے جان زندگانی درست ہے۔ پر ہمارے جی کے حال سے بھی خدا ہی واقف ہے کہ کتنی بے چینی سے دن گزارا یہ کہہ کر اس صنم کا ہاتھ پکڑے اپنی بارگاہ میں لے آئے اور باہم بیٹھ گئے اور شراب پینے لگے عمرو نے گانا شروع کیا جب رات آخر ہوئی اور صبح کا وقت قریب آیا تو امیر عمرو کو لے کر مہر نگار کے قصر تک گئے۔ جس راہ سے وہ آئی تھیں اسی راہ مہر نگار اور دائی کو دیکھ کر سب غل مچانے لگے کہ چور چور۔ یہ دونوں بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر غل مچانے لگیں اور چاروں طرف سے خواجہ سرا دوڑے اور ایک خوب ہنگامہ ہوا۔ جب دن ہوا تو کسی کو نہ دیکھا تب ناظر نے جا کر مہر نگار کی ماں زرانگیز بانو سے کہا کہ دوسری قطعہ محل میں یہ غل ہوا حالانکہ عرب کے ترک قلعہ میں بہت ہیں اور ان کا لشکر بھی بہت ہی نزدیک ہے۔ معلوم نہیں کہ ان میں کون شہزادی کے محل محل میں داخل ہوا بہتر ہے کہ کوئی سردار پاسبانی

کو مقرر رکھیئے۔ زرانگیز نے یہ حال بادشاہ کو بھیجا۔ بادشاہ نے جب یہ سنا تو ایک پہلوان عنتر تیغ زن نامی کو چار سو سوار اور پیادہ کی جمعیت سے گرد قصر جوکی میں مقرر کیا۔ لیکن جب رات کا وقت قریب آیا تو امیر نے اپنے خیمہ میں بے تابی شروع کی اور سوزناک غم فرقت سے آہ نکالنے لگے۔ عمرو نے جو یہ حال امیر کا بے جا دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا اے صاحبقران خدا کے واسطے ہم لوگوں کی جانوں پر رحم کرو۔ اتنی بے صبری اچھی نہیں ہے آج کی رات معشوقہ کے محل کی طرف جانا بند کرو کہ عنتر تیغ زن طلایہ میں مقرر ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس امر سے واقف ہو اور تم کو ایذا پہنچائے۔ امیر یا تو رو رہے تھے یا اس بات کو سن کر ہنسے اور کہا۔ اے عمرو تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے تو نہیں جانتا کہ میں کشندہ حشام بن القمہ ہوں یہ کہہ کر شب روی لباس منگا کر پہنا اور عمرو مقبل کو ہمراہ لے کر مہر نگار کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب باغ کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ عنتر تیغ زن معہ چار سو جوان طلایہ داری میں مشغول ہے۔ امیر ان کو دیکھ کر ایک گوشہ میں کھڑے ہو گئے۔ جب یہ تمام آگے نکل گئے تو امیر باغ کی دیوار کے پاس آئے اور مقبل کو نگہبانی کے واسطے نیچے چھوڑا اور کمند لگا کر عمرو کو ساتھ لیا اور کمند کو پکڑ کر اوپر چڑھے لیکن مہر نگار بیدار تھیں اور دائی سے یہ کہہ رہی تھی کہ بادشاہ نے محل کے گرد پاسبانی کے واسطے چوکیدار مقرر کیے ہیں اگر امیر حمزہ واقعی میرا عاشق ہے تو ہرگز ان لوگوں سے خوف نہ کرے۔ جیسا کچھ ہوگا میں بھی تیاری کر رکھونگی یہ کہہ کر اپنی خاص سہیلیوں کو پاس بٹھا کر گانے کی بزم شروع کی اور شراب کا جام گردش میں آیا۔ مہر نگار شراب پیتی اور ہر جام کے ساتھ امیر کو یاد کرتی تھی۔ دائی نے کہا اے مہر نگار تو دیوانی ہوئی ہے جو آہ فغاں کرتی ہے۔ امیر حمزہ تو اس وقت اپنے خیمہ میں سویا ہوگا۔ مہر نگار نے کہا اے دائی میرا دل گواہی دیتا ہے کہ امیر کوئی دم میں آتا ہے وہ میرا عاشق صادق ہے۔ اس چوکی سے نہ ڈرے گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ امیر و عمرو دونوں سقف سے نیچے اترے مہر نگار نے دیکھتے ہی اٹھ کر امیر کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے جام شراب پلانے لگی امیر اس نازنین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بیٹھے اور شراب پینے لگے۔ عمرو ان دونوں کے آگے گانے لگے اور امیر اس وقت عمرو پر بہت خوش ہوئے اور مہر نگار نے کہا اے عمرو ان معشوقوں میں سے تیرا جی بھی کسی کو چاہتا ہے یا نہیں؟ عمرو نے کہا، صاحب جی تو ایک شخص کو چاہتا ہے لیکن لاچار ہوں کس طرح منہ سے نکال سکوں کہ وہ آپ کی مصاحب ہے۔ مہر نگار نے کہا اے عمرو ہم نے اسے خوشی سے تجھے بخش دیا۔ اس کے پہلو میں جا بیٹھ۔ عمرو اٹھا اور طراز خوبان کی بغل میں جا بیٹھا۔ طراز خوبان عمرو کو گالیاں دینے لگی۔ مہر نگار مارے ہنسی کے لوٹ گئی اور بولی۔ تجھے اس کی بات کیا پسند آئی ہے؟ کہا اس کے پاس زیور بہت ہے اسی خاطر میری اس پر طبیعت آئی ہے امیر اور مہر نگار اس کی ان حرکتوں سے خوب ہنسے اور طراز بانو نہایت دق ہو رہی تھی۔ مہر نگار نے اس سے خفا ہو کر کہا اے طراز خوباں تو بے مزہ مت رہ عمرو امیر کا قائم مقام ہے۔ اس کی معشوقہ رہنے میں تو مجھ سے کم نہیں تو اس کو کیا سمجھتی ہے۔

مہر نگار نے اقرار کیا کہ جب تک زندہ رہوں گی۔ صاحبقران کے حکم سے باہر نہ جاؤں گی اور امیر نے بھی وعدہ کیا کہ جب تک مہر نگار سے شادی نہ کروں گا۔ دوسری صورت نہ دیکھوں اس روز پانچسو تمن زر سرخ کے عمرو کو دیئے۔ تمام رات چین سے گذری۔ صبح نزدیک ہوئی تو امیر و عمرو رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف چلے۔ جب امیر کمند سے نیچے اترے اور باغ سے باہر ہوئے تو طلایہ داروں کی نگاہ ان پر پڑی اور وہ چور چور کر کے تمام ان کی طرف دوڑے۔ یہ بھی تلواریں نکال کر ان سے لڑنے لگے۔ اور دس بارہ آدمی ان کے مار کر اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور بخیر و عافیت اپنے خیمہ میں داخل ہوئے اور یہاں اس حال کو سن کر عنتر تیغ زن آیا دیکھا تو کئی آدمی مرے پڑے ہیں۔ تب اس نے جا کر

بادشاہ کو کہا۔ بادشاہ یہ سن کر حیران ہوا اور فرمایا ایسا کون ہے جس نے یہ حرکت کی۔ غرض یہ بات تمام شہر میں پھیل گئی۔ بختک سوچنے لگا کہ کون ایسا شخص ہے جو یہ کام کرتا ہے اس کے دل پر یہی یقین گذرا کہ سوائے امیر کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

چونکہ مہر نگار کی خاطر نہایت عزیز تھی اس واسطے چپ رہا اور اس بات کو منہ سے نہ نکالا جب دربار کا وقت آیا تمام وزراء حاضر ہوئے۔ امیر بھی عادت کے مطابق آئے۔ اور بادشاہ کو سلام کیا اور اپنی جگہ پر بیٹھے۔ بادشاہ عدالت کے کام میں مصروف ہوا۔ دربار کے برخاست ہونے کے بعد بادشاہ نے امیر کو طلب کیا۔ اور فرمایا اے ابوالعلی کئی روز ہوئے کہ باغداد سے چور چور کی آواز آتی ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ چور کون ہے؟ آج تم نگہبانی کرو۔ امیر نے کہا آپ کا فرمان قبول ہے۔

تب حضور سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں آ گئے اکثر لوگ اس بات کو سن کر کہنے لگے کہ شاہ نے خوب کیا کہ حمزہ کو طلایہ داری میں مقرر کیا۔ کیونکہ اگر سامانی ہے تو حمزہ کی دہشت سے ہرگز نہ ڈرے گا۔ اگر اہل عرب ہیں تو وہ اس کے تابع ہی ہیں۔ کوئی نہ آنے پائے گا۔ غرض حمزہ کو اگر اس رات میں بدنامی نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن بختک نے یہ حال سن کر نہایت عش عش کیا اور کہا سبحان اللہ بادشاہ کی عقل ہے کہ بکریوں کا چارہ بھیڑیوں کو دیا۔ شعور مندی اسی کو کہتے ہیں۔ پس امیر جو بادشاہ کے حضور سے رخصت ہو کر آئے۔ اور اپنے لشکر میں گئے اور سر شام دو سو جوان لے کر طلایہ میں گئے اور مقبل کو ان لوگوں کے ہمراہ لے کر باغ کے گرد کیا اور ہر جگہ روشنی کی جب دو پہر رات گذری تو عمرو کو ساتھ لے کر مہر نگار کے قصر کی طرف چلے مہر نگار کے پاس وہ تمام رات خوب عیش و نشاط میں گذاری۔ صبح کو مہر نگار سے رخصت ہو کر باہر آئے اور لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

قارون کی چوکیداری میں امیر کا زخمی ہونا

راوی لکھتا ہے کہ سلطان صاحبقران مہر نگار سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے صبح کو دربار میں آ کر بادشاہ سے مجرا کیا اور کہا بندہ حسب ارشاد آپ کے چوکیداری کرتا رہا۔ لیکن کسی چور کو نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تمہارے خوف سے آج کوئی نہیں آیا۔ سمجھا کہ اگر گیا، تو مارا جاؤں گا۔ بادشاہ خوش ہوا اور امیر پر نہایت نوازش فرمائی۔ اس روز دربار کے برخاست ہونے کے وقت بختک نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ آج کی رات قارون دیو بند کو جو ساسانیوں کا بزرگ زادہ ہے باغداد کے طلایہ کے لیے مقرر کریں تو بہتر ہے بادشاہ نے فرمایا اچھا قارون کو اسی وقت بلا کر ارشاد کیا کہ شبستان حرم کی چوکی دو۔ اس نے قبول کیا اور رخصت ہوا۔

دربار کے برخاست ہونے کے بعد بختک اس کے پاس گیا اور کہا اے پہلوان تم طیمورث دیو بند کی اولاد میں سے ہو اور شجاعت میں تمہارے برابر کوئی نہیں ہے اور تم نے بڑے بڑے کام کیے اور نیک و بد سے خوب واقف ہو۔ آج دریافت تو کر کیا گذرتی ہے اور وہ چور کون ہے۔ قارون نے جواب دیا اے بختک سفارش کی کچھ ضرورت نہیں تو دیکھ کہ میں کیا کرتا ہوں جب رات کا وقت آیا وہ سو جوان با ہتھیار ساتھ لے کر محل کے گرد چوکیداری میں مشغول ہوا۔ لیکن اب میں مہر نگار کا عرض کرتا ہوں کہ جب مہر نگار کو قارون کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ ایک چیخ مار کر روئی اور بدن لرزہ آیا۔ دائی نے یہ حالت دیکھی تو کہا اے مہر نگار خدا کے واسطے رحم کرو اور آج رات حمزہ کا وصل موقوف کر کیونکہ قارون بہت حرامزادہ ہے ایسا نہ ہو کہ راز فاش ہو اور بدنام ہوں اور ہمارے واسطے تیرا پردہ فاش ہونا نہایت

آفت ہے۔ بادشاہ ہم کو مار ہی ڈالے گا۔

مہر نگار نے کہا اے دائی وہ جوان خود عاقل ہے چاہے تو نہ آئے۔ اب داستان امیر کی سنو۔ امیر کو قارون کو خبر ہوئی۔ جب رات دو پہر گذری تو براق شب روی منگوا کر باغ کا ارادہ کیا عمرو نے امیر کو چلنے پر مستعد پایا تو دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا اور کہا اے حمزہ کیا تجھے ایک رات بھی صبر نہیں آتا تو نہیں جانتا کہ آج قارون دیو بند چوکیداری میں ہے اس کو اور پہلوان کے نہ جان وہ بڑا بد ہے ایران میں اس کے برابر کوئی زور آور نہیں۔ آج تحمل کر کل چلنا۔ امیر نے کہا اے عمرو عشق سے صبر بہت مشکل ہے۔ یہ کہہ کر قدم کو آگے بڑھایا اور کہا کہ جس کو جان عزیز ہے وہ میرے ساتھ نہ آئے۔ عمرو اور مقبل نے عرض کی کہ ہزار جان بھی ہماری ہو تو آپ پر نثار ہے ہم جان کے خوف سے نہیں کہتے جو مناسب سمجھا ہے وہ آپ کی خدمت میں گذارش کیا ہے اگر آپ نہیں مانتے تو ہم ساتھ ہیں غرض تینوں روانہ ہوئے۔

یہ رات ایسی اندھیری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اس نے اپنے آدمیوں کے گروہ کر کے ان کو حکم دیا ہے کہ بہت سی مشعلیں جلا کر باغ کے گرد پھریں اور آپ اندر جا کر کرسی پر بیٹھا اور خبرداری کرنے لگا جب امیر باغ کے پاس پہنچے تو ایک طرف سے چوکیدار آواز دیتا ہے اور خبردار باش! بیدار باش کہتے ہوئے گذرا اور مقبل نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ایک تیر ماروں کہ یہ کرسی سے وصل ہو کر رہ جائے اور لوگ اس کے سر پر جمع ہوں اور آپ شوق سے محل میں جائیں۔ فرمایا مجھے کسی سے کام نہیں ہے۔ جو میرا سد راہ ہوگا آپ سزا پائے گا۔

قصر کی دیوار سے آہستہ کمند لگا کر عمرو کو ساتھ لے کر اوپر چڑھے اور مقبل کو نگہبانی کے لیے چھوڑا۔ جب امیر گیا تو مہر نگار بصد ہزار اندیشہ سے تھی اور امیر کی طرف خیال کر رہی تھی۔ جونہی صاحبقران کو دیکھا تو اپنی جگہ سے جست کر کے گلے سے لگایا۔ مہر نگار نے امیر کو لے جا کر تخت پر بٹھایا اور مجلس نشاط بدستور گرم ہوئی۔ ہر دم طلایہ کی آواز سنتے تھے۔ جب رات آخر ہوئی تو امیر اس نازنین سے رخصت ہوئے اور عمرو کو ساتھ لے کر باہر آئے جب باغ کی دیوار پر پہنچے تو عمرو نیچے اترا اور امیر نے نیچے اترنے کا کیا تو قضارا قارون آیا اور دیکھا کہ ایک سیاہ پوش اوپر سے اتر رہا ہے۔ گھوڑا دوڑا کر ایک تلوار ماری مگر ایسا ہوا کہ وہ تلوار اس دیوار سے اچٹ کر کمند پر پڑی اور کمند ٹوٹ گئی اور امیر کو نہ لگی امیر نیچے کو چلے اور مقبل کو آواز دی کہ مجھے روکنا مقبل نے ہاتھ بڑھا کر امیر کو روکا چونکہ امیر بھاری تھے سر دیوار سے لگ کر پھٹ گیا۔ مگر عمرو نے اور مقبل نے اس سے پہلے ہی اور آدمیوں کو تیروں اور پتھروں سے مارا غرض وہاں سے امیر کو لے گئے اور اپنے لشکر میں آئے تو قارون کو معلوم ہو گیا کہ یہ حمزہ ہے اس لیے اس کا پیچھا نہ کیا اور وہ آدھی کمند بادشاہ کے دکھانے کو لے گیا۔

اس ریشمی کمند میں حلقہ میں امیر کا نام کندہ تھا۔ بادشاہ دیکھتے ہی غضب میں آیا اور خواجہ بزرجمہر نے عرض کیا کہ بندہ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں نے یہ تعصب سے کیا ہے اس کا کام نہیں ہے قارون نے کہا کہ حمزہ زخمی بھی ہوا ہے اور زخم اس کے سر پر لگا ہے۔ تب نوشیرواں نے حکم دیا کہ حمزہ کو بلاؤ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس کے سر میں زخم لگا ہے یا نہیں۔ کئی پروانچی امیر کی طلب میں روانہ ہوئے لیکن جس وقت امیر شکستہ ہو کر خیمہ میں داخل ہوئے تو قریب صبح کے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ سر سجدہ میں رکھا اور جناب باری میں عرض کی بار الٰہ تیری درگاہ سے کچھ دور نہیں کہ نوشیرواں اور مخالفین میرے سر میں زخم نہ دیکھیں دعا مانگتے ہوئے زار و زار رو رہے ہیں کہ آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور اپنا دست مبارک امیر کے سر پر رکھا جب آنکھیں کھلیں تو ان کے ہاتھ کی برکت سے اپنے

سر پر زخم نہ دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور شکر کا سجدہ کیا۔ پروانچیوں نے خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو یاد کیا ہے۔ امیر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ شہزادہ ہرمز اس صبح کو شکار کے لیے گیا تھا۔ واپسی میں امیر سے ملاقات ہوئی اور باہم بادشاہ کے ہاں آئے بادشاہ نے امیر کے سر پر کوئی زخم نہ دیکھا تو امیر کو خلعت فرمایا اور لوگوں کے کہنے کو جھوٹ مانا۔

اس بات کو کئی دن گذر گئے اور بہرام کا زخم بھی اچھا ہوا ایک دن بادشاہ کی بارگاہ میں تمام سردار حاضر تھے تو بزرجمہر نے عرض کیا کہ کئی سال ہوئے کہ ہندوستان سے خراج نہیں آیا۔ فرمایا کیا سبب ہے کہا سعدان شاہ بادشاہ ہندوستان کا بیٹا خسرو اپنے باپ کی جگہ ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہے وہ نہایت زور آور ہے کہ ایک ہزار سات سو من تبریزی کا گرز وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ہاتھی کی سواری مقرر ہے چنانچہ اس کی تصویر معہ فیل و گرز جو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے استادوں نے تیار کر کے طاق کسریٰ کے دروازے پر کھڑی کی ہے کہ کسی درویش کا گھوڑا بھی اس تصویر کے خوف کے مارے نہیں جا سکتا بندہ کے خیال میں بہتر یہی ہے کہ جب تمام امراء دربار میں حاضر ہوں تو آپ اسی وقت یہ فرما دیں۔ سعدان شاہ بادشاہ کا بیٹا میری اطاعت نہیں کرتا جو شخص اس کا سر لائے گا مہر نگار کو اس سے نامزد کر دوں گا۔ یقین ہے کہ ساسانیوں میں سے کوئی بھی جرأت نہ کرے گا۔ لیکن حمزہ جو نام و نشان پر مرتا ہے وہ ضرور قبول کرے گا۔ اگر ہندوستان میں جا کر لندھور سے لڑا تو یہ مقدور وصال سے خالی نہیں کہ یا تو لندھور کے ہاتھ مارا جائے پس یہ دونوں باتیں آپ کے واسطے بہتر ہیں کیونکہ اگر یہ مارا گیا تو آپ سے سرکشی نہ کرے گا۔ بادشاہ یہ بات سن کر نہایت خوش ہوا اور بزرجمہر کی عقل پر آفرین کی دوسرے دن صبح کو جب تخت پر بیٹھے امراء اور وزراء حکم و ندیم و مجدگی و ساسانی اور تمام ارکان دولت حضور میں حاضر ہوئے اور بدستور سابق اپنی اپنی جگہ اور منصب پر کھڑے ہوئے اور صاحبقران بھی رستم کے دنگل پر رونق افروز ہوئے تو بادشاہ نے فرمایا کہ شربت اور طعام لاؤ جب اس سے فراغت کر چکے تو نوشیرواں نے آواز بلند کہا اے گردان نامدار پہلوانان روزگار میرا ایک نہایت زور آور دشمن ہندوستان میں ہے اور وہ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا کوئی جائے اور اس کا سر کاٹ کر لائے تو میں اپنی بیٹی مہر نگار کی شادی اس کے ساتھ کروں گا۔ جس کو یہ بات منظور ہو عرض کرے۔

بادشاہ کی زبان سے یہ سن کر ہر ایک نے اپنے دل میں کہا کہ اس بات کا اقرار وہ کرے جس کو اپنی زندگی دشوار ہے ہم کہاں اور وہ کہاں۔ اپنے آپ کو ناحق بلا میں پھنسانا اچھا نہیں کسی نے یہ جرأت نہ کی۔ جب امیر نے دیکھا کہ کوئی دم نہیں مارتا تب اپنی کرسی سے اٹھے اور بادشاہ کو دعا دی اور کہا اگر حکم عالی ہو تو بندہ وہاں جائے اور اپنی جان کو ظل سبحانی کے حکم پر فدا کرے۔ پروردگار کی توفیق اور شہریار کے اقبال سے جا کر اس کو زیر کروں اور لندھور کا سر حضور میں لا کر حاضر کروں۔ بادشاہ یہ سن کر شگفتہ خاطر ہوئے اور فرمایا تین جنگی جہاز ایسے کہ ہر ایک میں ایک ہزار سپاہی کی گنجائش معہ شتر پر تل تیار ہوں اور سلاح آہن گر درو کر اس میں مستعد ہوں بزرجمہر نے اس کے واسطے تقلید کی اور امیر بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے اور حکم دیا ہماری فوج کوچ کر کے دربصرے پر جائے اور زنجیروں کو تیار کرائے پھر عمرو کو خلوت میں بلا کر فرمایا کہ بابا روندگان جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی طرح مہر نگار کو دیکھنا چاہیے عمرو نے کہا اے امیر اگر آپ کا ارادہ ہے تو بندہ کوشش کرتا ہے۔ خواجہ بزرجمہر سے موافقت کیجئے تو البتہ ہو سکتا ہے فرمایا بھائی عمرو اس بات میں سعی کرے تو میں پانچ سو تمن تجھ کو دوں گا ایک رقعہ لکھ کر عمرو کو دیا کہ یہ بزرجمہر کو دینا جس میں لکھا تھا کہ:۔

''فلک کی گردش اور زمانہ کی آفت سے آپ کی صحبت اور شرف اور ملازمت سے دور ہوا کہ ہندوستان کا سفر درپیش

ہے اب جہاں جاؤں گا وہاں کے لوگ کہیں گے کہ شاہ ہفت اقلیم کا داماد آیا ہے لیکن اس وقت التماس ہے کہ آپ شاہ سے عرض کریں کہ سر مجلس شربت پلایا جائے۔ تب میں بھی جانوں کہ مہر نگار مجھ سے نامزد ہوئی اور یہ کام سوائے کسی اور کے نہ ہو سکے اور آپ سے زیادہ کوئی رفیق شفیق دوست میرا مدائن میں نہیں ہے''۔

عمرو نے مدائن میں جا کر بزرجمہر سے ملاقات کی اور تمام احوال زبانی کہا اور وہ خط دیا اور پڑھ کر عمرو کو ساتھ لیا اور بادشاہ کے حضور میں آ کر مجرا کیا اور دعا کے بعد عرض کی قبلۂ عالم نے امیر کو اپنا داماد کیا اور خداوند کی رائے عالی پر روشن ہو کہ حمزہ جس مقام پر جائے گا آپ کا داماد مشہور ہوگا اور وہ جانثاری کر کے آپ کے حکم کے بموجب چلا ہے لیکن یہ کیسی دامادی کہ شربت بھی نہ پیا گیا۔ نوشیرواں ہنسا اور کہا کیا مضائقہ ہے کہ حمزہ کو بلاؤ جس وقت امیر آئے بادشاہ نے شربت طلب کیا۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ خداوند شربت کا پینا شبستان میں لازم ہے۔ بادشاہ نے قبول کیا اور خواجہ کو فرمایا کہ حمزہ کو معہ عمرو اور مقبل کے محل میں لے جاؤ اور مہر نگار کی ماں زرانگیز امیر کو شربت پلائے اور پردہ کے پیچھے سے کہے کہ مہر نگار تمہاری امانت ہے تم بادشاہ کے دشمن کو مارو تب اس کے ساتھ تمہاری شادی ہوگی۔ جب نوشیرواں نے کہا تو خواجہ نے عمرو کو بھیج کر صاحبقران کو حضور میں بلوایا جس وقت عمرو نے امیر کو یہ مژدہ سنایا تو وہ نہایت خوش ہوئے اور مقبل کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آداب بارگاہ سے مجرا کیا۔

بادشاہ نے حمزہ کو بزرجمہر کے ہمراہ شبستان حرم میں بھیجا جب امیر محل کی طرف چلے تو بختک یہ خبر سن کر بیتاب ہوا کہ اگر امیر محل میں گیا تو مہر نگار کو ضرور دیکھے گا تو بھی چل کر دیکھ کہ وہ دیکھنے نہ پائے۔ یہ سوچ کر وہ اپنے خچر پر سوار ہوا جب حرم کا دروازہ نزدیک آیا۔ امیر نے عمرو کے کان میں آہستہ سے کہا کہ بختک بھی ہمارا پیچھا کر رہا ہے اگر کسی طرح اس کو روک لے تو دو سو تمن تجھ کو دوں گا عمرو نے زبان عیاری میں کہا آپ شوق سے چلئے کہ میں اسے روکتا ہوں جب بختک آگے بڑھا تو عمرو نے اس کے خچر کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ خواجہ بختک ہم ہندوستان کو جاتے ہیں جب خدا لائے گا تو پھر ملیں گے تمہارا پانچسو کا تمسک جو میرے پاس ہے اور اس کے روپے دو کہ میرا بھی راہ کا خرچ چلے۔

بختک نے کہا کہ عجیب ہنگامہ ہے کہ میں کام سے جاتا ہوں اور تو مجھے روکتا ہے کہ روپیہ دو۔ میں روپے سے واقف نہیں جا بادشاہ کی عدالت میں نالش کر اگر مجھ پر دینے ہوں گے تو دوں گا۔ عمرو نے کہا یہ بات ہے میں فریاد تب کروں جب تم سے کسی طرح کمزور ہوں ایک قدم آگے نہ بڑھنے دوں گا جب تک نہ لوں گا۔ آپ کسی کو بھیج کر منگا لیجئے تب بختک نے بہت دق ہو کر اپنے غلاموں سے کہا کہ اس بے حیا کو یہاں سے نکالو۔

عمرو نے اس کے منہ سے یہ بات سنتے ہی ایک جست کی اور خچر پر بختک کے پیچھے جا بیٹھا اور خنجر کی نوک اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور کہا قسم ہے خدا کی اگر تیرے غلام میرے نزدیک آئے تو ایسا خنجر ماروں گا کہ اس کی نوک تیری پیٹھ کے پار ہو جائے گی خنجر کی نوک اسے ایسی چبھی کہ گویا بے دم سا ہو گیا اور اپنے غلاموں کو منع کر دیا۔ عمرو نے بختک کے سر میں خنجر کا دستہ ایسا مارا کہ سر پھوٹ گیا اور خون بہہ چلا۔ تب بختک زار و قطار روتا ہوا بادشاہ کے حضور میں سر شکستہ پہنچا اور اپنی پگڑی بادشاہ کے سامنے دے ماری اور گریبان چاک کیا اور کہا خداوند دیکھئے عمرو نے غلام کی یہ حالت کی ہے بس اب ہمارا رتبہ یہاں تک پہنچا ہے عیار پیشہ سر باز ار بے حرمت کرے اور سر پھوڑے بادشاہ کو یہ حرکت بری معلوم ہوئی۔ فرمایا عمرو کو بلاؤ جب عمرو آیا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بختک سے یہ حرکت کیوں کی جواب دیا کہ آپ خداوند ہیں عدالت فرمائیں کہ خطا بندہ نے کی ہے یا اس نے سر بمہر تمسک دیکھئے کہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور بندہ کو آپ

ہندوستان بھیج رہے ہیں۔خدا جانے قسمت کب لائے میں نے اس سے تمسک کے روپے طلب کرنے کو کہا اور کچھ نہ کہا۔اس کو لازم تھا کہ اپنی طرف سے بھی کچھ دے وہ تو کیا دے گا اصل مانگتا ہوں تو اس نے غلاموں سے مجھے بے حرمت کرایا اور گالیاں دیں۔میں نے لاچار ہو کر اپنا ہاتھ چھوڑ دیا اس میں بندے کی خطا ہو تو سزا دیں۔

بادشاہ نے فرمایا اس میں تیری خطا نہیں معلوم ہوتی۔سراسر گناہ اسی کا ہے۔اگر تمسک ہے تو روپیہ ضرور دے گا۔عمرو نے تمسک نکال کر گوشۂ تخت پر حضور کے آگے رکھ دیا بادشاہ نے دیکھا کہ تمسک واقعی درست ہے فرمایا اس کا روپیہ اسے دے نہیں تو گنہگار ہوگا بختک بادشاہ کے آگے لاچار ہوا اور بادشاہ کے خزانہ سے قرض لے کر رکھا اور عمرو کو دیا اور تمسک لے لیا عمرو اور بختک کو بادشاہ نے ملوا دیا۔بختک بے چارہ سر شکستہ اپنے گھر کو گیا اور عمرو بادشاہ سے رخصت ہو کر شبستان کی طرف روانہ ہوا خواجہ بزرجمہر وہاں بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ امیر اور مقبل پہنچے ان کے آنے کی خبر ہوئی شور غوغا مچا تو زرانگیز نے اس کے واسطے فرش کرایا اور مسند بچھوائی اور امیر کو بلوا کر اس پر بٹھایا اور مہر نگار کو لے کر پردے کے پیچھے بیٹھی اور شربت تیار کرنے کا حکم دیا عمرو جب چل کر ڈیوڑھی پر پہنچا کہ اندر جائے تو دربانوں نے اس کے ڈرانے کو لکڑی کھڑی کی اور کہا تو کون ہے کس کے حکم سے اندر آتا ہے؟ دربان کی یہ بات سن کر اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لوٹ گیا اور شور کر کے کہنے لگا کہ دربان تیرا برا ہو تو نے مجھے اندھا کر دیا اور عجیب معاملہ ہے کہ لڑکوں کو اندر بلا کر جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں۔یہ ظلم ہے زرانگیز بانو کے کانوں میں جو یہ آواز آئی تو لوگوں سے کہا کہ خبر لو یہ کون ہے۔

امیر نے عمرو کی آواز پہچانی جو کہ کہہ رہا تھا کہ اندھا ہوا۔امیر اور مقبل یہ سن کر بے اختیار دوڑے خواجہ بزرجمہر نے بھی خیال کیا کہ عمرو کو شاید کچھ آسیب پہنچا ہے۔زرانگیز بانو نے بزرجمہر کو بھیجا کہ تم جا کر خبر لو کہ کیا بات ہے؟ سب لوگ جا کر عمرو کے سر پر جمع ہوئے اور دیکھا کہ دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر عجیب طرح کی بیقراری کر رہا ہے۔امیر نے کہا۔بھائی اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ تو اٹھاؤ۔دیکھیں کیا ہوا ہے۔عمرو ہاتھ نہ اٹھاتا تھا۔بڑی مشکل سے اس کی آنکھوں پر سے ہاتھ جدا کیے اور دیکھا کہ کچھ خلل معلوم نہیں ہوتا۔آنکھ بالکل ٹھیک ہے امیر نے کہا یہ کیا شرارت تھی جو ناحق ہم کو ڈرایا۔عمرو نے کہا کہ آپ کے سر کی قسم ہے کہ اس نے لکڑی اٹھائی تھی اگر مارتا تھا میری آنکھ پر ہی لگتی۔میں نے کچھ جھوٹ نہیں بولا سب بے اختیار ہنس پڑے اور خواجہ سراؤں نے جا کر یہ احوال ملکہ زرانگیز سے کہا یہ بھی سن کر متعجب ہوئی کہ عجیب بات ہے اسے بلایا۔امیر عمرو کو لیکر اندر گئے اور بٹھا دیا۔ملکہ نے شربت کا حکم دیا کہ حمزہ کو پلاؤ۔

جب شربت پی چکے تو زرانگیز بانو نے پردے کی اوٹ سے کہا کہ حمزہ ہم نے تم کو دامادی میں قبول کیا۔تم ہندوستان جاؤ۔اگر لندھور کو مار آئے تو مہر نگار تمہاری امانت ہے اسی خزانہ سے جو تم لاؤ گے تو شادی کریں گے۔زرانگیز بانو نے یہ بات کہی تو عمرو نے خواجہ بزرجمہر کی طرف منہ کر کے کہا کہ آپ ہم کو دیواریں دکھانے کی خاطر لائے ہیں۔پس شرط مروت یہ ہے کہ ہم شاہ پر جان تصدق کرنے کے لیے ایک کے سر پر ہندوستان کو جائیں گے اور اس کو زیر کر کے خراج شاہی لیں جب تک مہر نگار کی صورت سے واقف نہ ہوں اور جب تک ہم ادھر سے واپس آئیں۔خدا جانے آپ کس کے ساتھ حمزہ کی شادی کریں۔قسم ہے بادشاہ کے نمک کی جب تک ہم مہر نگار کو نہ دیکھیں گے۔شبستان حرم سے باہر نہ جائیں گے غرض عمرو نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ زرانگیز بانو ہنس پڑی اور فرمایا کہ امیر اور مقبل پردے کے اندر آئیں اور مہر نگار کو دیکھیں۔بزرجمہر ان کو اندر لے گئے اور زرانگیز بانو نے امیر کو دیکھتے ہی اپنی دامادی میں قبول کیا۔جب رخصت کا وقت آیا تو بزرجمہر نے مہر نگار سے کہا اگر آپ نے امیر کو قبول کیا تو اس کو کچھ اپنی نشانی دو کہ یہ

پاس رکھے اور آپ کو فراموش نہ کرے مہر نگار کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی اتار کر امیر کو دی اور امیر نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اس کے عوض مہر نگار کو دی جب اٹھنے کا وقت تھوڑا رہا تو عمرو نے ہاتھ باندھ کر زرانگیز بانو سے کہا کہ بندہ کچھ عرض رکھتا ہے فرمایا کیا کہا یہ احقر مہر نگار کی دایہ کو طلب کرتا ہے کہ اس کا نشان اگر بندے کو دو تو پاس رکھے بہتر ہے۔ زرانگیز بانو نے کہا تو بھی کچھ عمرو کو دے اس نے کئی سو تمن کی قیمت کا عطر دان دیا۔ تب عمرو سے کہا تو بھی کچھ اس کو دے عمرو نے کہا ضرور دوں گا یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک خرما اور اخروٹ نکال کر اسے دیئے اور اس سے کہا اسے احتیاط سے رکھنا اور مجھے فراموش نہ کرنا۔ تمام لوگ اس حرکت سے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ زرانگیز بانو نے امیر کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا اور باقی لوگوں کو خواجہ سراؤں نے۔

شربت سے فارغ ہو کر امیر باہر آئے اور بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمرو تو لشکر کی طرف گیا اور خواجہ امیر کو ہمراہ لے کر اپنے مکان پر گئے اور کہا یہاں بیٹھے رہیں حضور سے رخصت ہو کر یہاں آتا ہوں یہ کہہ کر سوار ہوئے اور شاہ کے پاس جا کر مبارکباد دی کہ ملکہ نے حمزہ کو شربت پلایا اور دامادی میں قبول کیا۔ ایک دو ساعت خلوت میں باتیں رہیں پھر حضور سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے امیر سے اختلاط شروع ہوا اور ہر طرح کی نصیحت کی کہ ہندوستان میں یہ کام کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر شربت منگایا۔ امیر کو بلایا۔ اس شربت میں دارو بے ہوشی ملا ہوا تھا کہ ایک ساعت بھی نہ گذری تھی کہ امیر کا سر گردش میں آیا اور چھینک کر بے ہوش ہوئے تو بزرجمہر نے امیر کو پلنگ پر لٹایا اور صندوقچہ جراحی منگوا کر اس سے استرا نکالا اور امیر کے پہلو کو چیر دیا اور اس میں ایک مہرہ رکھ کر اور پر ٹانکے لگا دیئے اور مرہم کا پھایہ لگایا تو مقبل نے پوچھا کہ خواجہ یہ کیا ہے کہا اس شاہ مہرہ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں امیر کو ایک شخص زہر دے گا سوائے اس کے اس زہر کا کوئی علاج نہیں۔ خبردار کسی پر ظاہر نہ کرنا جب تک کہ عمرو کے ہاتھ سے مار نہ کھانا نہ بتلانا۔ مقبل سے یہ کہہ کر امیر کو ہوش میں لائے اور مرہم داؤدی سے زخم کو اچھا کیا۔

امیر اور خواجہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ عمرو بھی لشکر اسلام میں آیا۔ خواجہ نے صاحبقران کو رخصت کیا امیر معہ عمرو و مقبل لشکر اسلام کو لے کر دریائے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے جب کنارے پر پہنچے تو ان تین منزلہ جہازوں میں معہ اپنے تیس ہزار سواروں کے سوار ہوئے۔ جو نوشیرواں کے حکم سے وہاں کھڑے تھے اور تمام اسباب چڑھا کر مقرر ہوا کہ کل صبح کو لنگر اٹھائیں گے۔ عمرو اس جہاز سے نیچے اترا اور امیر کو کہنے لگا کہ خدا آپ کو بخیر و خوبی ہندوستان پہنچائے اور وہاں سے لے آئے بندہ کو رخصت کیجئے۔ اگر خواجہ صاحب کی خدمت میں کوئی خط دینا ہو تو دیجئے نہیں تو بندہ جاتا ہے کعبے میں جا کر آپ کی خاطر جناب باری میں دعا مانگے گا کہ خدا آپ کو شہریاری دے امیر نے دیکھا کہ کسی طرح ہمارے ساتھ نہ آئے گا۔ کسی فریب سے لے چلئے کہا بھائی بہت اچھا۔ کسی کو بزور نہیں لے جاتا۔ جس کا جی چاہے چلے۔ جس کا جی چاہے نہ چلے۔ خیر تم مکہ کو جاؤ لیکن ایک ساعت جہاز پر آ کر بیٹھو کہ میں تم کو خط لکھ کر تمہارے لیے اور مقبل کے لیے تحائف ساتھ کروں۔

عمرو نے کہا اس کا مضائقہ نہیں۔ ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاز میں آیا۔ امیر نے خط لکھ کر عمرو کو دیا اور کچھ تحائف منگوا کر آگے رکھے اور کہا یہ تمام والدین کی خدمت میں پیش کرنا۔ آپ گوشہ خاطر سے کمترین کو فراموش نہ کیجئے اور تمہیں خدا کے حوالے کیا۔ آؤ گلے مل لیں پھر خدا جانے کب ملاقات ہوگی۔ امیر نے بغل گیری کے بہانہ سے عمرو کو پکڑ لیا اور کہا

لنگر اٹھاؤ جونہی لنگر اٹھائے جہاز دریا میں ہوئے اور کنارے سے بہت دور نکل گئے تب امیر نے عمرو کو چھوڑ دیا۔ عمرو جہازوں پر دوڑنے لگا۔ لشکر اسلام میں یہ قاعدہ تھا کہ جہازوں کو حلقوں اور قلابوں سے باندھ کر ایک کرتے تھے کہ ہوا اور طوفان میں جدا نہ ہوں۔ عمرو ہر جہاز کے قلابوں پر دوڑنے لگا اور چار گھڑی تک حیران ہوا پھر مایوس ہو کر چاہتا تھا کہ امیر کی طرف جائے کہ ناگہاں اسے دریا میں ایک ٹاپو دکھائی دیا۔ جس کا عرض وطول بیس گز کے تھا۔ عمرو وہ زمین دیکھ کر بہت خوش ہوا جی میں کہا کہ اس خشکی پر بیٹھا رہوں جب کسی ماہی گیر کی کشتی آئے گی تو اس پر سوار ہو کر کنارے پر جاؤں گا۔

یہ خیال کر کے جہاز سے کودا لیکن وہاں ایک مچھلی جو کہ ہوا خوری کو اوپر تیرتی تھی کہ اس کی پیٹھ پر جونہی عمرو کے پاؤں کی دھمک لگی اس نے پانی میں غوطہ مارا اور ڈوب گئی۔ تب عمرو غوطے کھانے اور امیر کو پکارنے لگا صاحبقران خدا کے لیے بچاؤ نہیں تو میں ڈوب جاؤں گا۔ امیر نے کہا یہ ڈوبنے نہ پائے، ملاح دریا میں کودے اور عمرو کو نکالا اور جہاز پر لائے تب عمرو ایک گوشہ میں بیٹھا اور دوڑنا چھوڑ دیا۔

ایک مہینہ کے بعد جہاز ایک جزیرے پر پہنچے۔ ہنوز کنارہ قریب چالیس گز کے باقی تھا تو عمرو جست کر کے مچھلی پر پہنچا تو امیر نے بھی جہازوں کو وہاں لنگر انداز کرایا اور تمام سرداروں کو ساتھ لے کر آپ بھی زمین پر اترے اور فرمایا کہ جہازوں میں میٹھا پانی بھر لو اور کپڑے بھی صاف کرالو کہ کل پھر لنگر اٹھا دیں گے۔ سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے اور عمرو اس میدان میں دوڑنے لگا کہ راہ ملے تو یہاں سے چلا جاؤں۔ ناگہاں ایک سایہ کے نیچے ایک شخص نے عمرو کو دوڑتے ہوئے دیکھا اور نام لے کر السلام علیک کہا اور کہا کہ اے خواجہ خوب کیا کہ تو یہاں آیا۔ میں تیرا خالو ہوں۔ ایک مدت سے ہندوستان میں تھا۔ بہت مال واسباب جمع کر کے کشتی پر سوار ہو گیا اور تیرے دیکھنے کو چلا اور وطن کو یاد کیا راہ میں جب اس مقام پر پہنچا کہ جہاز غرق ہوا تو میں صندوقچہ جواہرات کا لے کر ایک تختے پر چڑھا۔ ہوا نے کنارے پر لگایا تو میں اس جزیرہ میں تب سے رہتا ہوں اور وہ جواہرات کا صندوقچہ میرے پاس ہے۔

عمرو نے کہا کہ میرا خالو کوئی نہیں ہے لیکن جواہرات کا جو نام سنا کچھ نہ کہا اس کے بعد آ کر چپ بیٹھ گیا۔ تب اس نے عمرو سے کہا کہ اے جان معاف رکھنا کہ میرے پاؤں میں طاقت نہیں جو اٹھ کر تیری تعظیم کروں۔ کہا کہ اس درخت سے کچھ توڑ کر کھلائے تو میرا جی خوش ہو۔ عمرو نے کہا۔ یہ کیا بڑی بات ہے میں اس درخت پر چڑھ کر توڑ لاتا ہوں تمہارا جتنا جی چاہے کھالو۔ اس نے کہا میرا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اگر ایسا کرو تو میرا دل خوش ہوگا۔ تب عمرو جھک گیا اور وہ عمرو پر سوار ہوا۔

راوی لکھتا ہے کہ وہ دول پا تھا اور پاؤں تسمے کی طرح تھے۔ جونہی عمرو کی پیٹھ پر چڑھا اپنے پاؤں سے عمرو کو باندھ لیا اور کہا دوڑو۔ عمرو اپنے آپ کو چھڑانا چاہتا تھا مگر اس نے ہاتھ بھی خوب جکڑ لیا۔ تب عمرو ناچار ہوا اور سمجھ لیا کہ مطلب اس کا درڑانا ہے۔ وہ دوڑا اور گانے لگا۔ وہ دوال عمرو سے خوش ہوا اور کہا خوب گھوڑا ملا۔ عمرو نے جی میں کہا تو بلا میں پھنسا اور اب اس کے ہاتھ سے کس طرح چھوٹوں۔ تب جی میں کہا کہ امیر کی طرف چل وہ تجھے اس سے چھڑا دیں گے۔ یہ ارادہ کر کے امیر کی طرف چلا اور وہاں جا کر دیکھا کہ سلطان صاحبقران اور تمام سرداروں پر دوال پا سوار ہیں۔ عمرو دیکھ کر شعلہ زن ہوا اور سرداروں کی نگاہ جو عمرو پر پڑی تو ایک آہ سرد بھری اور اس وقت امیر کو سخت سست کہنا شروع کیا کہ او عرب تو نے یہ ظلم کیا کہ ایک کافر کی بیٹی کے واسطے اپنے لشکر اسلام کو مارا۔ غرض دوال پا سواران سب کو

دوڑاتے تھے کوئی کہتا کہ میرا گھوڑا خوب دوڑتا ہے اور کوئی کہتا کہ مرکب کا قدم خوب ہے۔ غرض آپس میں شرط کر کے دوڑاتے تھے۔ بے چارے عادی پہلوان کی بھی عجیب حالت تھی گرتا اور ناچار ہو کر پھر چلتا۔ چونکہ عمرو سب سے زیادہ چالاک تھا۔ دوڑ کر آگے نکل گیا۔ جب قریب دو کوس کے گیا تو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے نیچے خوشہ انگور یا مرانہ لگے ہوئے ہیں اور ٹپک ٹپک کر شراب ہو رہی ہے اور ایک طرف کدو خوب صراحی دار خشک و تر دور تک لگے ہوئے ہیں۔ ایک عجیب کیفیت ہو رہی ہے عمرو یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور کہا اے عزیز! تیرے بڑے نصیب ہیں جو مجھ سے ملاقات ہوئی اور میں تجھے لے کر یہاں آیا اور یہ درخت وہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اس کا عرق پیا تھا۔ جو اس قدر دوڑتا ہوں یہ اثر اسی کا ہے اگر اس وقت میرے دوڑنے کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہو تو ایک کدو توڑ کر صراحی بنا اور اس میں یہ عرق بھر کر ساتھ لے جب میں مانگوں تو تھوڑا سا میرے حلق میں ڈالنا اس نے قبول کیا عمرو اس کدو کے درخت کے نیچے لے گیا اور اس میں سے ایک کدو توڑ کر اس کی صراحی تیار کی اور اس میں شراب بھری اور کئی قطرے عمرو کے حلق میں ٹپکائے۔

عمرو شراب پی کر گانے لگا۔ پھر ایک میدان میں اس قدر دوڑا کہ دوال نہایت ہی خوش ہوا اور کہنے لگا کہ او گھوڑے میں جب تک زندہ رہوں گا تیرے سوا کسی اور مرکب پر سوار نہ ہوں گا۔ تیرا ہنہنانا مجھے پسند ہے اور دوڑنے کی تو بات ہی کیا ہے۔ عمرو نے کہا ابھی کیا ہوا جوں جوں اس کا اثر ہوگا تب تماشہ دیکھو گے مگر تم نہ پینا۔ دوال سمجھا کہ یہ آدمی آپ تو پیتا ہے اور مجھے روکتا ہے۔ تو بھی پی۔ اس نے کدو کو منہ سے لگایا اور پینے لگا۔ عمرو نے کہا خبردار تمام مت پینا میری خاطر بھی تھوڑا سا رکھنا۔ دوال پا کو مزہ آیا تو آدھی صراحی پی گیا۔ تب اس کو خوب نشہ ہوا اور بیہوشی ہوئی۔ شراب کا قاعدہ ہے کہ جوں جوں پیا جائے توں توں خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ مزے میں آ کر باقی کی آدھی صراحی بھی پی گیا تب وہ اس کے نشہ میں غرق ہو کر مست ہوا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ابھی سب گرفتار دوال پا ہیں کہنے لگا بتاؤ یارو کیا حال ہے؟ اگر مجھ کو کچھ دینا قبول کرو تو ان کے ہاتھوں سے چھڑاؤں۔ ورنہ خیر۔

یہ کہہ کر ہر ایک نے عمرو کی منت کی اور روپے بھی دینے قبول کیے تب عمرو نے ان سب کو اپنی حکمت سے ان دوال پا سے چھڑایا اور جتنے پا تھے ان سب کو مار ڈالا۔ لیکن دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ہر ایک پہلوان نے ان کو مار ڈالا ان بلاؤں سے نجات پا کر خدا کو یاد کیا اور فوراً وہاں سے اپنے اپنے جہازوں پر چڑھ گئے کہ یہ جزیرہ ہندوستان کا ہے خدا جانے اور کیا آفت آئے اور جہازوں سے لنگر اٹھا دیئے جہازوں سے بامراد چلے دو مہینے قریب دریا میں چلتے رہے تب دیکھا کہ پانی کم ہو گیا ہے اور کپڑے بھی میلے ہو گئے ہیں۔ خیال کر کے جہازوں کو ایک جزیرہ میں لنگر گرایا اور تمام لوگ نیچے اتر کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوئے۔

غائب ہونا بہرام گرد کا

اس طرح روایت ہے کہ اس جزیرہ میں جہازوں کے لنگر ہوئے اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوئے عمرو کی نگاہ جو اس بیابان کی طرف گئی تو دیکھا کوسوں تک ہری گھاس کا سبزہ عجیب لطف دکھا رہا ہے اور پانی کے چشمے ہر طرف بھرے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ عمرو کے جی میں آیا کہ غسل کیجئے تھوڑی دور جا کر تالاب کے کنارے اپنا اسباب عیاری اتار کر رکھ دیا اور پانی میں نہانے لگا اور پنڈلیوں کو ملا کر غوطہ لگایا اور سر پانی سے نکالا اور کنارے پر دیکھا تو اسباب نظر نہ آیا سمجھا کہ امیر نے مذاق سے چھپایا ہوگا۔ حالانکہ ننگا تھا مارے شرم کے پانی سے باہر نہ نکلا اور شور کرنے لگا

کہ یہ کیا مذاق ہے مجھ کو ایسی حرکت نہیں بھاتی۔

امیر نے کہا تمہارے سر کی قسم ہے مجھے کچھ خبر نہیں۔ عمرو نے کہا تب یہاں سے اور کون لے گیا؟ یہی باتیں کر رہا تھا کہ ایک طرف سے کوئی آواز آئی۔ چاروں طرف کو دیکھا تو کیا نظر آیا کہ سینکڑوں بندر درختوں پر کودتے پھرتے ہیں اور تمام اسباب ان کے پاس موجود ہے وہ آپس میں اسباب سے کھیل رہے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ دیکھو ان کی موت آئی ہے کہ میرے اسباب کو لے گئے ہیں آپ کسی کو بھیج کر میری عیاری کا صندوقچہ جہاز سے منگا دیجئے اور پھر دیکھیں کہ کس طرح میں ان سے اپنا اسباب لیتا ہوں۔ تب چوبداروں نے عمرو کے اسباب کی گٹھری لا کر دی تو اس قول کے مطابق اپنا تاج اس زور سے ہوا پر اچھالا اور پھر نیچے آتے ہوئے ہوا میں روک لیا ان بندروں میں سے جن کے ہاتھ میں تاج تھا ان بندروں کی نقل کرتا ہے پہلے اس نے وہ تاج زور سے ہوا میں اچھالا اور پھر اس کو نیچے آتے ہوئے ہاتھ سے روکا لیکن روک نہ سکا وہ زمین پر گر پڑا۔

اس طرح عمرو نے اپنا تمام اسباب ایک ایک کر کے لے لیا اور امیر سے کہا کہ اس جنگل میں یہ جانور آدمیوں کو سخت ایذا دیتے ہوں گے ان کا رہنا اچھا نہیں۔ عقلمند لوگ جس راہ سے گذرتے ہیں اس راہ کو صاف کرتے ہیں۔ اس راہ کو تم بھی صاف کرو۔ آپ لوگوں کو لے کر جہاز میں سوار ہو جایئے۔ میں ان کا علاج کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس جنگل کے تمام درختوں کو تیل سے تر کر کے آگ لگا دی اور آپ کشتیوں میں سوار ہو کر جہازوں پر آئے اور لنگر اٹھا دیئے۔ چند روز تک جہاز چلتے رہے پھر ایک روز نہنگ مثل ناگہاں پیدا ہوا اور منہ کھول کر جہازوں کی طرف چلا جہازوں میں جتنے لوگ سوار تھے اس کو دیکھ کر فریاد کرنے لگے۔ امیر یہ فریاد سن کر باہر نکلے تو دیکھا سنسار مثل لخت کوہ منہ کھولے ہوئے چلا آتا ہے۔ امیر نے اس کی صورت دیکھ کر خدا کو یاد کیا اور اسحاق نبی کی کمان لے کر اور پندرہ تیر عقاب پر ہاتھ میں پکڑ کر اس کی طرف رخ کیا۔ تو نہنگ کی دونوں آنکھیں مثل مشعل کے روشن تھیں ایک تیر چلہ میں جوڑا اور شست باندھ کر اس کی داہنی آنکھ میں مارا کہ سوفار غرق ہو گیا اور دوسرا تیر جوڑ کر دوسری آنکھ میں پیوست کیا۔ ان تیروں کے لگتے ہی نہنگ نیچے کو ہوا اور سر کو پانی میں ڈبو کر دم اٹھا کر اس زور سے پانی میں ماری کہ طلاطم پیدا ہو گیا۔ نزدیک تھا کہ جہاز ڈوب جائیں امیر نے جہازوں کے پہیے کھلوا دیئے اور امن ہوا۔

اس کے چھٹے روز ایسا طوفان آیا کہ اندھیرا ہو گیا۔ جہازوں پر تہلکہ پڑ گیا اور ہر ایک دعا مانگنے لگا۔ غرض تین دن کے بعد جب طوفان برطرف ہوا تو دیکھتے ہیں کہ بہرام گرد خاقان چین اپنی فوج سمیت غائب ہے نہ معلوم کہ کدھر گئے۔ تب امیر نے بہرام کا غم کیا اور جتنے پہلوان تھے سب روئے۔ ناچار جہازوں کو جمع کر کے پھر روانہ ہوئے۔

سد سکندری میں جہازوں کا پہنچنا

طوفان سے امان ہونے کے بعد جہاز پھر روانہ ہو گئے۔ کئی روز بامراد چلتے گئے ایک روز دیدبانان جہاز قصہ و فریاد کرنے لگے تو امیر نے کہا کہ اس طوفان اور نہنگ کی آفت سے بچنا آسان نہ تھا۔ لیکن اب بڑا غضب ہوا کہ زندگی کی صورت نظر نہیں آتی کہ یہ داب سکندری ہے جس سے جہاز بچکر نہیں جا سکتا۔ اول تو کوئی اس طرف آتا نہیں اگر بھولے بھٹکے آ بھی جائے تو سلامت نہیں جاتا اور یہاں ہی غرق ہو جاتا ہے اب یہاں کے لیے کوئی علاج نہیں ہے دیکھئے خدا کیا کرتا ہے؟ تب تو امیر بے حواس ہو گئے اور تمام خلقت سر پیٹنے لگی حتیٰ کہ جہاز گرداب میں پڑے اور چکر

کھانے لگے اب گرداب کے اندر دیکھا کہ ایک مینار پتھر کا کھڑا ہے اور اس کے اوپر ایک مکان بنا ہوا ہے۔ ملاحوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا یہ میل ہے جو سکندر نے اس لیے بنایا تھا کہ جو جہاز اس گرداب میں پڑتے ہیں تو سات مرتبہ اس میل کے گرد پھرتے ہیں تو آٹھویں چکر میں پانی کی تہہ میں اتر جاتے ہیں۔

امیر نے یہ سن کر کہا کہ خدا کو یاد کرو اور عمرو سخت بے تابی کرنے لگا۔ جہاز گردش میں تھے کہ امیر اور مقبل کی نگاہ ایک تختہ سنگ مرمر پر پڑی جو اس میل کے گرد جو سفید سا جڑا ہے اور اس میں سنگ سیاہ کے حروف کندہ ہیں اور عبارت یہ ہے کہ اگر کسی کے جہاز یہاں پر اٹک جائیں اور ان جہازوں میں صاحبقران ہوں تو اس میل کو دیکھ کر اس پر چڑھ جائیں یا ان کا نائب ہو وہ اس پر جا کر اس طبل سکندری جو اس پر رکھا ہے بجائیں اسی کی آواز سے جہاز گرداب سے نکل جائیں گے امیر نے کہا بھائی اس تختہ پر دیکھیے یہ مضمون لکھا ہے اور مجھے خواجہ بزرجمہر نے اکثر کہا ہے کہ تم سایہ قطرن عالمگیر ہو جہاں سے ظلمت و کفر کو مٹاؤ گے بس میں اس کے اوپر جاتا ہوں اگر میرے اس پر چڑھنے سے اتنے بندگان خدا کی جان بچے تو مضائقہ نہیں۔ عمرو نے کہا کہ آپ کے قائم مقام کیے جانے کا بھی تو حکم ہے بس اس سے کوئی بہتر نہیں کہ دل میں یہ خیال کر کے اس جہاز کے تہلکہ اور ڈوبنے سے بچ جاؤں گا اور اوپر جا کر بیٹھ رہوں گا اور جب کوئی جہاز ادھر آنکلا تو اس پر چڑھ جاؤں گا۔ تب سرداروں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ بھائیو! میں تمہاری خاطر جان دیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے کچھ دینا قبول کرو۔ اگر میں نہ بچا تو اس محنت کی اجرت پاؤں ہر ایک نے سو سو ہزار ہزار لاکھ لاکھ تمک اپنی جان کا بدلہ جان کر عمرو کو لکھ دیئے۔ عمرو نے ان سب سے رخصت مانگی اور امیر کا قدمبوس ہوا اور دعا طلب کی اور دم سادھ کر اوپر کی طرف جست کی۔ میل کے سر کے نزدیک پہنچ کر اس کا ٹونا اور نیچے کو چلا تو اس کو پانی میں گرتا دیکھ کر نہنگ نے منہ کھول کر سر نکالا اور امیر نے عمرو کے لیے دعا کی۔ لیکن گرتے وقت عمرو کی نظر نیچے جو پڑی اور نہنگ کو دیکھا تو ہوش اڑ گئے کہ یہ بلا کہاں سے آئی۔ عمرو تیز رو اور نہایت چالاک تو تھا مگر گرنے سے روک نہ سکا اور سیدھا اس کے منہ کے اندر چلا تو چستی سے اپنے دونوں پاؤں اس مگرمچھ کے دانتوں پر رکھتے ہی پھر جست کی اور مثل آہو شانا بھر کر اوپر کو چلا اور اس پر جا کر کھڑا ہوا۔ عمرو نے اوپر جا کر دیکھا تو واقعی ایک نقارہ دھرا ہے اور اس پر سکندر ذوالقرنین کا نام لکھا ہے اور اس کے پہلو میں بر وزن اٹھارہ من تبریزی چوب دھری ہے وہ چوب اٹھا کر عمرو نے نقارے پر چوٹ لگائی اور یہ آواز چونسٹھ کوس تک نکل گئی اور پانی میں تلاطم سا پڑ گیا۔ گرداب میں جتنے جانور تھے انہوں نے اس نقارے کی آواز سنی تو باہر نکل آئے اور اس مینار میں جتنے پرند تھے ان کی ہوا اور موجوں سے جہاز روانہ ہوئے۔ گرداب سے نکل گئے اور ہوائے بامراد کی امداد سے چند روز میں بندر سراندیپ کے کنارے پر جا کر جہازوں کو لنگر کیا اور لشکر خشکی پر اترا۔

عمرو کا چالیسواں

دوشنبہ کو یہاں تک قصہ ختم ہوا۔ کہ عمرو نے اوپر جا کر طبل سکندری کو بجایا اور اس گرداب سے نکل گئے اور عمرو تنہا اس مینار پر رہ گیا۔ اسے ہر طرف پانی کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیا۔ مایوس ہوا کہ اب کوئی صورت زندگی کی باقی نہیں رہی جہازوں پر یہ توقع تھی کہ کبھی خشکی پر پہنچ ہی جائیں گے۔ میں یہاں سے کبھی نہ نکلوں گا۔ خیال کر کے رونے لگا اور خدا کی یاد میں مناجات کی تو ناگہاں اس گنبد کے ایک طرف سے سلام علیک کی آواز آئی۔ حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا جی میں خیال کیا کہ یہاں آدمی کا کیا کام ہے جو آئے مگر یہ آواز ملک الموت نے دی ہے۔ شاید تیری زندگی کی

پیمانہ لبریز ہوا اور یہ خاطر قبض روح کو آیا ہے۔ دیکھا تو داہنی طرف ایک مرد بزرگ سفید ریش صاف کپڑے پہنے ہوئے عصا ہاتھ میں لیے کھڑا ہے عمرو دوڑ کر اس مرد بزرگ کے پاؤں پر گرا اور کہا آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے؟ کہا میں خضر ہوں خدا نے تیری مخلص کے لیے بھیجا ہے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہا آپ واقعی مجھے یہاں سے نکالیں گے مارے بھوک کے میرا حال برا ہے کیونکہ سات روز سے مجھے کھانا پینا نصیب نہیں ہوا۔

یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام ہنسے اور ایک چھوٹا سا کلچہ اس کے روبرو رکھ دیا اور کہا کہ اسے کھالے پانی بھی دوں گا عمرو نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا تعجب ہے کہ آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ بے شک آپ پیغمبر خدا ہیں لیکن میں بنی آدم ہوں بھلا اس کلچہ کو کھانے سے جو بھوک لگی ہوئی ہے کیا بجھے گی؟ فرمایا کہ صبر رکھو اور خدا کا نام لے کر اسے کھا اور کس کھانے کو جی چاہتا ہے اس کو خیال کر دیکھ تو کیا ہے۔ عمرو نے اس کلچہ کو کھانا شروع کیا اس میں سے جوں جوں توڑ کر کھاتا تھا تو وہ کلچہ کم نہ ہوتا تھا پورا ہی رہتا تھا اور جس کھانے کا ذائقہ یاد کرتا وہی ذائقہ پاتا۔ عمرو حیران ہوا اور پیٹ بھر کر کھایا پھر بھی وہ کلچہ سالم ہی رہا۔

اب پیاس کی سنیے کہ خواجہ خضر نے سوا بالشت کا مشکیزہ نکالا اور اس سے پانی پلایا تو وہ ہرگز خالی نہ ہوا۔ عمرو نے عرض کی کہ اگر بندہ کو پھر پیاس لگی تو کہاں سے پیوں گا یہ میرے پاس ہی رہنے دیجئے تو خضر نے وہ عمرو کو دیا۔ اور کہا کہ ان کو اپنے پاس رکھ یہ تیرے بڑے کام آئیں گے اور کوس معہ اسباب کے اپنے ہمراہ لے کر یہ نقارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے کہ حمزہ کو دینا۔ عمرو نے کہا یہ بوجھ کس طرح لے چلوں؟ تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اب آنکھیں بند کر اور میری پشت پر اپنے پاؤں رکھ اور اسم اعظم پڑھنا شروع کیا۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ حضرت نے کہا آنکھیں کھول کر دیکھ تو کہاں ہے۔

عمرو نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا کہ دریا کے کنارے پر ہے اور صحرائے لق ودق معلوم ہوتا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ عمرو نے واجب الوجوب کی جناب میں شکر کا سجدہ کیا اور صحرا کی طرف روانہ ہوئے لیکن جب تک اس کی داستان پر پہنچوں دو کلمہ صاحبقران کے بیان کروں۔ جب اسباب لے کر جہازوں سے باہر ہوئے اور بندر سراندیپ میں اترے حضرت خضر علیہ السلام کی اور خدا کی راہ میں بہت سی خیرات کی اور امیر نے کہا کہ اس مکان میں دو مہینے قیام کریں گے کیونکہ میں عمرو کو اپنی جان کے برابر جانتا ہوں لیکن کیا کروں کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اس کے مقدر میں اسی طرح لکھا تھا۔ اب میں اس کا چہلم کر کے یہاں سے روانہ ہوں گا۔ یہ فرمایا اور ماتمی لباس پہنا اور غم ماتم کرنے لگے اور اسلام میں جتنے سردار تھے تمام کی عزاری میں چالیس روز گذاریں تو عمرو کے چہلم کی فاتحہ کر کے چلیں۔ لیکن عمرو وہاں سے چلا اور کوہستان و بیابان کی راہ سے چلا آتا تھا تو کئی روز کے بعد ظہر کے وقت ایک صحرا میں پہنچا اور نماز ادا کرنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگا تو داہنے ہاتھ کو ایک مسجد دکھائی دی تو بہت خوش ہوا اور اس طرف روانہ ہوا۔ اندر جا کر دیکھا تو پانچ آدمی سردارانہ وضع لباس پر تکلف پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہیں۔ عمرو بھی ان کے ساتھ نماز ادا کرنے لگا جب نماز ادا کر کے فراغت پا چکے تو سب باہر نکلے تو ان پانچوں میں سے چار تو گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ایک پیدل گیا اور پہلے مسجد کے دروازے پر عرب رویا اور پھر وہ بھی اٹھ کر اس طرف روانہ ہوئے عمرو نے پاس جا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟ اور رونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا عزیز ہم شہید ہیں اور اس بیابان میں رہتے ہیں جو کوئی بھولا ہوا مسافر اس طرف آنکلتا ہے اس کو راستہ بتلاتے ہیں اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں اشخاص معہ اپنے گھوڑے کے

مارے گئے تھے اور میں پیدل شہید ہوا اس وجہ سے پیدل ہوں۔

یہ سن کر عمرو نے کہا جو کہتے ہو میں حاضر ہوں۔ اپنی طرف سے نہ رکھوں گا۔ اس نے کہا یہاں سے نو کوس پر اس طرف ایک آبادی ہے یہاں میرا گھر ہے اور مکان میں ایک درخت بھی ہے اس کی جڑ میں دو ہزار اشرفیاں گاڑی تھیں تو جا کر وہاں سے نکال اور تین حصے کر۔ ایک حصہ تو لے لے اور ایک حصہ میرے والدین کو اور ایک گھوڑا اور اسباب مول لے کر کسی کو خدا کے نام پر دے تو گھوڑا میں یہاں پر پاؤں گا۔ اگر تم یہ کام کرو تو بڑا احسان ہے عمرو یہ سن کر روانہ ہوا اور اس آبادی میں جا کر مرد شہید کی وصیت بجالایا اور وہاں سے آگے چلا تو کئی منزلیں طے کیں تب پہاڑ کے نیچے ایک نہایت دلچسپ مکان دیکھا اور آرام کے لیے ایک درخت کے نیچے ایک گھڑی پوری نہ گذری تھی کہ ایک طرف سے السلام علیکم کی آواز آئی۔ دیکھا تو ایک بزرگ مرد نظر آیا۔ عمرو نے متوجہ ہو کر تعظیم کی اور آداب بجالایا اور بعد سلام کے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میرا نام الیاس علیہ السلام ہے تیری خاطر آیا ہوں۔ خدا نے تجھ پر مہربانی کی ہے ایک جال دیا اور فرمایا اس کا وصف یہ ہے کہ اس کا بوجھ معلوم نہ ہوگا اور ایک کمبلی دے کر فرمایا کہ اس کو اوڑھو تو لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہو جائے گا۔

عمرو اس کمبلی کو پا کر بہت خوش ہوا اور قدم مارتا ہوا سراندیپ کی طرف روانہ ہوا پھر کئی دنوں میں منزل طے کر کے لشکر اسلام کے پاس پہنچا اور اپنی صورت تبدیل کر کے اندر جا کر دیکھا کہ تمام لوگ سیاہ پوش ہیں۔ اور اس روز لشکر میں ایک دھوم ہے اور دروازے پر فقیروں کا ہجوم ہے اور پہلوان عادی کھانا پکوا رہا ہے اور بانٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا عمرو دریا میں مر گیا ہے آج اس کا چہلم ہے اور یہ کھانا اسی کی فاتحہ کا ہے اور سیاہ پوش اس کے غم میں ہیں۔ عمرو نے اپنے دل میں کہا تو زندہ ہے انہوں نے تجھے مار ڈالا ہے۔ دن تو فقیروں میں بیٹھ کر کاٹا جب رات کا وقت ہوا تو سب اپنے اپنے خیموں میں سو رہے۔ عمرو گلیم کو پہن کر پہلے عادی کے خیمہ میں گیا دیکھا تو فانوسیں روشن ہیں اور معدی کرب سوتا ہے عمرو اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گلے کو دبایا تو معدی کرب گھبرا کر اٹھا دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ چھاتی پر بوجھ سا معلوم ہوا تب دعائیں کر کے گھبرایا تو عمرو نے کہا اس میں کیا فائدہ ہوگا میں تمہارے لینے کو آیا ہوں جس طرف میں لے چلوں تم اس طرف چلو۔

عادی نے کہا تمہارے آنے کا کیا سبب ہے کہا ایک شخص عمرو نام کا مرا ہے۔ تو آج اس روح کو بہشت جانے کا حکم ہوا ہے وہ فردوس کے دروازے پر مچل کر بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ ہرگز اندر نہ جاؤں۔ جب تک کہ عادی یہاں نہ آئے گا۔ خدا نے مجھے تیری روح لینے کو بھیجا ہے اب میں تجھ کو لے جاؤں گا۔ یہ سن کر عادی کے ہوش اڑے اور کہا میں عمرو سے ہرگز الفت نہ رکھتا تھا بلکہ دشمن تھا۔ خواب ہوا مر گیا۔ مجھے اس سے کیا کام ہے تم مجھے چھوڑ دو۔ عمرو نے کہا یہ کس طرح ہوگا۔ مگر ایک صورت ہے کہ تو اگر کچھ دے تو چھوڑ جاؤں گا اور جو کچھ دے اسے خدا کو دوں گا۔ شاید لالچ سے تیرا بلانا موقوف کر دے عادی نے کہا وہ سامنے کرسی پر اشرفیوں کا صندوقچہ رکھا ہے لے جایئے اور کہیئے عادی بیمار ہے اس کو مت بلاؤ۔ اچھا ہو کر وہ خود آئے گا۔ عمرو نے کہ جاتا ہوں بشرطیکہ وہ قبول کرے وہ چھاتی سے کود کر نیچے اترا اور صندوقچہ لیکر چلا گیا۔ عادی کو تمام رات خوف سے بخار رہا اور نیند نہ آئی صبح کو کانپتا ہوا امیر کے پاس گیا اور السلام علیکم کیا۔ اس وقت اور پہلوان بھی حاضر تھے، امیر کی نظر جو عادی پر پڑی تو دیکھا کہ اس کا رنگ زرد ہو رہا ہے اور بے حواس ہے پوچھا اے عادی کیا حال ہے؟

اس نے رات کا تمام قصہ بیان کیا۔ امیر یہ سن کر حیران ہوئے، فرمایا خدا خیر کرے کہ عادی پہلوان کو جنوں کا اثر معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بات ہے کہ ملک الموت آئے اور صندوقچہ اشرفیوں کا لے کر جائے۔ یہ بات عادی کی سن کر سب گھبرائے اور عادی کھسیانہ ہو کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔

حضرت آدم اور امیر حمزہ

راوی بیان کرتا ہے کہ عمرو نے عادی کو سوتے ہوئے اس طرح دھمکایا اور اس کے دوسرے دن سلطان بخت مغربی سے بھی یہ حرکت کی اور اس نے صبح آ کر امیر سے ماجرا بیان کیا تب تو امیر کو بہت تشویش ہوئی اور فرمایا اس مکان کی ہوا نہایت خراب معلوم ہوتی ہے یہاں سے کوچ کرنا چاہیے نہیں تو لوگوں کو سودا ہو جائے گا۔ غرض اسی طرح امیر کے تمام سرداروں سے عمرو نے روپے لیے اور حضرت الیاس علیہ السلام کی دی ہوئی کمبلی اوڑھ کر جب سرداروں سے عزرائیل کے نام سے لے چکا تو ایک روز یہی حرکت امیر سے بھی کی۔ تب امیر نے سمجھا کہ واقعی لوگ سچ کہتے ہیں چونکہ امیر دانا تھے۔ خیال کیا تو ایک آواز آتی ہے اور چھاتی پر ایک بوجھ سا معلوم ہوتا ہے مگر صورت کسی کی نظر نہیں آتی ہے امیر نے اس کو پکڑ کر چاہا کہ ایک گھونسہ مارے۔

عمرو نے کہا او عرب سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ میرے چوٹ لگے۔ امیر نے آواز سنتے ہی یہ سمجھ لیا کہ وہاں عمرو و مینار پر گیا تھا کہ اس کی روح ہے کسی کے جسم میں دوڑ آئی ہے۔ عمرو کو یاد کر کے بے اختیار رویا جب امیر کو اس طرح روتے دیکھا تو عمرو کو رحم آیا کہنے لگا۔ اے امیر خدا نے مجھ کو بچایا اور حضرت خضر علیہ السلام کی برکات سے زندہ ہوں تب امیر نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ تب عمرو نے سر سے کملی اتار کر ظاہر ہو کر قدمبوس ہوئے صاحبقران نے اسے گلے لگایا اور بہت خوش ہوئے اسی دم بہت سے سرداروں کو خبر ہوئی تو سب نے آ کر عمرو سے ملاقات کی اور عمرو کی سلامتی کی نظر خدا کی جناب میں کی۔ اگلے روز عمرو کے آنے سے لشکر میں جشن رہا۔ دوسرے روز کوچ کر کے کوہ سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے اور لشکر اومان کوہ میں جا کر اترا۔ تمام ہندوستان میں یہ خبر ہوئی کہ شاہ کشور کا داماد حمزہ خسرو ہندوستان سے لڑنے آیا ہے۔

راوی لکھتا ہے کہ جن ایام میں وہ وہاں پہنچا تو وہ سردیوں کا موسم تھا۔ جن دنوں حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہاں میلہ لگتا تھا اور ہند کی تمام خلقت، ایک مہینہ کی راہ سے حضرت آدم کی قدم گاہ کی زیارت کرنے کو جاتے تھے اور ہر ایک اپنے حوصلہ کے موافق ہوا خوری کرتا تھا اور اسی پہاڑ کے دامن میں کوسوں تک خیمے استادہ کیے جاتے تھے اور ہندوستان کے دس جزیروں کے بادشاہ کا عالم ہجوم تھا اور لندھور بن سعدان تمام امراء وزراء اور اراکین دولت و خدام و حشم لے کر معہ آثار سلطنت وہاں آیا ہے اور اس مکان کو زیب و زینت دیکر لوگوں پر رحم کیا اور بخشش کرتا تھا۔ چالیس روز تک امیر اور وزیر شریف و غنی و غریب وہاں شراب پیتے اور عیش و عشرت میں رہتے تھے، امیر حمزہ بھی اس کی ایک طرف میں اترے اور لشکر کھڑا ہوا اور سپاہ قائم ہوئی۔ سازندے اور خواندے حاضر ہوئے اور مے کا دور گردش میں آیا۔ چوتھے روز عمرو نے کھڑے ہو کر امیر سے عرض کی بندہ چاہتا ہے کہ اس پہاڑ کے نیچے پھر آئے اور حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت کرے فرمایا۔ اچھا جاؤ لیکن جلد آؤ۔ غرض رخصت ہو کر لشکر سے باہر نکلا اور پہاڑ کی اترائی کی طرف متوجہ ہوا اور پہاڑ کے نیچے خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھا۔ نگاہ جدھر کو جاتی ہے وہیں کی رہتی ہے اور ہر طرف نور کا عالم نظر آتا تھا اور اس پہاڑ کے آر پار پانی کے چشمے صحرا میں رواں ہیں اور ہزار گل و ریحان مثل لالہ و نرگس اور بنفشہ ہر

طرف کو کھلے ہوئے لہلہا رہے ہیں اور گاہ سبز رنگ خوش مثل تختہ زمرد چار طرف کوسوں تک معلوم ہوتی ہے اور درخت سرو شمشاد کے مانند قدم محبوب کھڑے ہوئے نہایت لطف دیتے تھے صدائے لیک زمرد لیک زمرد راج کوک کوئل وغل قمری وشور عندلیب اور بلبلوں کے چہچہے ہر ایک کے غنچہ خاطر کو شگفتہ کر رہے تھے، عمرو کو وہ جگہ بہت خوش اور روح افزا معلوم ہوئی ایک پتھر پر بیٹھ کر کلاہ نو دمیدہ اور لب آب رسیدہ کا نظارہ کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر نظر پڑی اور اس کی عجب بلندی دیکھ کر حیران ہوا کہ یکا یک اس پر نظر جاتے ہوئے سو جگہ ٹھوکر کھاتی تھی کہ باد پائے وہم بھی بے نردبان اس کی رفعت پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ عمرو نے سوچا کہ اس پر کس طرح جائے نہیں معلوم کہ اس پر جانے کا راستہ کدھر ہے؟ تب ایک طرف گھاس کا ایک چھپر معلوم ہوا پاس جا کر دیکھا تو اس میں ایک پیر مرشد سفید ریش قد خمیدہ ایک بوریئے پر بیٹھا ایک تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے کچھ پڑھتا ہے۔

عمرو جب اس کے نزدیک گیا تو اس نے اس کا نام لے کر سلام کیا اور کہا۔ اے شاہ عیاران میں تیرا منتظر ہوں۔ عمرو نے خیال کیا کہ شاید ودال پا ہے۔ عمرو نے کہا۔ مروک تو کس کو کہتا ہے میں ہرگز واقف نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر خنجر پر ہاتھ بڑھایا اور ارادہ کیا کہ نکال کر اس پیر مرد کو مارے۔ وہ دیکھ کر بے اختیار ہنسا اور کہا۔ اے عمرو میں ودال پا نہیں ہوں۔ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور میرا نام سام بن نوح علیہ السلام ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی قدم گاہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ رات کو مجھے یہ بشارت ہوئی کہ حضرت آدم نے تیرے آنے کی خبر دی تھی جا زیارت کر تیرا جو مقصد ہے وہ حاصل ہوگا۔ گز لیکر ناپ اور یہ کدال لے کر اسے کھود۔ اس میں جو تیری قسمت ہے نکلے گا اسے اپنا مال سمجھ وہ تیرا مال ہے لیکن لالچ نہ کرنا اور ایک گز سے زیادہ نہ کھودنا۔ عمرو نے اس گز سے زمین کو ناپا اور کدال سے کھودنا شروع کیا۔ تھوڑی زمین کھودی تھی کہ اس میں سے ایک دانہ یاقوت بے بہا نکلا کہ عمرو نے اپنی تمام عمر میں نہ دیکھا تھا عمرو کو طمع اور زیادہ دامنگیر ہوا اور کھودنے لگا لیکن اس دانہ کے سوا اور کچھ نہ نکلا ہر چند سام کہتا تھا کہ بس تیری قسمت میں یہی تھا اور کچھ نہیں۔ مگر عمرو اپنے کام میں مشغول اور زمین کو کئی گز کھودا۔ اس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ بہت تھک گیا۔ تب لاچار ہو کر کھودنا بند کیا اور سام کے پاس آ کر کہا کہ زیارت کدھر سے جاؤں۔ فرمایا یہ جو راستہ نظر آتا ہے اس راہ پر جا لیکن یہ طمع نہ کرنا اور نہ کسی چیز پر دست انداز ہونا اور زیارت وعبادت کی شرائط بجالانا اور وہاں سے جو امداد ملے اس کو غنیمت جاننا یہ کہہ کر رخصت کیا۔ عمرو نے اس راہ سے پہاڑ پر جا کر دیکھا تو عجیب طرح کا عالم ہے کہ ہر طرف پانی کے چشمے رواں ہیں اور پتھر کا ایک طاق بنا ہوا ہے جس میں ان چشموں کا پانی چاروں طرف سے آ کر داخل ہو کر ایک حوض میں بھرتا ہے اور اس کے بدروں کے ذریعہ پھر باہر جا کر نیچے گرتا ہے اور سبزہ زار میں پھیلتا ہے اور اس سبزہ میں ایک سفید پتھر حضرت آدم کی قدم گاہ ہے اور قدم کے گرد اس مکان میں لعل ویا قوت والماس وفیروزہ ومروارید کا چاروں طرف ڈھیر لگا ہے اکثر شہریار نامدار جو زیارت کو آتے ہیں انہوں نے چڑھائے ہیں۔ عمرو کسی چیز پر التفات نہ کیا بے خبر چپکے سے اپنی عیاری کی چادر کو بچھا کر جہاں تک مقدور چلنے کا تھا اس میں جواہرات باندھے اور اٹھا کر لے چلا اور جی میں کہا۔ بزرجمہر تجھ کو کہتے تھے کہ تو سراندیپ میں حضرت آدم کی قدم گاہ پر نذر پائے گا۔ بس جواہرات سے بہتر کوئی چیز نہیں جو اس کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ غائب ہو گیا اور کسی طرف جانے کا راستہ نہیں۔ حیران ہو کر پھر اور جواہرات جہاں سے اٹھائے تھے۔ وہیں ڈال دیئے پھر دیکھا تو دروازہ معہ کلاہ غائب ہے کہا یہ خوب معاملہ ہے کہ جواہرات کے لالچ سے کلاہ بھی کھو دیا اس مرتبہ عمرو نے پھر ان جواہرات کو ڈالا تو کلاہ اور دروازہ معلوم ہونے لگا۔ اس

حرکت سے اپنے دل میں نہایت نادم ہوا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور رونے لگا اسی حالت گریہ میں نیند آئی تو دیکھا کئی ایک بزرگ نورانی صورت میں کھڑے ہیں ان میں سے ایک نے عمرو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا میں نے تجھے اپنا نظر زدہ کیا ہے یہ جامہ لے اور پہن ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ اس کو دیو جامہ کہتے ہیں اور اس میں جو زنبیل ہے اس میں جو ڈالے گا وہ غائب ہو جائے گا اور جو طلب کرے گا پائے گا میں آدم ہوں یہ دیتا ہوں احتیاط سے رکھنا اور جب اس پر ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کرے گا جو صورت چاہے گی وہ ہوگی اور جو زبان سے چاہے گا بولے گا۔ ایک اور بزرگ کھڑے تھے تو انہوں نے ایک نام عمرو کو دیا اور یہ اسم اعظم پڑھایا کہ جس پر تیرا جی چاہے۔ اس جام میں پانی بھر کر یہ اسم اعظم پڑھنا اور اس کے اوپر ڈالنا جو شکل کہے گا وہ ہو جائے گی۔ میں اسحٰق نبی ہوں میں نے تجھے اپنا نظر کردہ کیا۔ تیسرے نے کہا میں داؤد ہوں میں نے بھی نظر ثانی تجھ پر کی یہ بہارا اور دوتارا لے کر بجا۔ علم موسیقی میں کوئی تیرے برابر نہ ہوگا اور نہ دوڑ میں تھکے گا۔ سکندر نے اپنا آئینہ دیا اور کہا اس میں یہ لطف ہے کہ تجھے جو کچھ دریافت کرنا ہوگا اس میں دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا اس کے بعد ایک تخت ہوائی آسمان سے یکا یک پیدا ہوا اور آواز آئی کہ اے عمرو ہم سے مانگ۔ عمرو نے ان سب سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں انہوں نے کہا یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ کہا بندہ اب یہ مانگتا ہے کہ بندہ جب تک اپنے سے تین مرتبہ موت نہ مانگے نہ مرے۔ صدا آئی کہ ہم نے قبول کیا۔ عمرو اسی خوشی سے جاگ اٹھا دیکھا تو وہ اسباب دھرا ہے معلوم کیا کہ تو نے نظر مانی کی جناب میں سجدہ شکر ادا کیا۔ برکات کو لے کر پہاڑ سے نیچے اترا اور سام کے پاس آیا تو اس نے عمرو کو گلے سے لگایا اور اس کے نذر پانے کی مبارک باد دی اور کہا کہ اب جا کر امیر کو بھیج دیجئے کہ انہیں بھی نذر ہوگی۔ عمرو وہاں سے رخصت ہو کر چلا لیکن تھوڑی دور گیا تو جی میں خیال کر کے زنبیل پر دونوں ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کیا اور کہا یا دادا آدم میری صورت ایسی بنے کہ قد لمبا اور رنگ کالا ہو۔ کہنے کے ساتھ ہی ویسا ہو گیا ایک ہوا پھر گئی۔ عمرو نے آئینہ دیکھا تو عجیب طرح کی صورت ہو گئی۔ دیکھ کر ڈر گیا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں صورت ایسی رہ جائے۔ پھر معجزہ طلب کیا کہ میں اصلی صورت ہی بن جاؤں۔ جب اصلی صورت دیکھی تو یقین کیا کہ تو نے نذر پائی۔ پھر ایسی شکل بن کر اور خنجر ہاتھ میں لیے ہوئے گاتا بجاتا لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔ جب لشکر میں پہنچا۔ اسی طرح سے گذرا جس نے اس کی آواز سنی بے اختیار ہو گیا اور سب اپنے اپنے کام چھوڑ کر اٹھ کر اس کے ہمراہ ہوئے عمرو کے پیچھے تماشائیوں کا ہجوم تھا اور مجنون کی سی حالت ہو گئی، غرض اسی طرح سے امیر کی ڈیوڑھی پر گیا۔ لوگوں نے اندر جا کر امیر کے حضور میں عرض کی کہ ایک شخص مرد ہندی اس صورت کا بارگاہ کے دروازے پر کھڑا ہے ساز بجا کر گاتا ہے کہ پہلے ایسا کسی نے نہ سنا ہوگا۔ یہ سن کر امیر نے کہا اسے اندر بلا لاؤ وہ جس وقت امیر کے روبرو آیا اور دعا دیکر گانے لگا تو امیر اور تمام محفوظ ہوئے امیر نے کہا اے عزیز تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ کہا مجھے محبوب سیاہ تن کہتے ہیں اور اسی ملک کا رہنے والا ہوں۔ خسرو ہندوستان بھی مجھ سے خوب واقف ہے اور مجھ پر اکثر بخشش کرتا ہے۔ فرمایا، ہم بھی تم سے خوش ہیں مانگ میں دوں گا۔ کہا غلام کے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے لیکن ایک آرزو رکھتا ہوں کہ مجھے کسی نے اس قدر نہیں دیا کہ جتنا میں اٹھا سکوں فرمایا ہم نے حکم دیا کہ خزانے میں جا کر جتنا تو اٹھا سکے اٹھا لے اور سلطان بخت مغربی کے ہمراہ خزانہ میں گیا اور لوگ جمع ہو کر تماشہ دیکھنے لگے کہ کیا کرتا ہے پر عمرو نے جو صندوق کو دیکھا تو از حد خوش ہوا لوگ حیران ہوئے کہ صندوق ایک گاڑی میں مشکل سے چلتا ہے اس کو یہ کس طرح اٹھائے گا اور یہ اقرار دیا کہ اس کی شرط یہ ہے کہ اگر آپ اٹھائیں تو لے جائیں اگر کوئی سواری لائیں تو نہ دیں گے۔

غرض عمرو تمام صندوق باہر لایا اور تمام کو اٹھا کر ایک جا باندھا اور لے کر چلا۔ تب تو سب حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ آدمی نہیں ہے بے شک کوئی غول بیابانی ہے جو تمام خزانہ لے کر چلا ہم اپنے شہر میں سنا کرتے تھے کہ ہندوستان میں بہت عجائبات ہیں سو یہی ہے اس کو روکا اور امیر کو جا کر خبر دی۔ امیر سننے کے ساتھ ہی خیال کیا کہ وہ ضرور عمرو ہے اور اس نے نذر پائی ہے۔ آپ اٹھ کر خزانہ میں گئے دیکھا تو عمرو لگیر کھڑا ہے دوڑ کر گلے سے لگایا اور کہا بھائی عمرو ہم نے تجھ کو پہچان لیا ہے تب تو عمرو لاچار ہوا اور امیر کا قدمبوس ہو کر گر پڑا اور کہا بھائی میں آدم علیہ السلام کا نذر کردہ ہوں۔ لیکن آپ کو بھی بلایا ہے زیارت کی خاطر ابھی تشریف لے چلئے اور وہاں سے عنایت ہو وہ قبول کیجئے راوی لکھتا ہے کہ سوائے امیر کے عمرو کو اور کوئی نہ پہچان سکا۔ عمرو اپنی صورت بدل کر امیر سے کبھی بازی نہیں لے جا سکتا تھا۔ غرض امیر نے اس دن آرام کیا دوسرے دن صبح اٹھ کر عمرو کو ہمراہ لیا اور دیگر سرداروں کو ہمراہ لیا اور پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے۔

جب دامان کے نزدک پہنچے تو پیادہ پا ہو کر شرط آداب بجالائے اور استغفار کرتے ہوئے چلے اور عجب طرح کا سبزہ زار دیکھا کہ تمام عمر میں ایسا پر لطف مکان کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ طبیعت کو ہر قدم پر فرحت حاصل ہوتی ہے۔ نزدیک پہنچ کر دیکھا تو ایک میدان ہموار ہے جو تمام معطر ہو رہا ہے۔ اول مکان میں نال ہیزم سنگو نے مگدر میل نیچے فولادی بہت سے دھرے ہیں اور ورزش کا تمام اسباب رکھا ہے اور آدمی اس کے نگہبان ہیں۔ ان آدمیوں سے پوچھا کہ یہ کیسا مکان ہے کہا یہ زور خانہ لندھور شاہ ہندوستان ہے۔ امیر نے سن کر عمرو سے کہا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی زور آزمائی کروں اور دیکھوں کہ ورزش میں برابر ہوں یا نہیں۔ یہ کہہ کر اس تعلیم میں کودے اور جتنے وہ سنگوتے اور نال تھے تمام اٹھائے اور مگدروں کو پھیرا۔ الیزم کو ہلایا۔ بلم کو پھیرا۔ ہاتھ اڑا کر کئی پنجوں کی انگلیاں ٹیڑھی کر دیں لیکن ایک ہزار سات من بزیزی کا وہ گرز نہ اٹھ سکا جو وہاں دھرا تھا اس سے امیر کو بے چینی پیدا ہوئی پھر یہ یہاں سے سام کے مکان میں گئے اس نے استقبال کیا اور بغل گیر ہوا امیر کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا پہلے آپ یہ کام کریں کہ زمین ایک گز ناپ کر کھودیں جو اس سے نکلے وہ تمہارا حق ہے۔ امیر نے ایک تیر لے کر کھودنا شروع کیا یاقوت کا ایک ایسا دانہ نکلا کہ مثقال کا وزن، مثل انگارے کی صورت کچھ روشن تھا کہ شاید تمام عمر کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

امیر اس کو لے کر سام کے پاس گئے اس مرد بزرگ نے کہا۔ یہ مال آپ کا ہے۔ اس کو لیجئے اور جا کر زیارت کیجئے۔ جب تک وہاں سے نذر نہ پاؤ خسرو ہندوستان سے جیت نہ پاؤ گے۔ اور ان سے رخصت ہو کر قدم گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر زیارت کی اور عبادت میں مشغول ہوئے۔ عین گریہ مناجات میں جو آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ پیدا ہوا ہے ایک تخت نمودار ہوا جس پر کئی نورانی صورت بزرگ بیٹھے ہیں۔ وہ تمام امیر کے پاس آئے سب کے آگے ایک بوڑھا بزرگ چلا آتا ہے۔ اس نے کہا اے فرزند میں آدم ہوں میں نے تجھے خدا کے حکم سے نذر کردہ کیا کہ تم ہمیشہ دشمنوں پر فتحیاب ہو اور تم کو یہ بازو بند دیتا ہوں ان کو تبرکاً اپنے بازو پر رکھنا اس کی برکت سے کارزار کے وقت کبھی بازو خم نہ ہوں گے اور ہزار دیو کے سر پر تلوار مارے گا تو تمہارا ہاتھ اس سرے سے اس سرے تک پہنچے گا لیکن کئی ایک کام برے ہیں وہ نہ کرنا ایک تو کسی کا دل نہ توڑنا جو امان مانگے اسے امان دینا اور جو آگے سے بھاگ جائے اس کا پیچھا نہ کرنا کہ تم راہ دین پیغمبر آخر الزماں کی امت سے ہو۔ عالم کا کفر تمہارے ہاتھ سے پاک ہوگا اور لشکر کے آگے کبھی طبل جنگ نہ بجوانا اور اپنے حریف پر پیش دستی نہ کرنا اس کو ضرب کرنے دینا۔ اس کی ضرب اٹھا کر پھر اپنی ضرب کرنا اور بے جا نعرہ کبھی نہ کرنا کیونکہ تمہاری آواز سولہ فرسنگ تک جائیگی یہ کہہ کر امیر کو اپنی چھاتی سے

لگایا اور بھی جتنے نبی آئے تھے تمام نے صاحبقران پر نذر کی۔ اسی خوشی میں امیر کی آنکھیں کھل گئیں اور دیکھا کہ جو تبرک ملا تھا وہ سجدہ گاہ کے آگے رکھا ہوا ہے اٹھ کر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور فاتحہ پڑھ کر وہاں سے سام کے مکان پر آئے اس نے اور عمرو نے اٹھ کر مبارک باد دی اور سرداروں نے بھی نذریں گذاریں اور امیر نے بہت سا زر مال نذر کیا۔

عمرو، لندھور بن سعدان کے دربار میں

امیر نے کوہ سراندیپ میں نذر پائی اور سام بن مری جان کے مکان میں آئے تو ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سام نے امیر سے کہا کہ بندہ اب تک یہاں آپ کے آنے کا منتظر تھا۔ سو خدا نے میری امید دی اب رخصت ہوتا ہوں آپ مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیجئے گا یہ کہہ کر حصیر پر دراز ہوا۔ کلمہ یاد کر کے مر گیا۔ امیر نے اس کو اپنے ہاتھ سے غسل دے کر دفنایا اور افسوس کیا وہاں سے اٹھ کر پھرتے وقت لندھور کے زورخانہ میں تشریف لا کر وہ گرز اٹھایا اور بہت خوش ہوئے پھر اپنے لشکر میں جا کر شاہانہ جشن اور بزم کی صحبت میں بیٹھے لیکن زورخانہ کے نگہبان نے جا کر خسرو ہندوستان کو یہ خبر دی اور وہ سوار ہو کر آیا اور ورزش گاہ میں گرز کو اپنی جگہ نہ دیکھا اور جتنا لوازمہ پہلوانی تھا شکستہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کون ایسا شخص ہے کہ جس نے میرے زورخانہ میں یہ حرکت کی ہے اگر پھر آئے تو ہمارے پاس لے آنا کہ ذرا ہم اس کی صورت دیکھیں کہ جس نے میری تعظیم میں بے ادبی کی ہے پانچ نوکر اور بٹھلا کر ان کو کہدیا کہ وہ کس قدر زور رکھتا ہے یہ کہہ کر اپنے لشکر میں چلا گیا اور مجلس میں بیٹھا۔

اب عمرو کی داستان عرض کرتا ہوں کہ وہ امیر کو محظوظ کر رہا تھا اور تمام سرداران نامدار اس کی وجہ سے کمال فرحت میں تھے۔ جب روز و شب گذر چکا تو دوسری صبح کو عمرو نے امیر کو کہا کہ غلام کا جی چاہتا ہے کہ جا کر خسرو ہندوستان کے لشکر کا حال معلوم کروں۔ فرمایا کیا مضائقہ۔ عمرو امیر سے رخصت ہو کر لندھور کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں تھوڑی دور جا کر اپنی صورت ایک مرد خراسانی کی بنائی اور ایک ساز ہاتھ میں لے کر لشکر میں آیا اور اس کی بارگاہ کے اندر جلوخانہ میں آ کر بیٹھا اور وہاں کی خلقت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ جب تمام دربار جمع ہو چکا تو عمرو نے اٹھ کر لوگوں سے کہا کہ حضور میں عرض کروں کہ ایک خراسانی سازندہ نوشیرواں کے داماد کے ہمراہ ولایت سے آیا ہے اور امید ہے کہ شاہ ہند کے دربار میں پیش ہو کر اپنا مجرا کرے۔ انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں گزارش کی فرمایا۔ بلاؤ جس وقت اندر گیا تو عجب طرح کی صورت بنائے ہوئے لندھور کو مجرا کیا۔ لیکن لندھور کو دیکھ کر عمرو کے حواس بگڑ گئے کہ ایک مرصع نگار تخت پر شیر کی طرح بیٹھا ہے اور تخت کے چاروں گوشوں پر زمرد کے طاؤس بنے ہوئے ہیں اور ان کی منقار میں گوہر شب چراغ ہیں۔ عمرو نہایت خوش ہوا اور لندھور کو دیکھا تو شجاعت اور مردانگی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی ہے اس نے جا کر مجرا کیا اور ایسی تقریر شروع کی کہ شاہ ہندوستان سن کر نہایت خوش ہوا۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے کہا غلام کا نام بابائے زود برو ہے۔

لندھور اس نام کو سن کر نہایت حیران ہوا اور کہا کہ ایسا نام آگے ہم نے نہیں سنا آخر اس نام سے مدعا کیا ہے کسی کو مارتا ہے اور کسی کو لے جاتا ہے تو جواب دیا کہ بندہ زر امیر ندوال را امیر لندھور اس کلمہ کو سن کر خوش ہوا اور گایا بجایا آداب بجالایا اور تخت کے آگے سب لوگوں سے بڑھ کر دوزانو ہو بیٹھا اور ساز بجانے لگا وہاں کے جو سازندے تھے تمام خفا ہوئے کہ اس میں کیا کمال ہے کہ ہم سب سے آگے بیٹھا۔ لندھور نے کہا کہ اس کا کیا مضائقہ کہ اول تو وہ مہمان ہے اور میں نے اس لیے بٹھلایا ہے کہ اچھی طرح سنوں۔ غرضیکہ گانا بجانا شروع ہوا۔

عمرو کا گانا مرد کے کان کو جان بخشتا تھا۔ جس وقت گایا اور اس کی آواز اہل مجلس کے کان میں جونہی گئی تو ہر ایک نے عش عش کیا اور اس کی تعریف کرنے لگے غرض خسرو ہندوستان لندھور بن سعدان کو یہاں تک محظوظ کیا کہ حالت سکتے کی سی ہوگئی۔ لندھور نے کہا اے شخص مانگ کیا مانگتا ہے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے بندہ جیسی آپ کی تعریف سنتا تھا اس سے زیادہ دیکھا۔ لیکن غلام کو شاہ عنت کشور کے داماد کی عنایت سے ہر شے موجود ہے۔ کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ فقط آپ کی قدمبوسی کی تمنا تھی سو خدا نے کرائی اب آپ بندہ سے خوش ہیں۔

لندھور نے پھر دوبارہ فرمایا جو چاہے مانگ۔ کہا آپ کی مرضی یہی ہے تو کمترین کو دو ساعت کی خاطر خدمت ساقی گری کی ملے پھر ملاحظہ فرمایئے کہ اس میں کس طرح خوش و محظوظ کرتا ہوں۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے حکم کیا کہ ہماری خاص صراحی و پیالہ اس کے حوالے کرو تو ساقی نے عمرو کے حوالے کیا۔ عمرو اس کا ساقی بزم ہوا اور بادۂ نایاب بام مرصع میں بھر کر پلانے لگا۔ جب دو دو جام پلا لیے اور اہل مجلس کا دماغ گرم ہوا اور عمرو کی طرف سب کا دل نرم ہوا تو ہر ایک کو کمال درجہ کی تفریح حاصل ہوئی اور عمرو نے دیکھا کہ سب کے سب مزے میں ہیں تو پیالہ بھر کر خسرو ہندوستان کے روبرو لایا۔

بادشاہ پینے میں محو ہوا تو عمرو نے بادشاہ کی آنکھ بچا کر ان سرد کے طاؤسوں میں جو تخت کے گوشوں پر لگے ہوئے تھے۔ ایک طاؤس اٹھا کر بغل میں رکھا۔ بادشاہ نے دیکھا اور کہا ظالم کیا کرتا ہے کہا شہریار خاموش رہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سن لے لندھور اس حرکت سے بے اختیار ہنسا کہ تو عجیب مرد ہے میری چیز چراتا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ چپ ہو میں جاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ کوئی سنے بھلا چیز تو میری ہے دوسرے کے سننے سے کیا ہوتا ہے ارے تیری چوری میں بھی لطف ہوگا۔ یہ چاروں طاؤس میں نے تجھے دیئے تب عمرو بہت خوش ہوا اور طاؤس اتار کر زنبیل میں رکھے اور دوسرا پیالہ بھر کر پھر شاہ ہند کے ہاتھ میں دیا۔ جب دیکھا کہ شراب کی کیفیت میں تمام مست ہوئے ہیں اور اس وقت زنبیل سے وار وئے بے ہوشی کی ایک مثقال نکال کر شراب کے شیشے میں ملائی اور دو جام خسرو کو پلائے تو ایک ساعت نہ ہوئی تھی کہ بے ہوشی کا اثر ہوا تو اس نشہ میں سب کو طغیانی کا ایک دریا معلوم ہونے لگا اور تمام عجائب و غرائب کا تماشہ کرنے لگے اور جو مجلس میں تھے تمام کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ یارو ہم غوطے کھاتے ہیں کوئی سنبھالو یہ کہہ کر سب لوگ زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔

عمرو نے یہ حالت دیکھ کر دست اندازی شروع کی۔ مسند اور غالیچے اور فرش فروش اور سامان جو کچھ تھا سب کی گٹھڑی باندھ کر اور سب کے کپڑے اتار کر ننگا کیا۔ فقط پاجامے بدن پر چھوڑے اس واسطے کہ یہ لوگ مسلمان تھے نہیں تو عمرو کا یہ کام تھا کہ آزاد بھی نہ چھوڑتا تھا اگر کافر کے لشکر میں جاتا تو ان سب کا منہ کالا کرتا۔ پس مسلمان ہونے کے باعث ان کو بے حرمت نہ کیا جہاں تک کہ اسباب نقد و جنس اس بارگاہ میں تھا تمام زنبیل میں رکھا اور لشکر کی طرف روانہ ہوا اور اپنے خیمے میں جا کر سو رہا۔ لیکن یہاں صاحبقران نے دیکھا کہ عمرو کو گئے ہوئے عرصہ ہوا ہے۔ آرتیوں کو فرمایا کہ عمرو کی خبر لو کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ اسباب جو لایا تھا اس میں سے قسم اول اور قسم دوم جدا کر رہا ہے۔ آدمیوں نے کہا کہ امیر نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ عمرو نے کہا کہ اسباب کو رکھ جاؤ۔ حضور کے فرستادوں نے کہا کہ اسباب سمیت آپ کو چلنا ہوگا۔ مجبوراً معہ اسباب حضور میں آیا اور آداب گاہ سے آداب بجالایا۔

امیر نے فرمایا یہ اسباب کیسا ہے؟ کہا لندھور نے دیا ہے۔ فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے۔ امیر نے وہ تمام اسباب پہلوان عادی کے ہمراہ خسرو ہندوستان کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر عمرو نے کچھ بے ادبی کی ہو تو مجھ کو بتاؤ کہ میں اسے سزا دینے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دوں اور کچھ تحفے دے کر روانہ کیا۔

لندھور بن سعدان اور امیر حمزہ

راوی بیان کرتا ہے کہ عادی کو امیر نے لندھور بن سعد کی طرف بھیجا اور وہاں جو عمرو یہ حرکت کر کے آیا تھا جس وقت معہ خسرو تمام کی بیہوشی اتری ہر ایک نے اپنے آپ کو برہنہ پایا اور بارگاہ خراب دیکھ کر حیران ہوئے فرمایا کیا معاملہ ہے۔ سب نے حمام میں جا کر غسل کیا اور پوشاکیں منگوا کر پہنیں۔ فرش دوبارہ ہوا۔ یہ اسی تردد میں تھے کہ عیاروں نے خبر دی کہ نوشیرواں کے داماد نے اپنے ایک سردار کو بطور ایلچی بھیجا ہے سو وہ لشکر میں داخل ہوا چاہتا ہے کہ کوئی دم میں حضور کے پاس آئے یہاں سے بھی کئی سردار اس کے استقبال کو جائیں اور عزت کر کے لائیں۔

جس وقت عادی، خسرو ہندوستان کی بارگاہ میں آیا شرط آداب بجالایا اور جو لایا تمام پیش کیا اور امیر کا پیغام دیا تو لندھور بہت خوش ہوا اور عادی کی بہت عزت کی اور خلعت فاخرہ معدی کرب کو عنایت فرمایا امیر نے جو تحفے بھیجے تھے وہ تمام لیے جو اسباب عمرو لے گیا تھا واپس کر دیا اور کہا یہ ہماری طرف سے عمرو کو دینا اور کہنا ہم نے تم کو معاف کیا اور امیر کی خدمت میں بعد نیاز کے عرض کرنا کہ میں عمرو کا نہایت شائق ہوں۔ اسے فرمایئے کہ صورت اصلی میں آئے یہ کہہ کر رخصت کیا تو عادی نے آ کر تمام احوال امیر سے بیان کیا تو امیر نہایت شاد ہوئے اور امیر نے فرمایا اے عمرو تجھے خسرو ہندوستان نے بلایا ہے اور اس کا اسباب جو تو لایا تھا اس نے تجھے بخشا۔ لیکن اصلی صورت پر جانا۔ عمرو خوش ہو کر لندھور کے لشکر کی طرف چلا اور راہ میں دیکھا کہ سوداگروں کی ایک جماعت ایک جواہر نگار تاج لیے ہوئے جاتی ہے۔ عمرو بھی ان کے ہمراہ ہوا اور ایک بزرگ کی صورت بنا کر چلا اور اس کی بارگاہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ خسرو نے اس جماعت کو حضور میں طلب کیا۔ تب یہ تمام اندر کھڑے ہوئے ان سب نے مل کر یہ تاج بنایا تھا یہ تاج خوان میں رکھ کر ایک تاج کی چوکی پر رکھا۔ داروغہ جواہر خانہ آیا اور اسی نے سوداگر سے کہا کہ شاہ اسی وقت تاج سر پر رکھے گا اور اس کی قیمت معہ خلعت و انعام تم کو دے گا۔ مگر اس کی قیمت کا جلد انتظام کرو اور تمام خاموش رہے مگر عمرو نے کہا کہ میں راضی نہیں کہ خسرو بغیر رقم دیئے تاج سر پر رکھے ہاں پہلے قیمت دے تو پھر مختار رہے۔ یہ بات خسرو کے کان میں پہنچی اور پوچھا کیا ہے کہا ایک یہ گفتگو کرتا ہے فرمایا میں کسی کی چیز ایسے نہیں لیتا ہوں۔ پوچھو اس میں تیرا جواہر کون سا ہے اس کی قیمت لے لو۔ اس تاج کو معہ سوداگران لندھور کے خیمہ پر لے گئے لندھور نے دیکھ کر کہا عجب نادیدہ مرد ہے بتلا اس میں تیری کونسی رقم ہے پہلے اس کی قیمت ادا کروں۔ عمرو نے کہا مجھے دکھائی کم دیتا ہے روشنی میں دیکھ کر بتاؤں گا۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ عمرو تاج لے کر باہر نکلا۔ باقی لوگ بھی ہمراہ تھے۔

عمرو نے کہا دیکھو آسمان پر گھٹا چھائی ہے کچھ دکھائی نہیں دیتا کہنے لگے او عزیز اتنا جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ بتا ابر کہاں ہے نیچے نگاہ کی تو وہ نہیں ہے اور تاج لیے ہوئے میدان میں بھاگا چلا جاتا ہے لوگ دوڑے لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ تو تمام نے بادشاہ سے عرض کی خسرو آپ ایک ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چلا عمرو کو روکا۔ تب وہ ایک پہاڑ کے دامن میں بھاگا لیکن وہاں جا کر دیکھا تو کسی طرف کی راہ نہیں ہے حیران ہوا کہ اب کہاں جاؤں تو ایک آسیابان کا گھر نظر آیا تو دوڑتا ہوا آسیابان کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے تیرا سر کاٹنے کو فوج بھیجی ہے۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حکیموں نے بتائی ہے کہ آسیابان کے سر کے پوست سے طبل جنگ منڈوایا جائے اور حضور میں بجے تو بہتر ہے یہ اسی طلب کے لیے آ رہے ہیں۔

وہ بے چارہ یہ بات سن کر ڈر گیا اور کہنے لگا کہ میں کیونکر بچوں؟ عمرو نے کہا کہ بچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے کپڑے مجھے دے اور میں پہن کر چکی پیسوں اور تو اس حوض میں جا کر چھپ جا۔ جب لوگ آئیں گے تو جواب دے دوں گا۔ اس نے دعا دی اور کپڑے اتار کر حوض میں گیا اور عمرو اس کے کپڑے پہن کر بیٹھا۔ تب لندھور نے پوچھا کہ یہاں ایک شخص اس شکل کا آیا ہے وہ کہاں ہے کہا اس حوض میں ہے۔ لندھور نے اپنے کپڑے اتارے اور حوض میں اترا تو عمرو نے تمام لباس لندھور کا بھی لیا۔ درے کے منہ پر اس کی فوج کھڑی تھی وہاں آیا اور کہا۔ خسرو نے مجھے نشان دیا ہے اور دو سو تمن مجھے دلائے ہیں۔ ان سے دو سو تمن روپوں کے لے کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں لندھور نے پانی میں اتر کر اس آسیابان کو پکڑا اور کہا باہر نکل۔ اس نے اپنے سر کو چقر سے مار کر کئی زخم کئے اور کہا اب سر کا چمڑا خراب ہو گیا ہے اور کسی کام کا نہیں رہا۔

لندھو یہ سن کر حیران ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے جب اس مضمون سے واقف ہوا اور دیکھا تو وہ نہیں ہے تب سمجھ لیا کہ وہ عمرو ہی تھا جو میرا لباس لے گیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ کوئی آدمی ادھر سے گیا ہے کہا کوئی نہیں مگر آپ نے جسے اپنا نشان دیکر بھیجا ہے وہ دو سو تمن لے کر البتہ اس طرف گیا ہے۔ خسرو عمرو کی ظرافت دیکھ کر عاشق ہو گیا اور دوسری پوشاک منگوائی اور پہن کر اپنی فوج کو رخصت کیا اور آپ اکیلا امیر کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ عیاروں نے یہ خبر صاحبقران کو دی کہ لندھور آیا ہے۔ امیر نے سرداروں کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ لندھور جب امیر کی بارگاہ میں آیا تو امیر نے اس کی تعظیم کی اور ایک کرسی مرصع نگار پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کے واسطے جشن کی تیاری کی۔ لندھور امیر کا حسن سلوک دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور کہا عمرو کہاں ہے اس کی صورت کا مشتاق ہوں اور جب وہ میرے پاس جاتا ہے تو اصلی صورت سے نہیں جاتا۔ اس کو اس وقت بلوائیے۔ امیر نے عمرو کو طلب کیا وہ بارگاہ دانیال میں آ کر آداب بجالایا اور خسرو ہندوستان کو دعا دے کر اپنی کرسی پر بیٹھا۔ لندھور نے کہا اے عمرو وہ تاج بھی ہم نے تجھ کو معاف کیا۔ ہمارا جی چاہتا ہے تو اسی صورت میں ہمارے پاس آیا کر۔ لیکن اس وقت میں کمال اشتیاق سے تیرے پاس آیا ہوں۔ مجھے اس وقت خوش کر۔

عمرو نے اٹھ کر گانا اور بجانا شروع کیا۔ خسرو نے اس وقت بھی عمرو کو بہت سا انعام دیا اور کہا۔ آفرین واقعی ہم نے تیرے برابر اور کوئی نہیں دیکھا۔ غرض تمام روز جام شراب گردش میں رہا اور بزم گرم رہی جب شام کا وقت قریب آیا تو خسرو ہندوستان نے امیر سے کہا جو عرض آپ سے ہم نے کی وہ آپ کو قبول ہے یا نہیں۔ فرمایا حق دوستی آپ بجالائے لیکن مجھ کو شاہ ہفت کشور نے لڑنے کو بھیجا ہے۔ یہ سن کر لندھور نے کہا کہ اس بات کا ارادہ نہ کریں دشمنوں نے آپ کے مارنے کی تدبیر کی ہے اس بات سے ہاتھ اٹھائیے اور صلح کیجئے لشکر اور خزانہ چاہیے تو حاضر ہے اگر فرمائیں تو فوج لے کر آپ کے ہمراہ جا کر نوشیرواں کو مار کر آپ کو ایران کا بادشاہ کروں کہ اس کا تمام ملک آپ کے زیر فرمان رہے اور پھر اپنے یار جانی سے بخوبی ملاقات کیجئے امیر نے کہا کہ مجھے تو تمہارا سر کاٹنے کو بھیجا ہے تو لندھور نے اپنی کمر سے تلوار کھول کر امیر کے روبرو رکھ دی اور سر جھکا دیا اور کہا کہ آپ کو یہی منظور ہے تو سر کاٹ لیجئے۔ فرمایا اس طرح نامرد کاٹتے ہیں۔ ہاں میدان میں اگر کارسازی جنگ سے ہو تو مضائقہ نہیں۔ یا تم میرا سر کاٹ لو یا میں تمہارا۔

لندھور نے کہا۔ اگر آپ نہیں مانتے تو ناچار میں حاضر ہوں۔ خیر اب میں جاتا ہوں۔ کل طبل جنگ بجوائیں۔ امیر نے کہا پہلے میں ہرگز طبل نہ بجواؤں گا کہ میرے یہاں منع ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک مرتبہ صحرا کی طرف سے سیاہ تاریک و تیرہ خیز گرد اٹھی۔ گرد کو آخر مقراض باد نے گریبان چاک کر دیا اور اس میں چالیس علم پیدا ہوئے اور

چالیس ہزار سوار کا نشان اور فوج کے آگے ایک علم خوب پیکر اور اس کے سایہ میں گستم بن اشک ساسانی دکھائی دیا اور ان دونوں لشکروں کے درمیان میں ایک طرف اس کا لشکر بھی اترا اور امیر اس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کیوں آیا؟ لندھور نے امیر سے رخصت چاہی اور اپنے لشکر میں جا کر طبل جنگ کا حکم دیا اور اس کے لشکر سے دم برق آواز بلند ہوئی یہ خبر عیاروں نے صاحبقران کو پہنچائی۔ فرمایا کہ ہمارے لشکر میں بھی آواز طبل سکندری بلند ہو۔ دونوں طرف لشکر میں تیاری ہونے لگی۔ اور ہر جوان تلواروں کو خرچ اور چاقو آئینہ صیقل کرنے لگا اور ہر ایک آپس میں اور یار و برادر سے ملنے لگا کہ خدا جانے صبح کو کون مارا جائے اور کون زندہ رہے دونوں لشکر جنگ کی کارسازی کرنے لگے۔ ادھر گستم نے بھی اپنے لشکر میں طبل جنگ بجوایا۔ عمرو نے کسی کو خبر نہ کی اس کے لشکر میں گیا اور اس کے خیمہ میں جا کر لوگوں سے کہا کہ گستم کو خبر دو کہ عمرو آیا ہے اس نے سن کر اندر بلوایا عمرو نے جا کر سلام کیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھا۔ گستم نے احوال پوچھا اور عمرو نے کہنا شروع کیا۔

لندھور اور گستم کا مقابلہ

جب عمرو گستم سے باتیں کرنے لگا کہ میں امیر کے ساتھ آ کر اس درجہ خراب ہوا ہوں کہ کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ اس نے اپنے آپ کو نوشیرواں کا داماد مشہور کیا ہے اور اپنے آپ کو آسمان ہفتم پر مانتا ہے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ گویا آپ بادشاہ ہفت کشور ہے اب مجھے بیٹھنے کا حکم نہیں دیتا اور جتنے آدمیوں کو ہمراہ لایا ہے تمام ناراض ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ آج طبل جنگ بجوایا ہے کل لندھور سے لڑائی ہوگی۔ یہ لندھور کو مارے گا اور ایران میں جا کر شہزادی کا دولہا بنے گا اور اپنے آپ کو فراموش کرے گا۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ لندھور میں کچھ زیادہ زور نہیں ہے اس کا گرز سونے کا ہے۔ جس پر لوہے کا خول چڑھا ہوا ہے کل صبح کو تم اس کے ساتھ میدان میں لڑو اور اس کو مارو کہ نوشیرواں تم کو اپنا داماد بنائے۔

گستم کو یہ بات پسند آئی اور بہت خوش ہوا اور کہا خاطر جمع رکھ میں تم کو اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ میرے آنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ جس روز بہرام کو مار کر بھاگا تھا تو زائل میں جا کر بیٹھا تھا۔ اب نوشیرواں کو منظور یہی ہے کہ کسی طرح حمزہ بھی مارا جائے۔ میرے پاس نوشتہ بھی موجود ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم نے حمزہ کو ہندوستان بھیجا ہے تو بھی جا۔ اگر لندھور کے ہاتھ سے نہ مارا گیا تو جس طرح بن پڑے تو حمزہ کو مارنا۔ پس بہتر یہ ہے کہ صبح میدان میں نکل کر لندھور کو ماروں اور اس کو اپنی ضرب دکھاؤں بعد میں اس کا کام تمام کروں غرض تمام رات ان تینوں لشکروں میں طبل بجتا رہا۔ لشکر اور ان کے نقیب اور چوبدار تمام رات پکارتے رہے۔

اور تمام نامداران دست راست چپ اپنے اپنے سرداروں کے خیموں میں جمع ہوئے اور جام شراب عیاروں کے ہاتھوں سے پیے۔ لیکن جب چار گھڑی رات رہی تو خسرو ہندوستان لندھور بن سعدان سات لاکھ سوار لے کر چلا اور فوج ساتھ لی۔ کھاچی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ چاٹ۔ گجراتی۔ سکھ۔ کرناٹکی۔ راجپوت ہر ایک اپنے آپ کو غرق فولاد کر کے میدان میں نکلا اور تنگ در تنگ، جنگ در جنگ، انبوہ در انبوہ، خیل در خیل، جوق در جوق، چشم در چشم، پردہ در پردہ، دستہ در دستہ، رسالہ در رسالہ، تمن در تمن، صف در صف، میدان کارزار میں سب کھڑے ہوئے ہیں اور مشعل اور چور مہتاب اس لشکر میں اس قدر روشن تھیں کہ گویا رات کو دن کر دیا تھا۔ اگر سوئی میدان میں گرے تو صاف دکھائی دے اور گستم بن

اشک زرینہ کفش ساسانی چالیس ہزار سوار سے ایک طرف کو صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ یہ خیر عیار اہلکاروں نے سلطان صاحبقران کو دی۔ کچھ رات باقی تھی کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر اسلحہ طلب کیا اور تمام ہتھیار پیغمبروں کے دیے ہوئے جسم پر لگائے اور تیار ہوئے اور مقبل وفادار کے ہمراہ بارگاہ کے باہر صفوں میں تشریف لائے۔

عمرو عیار چار سو عیار تیز وطرار کے ساتھ منظورہ زربفتی اور پاتامہ منفرلاتی کو فن عیاری و چلہ ہائے لٹکائے ہوئے کھڑا تھا۔ اس نے معہ ہمراہیوں کے جھک کے سلام کیا اور ان سب کے منہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آواز پیدا ہوئی۔ امیر سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور طوق بن حیران حرمی نے عاشیہ علم اژدھا پیکر اٹھایا اور اس کا سایہ صاحبقران کے سر پر کیا۔ جتنے پہلوان امیر و سرداران نام نامدار تھے رکاب میں حاضر ہوئے اور امیر کی سواری رزمگاہ کی طرف مانند باد بہادی کے روانہ ہوئی۔ صبح کا عالم اور ہر ایک کے بان ونشان چمکتے ہوئے تیز گی زرہ بکتر اور سواروں اور گھوڑوں کا دوڑانا دریائے لشکر کی طغیانی عجیب تماشہ گاہ تھی۔ امیر نے جب کستم کو دیکھا تو خیال کیا کہ کس زور پر آیا ہے اور ادھر ہندی فوج کو دیکھا کہ ہر ایک قوم علیحدہ قطار باندھے ہوئے کھڑی ہے اور اس کی ہر ایک جانب میں مرہٹوں کا وہ عالم تھا کہ جوش جوانمردی و پہلوانی سے میدان کارزار میں پنڈلیاں گلوں میں پہنے ہوئے دستانہ اور چار آئینہ لگائے ہوئے لباس اطلس و کمخواب کا پہنے ہوئے معہ ضرب وشمشیر وسناں ونیزہ وخدنگ لیے ہوئے کمربستہ مسلم خسرو کے منتظر کھڑے ہیں کہ اتنے میں خسرو ہندوستان فیل میمونہ مبارک پر سوار اور گرانبار کاندھے پر لیے ایستادہ آلات حرب میں غرق آن پہنچا۔ غرض ان دونوں لشکر کے مقابل امیر نے اپنے لشکر ظفر سے اتر کر ایستادہ کیا میمنہ ومبشر اور قلب وجناح اور سیاقہ اکمین گاہ آراستہ کر کے چودہ صفیں لڑائی کی قریب تھا کہ کوئی میدان میں نکلے کہ اس سے پہلے ایک تبردار جھاڑ جھنکاڑ کاٹ گئے اور بیلدار بست وبلند زمین ہموار کر کے اور سقوں نے آبپاشی کی تب آ کر آواز دی کہاں ہیں علاقہ اور سام بن رستم دوران میدان میں آ کر بہادری کی نشانی ظاہر کریں۔ میدان میں نکل کر مردان عالم کے سامنے اپنے حریف کا سر کاٹیں اور اس حلقہ کو دریائے خون سے سرخ کریں جونہی نقیبوں نے آواز دی تو عمرو نے کستم سے کہا کہ میدان میں نکلنے کا یہی وقت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حمزہ لندھور کے ہاتھوں مارا جائے تو نصف میدان میں آ کر لندھور کی طرف نعرہ کیا اور کہا کہ تم میں ایسا کوئی ہے جو میرے مقابل آئے۔ یہ سنتے ہی وارائے اعظم رکن سلطنت بشیر وبلا و ہندوستان لندھور نے فیل میمہ کو اشارہ کیا اور میدان کی طرف چلا لیکن اس کے ہاتھی کا عالم کیا بیان کروں اور زربفت جھول پر جو پڑی ہے اور جس پر چھوٹی چھوٹی فولادی چکتیاں جڑی اور فولادی تاروں سے اکھٹی ہوئی تھیں اس وجہ سے محافظت کے تکبر کی وضع مانند سیارگان فلک کے چمکتی تھیں اور اس پر سروگرز نہایت قد آور جہاں کوب ملک الموت کا چھوٹا بھائی لیے ہوئے مقابل کستم بن اشک ساسانی کے نکلا۔ لندھور نے عمرو کو اس طرف دیکھ کر کہا اے بابا! امیر سے کیا ایذا پائی جو اس سے رفاقت چھوڑی۔ عمرو نے کہا فقط اتنے ہی واسطے ہمراہ آیا کہ اس کو تمہارے مقابل کروں۔ اس کے بعد مجھے اس سے کچھ کام نہیں یہ کہہ کر اپنے لشکر میں آیا اور امیر کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں لندھور نے کستم سے کہا لا کیا ضرب رکھتا ہے۔

کستم نے اپنے جی میں کہا جو پہلے ضرب لگا دے وہی مرد ہے یہی خیال اپنے جی میں کر کے میان سے تلوار نکال کر لندھور پر ماری اس نے تلوار کو گرز پر روک لیا اور وہی گرز اس کے سر پر ماری تو کستم زخمی ہو کر بے حواس ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور گرتے ہی اس کے سوار اس پر آ گرے اور تیغ زنی شروع کی اور کستم کو اٹھا کر لے گئے اور بازگشت کا طبل بجوایا۔

لندھور اور امیر حمزہ میں مقابلہ

گذری شب قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ جب طبل بازگشت کا بجایا تو لندھور نے امیر کی طرف دیکھا اور کہا اے حمزہ! آج تجھ کو میں اور فرصت دیتا ہوں کل تمہارا حال بھی دریافت ہو جائے گا۔ فرمایا اس وقت جو ہوگا سمجھ لیں گے رات کو ہر ایک لشکر اپنے اپنے مقام پر جا کر آرام کرنے لگا اسی رات گستم بھاگ کر ایک صحرا کی طرف روانہ ہوا جب چار گھڑی رات گذری اور بادہ زاب سے دماغ مردان عالم گرم ہوا تو طبل جنگ کا پھر حکم دیا قوس اور نقاروں کی آواز بلند ہوئی۔ دریائے لشکر کو تمام رات کارسازی جنگ میں گذری۔ جب صبح کا وقت قریب آیا اور آفتاب گل رنگ نے دریچہ جنگ سے سر باہر نکالا اور ظلمت شب کو اپنے نور سے روشن کیا تو راوی داستان یوں لکھتا ہے۔

روز روشن ہونے سے پہلے خسرو ہندوستانی فوج قاہرہ لے کر رزمگاہ میں آیا اور صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ صبح کو صاحبقران بھی نماز ادا کر کے اور وظائف سے فراغت پا کر تیار ہوئے اور اسلحہ انبیاء کا گلے میں پہنا۔ چنانچہ خود سر پر رکھا اور زرہ دائروی گلے میں پہنی۔ غرضیکہ خود سر و زرہ برآ کے چار آئینہ زانو سے لگا کر کمر بند سوار کر کے اور باہر نکل کر سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور طوق بن حیران نے علم، اژدھا پیکر کا سایہ صاحبقران کے اوپر کیا اور شاہ عیاران پیک نامدار خنجر سر بریدہ کا دوکان درویش برندہ کا فران بارہ سو عیار کی جماعت سے امیر کے جلوس میں قطورہ زربفتی اور باوقار معہ مقبل وفادار سلطان بخت مغربی و منظر شاہ یمنی و نعمان بن منظر و عمرو معدی کرب غرض تیس ہزار سے امیر بھی مقابل خسرو ہندوستان کے آخر جنگ پر ایستادہ ہوئے اس وقت ہر ایک آسمان دیکھتا تھا کہ بہادروں میں تو ہی شرم رکھے گا۔

غرض اس وقت میدان کا یہ عالم تھا کہ خیمہ ملک الموت استادہ ہوا اور ستارہ مریخ ہر ایک سپاہی کی پیشانی پر جلوہ گر ہوا۔ قبائے آہنی ہر ایک کے گلے میں مثل سوم نرم ہوئی بارش خون و جگر بند ہوئی چونکہ خسرو صاحبقران کو نہایت دوست رکھتا تھا۔ اس خاطر گرز کو نہ اٹھایا۔ نیزہ نکالا اور میدان میں آ کر ایسی نیزہ بازی کی کہ ہر دوست و دشمن کے منہ سے آواز آفرین کی بلند ہوئی اتنے میں سپاہ ہند نے اپنے علموں کو جلوہ دیا اور نشان اٹھائے اس دم لندھور نے رخ لشکر اسلام کی طرف کیا اور کہا اے مردمان بہادر تم سے از روئے مرگ کس کو ہے، نکلے اور میرے مقابل آئے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ صاحبقران نے فاتحہ پڑھ کر اپنے مرکب کو آگے بڑھایا اور شہریار جو لشکر اسلام میں تھے سب پیادہ ہو کر دامنوں کو گردان امیر کیے اور میدان میں آ کر امیر نے ان کو رخصت کیا اور لندھور نے ان کے روبرو آ کر کہا۔

حمزہ! لا کیا ضرب رکھتا ہے امیر نے کہا ہم پیش دستی نہیں کرتے پہلے تو ہی ضرب لا میں بعد میں ضرب کروں گا وہی نیزہ جو خسرو ہندوستان کے ہاتھ میں تھا امیر کی طرف بڑھایا، امیر نے بھی عمرو کے ہاتھ سے شاخ ہلنگ کا نیزہ لیا اور اس کے نیزے کی سنان پر روکا اور دونوں جوانوں میں نیزہ بازی ہونے لگی۔

جب دو دو طعن نیزہ بازی کے پائے تو آپس میں ردوبدل ہونے لگے۔ امیر نے اس کے نیزے کو کاٹ کر ایسا نیزہ مارا کہ اس کا نیزہ شہاب کی طرح آسمان پر چلا تب لندھور کے جسم کو آگ لگ گئی اور کہا اے حمزہ جامہ نیزہ بازی کا عربوں کے اوپر قطع ہوا ہے اگر مرد ہوں تو تمام عمر نیزہ ہاتھ میں نہ لوں گا۔ جھنجلا کر ہاتھی کو اس اعرابی کے پاس میدان میں لے گیا کہ جس کے پاس عمود رہتا تھا اور جھک کر وہ گرز اٹھایا اور امیر کے برابر اپنے ہاتھی کو کیا اور گرز کو سر سے بلند کر کے اس پر مارا۔

صاحبقران نے خدا کو یاد کیا اور اس گرز کو سر پر روکا لیکن اس ضرب لگنے سے امیر کے بال بال سے پسینہ بہنے لگا اور

ہڈیوں کو ایک ضرب شدید معلوم ہوئی۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بازو بند کی برکت سے امیر کے بازو زخم نہ ہوئے جب لندھور نے دیکھا کہ میری ضرب سے آج تک کوئی نہ بچ سکا اور حمزہ سلامت کھڑا ہے تو دوسرا ضرب بہ قوت تمام لگایا کہ امیر کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا لیکن مثل سد سکندری اس طرح کھڑے رہے اور اس ضرب کو روکا۔

تیسری مرتبہ لندھور نے اس زور سے ضرب کیا کہ اگر پہاڑ پر مارتا تو زمین میں غرق کر دیتا۔ صاحبقران نے اسے بھی روکا لیکن اس ضرب سے مرکب امیر کا چلایا۔ امیر کی حالت غش کی ہوئی اور بے بس ہو گئے اور اس قدر گرد پیدا ہوئی کہ اس میں امیر چھپ گئے۔

لندھور نے اسی دم نعرہ مارا کہ اگر اس کا کوئی ہے تو آئے۔

جب اس نے یہ کہا تو عمرو نے حضرت خضر علیہ السلام کا مشکیزہ شانے پر اٹھایا اور اس خاک پر چھڑکا اور امیر کے پاس آ کر امیر کی رانیں اور کمر مل کر کہنے لگا۔ اے شہریار اگر زندہ ہے تو جواب دے اور اگر مر گیا ہے تو یاد اللہ وحدہٗ یا دشما بروز قیامت افتاد اس کی آواز سے امیر کو ہوش آیا دیکھا کہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں گڑے ہیں تب حضرت داؤد علیہ السلام کو تازیانہ نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر لگایا اور زور کر کے زمین سے جدا ہوا اور لندھور کی طرف چلا۔

صاحبقران نے کہا اے خسرو تو نہیں جانتا کہ تیری جان کے لیے ملک الموت حاضر ہے جب خدا اس سے بچا دے گا۔ تب ایک ہی ضرب سے کروں گا۔ لندھور اس وقت ہاتھی سے اتر کر ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور شمشیر جو بردار عطار دشمن کش مثل پارہ سیماب کمر سے نکال کر امیر کے سر پر ماری امیر نے اس تلوار کو سپر ابریشم ہفت رنگ قبہ مرصع پر روکا اور بزور بازو قسم سپاہ گری سے روکا اور کہا اے لندھور!

خبردار ہو یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا یہ کہہ کر کمر سے تیغ صمصام نکال کر اور رکاب سے رکاب ملا کر سینہ کے زور سے اور بازو کی قوت سے مانند برق رعد خسرو کے سر پر لگائی اس نے بھی وہ وار فولادی پر روکنا چاہا۔ مگر تلوار نے سپر کو قلم کیا اور اس کی خود سے پھسل کر گھوڑے کی گردن پر پڑی جس سے دھڑ سر سے جدا ہو کر زمین پر گرا اور لندھور سنبھل کر گھوڑے سے جدا ہوا اور پیدل تلوار نکال کر امیر پر دوڑا امیر نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں گھوڑے کو زخمی کر دے۔ آپ بھی گھوڑے سے جدا ہوئے اور اس کے ہاتھ سے تلوار پکڑ کر چھین لی۔ اس نے امیر کی گردن و کمر میں ہاتھ ڈالا اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ کبھی لندھور امیر کو چالیس پچاس قدم پیچھے لے جاتا اور کبھی امیر جب شام ہونے کو آئی تو لندھور نے اپنی فوج کو روشنی کا حکم دیا اور امیر نے بھی ارشاد فرمایا کہ روشنی کریں غرض دونوں لشکروں میں روشنی ہوئی اور ان میں کشتی ہوئی۔

راوی اس داستان کو یوں بیان کرتا ہے کہ ساتویں روز امیر نے لندھور کو سر سے بلند کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سر سے بلند نہ ہو سکا برابر چھاتی کے لایا۔ غرض لاچار ہو کر امیر نے لندھور کو چھوڑ دیا اور خنجر نکال کر چاہا کہ اپنے کو مار ڈالے چونکہ لندھور منصف اور رحمدل تھا دوڑ کر امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کیا کرتے ہیں خدا نے آپ ہی کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے۔ ورنہ یہ کس میں طاقت ہے کہ جو مجھ کو ہلا دے اور میرے لنگر زمین سے اکھاڑے اور کہا کہ میں نے آپ کی اطاعت قبول کی آپ مجھ کو اپنے ملازموں میں گنیے۔ تب امیر نے لندھور کو چھاتی سے لگایا اور عذر معذرت کر کے ایسے خوش ہوئے کہ گویا سات زمانے کی بادشاہت ملی۔ امیر نے فرمایا اے بادشاہ ہند میری تمنا ہے کہ تم میرے ہمراہ نوشیرواں کے پاس ایران چلو کہ میری آبرو قائم رہے جواب دیا کہ بندہ کو بسر و چشم قبول ہے اور جو فرماؤ گے بجا لاؤں گا۔

یہ کہہ کر اسی وقت اپنے تمام سرداروں کو بلایا اور امیر سے ملاقات کرائی۔ امیر نے اس کے ہر پہلوان سے بغلگیری

کی اور لندھور کو بے طبل شادمانی و رضامندی بجواتے ہوئے اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا کر خوش ہوئے اور سب نے آرام کیا دو تین دن کے بعد صاحبقران نے جشن فرمایا اور لندھور اپنے تمام سرداروں و امراء و زراء امیر کی بارگاہ دانیال میں تشریف لائے اور صحبت کی بزم آراستہ ہوئی اور شراب ارغوانی کا دور چلنے لگا اس بزم صحبت میں امیر مہر نگار کا تصور کر کے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور عمرو کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بابا جی چاہتا ہے کہ تو اسی وقت گائے کہ معشوق کی یاد میں دل بھر آئے۔

عمرو دوزانو ہو کر رو برو بیٹھا اور قانون کی سروں کو درست کر کے انگلیوں میں مضراب چڑھائی اور بجانا شروع کیا۔ پہلے ہاتھ سے راگ کا تمام عالم خوب دکھا کر ایک غزل گائی کہ تمام مجلس کو وجد کی سی حالت ہوگئی امیر بھی خوب روئے اور عمرو کو خوش ہو کر فرمایا اے عمرو ہم نے جو شرط کی تھی کہ ہندوستان فتح ہونے کے بعد ہم ستر صندوق زر سرخ تم کو دیں گے آج اسی وقت ستر صندوق زر سرخ کے جن میں بارہ ہزار تمن ہیں تجھے بخشے اور قریب دوپہر کے خاصہ تناول فرمایا بعدہ دستر خوان اٹھا لے گئے اور خواصوں نے خواص دان لا کر حاضر کیا۔ امیر اور لندھور ہم نمک ہوئے بعدہ دوپہر خسرو ہندوستان نے اٹھ کر عرض کی کہ خانہ زاد امیدوار ہے کہ خداوند اس بیت الحزن میں تشریف فرما کر اس مکان کو منور فرما دیں اور اس کمترین کی ضیافت قبول کریں۔

لندھور رخصت ہو کر اپنے شہر میں جا کر سات روز تک امیر کی ضیافت کی تیاری کرتے رہے آٹھویں دن سوار ہو کر ظفر اثر میں گیا اور امیر کو معہ تمام سرداروں کو اپنے ہمراہ اپنے ظفر اثر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر کے لشکر کی حفاظت کے لیے عادی پہلوان پیچھے رہا۔ جب امیر کی سواری چلی تو امیر کے سر پر زر سرخ نثار کرتا ہوا چلا۔

غرض اسی طرح سے امیر کو اپنی بارگاہ میں لے گیا اور سرداروں سے نذریں دلوائیں امیر ایک تخت پر بیٹھے اس بارگاہ کو ایسا دیکھا کہ بارگاہ نوشیرواں بھی اس کی برابری نہیں کر سکتی تھی اور جیسے جوانان ہندی ان محلوں میں بیٹھے تھے ان کو امیر نے دیکھا کہ ہر ایک کی وضع نئی معلوم ہوتی تھی اور ہر ایک شخص نظروں میں دوست معلوم ہوتا تھا اور لندھور دست ادب باندھے ہوئے خدمت گاری میں حاضر تھا۔

لندھور نے ہر ایک خورد و کلاں کی کمال خاطر داری کی اور امیر کے لشکر میں جو جوان محافظت کو جاتا تھا دوسرے دن اسے بلا کر شریک کرتا تھا اور اس کے عوض میں کسی اور کو بھیجتا تھا امیر تو معہ سرداران جشن میں ہے اب گستم کا حال ملاحظہ فرمایئے۔

گستم کا امیر حمزہ کو زہر دینا

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ امیر جشن میں رہے اور گستم پہلوان شکستہ لندھور کے سامنے سے بھاگا اور ایک پہاڑ کے دامن میں جا کر اترا لیکن ہر روز امیر کی خبر منگوایا کرتا تھا ایک دن عیاروں نے یہ خبر دی کہ لندھور نے کئی روز سے امیر کی معہ تمام سرداروں کے ضیافت کی۔ چنانچہ آج سوائے مقبل وفادار کے لشکر میں کوئی نہیں ہے اور تمام لشکر خالی ہیں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور مہر و نگار کی دو کنیزیں جو اپنے ہمراہ لایا تھا اور امیر نے ان کو محل میں دیکھا ہوا تھا ان کو اپنے پاس بٹھایا اور شیشے شراب کے منگوا کر ان کے منہ پر نقلی مہر لگا کر معہ ایک اشتیاق کے ان کو لکھ دیا اور کہا تم اپنی صورت مردوں کی بنا کر ہتھیار باندھ لو اور یہ شیشے لے کر امیر کے لشکر میں جاؤ مقبل طلایہ میں ہے اس سے جا کر کہو کہ ہم کو

مہر نگار نے امیر کے پاس بھیجا ہے۔ وہ تم کو لے جائے گا۔

پس کسی نہ کسی طرح یہ شراب امیر کو پلاؤ اور تم جلدی چلے آؤ۔ لیکن اس نے اس شراب میں کئی مثقال زہریلا ہلاہل ملا دیا تھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دریا میں گرے تو اس کے کنارے کی تمام مچھلیاں مر جائیں وہ شیشہ دے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ کیا۔ یہ دونوں بدذاتیں گھوڑوں پر سوار اور لوازم مسافری اپنے تن سے لگا کر اسی رات لشکر میں آئیں تو طلایہ داروں نے ان کو روکا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو جواب دیا کہ ہم ایران سے آئے ہیں اور امیر کے پاس جانا ہے وہ لوگ ان دونوں کو مقبل کے پاس لے گئے مقبل نے ان سے پوچھا تمہارے آنے کی کیا وجہ ہے؟ کہا کہ ہمارے پاس کچھ پوشیدہ راز ہیں وہ خلوت میں کہیں گے تو مقبل نے ان کو اپنے پاس بٹھلایا اور تمام لوگوں کو کنارے کیا اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔

ان دونوں نے کہا کہ ہم مہر نگار کی کنیزیں ہیں اور امیر حمزہ ہمیں پہچانتے ہیں اس نے اپنی خاص شراب شیشہ میں کر کے بھیجی ہے اور یہ خط دیا ہے اور ہم یہاں کا حال سن کر قافلہ سے جدا ہو کر آئی ہیں یہ سن کر مقبل نہایت خوش ہوئے اور کئی آدمی ان کے پاس بٹھا کر لندھور کے لشکر کی طرف چلا اور بارگاہ میں جا کر امیر کے کان میں کچھ آہستہ سے کہا تو امیر کے سینہ میں آتش عشق مہر نگار کی روشن ہوئی۔ امیر نے بے اختیار ہو کر خسرو ہندوستان سے فرمایا کہ مجلس اسی طرح رہنے دو مجھے کچھ ضروری کام ہے ایک ساعت میں آتا ہوں اور عمرو سے فرمایا تم میرے عوض خسرو ہندوستان کی خدمت میں رہو کہ ناخوش نہ ہونے پائے یہ کہہ کر مقبل کے ہمراہ سوار ہو کر اپنے لشکر میں آئے اور خیمے میں جا کر ان دونوں کو بلوایا انہوں نے مجرا کیا اور امیر کے روبرو خط رکھ کر شیشہ پیش کیا۔

امیر نے ان دونوں کو دیکھا کہ واقعی مہر نگار کی کنیزیں ہیں خط لے کر دیکھا تو مہر نگار کی مہر کو بوسے دیے تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یہ شراب آپ کے لیے بھیجی ہے۔ امیر نے ان شیشوں پر مہر دیکھی تو ایک کا منہ کھول کر شمع دان کی طرف لایا اور مہر نگار کو یاد کر کے شیشہ منہ سے لگایا اور پی گئے جونہی شراب حلق سے نیچے اتری کہ ایک ہچکی امیر کو آئی اور گر کر بے ہوش ہو گئے ان دونوں نے دیکھا کہ حمزہ کا کام تمام ہوا تو کئی میخیں خیمہ کی اکھاڑ کر پچھلی طرف سے فرار ہوئے اور امیر نے یہاں ہر چند ہاتھ پاؤں مارے لیکن کوئی اور نہ آیا امیر نے یہاں تک بیقراری کی کہ قالین کے ٹکڑے ہوئے اور زمین پر گڑھے پڑ گئے اور وہاں لندھور نے دو ساعت تک دیکھا کہ نہ آئے تو عمرو سے کہا کہ خواجہ بغیر امیر مجلس بے رونق ہے چار سو تمن اپنی جوتیوں کے موم روغن کے لیے دیے۔ عمرو سے کہا کسی طرح امیر کو جلد لا کر انعام پاؤ۔ عمرو زر کا نام سنتے ہی خسرو کو آداب بجا لایا اور اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور بارگاہ کے دروازے پر جا کر پوچھا کہ صاحبقران کیا کرتے ہیں۔

مقبل وفادار نے کہا کہ مہر نگار کی کنیزیں آئی ہیں ان سے خلوت خانہ میں کچھ باتیں کرتے ہیں۔ عمرو نے کنیزوں کا نام سنتے ہی ایک آہ ماری اور کہا۔ اے غلام تو نے غضب کیا کہ جان بوجھ کر اپنے خداوند کو قتل کر دیا یہ کہتے ہی بیتابانہ اندر جا کر دیکھا تو امیر کی صورت نظر نہ آئی۔ تب شمع روشن کر کے نظر کی تو امیر کا بدن سیاہ ہو گیا تھا اور تمام بدن پر آبلے ہو گئے تھے اور وہ شراب کا شیشہ ڈھونڈنے لگے لیکن کہیں نہ پایا۔ تب خیمہ کی میخیں اکھڑی ہوئی دیکھ کر سمجھ گئے کہ اسی راہ سے بھاگی ہیں۔ آپ بھی اسی راہ سے نکلا اور ان کے پیروں کے نشان پر چلا اور لشکر سے باہر ہوا تو کچھ شخص یہ کہتے تھے کہ اچھا وقت آیا کہ امیر کا نام و نشان تمام ہوا۔ عمرو نے سمجھ لیا کہ بس یہی ہیں کمر سے خنجر نکال کر دوڑا اور نعرہ لگایا اور کہا او بی کہاں جاتی ہو تم نے بڑا غضب کیا یہ کہکر ان دونوں کے سر کاٹ ڈالے اور پھر خیمہ میں آ کر مقبل کو بلایا اور کہا کہ امیر کی یہ حالت

ہوئی اب کیا کرنا چاہیے مقبل سر پیٹنے لگا کہ یہ کیا ہوا عمرو نے کہا کہ خاموش ایسا نہ ہو کہ اس بات سے کوئی واقف ہو تو امیر کی نگہبانی کر اور کسی کو اندر نہ آنے دینا جب تک کہ میں نہ آؤں ایسا نہ ہو کہ لشکر ہند یہ مقدمہ سن کر پھر جائے اس غرض سے میں پہلے جا کر اس کا بندوبست کرتا ہوں اور بعد اس کے امیر کے اچھا ہونے کی تدبیر ہوگی۔

یہ کہہ کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور لندھور کے پاس گیا اور زمین خدمت کی چومی اور کہا صاحبقران اس وقت کام میں ہیں اس وقت نہ آسکیں گے اور آپ کی خدمت میں کچھ کہلا بھیجا ہے اگر تنہائی ہو جائے تو عرض کروں لندھور اٹھ کھڑا ہوا اور علیحدہ لے جا کر عمرو نے کہا۔

بات یہ ہے کہ نوشیرواں کے پاس سے ایک سردار آیا اور کہتا ہے کہ لندھور کی اطاعت سے مجھے جب اعتبار آئے کہ اسے دست بستہ طلب کرو اور مشورۂ یہ ارادہ کیا کہ تمہیں چند روز قید میں رکھیں گے اگر آپ اس تکلیف کو برداشت کر سکیں تو چلئے اپنے ارکان دولت اور سرداران مملکت کو تاکید کریں کہ کوئی اس بات سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ لندھور نے کہا۔ اے عمرو یہ بات کیا ہے کہ اگر میرا سر طلب کریں تو بھی حاضر ہے۔ باہر آ کر اپنے سرداروں کو سمجھایا اور اپنے ہاتھ باندھ کر فیل میمونہ مبارک پر سوار ہو کر لشکر اسلام میں آیا۔ عمرو نے دیوان خانہ میں جا کر کھانا کھلایا اور شراب پلائی اور اس میں بے ہوشی کی دوا ملی تھی کہ پیتے ہی لندھور بے ہوش ہوا تب عمرو نے طوق زنجیر ڈال کر صندوق میں مقفل کیا اور اسی وقت لشکر کو لے کر کوہ سراندیپ کے اوپر گیا اور فوج ہند شورش نہ کرے کئی ہزار تیر انداز لشکر کی حفاظت کو بٹھلائے اور سرداران ہند بھی جمع ہو کر پہاڑ کے دامن میں اترے چونکہ لندھور نے قسم دی تھی کہ اگر مجھ کو مار ڈالیں پر تم ان کے لشکر کی بے ادبی نہ کرنا اس لیے کوئی حرکت نہ کرتا تھا۔

عمرو سب کو پہاڑ پر ہوشیاری سے بٹھا کر آپ پہاڑ سے نیچے اترا ایک طرف کو روانہ ہوا کہ کوئی قلعہ مستحکم ہاتھ لگے اور لشکر کو لیکر اس میں رہیں تا کہ فوج ہند کوئی حرکت نہ کر سکے اسی خیال میں ایک جنگل میں چاروں طرف راستہ دیکھنے لگا اور دیکھا کہ اس صحرا میں دو آدمی سردار وضع گھوڑے اڑائے چلے آتے ہیں۔ عمرو ان کو دیکھ کر ایک پتھر کے نیچے جا چھپا کہ وہ سوار بھی وہیں آ کھڑے ہوئے اور کہا عمرو یہیں ہے پھر وہ نزدیک آ کر کہنے لگے کہ اے عمرو! فرمایا حضرت ابراہیمؑ کا جھوٹ نہیں ہے پتھر کے نیچے سے نکل اور جی کو تشویش میں مت ڈال۔ عمرو نے حضرت ابراہیمؑ کا نام سنا تو فوراً روبرو آیا اور وہ دونوں جوان گھوڑوں سے اتر کر عمرو سے بغل گیر ہوئے عمرو نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے کہا ہم شاہ پال ہند کے بیٹے صابر و صبور ہیں۔ ہم کو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں تمہارا نام و نشان دیکر بھیجا ہے آپ اس قلعہ میں اپنا لشکر جلد لے جائیں کہ امیر وہاں جلد شفا پائیں گے۔ عمرو نہایت خوش ہوئے اور ان دونوں کو لے کر کوہ سراندیپ پر گیا اور امیر کو سوار کرا کر دوپہر کے وقت پہاڑ سے اتر کر صابر و صبور سے کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی علاج نظر نہیں آتا کہ یہاں سے دس دن کی راہ پر ایک جزیرہ ہے جسے نارون کہتے ہیں وہاں ایک حکیم اقلیمون نامی افلاطون زمانہ رہتا ہے۔ ہم اس کو خط لکھ دیتے ہیں اگر تم اس کو جا کر لے آؤ تو البتہ امیر کو شفا ہو۔

عمرو نے خیال کیا کہ دس روز جانا اور دس آنے اور پانچ روز حکیم جی کے چلنے کی تیاری میں گویا پچیس دن ہوئے اتنے عرصہ تک امیر کی زندگی کا ہے کو رہے گی پھر سوچا کہ جانا ضرور چاہیے ان سے خط لے کر روانہ ہونے کو تھا کہ داراب نے کہا اے عمرو کسی سواری کا انتظام کرنا چاہیے کیونکہ بہت دور ہے۔ عمرو نے کہا بے شک دور جانا ہے لیکن اگر سواری درکار تھی تو گھر سے کیوں نکلا میں مرد عیار پیشہ ہوں اور پیادہ ہوں مجھے سواری سے کیا کام ہے داراب نے کہا میں نے

تمہیں نادان دیکھ کر کہا تھا معاف کرو۔

جب ایک پہر دن چڑھا تو عمرو نے جی میں کہا کہ اگر داراب کے ہمراہ جائے گا تو بھی دس دن میں پہنچے گا اکیلا ہی چلنا چاہیے یہ خیال کر کے وہ ایک درخت کے نیچے آ کھڑا ہوا اور داراب سے کہا کہ آؤ کچھ کھالیں اور ساتھ ہی یہ بھی پوچھتا رہا کہ آگے کیا کیا بستی ہے اور کیسے کیسے دریا ملیں گے اس نے کہا اب آگے نہ کوئی پہاڑ ہے نہ دریا نہ تالاب کچھ نہیں ہے یہ سیدھی راہ ہے جب وہ نزدیک جزیرہ رہے گا تو اس راہ میں داہنی طرف ایک گاؤں ملے گا اس کے اندر جائیں گے وہاں سے ایک روز کے بعد ایک دریا ملے گا۔ چار کوس کا راستہ ہے اس دریا کے پار جزیرہ ہے اور وہاں ملاح رہتے ہیں ان کو کچھ دیکر کشتی پر سوار ہو کر پار اتریں گے اور حکیم اقلیمون کے پاس جائیں۔

عمرو نے یہ سن کر ذہن نشین کیا اور کچھ کباب بے ہوشی کے نکال کر اسے دیئے کہ وہ کھاتے ہی بے ہوش ہو گیا اسے درخت سے باندھا اور قدم کو تیز کر کے معجزے کے زور سے روانہ ہوا شام کا وقت قریب تھا کہ اس دریا کے کنارے پہنچا اور دیکھا کہ ایک کشتی سواریوں سے بھری ہوئی پار جا رہی ہے اور کنارے سے دس پندرہ قدم گئی تھی یہ جست کر کے پہنچا تو لوگ حیران ہوئے کہ یہ آسمان سے کون اترا جب تین گز کنارہ باقی رہا پھر جست کر کے خشکی میں جا رہا اور ایک ہندی صورت بنا کر اس بستی کی طرف چلا۔ اندر جا کر دیکھا تو کوچہ و بازار ہر طرف چراغاں کی روشنی ہے اور ہند کا سودا بک رہا ہے۔ ایک شخص سے پوچھا کہ حکیم اقلیمون کا مکان کون سا ہے اس نے کہا کہ اس بستی کے حاکم وہی ہیں وہ بڑا سا دروازہ جہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہیں وہی ہے۔

عمرو نے اس دروازے پر جا کر آدمیوں سے کہا حکیم صاحب کو خبر دو کہ ایک قاصد صابر و صبور کے پاس سے آیا ہے۔ لوگوں نے خبر دی اور اقلیمون نے بلوا کر وہ خط لیا۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ جلد تشریف لائیں اگر حمزہ کو شفا ہوئی تو ہم بہت سے جواہر دیں گے اس مضمون سے حکیم بہت خوش ہوا اور کہا یہ لکھا نہ ہوتا تو میں ضرور ہی چلتا لیکن اب نہ جاؤں گا۔ لوگ کہیں گے کہ طمع سے گیا۔ میں بے پرواہ آدمی ہوں ایسی چیزوں سے غرض نہیں رکھتا جا کر کہہ دو کہ میں نہیں آؤں گا۔ عمرو نے کہا اس سے قصور ہوا اور کہا کہ یہ آپ خیال نہ کریں۔ تشریف لے چلیں۔

حکیم نے کہا اے بے وقوف تجھے اس بات سے کیا جو کچھ کہا جا کر کہہ تو دخل معقولات کیوں کرتا ہے۔ عمرو کچھ کہنا چاہتا ہے کہ حکیم نے اپنے غلاموں سے کہا کہ اسے گردنی دے کر نکال دو۔ غلام چاروں طرف سے دوڑے عمرو نے دیکھا کہ یہ ظلم ہوا۔ تب منت کرنی شروع کی کہ میں راستے کا تھکا ماندہ ہوں اگر حکم ہو تو رات یہیں پڑا رہوں صبح کو چلا جاؤں گا حکیم کو اس پر رحم آیا اور ایک غلام کو کہا کہ اسے باورچی خانہ میں لے جا کر کچھ کھلا اور وہیں سلا دو۔

عمرو نے باورچی خانے میں جا کر کھانا کھایا اور دیکھا کہ حکیم کے ناشتے کے لیے استاد نہاری تیار کر رہا ہے عمرو نے اسے اپنے پاس بلا کر کئی فقل بے ہوشی کے ملے ہوئے کھلائے اور باتوں میں لگایا جب وہ بے ہوش ہوا تو عمرو نے ایک گڑھا کھودا اور اس میں اسے گاڑ دیا اور آپ اس کی صورت بنا کر کھانا پکانے لگا۔ رات گذری جب صبح کا وقت ہوا تو حکیم نے کھانا طلب کیا تو عمرو نے تمام کھانوں میں بے ہوشی کی دوائی ڈالی اور خوان اٹھا کر شاگردوں کے ساتھ گیا اور کھایا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ تمام بے ہوش ہو گئے۔ عمرو نے چادر عیاری کو بچھایا اور اس میں حکیم صاحب کو لٹایا اور اس کی نشست گاہ کا کل اسباب معہ کتب خانہ اور نقد جنس اس میں رکھ لیا اور ایک پشتارہ باندھ کر پیٹھ پر اٹھایا اور ایک کاغذ پر حکیم کی مہر کر کے راہداری کا پروانہ لکھا اور چل دیا دریا کے کنارے آ کر پروانہ ملاح کو دیا اس نے اسے پار کر دیا عمرو مثل

بادِ سحر روانہ ہوا اور پھر دن چڑھا تھا کہ وہاں آ پہنچا۔ جہاں داراب کو درخت سے باندھا تھا تب اسے کھول کر ہوش میں لایا جونہی اس کی آنکھ کھلی تو عمرو کی طرف دیکھ کر کہا کہ بہت دیر ہوئی۔ چلو جزیرہ نارون کو جانا ہے۔ جب عمرو نے حکیم کے لانے کا احوال بیان کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے اور عمرو کے قدموں پر گر پڑا اور دونوں مل کر چلے۔

امیر کے انتقال کی جھوٹی خبر

روایت اس طرح تھی کہ داراب کو عمرو ہمراہ لے کر امیر کی طرف چلا اور قلعہ میں جا کر دیکھا تو ایک عجیب طرح کا ہجوم ہے کہ قلعہ کے ایک طرف سرداران لندھور فوج لیے ہوئے کھڑے ہیں اور دوسری طرف شہپال ہندی گستم کو لے کر قلعہ کے باہر لڑ رہا ہے۔ عمرو نے اندر کی راہ کسی طرح نہ پائی۔ تب داراب کو وہیں ٹھہرا کر اور لوگوں کی آنکھ بچا کر قلعہ کے پاس پہنچا اور کمند کو ایک برج سے مستحکم کر کے اوپر چڑھا۔ قلعہ داران نے آ کر آواز دی کہ کون ہے؟ عمرو نے اپنا نام بتایا وہ چپ ہوئے لیکن ایک شخص نے تیر مارا عمرو کے پستانہ میں ایک طلائی دستہ تھا۔ تیر اس پر لگا۔ عمرو قلعہ میں پہنچ گیا اور حکیم صاحب کے لانے کا احوال صابر و صبور سے کہا۔ وہ دونوں خوش ہوئے۔ رات گذری صبح کو جو سامان حکیم صاحب کا لایا تھا اس کو دکھایا اور اسے ہوش میں لایا اور آپ اسی طرح پیادہ کی صورت بن کر کھڑا ہو کر کہا۔ حکیم صاحب صابر و صبور آپ کی راہ دیکھتے ہوں گے تشریف لے چلئے وہ نہایت برہم ہوا اور پکارا ابے کوئی ہے اس بے ادب کو مار نکال دے ہر چند پکارا کسی نے جواب نہ دیا غور سے دیکھا تو یہ مکان نہیں ہے۔ عمرو کے احوال سے واقف ہوا تو سمجھ لیا کہ عمرو مجھے لایا ہے اور کہا اے خواجہ اگر اپنے احوال کو مجھ پر وہیں ظاہر کرتا تو میں آنے سے انکار نہ کرتا۔

عمرو نے کہا اب بھی آپ کا مشکور ہوں۔ حمزہ کا علاج کیجئے۔ حکیم صاحب نے امیر کو دیکھا اور بے اختیار نعرہ مار کر رونے لگا اور کہا حمزہ کا علاج یہاں نہیں ہے۔ نوشیرواں کے ہاں اس کی میراث میں ہی پشتوں سے چلا آتا ہے اسے سیاہ مہرا کہتے ہیں اگر وہ آئے تو حمزہ شفایاب ہو۔

عمرو روتا ہوا باہر نکلا اور مدائن کا ارادہ کر کے قلعہ کے باہر آیا وہاں مقبل تھا اس نے عمرو سے کہا اے خواجہ کہو کہ حکیم نے کیا کہا۔ اے مقبل کیا بتاؤں کہ ایسی محنت سے جا کر حکیم کو لایا اور وہ اب کہتا ہے کہ اگر مدائن سے سیاہ مہرہ آئے تو امیر کا زہر اترے۔ مقبل سن کر چپ ہو رہا جب عمرو آگے بڑھا تو مقبل نے کہا اے خواجہ اگر مدائن میں جائے تو شہر کے دروازے کے پاس ایک بڑھیا رہتی ہے اسے میری طرف سے سلام کہنا۔

عمرو کو یہ سن کر غصہ آیا۔ مقبل کے برابر آیا اور ایک لکڑی ایسی ماری کہ مقبل کا سر پھٹ گیا۔ مقبل نے جب مار کھائی تو کہا خواجہ ناراض کیوں ہوتے سیاہ مہرہ یہیں ہے۔ عمرو نے کہا اے غلام تیری اجل آئی ہے کہ مجھے جانے سے روکتا ہے۔ مقبل نے کہا۔ حمزہ کے سر کی قسم کہتا ہوں کہ بزرجمہر نے میرے روبرو امیر کے پہلو میں رکھا تھا۔ عمرو اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوا اور مقبل کو چھاتی سے لگا کر حکیم کے پاس آیا۔ حکیم نے کہا اے عمرو ابھی یہیں ہے شاہ مہر کب لائے گا جواب دیا کہ میں لایا ہوں۔ اس نے کہا معجزہ یافتہ ہفت پیغمبر ہو تم سے دور نہیں ہے لے آئے ہو گے کہو کہاں ہے؟ کہا امیر کے پہلو میں۔ اس نے نگاہ کی تو واقعی امیر کا تمام جسم سیاہ ہو رہا جہاں سیاہ مہرہ ہے وہاں کا رنگ اصلی ہے۔

یہ دیکھ کر حکیم نہایت خوش ہوا اور طلائی استرے سے چیر کر اسے نکالا اور کہا شاہ مہرہ یہی ہے اسی کے سبب سے امیر کی زندگی ہوئی ورنہ چار دن میں تو کام تمام ہو جاتا۔ اب دودھ منگواؤ غرض کئی ناؤ دودھ سے بھر کر رکھیں۔ اس سیاہ مہرہ

میں ایک سوراخ تھا حکیم نے اس میں ریشمی ڈور ڈال کر امیر کے حلق میں اتارا اور ایک ساعت کے بعد نکال کر دودھ میں ڈالا تو وہ فالودہ کی مثال بن کر جم گیا۔ غرض اسی طرح پانچویں بار کا دودھ جم گیا اور چھٹی ناؤ میں کم اثر ہوا تو حکیم خوش ہوا اور ایک کتے کو دودھ پلایا تو وہ پیتے ہی مر گیا۔ پھر مہرہ کو امیر کے حلق میں ڈال کر دودھ میں ڈالتے اور کتوں کو پلاتے رہے کتے مرتے جاتے تھے۔

جب کتوں کا مرنا موقوف ہوا تو دو تین مرتبہ مہرہ دودھ میں ڈالا اور بدلا گیا تو امیر کو چھینک آئی اور آنکھیں کھول کر کہا۔ الحمد اللہ۔ تمام حاضرین مجلس کو عجیب طرح کی خوشی ہوئی تو حکیم نے امیر کو کتان کی چادریں اڑھائیں کہ پسینہ بہہ نکلے اور گائے کے دودھ میں مصری اور گلاب ڈال کر شربت بنا کر امیر کو پلایا اور حکیم نے سب کو منع کیا کہ امیر کے سامنے کوئی شخص زہر کا نام نہ لے۔ دوسرے روز امیر نے کھانا طلب کیا۔ امیر کو شوربہ کھلایا گیا اور وہ تکیہ سے لگ کر بیٹھے اور عمرو کو فرمایا کہ خسرو کہاں ہے اور یہ کون ہے؟ اور میں بیمار کی صورت میں کیوں؟

عرض کیا کہ سب حاضر ہیں اور یہ حکیم ہیں راہ کی تکان سے آپ کی طبیعت کچھ علیل ہو گئی تھی۔ ان کے علاج سے آپ کو صحت ہوئی فرمایا جاؤ ہمارے سرداروں کو لے آؤ۔ عمرو بلا لایا اور سب نے مجرا کیا اور دعا دی اور اپنی قدر و منزلت کے موافق ہر ایک نے امیر پر سے زر و مال نثار کیا اور پہلوان عادی کے منہ سے بے اختیار یہ نکلا کہ ان بد ذاتوں نے میرے آقا کو زہر دیا لیکن خدا نے فضل کیا۔

امیر زہر کا نام سنتے ہی کانپ گئے اور پسینہ چل نکلا تو عمرو نے عادی سے کہا اے کمبخت اس وقت زہر کا نام کیوں لیا تو حکیم نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو کہ اس بات سے امیر کو پسینہ آ گیا اور وہ اٹھ بیٹھے اور عمرو سے کہا۔ خسرو ہندوستان کو بلاؤ کہ اس کے دیکھنے کو دل کرتا ہے عمرو نے جا کر لندھور کو ہوش کی دوا دیکر قید سے چھڑایا اور کہا امیر نے بلایا ہے۔ لندھور نے کہا کہ وہ نوشیرواں کے پاس سے آیا تھا وہ ہے یا گیا۔ عمرو نے کہا وہ بات غلط تھی امیر کو دشمنوں نے زہر دیا تھا اور میں نے خوف کے باعث تم کو قید کیا تھا کہ سرکشی نہ کرو۔ امیر کو اس بات کی خبر نہیں اگر وہ سنیں گے تو وہ مجھ سے اندوہ ہونگے امیدوار ہوں کہ امیر اس احوال سے واقف نہ ہوں۔

یہ بات لندھور نے قبول و منظور کی اور حمام میں غسل کر کے پوشاک پہنی اور سوار ہو کر عمرو کے ہمراہ صاحبقران کے پاس گیا۔ تب امیر نے کہا بھائی تم کہاں تھے؟ عرض کی لشکر میں تھا۔ تب اس سے باتیں کرنے لگے۔ عمرو نے صابر و صبور کو بلایا ان سے ملاقات کروائی۔ امیر نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کیا یہ شہپال ہندی کے بیٹے ہیں ان کی وجہ سے خدا نے آپ کو آرام دیا ورنہ آرام مشکل تھا کہ قلعہ کے باہر شہپال گستم کو لے کر لڑائی کر رہا ہے۔ لندھور نے یہ بات سنی تو آگ بگولا ہو گیا اور کہا کہ میں اس گرانبار سے ان کا کام تمام کرتا ہوں امیر نے منع کیا کہ میں ان کو سمجھ لوں گا۔ تم چھوڑو۔

لندھور امیر کے اس فرمان سے چپ رہا اور اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو اندر بلوایا اور لشکر سے کہا کہ وہیں قائم رہیں۔ قلعہ کے باہر شہپال نے لڑائی ڈال رکھی تھی چاہتا تھا کہ قلعہ کو فتح کرے اور صابر و صبور بھی قلعہ وادی میں مستعد تھے۔ تب شہپال نے ناچار ہو کر گستم سے کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی تدبیر معلوم نہیں ہوتی کہ میں تخت پر سوار ہوتا ہوں تم میرے تخت کو قلعہ کے دروازے پر لے چلو اور سپاہ گری تخت کے پیچھے پیچھے آئے مجھے دیکھ کر کوئی نہ لڑے گا۔ پھر فوجی لوگ دروازے کو توڑ ڈالیں اور اندر گھس جائیں۔ گستم نے کہا اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں شہپال اسی طرح پر روانہ ہوا اور قلعہ کی طرف چلا اور کہا کہ دروازہ کھول دو۔ صابر و صبور میں جو بڑا بھائی تھا اس نے پکارا کہ اس خیال کو جی سے ہٹا

دو قلعہ ہاتھ نہ آئے گا۔ البتہ اگر امیر کی اطاعت قبول کرو تو ہاتھ آئے گا۔ وہ یہ بات سنکر بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسا اور نزدیک گیا صابر نے اس وقت ایک تیر اس کے سینہ میں ایسا مارا کہ پار ہو گیا اور مر کر تخت کے نیچے گرا اور لوگ اس کی لاش کو اٹھا کر لے گئے گستم نے یہ حال دیکھا تو اپنی فوج کو لے کر قلعہ توڑنے کو چلا۔

عمرو نے یہ دیکھ کر امیر کو خبر دی کہ صابر نے اس طرح اپنے باپ کو مارا اب گستم چاہتا ہے کہ اس حصار کو توڑے۔ فرمایا تم دروازے پر جا کر میری طرف سے کہو کہ میں شاہ ہفت کشور کی طرف سے تیری رعایت کرتا ہوں اور تو اپنی بدذاتی نہیں چھوڑتا۔ جان کو سلامت لے کر چلا جا نہیں تو سزا پائے گا۔ عمرو نے جا کر اس سے ایسا ہی کہا وہ ہنسا اور کہا۔ اور سار بان زادے تو مجھ سے عیاری کرتا ہے۔ حمزہ کو مرے ہوئے مدت ہوئی اب وہ کہاں ہے؟ عمرو نے کہا او قحبہ زادے اپنی زبان کی آگ سنبھال تو اس پر تصدق ہو کر مرے گا وہ سلامت ہیں اور کوئی دن سے مدائن چلے گئے ہیں اس نے کہا اگر سچ ہے تو میرے اور امیر کے درمیان ایک راز مخفی ہے اور مجھے اس کی خبر بھی نہیں اور امیر سے جا کر کہا کہ وہ ایسا کہتا ہے فرمایا جس روز بہرام گرد خاران چین کو وہ نوشیرواں کے یہاں لایا تھا میں بھی اس کے استقبال کے لیے گیا تھا اور بختک کے کہنے سے اس نے مجھ سے زور آزمائی کی تھی۔ بعدہ بغلگیری کے وقت میں نے بھی زور کیا تھا کہ اس کے تین گوز متواتر صادر ہوئے اور اس وقت اس نے مجھ سے کہا کہ تم مردان عالم سے ہو، میرا یہ راز کسی سے ظاہر نہ کرتا اور آپ کے درمیان یہ نشان رہے وہ راز یہی ہے۔ عمرو سن کر ہنسا اور پھر دروازے پر گیا اور اس سے کہا کہ امیر کہتے ہیں کہ اگلی دفعہ تو تو نے مات کھائی تھی۔ یہ سنتے ہی وہ سمجھا کہ امیر زندہ ہے ٹھہر نہ سکا اور بھاگ کر بندر سندھ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر اس قحبہ زادے نے عجیب طرح کا فساد برپا کیا کہ آدمی کے دو سر منگا کر ان کے چمڑے اتار لیے اور ان چمڑوں میں گھاس بھر کر تیار رلیے اور ایک عرضی شاہ ہفت کشور نوشیرواں کو اس مضمون کی لکھی کہ حمزہ لندھور کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا اس نے حمزہ کو بر سر میدان مارا اور اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے دروازے پر لٹکوایا میں نے لندھور کو مارا اور اس کا سر کاٹ کر حمزہ کے سر کے ساتھ حضور میں بھیجا ہے آگے جو ارشاد ہو اور ایک خط بختک کو لکھا کہ یہ سر جعلی ہیں اور اصل یہ کہ حمزہ نے خسرو کو وزیر کر کے ہندوستان پر مسلط کی ہے اور حضور کو یہ مضمون اس لیے لکھا ہے کہ بادشاہ کو اس بات کا یقین ہو اور آپ شاہ کو ورغلا کر مہر نگار کی شادی اور سے کرا دیجئے کہ حمزہ اس بات کو سن کر کوفت کھا کر مر جائے۔

یہ دونوں خط سر بمہر سروں کو ایک سردار کے ہاتھ بادشاہ کے پاس بھیجے جب یہ عریضے اور سر نوشیرواں کے حضور میں پہنچے اور بادشاہ نے مضمون سنا تو ان سروں کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور بزرجمہر کو طلب کر کے کہا کہ یہ کیا امیر پر واردات گذری ہے۔ افسوس ایسا بہادر مارا جائے۔

شہزادی مہر نگار

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ گستم بھاگ کر سندھ کو گیا۔ یہاں امیر بھی قلعہ سے باہر نکلے اور لشکر آراستہ کیا اور لندھور سے کہا کہ اب ہمیں بادشاہ کی خدمت میں جانا بہتر ہے کیا کہتے ہو؟ عرض کی کہ یہاں کی بادشاہت کے آپ مختار ہیں بندہ کو اس سے کچھ کام نہیں رکاب سعادت میں حاضر رہوں فرمایا ہم تم کو تمہاری دوستی سے یہ خوشی حاصل ہوئی کہ گویا تمام زمانے کی سلطنت ملی۔ یہاں کی تاجداری تمہیں مبارک ہو۔ لیکن ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم تم باہم چلیں۔ تم یہ کام کرو کہ اپنی طرف سے کسی شخص کو یہاں مقرر کرو کہ تمہارا نائب ہو کر رہے کہ تم شاہ ہفت کشور کے لیے سوغات اور تحفہ جات

لے کر معہ اپنے تمام سرداروں کے چلو۔

لندھور نے قبول کیا اور چینی پور ہندی کو سراندیپ میں مقرر کیا۔ امیر نے بھی اس روز صابر وصبور کو ان کے باپ کی بادشاہت کا وہیں مختار کیا اور پہلوان عادی کو بلا کر فرمایا۔ صبح کو تم پیش خیمہ لے کر چلو اور یہاں کا انتظام حکیم اقلیمون کو امر کریں۔ وہاں خیمے لگاؤ۔ صبح کو عادی پیش خیمہ لے کر روانہ ہوا جس روز امیر نے ہندوستان سے کوچ کیا تو ہوا اعتدال پر تھی۔ عادی نے خاص بارگاہ کا خیمہ ایک نہایت پر کیف سبزہ زار میں لگایا جو دریا کے کنارے پر تھا۔

امیر لشکر ہند ہمراہ لے کر بموجب حکم حکیم اقلیمون مدوار محافظ میں سوار ہوئے کہ ہوا سے ایذا نہ پہنچے اور عمرو لندھور و حکیم اقلیمون امیر کے گرد باتیں کرتے چلے جاتے تھے کہ امیر کا دل بہلے۔ حتیٰ کہ اپنے لشکر اور بارگاہ میں داخل ہوئے۔ غرض اس روز وہاں مقام رہا اور دوسرے دن پھر کوچ کر کے منزل بمنزل خشک راہ سے ایران کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب ملک بختک کا حال سنئے کہ جب اس کو گستم کا خط ملا تو رات دن اسی فکر میں رہنے لگا کہ بادشاہ کو ورغلائے کہ وہ مہر نگار کا کسی اور کے ساتھ بیاہ کر دے۔ آخر میں یہ بات ٹھہری کہ وہیں کا جواہر زادہ کا اس کی اولاد میں سے مرزبان کا بیٹا اولاد نام نہایت لائق ہے اس کو بلانا چاہیے اور بعد ان کے آنے کے تدبیر ہوگی یہ سوچ کر نامہ تیار کیا اس میں یہ لکھا تھا۔

شاہ ہفت کشور کی بیٹی مہر نگار حد بلوغ کو پہنچی ہے اور شاہ کا ارادہ ہے کہ عالی خاندان لائق کوئی ہو تو اس کے ساتھ اس کی شادی کریں چنانچہ حمزہ نام کا عربستان سے آیا تھا۔ اس نے بادشاہ کی دامادی کا قصد کیا تو بادشاہ نے قبول نہ کیا۔ غیر قوم جان کر اسے مہم ہند پر روانہ کیا۔ وہاں جا کر لندھور بن سعدان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تو بھی کیکاؤس کی نسل سے ہے جلد آ، میں بادشاہ سے درخواست کر کے تمہاری شادی کرادوں گا۔ یگانگی کے باعث یہ خبر دی ہے آگے تو مختار ہے اس پر مہر کر کے اپنے ایک رفیق کے ہاتھ بھیج دیا۔

جب یہ خط اولاد کے پاس پہنچا تو وہ نہایت خوش ہوا اور بہت سے تحائف ہمراہ اور تیس ہزار سوار کے ساتھ کوچ کر کے اور منزل مراحل طے کر کے چند روز میں مدائن کے نزدیک آ گیا۔ یہ خبر تمام ملک میں مشہور ہوئی کہ بختک نے جا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ اولاد بن مرزبان کیکاؤس کا پوتا آپ کی ملازمت کو آتا ہے۔ آپ بھی اس کی عزت کریں اور استقبال کے لیے کسی کو حکم دیں کہ جا کر اسے بہ حرمت لے آئے کہ اس میں آپ کی ناموری ہے اس لیے ایسی باتیں کیں کہ بادشاہ نے فرمایا کہ حل ساسانی و کیا مرسی و مجدگی اس کی پیشوائی کو جائیں یہ تمام حضور کے فرمانے سے گئے اور اسے لے آئے اور شہر سے باہر نا شاد حکام میں جہاں صاحب قرآن کا لشکر اترا تھا اسے اتارا۔

وہ دوسرے دن شہر میں گیا اور بارگاہ خسروی میں جا کر مجرا کیا اور شرط آداب بجالایا بادشاہ نے نہایت سرفرازی کی اور خوش ہوئے اور دربار کے اٹھنے کا وقت آیا تو بادشاہ نے اولاد بن مردیان کو خلعت شاہانہ اور اس کے تمام سرداروں اور ہمراہیوں کو انعام دیا۔ جب دربار برخاست ہوا تو تمام اپنے اپنے مکاں کر گئے اولاد بھی اپنے لشکر کو لے گیا تو اسی رات کو بختک نے موقعہ پا کر بادشاہ سے گذارش کی کہ امیر پر جو گذرا آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب مہر نگار کی فکر کرنا چاہیئے کہ لائق کے ساتھ نسبت ہو۔ گستم کو آپ نے مقرر کیا ہے۔ وہ بوڑھا ہے جوان عورت کے پہلو میں مرد پیر کے بیٹھنے میں بہتری نہیں اس سے بہتر یہ ہے کہ اس سے عقد باندھ کر حوالے کیجئے۔

نوشیرواں کو یہ بات پسند آئی اور صبح کو مشہور کر دیا گیا کہ امیر حمزہ ہندوستان میں لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا اب مہر نگار کی شادی اولاد بن مرزبان کے ساتھ ہوگی۔ جو یہ بات سنتا تھا امیر کے غم میں زار و قطار روتا تھا جب یہ خبر قصر میں گئی تو

زرا انگیز بانو آنسو آنکھوں میں بھر لائی اور محل میں سب کو منع کیا کہ یہ خبر مہر نگار کو نہ سنانا لیکن کسی نے اس کو یہ خبر سنا دی وہ سنتے ہی اپنے سر کے بالوں کو نوچنے لگی اور منہ پیٹنے لگی۔ نزدیک تھا کہ اپنے تئیں ہلاک کرے خواصوں نے ملکہ زرا انگیز بانو کو مہر نگار کی یہ خبر دی اور وہ بے اختیار دوڑی آئی ہر چند اسے سمجھایا مگر اس کی حالت عجیب پائی کہ کسی طرح بھی نہ سمجھتی

تب ایک خواجہ سرا کو بادشاہ کے پاس بھیجا کہ مہر نگار اپنے آپ کو ہلاک کرتی ہے اس کی خبر لو ورنہ ہاتھ سے جاتی ہے بادشاہ نے بزرجمہر کو بلایا کہ مہر نگار کو سمجھاؤ اور اولاد بن مرزبان سے شادی کرانے کو راضی کرو۔ بزرجمہر بموجب امر شاہ کے شبستان حرم میں گئے اور مہر نگار کی بیقراری کو دیکھا کہ طمانچوں سے اپنا منہ لال کر ڈالا ہے۔ وہ بھی پاس بیٹھ کر اور اس کی حالت دیکھ کر خوبروئے اور جتنے معشوقان ماہرہ اس کے گرد بیٹھی تھیں۔ سب روئیں بعدہ زرا انگیز بانو سے سب نے کہا کہ یہاں سے اٹھ کر کنارے ہو جاؤ کہ بزرجمہر ان کو سمجھائیں یہ سن کر سب کنارے ہو گئیں۔

تب خواجہ مہر نگار سے باتیں کرنے لگے اور کہا اے سرو ناز تو نے اپنی یہ کیا حالت بنائی ہے۔ فرمایا اے خواجہ میں سنتی ہوں کہ امیر مارے گئے۔ خواجہ نے کہا کہ امیر کو ستم نے زہر دیا تھا۔ سو خدا نے اپنا فضل کیا کہا آپ خاطر جمع رکھیں اور اولاد بن مرزبان کو ظاہر میں قبول کریں اور بادشاہ کی مرضی یہی ہے آپ اس سے چالیس روز کا اقرار کریں اتنے روز دیکھ لو بعدہ مختار ہو چاہے اپنے آپ کو مار ڈالیے یا زندہ رکھیئے۔

مہر نگار اس بات سے خوش ہوئی اور کہا اگر یوں ہی ہے تو جو مناسب جانو وہ کریں۔ بزرجمہر باہر آئے اور سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بندہ نے مہر نگار کو اس بات پر رضامند کیا ہے۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور بزرجمہر کو خلعت مہربانی عنایت فرمایا۔ اس نے دوسرے دن اولاد بن مرزبان کو خلعت دامادی دیا اور مہر نگار سے نامزد کیا اور بختک سے فرمایا کہ مہر نگار نے قبول کیا چالیس دن کا عذر کیا ہے کہ مجھے عذر ہے بعد اس کے اولاد بن مرزبان متصرف ہو عذر گذرے تو رسم عروسی کر کے اس کے حوالہ کریں۔ سب نے اولاد بن مرزبان کو مبارکبادی جب مجلس برخاست ہوئی تو اولاد بختک کے گھر گیا۔ بختک نے اس کی بہت خاطر کی اور کہا کہ امیر زندہ ہے۔ میں نے یہ حکمت کی ہے کہ مہر نگار تمہارے ہاتھ آئے اور حمزہ اس کوفت سے مر جائے لیکن یہ غضب ہوا کہ بادشاہ نے چالیس روز کی دیر کی۔ ایسا نہ ہو کہ حمزہ آ جائے۔ اولاد نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ تم صبح کو دربار میں پہلے جا کر میری طرف سے عرض کرو کہ وہ امیدوار ہے کہ ملکہ کو ابھی رخصت کرو۔ یہ چالیس دن راہ میں کٹ جائیں گے وہاں پہنچ کر اپنے خویش و اقربا کے روبرو شادی کروں گا سب خوش ہوں گے۔ بختک سے یہ کہہ کر اپنے لشکر میں گیا اور یہاں بختک صبح کو نوشیرواں کے پاس گیا اور یہ باتیں سنائیں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر وہ اسی میں راضی ہے تو مہر نگار کا جہیز اور ساتھ کا لوازمہ جدا کر دو اور ساتھ کے لوگ تیار کرو۔ بختک اس کام کے اہتمام میں مشغول ہوا اور جہاں تک ضروری سامان تھا بار برداری لدوایا اور بارہ ہزار سوار ساسانی مہر نگار کے ہمراہ کیے کہ قیافہ کے گرد رہیں اور مہر نگار کی مرضی کے بغیر کسی کو اپنے درمیان نہ آنے دیں اور ملکہ جہاں کے وہیں خیمہ استادہ کریں اور چالیس دن کے بعد کسی بات میں اولاد سے مزاحمت نہ کریں۔ اور مہر نگار کو ایک جواہر نگار سکھ پال میں سوار کر کے اولاد بن مرزبان کے حوالے کیا۔ ایک منزل تک بادشاہ معہ ملک زرا انگیز بانو تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے رخصت کر کے شہر میں واپس آئے۔ اولاد بن مرزبان مہر نگار کو لے کر کوچ در کوچ اپنے بلک کی طرف چلا۔ ملکہ اور اولاد کے خیمہ سے بھی فرسنگ کے فاصلہ سے رہتا تھا اور جہاں مہر نگار کہتی تھی وہیں لشکر اترتا تھا اور اس کے خیمہ کے گرد بادشاہ کے بارہ ہزار ساسانی غلام مستعد رہتے کہ شہزادی کے حکم کے بغیر

پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا جب انتالیس دن گذرے اور چالیسواں دن آیا اولاد کا لشکر ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا۔ وہ پہاڑ دلچسپ تھا اولاد نے کہا کہ آج ہمارا لشکر یہیں اترے کیونکہ یہ پہاڑ بہت خوشنما ہے اور کل کا دن گذر جائے پرسوں مہر نگار کو اپنے خیمہ میں لا کر کام دل اس سے حاضر کروں لیکن یہاں کئی روز مقام رہے لشکر یہاں اترا اور مجلس جشن گرم ہوئی مہر نگار کی حالت دگرگوں تھی کہ امیر کے فراق میں زار و قطار روتی تھی اپنے جی میں یہ بات ٹھہرائی کہ کل کا روز گذرے تو پرسوں زہر کھا کر مر جاؤں تو بہتر ہے۔

عمرو کی عیاری

اب داستان صاحبقران کی ملاحظہ فرمایئے کہ ہندوستان سے معہ خسرو چلے اور کوچ و مقام کرتے ہوئے اسی پہاڑ کے نیچے ایک طرف اترے جہاں اولاد بن مرزبان کا لشکر اترا ہوا تھا اور اس مقام کو خاطر خواہ دیکھ کر امیر نے عمرو اور لندھور سے فرمایا کہ کیا خوب صحرا ہے۔ ہوا اس پہاڑ پر اچھی آتی ہے ہم چار پانچ دن یہاں قیام کریں۔ عمرو نے بموجب فرمان امیر عادی کو حکم دیا کہ یہاں مقام ہوگا۔ لب دریا سبزہ زار میں خیمے لگاؤ اور اس دن امیر کو کمال فرحت ہوئی اور دوسرے دن صبح کو حکیم اقلیموں نے عمرو سے کہا اے بابا ایک بڑا آہو پکڑ لا۔ امیر کے روبرو اس کے کباب بنائیں اس کی بو سے امیر کو اور زیادہ فرحت ہوگی۔ عمرو یہ سن کر لشکر سے باہر نکلا اور جنگل کی طرف چلا اور ہرنوں کا ایک گلہ میدان میں چرتا ہوا نظر آیا وہ ان سب پر دوڑا وہ بھاگ کر چاروں طرف منتشر ہوئی مگر عمرو نے پہاڑ کے اس طرف جا کر ایک کو پکڑا اور اس کے چار پاؤں باندھ کر ایک طرف نیچے رکھ دیا اور دل میں خیال کیا کہ ذرا اس صحرا کو دیکھنے کے کیا لطف ہے۔ یہ تصور کر کے آگے بڑھا تو دیکھا کہ کسی کا لشکر اترا ہوا ہے۔ کہ کئی کوس زمین خیموں سے معمور ہے دیکھ کر حیران ہوا۔ تب اپنی صورت بدل کر آگے گیا اور دو اشخاص کو تالاب پر کھڑے ہوئے دیکھا کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا آفتابہ تھا۔ عمرو نے ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ کس کا لشکر ہے اور تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ لشکر اولاد بن مرزبان کا ہے اور ہم بادشاہ ہفت کشور نوشیرواں کی بیٹی مہر نگار کے غلام ہیں بادشاہ نے اپنی بیٹی مہر نگار کی شادی ایک شخص امیر حمزہ کے ساتھ ٹھہرائی تھی تو وہ ہندوستان میں جا کر لندھور کے ساتھ لڑ کر مارا گیا۔

بادشاہ اس خبر کو سن کر نہایت غمگین ہوا۔ آخر بختک حرامزادے نے بادشاہ کو ورغلا کر مہر نگار کو اولاد کے حوالے کیا از بسکہ وہ قبول نہ کرتی تھی۔ مگر بزرجمہر نے اس سے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو اور اس کے ہمراہ جاؤ بعد چالیس دن کے تم سے حمزہ کی ملاقات ہوگی۔ آج چالیسواں دن ہے۔ کل مہر نگار کا ارادہ ہے کہ زہر کھا کر مرے کیونکہ وہ آج تک اپنی شرط سے پکی تھی مگر وہ اس پر متصرف ہوگا۔ یہ سن کر خاموش ہوگیا اور دل میں کہا افسوس ہے لیکن بزرجمہر کی اس پیشن گوئی پر آفرین کی اور کہا تم نے واقعی بات عجیب سنائی کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسی بات نہ سنی تھی اب میری بھی سنو کہ میں پاؤں سے لنگڑا اور ایک ہاتھ سے اپاہج ہوں اور حکیم نے یہ علاج بتلایا ہے کہ اگر تم چاندی کے برتن میں پانی پیو تو تمہارا ہاتھ اچھا ہو اور اگر سونے کے برتن میں پیو تو پاؤں اچھا ہو۔ بھلا یہ چیزیں مجھے کہاں میسر ہو سکتی ہیں؟ ہاں اگر تمہاری مہربانی سے تمہارے ان برتنوں میں پانی پیوں تو شاید خدا کے فضل کرے تندرست ہو جاؤں جس کے ہاتھ میں چاندی کا برتن تھا پہلے اس نے امتحان کے واسطے دیا عمرو نے اس میں پانی پیا اور ہاتھ کو ہلایا اور کہا کہ وہ بھی دو کہ اس میں پانی پیوں کہ پاؤں بھی اچھا ہو۔ دوسرے نے بھی سونے کا آفتابہ دیا عمرو نے اس میں بھی پانی پیا اور اس پاؤں کو ہلایا اور

دونوں برتنوں کو لے کر ایک جست کی اور چلا گیا۔ انہوں نے کہا۔ بس اب تو اچھا ہوا اور ہماری چیز ہم کو دے۔ عمرو نے کہا کہ میں بیوقوف نہیں ہوں جو تم کو دوں یہ بیماری شاید پھر لوٹ آئے تو میں کہاں سے لاؤں گا۔

یہ کہہ کر بھاگا وہ بیچارے حیران ہوئے کہ یہ کیا ہوا۔ آپس میں لڑنے لگے۔ ایک نے کہا کہ پہلے تو نے دیا تھا دوسرے نے کہا کہ میں نے تو چاندی کا دیا اور تو نے سونے کا کیوں دیا۔ دونوں لڑتے ہوئے چلے کہ ملکہ سے کہیں کہ وہ انصاف کرے کہ قصور کس کا ہے جب لشکر کے نزدیک پہنچے تو ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اولاد بن مرزبان کے لشکر میں دیکھتے چلیں کہ شاید چور کو پائیں اس خیال سے ادھر گئے۔

جب لشکر میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک شخص بازار میں چادر بچھا کر ایک کتاب اور رمل کے پانسے لیے ہوئے بیٹھا ہے اور جو کوئی اس کے پاس جا کر سوال کرتا ہے اس کے ضمیر کا حال کہتا ہے یہ دونوں بھی اس کے پاس بیٹھے اور کہا کہ اے شخص ہمارے واسطے بھی قرعہ ڈال اس نے قرعہ ڈالا اور زائچہ نکال کر کہنے لگا کہ تمہاری کوئی چیز کھوگئی ہے لیکن اس چیز کے دو عدد تھے ایک طلائی دوسرا نقرئی۔ انہوں نے کہا آفرین ہے تو نے ضمیر کا حال واقعی خوب کہا اب کہو چیز ملے گی یا نہیں۔ کہا احتمال ہے کہ ملے یہ دونوں بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ بڑا صاحب کمال ہے اس کی خبر ملکہ کو ہونی چاہیے کہ وہ اس سے کچھ پوچھیں۔ ایک ان کے پاس بیٹھا رہا اور ایک مہر نگار کی ڈیوڑھی پر گیا۔ لیکن وہاں مہر نگار کی یہ صورت تھی کہ بے اختیار روتی اور آفتابہ دیکھتی تھی کہ شام ہو تو زہر کھاؤں۔ بزرجمہر نے کہا کہ چالیسویں دن امیر کی خبر آئے گی۔ سو اب تک کچھ معلوم نہ ہوا۔ اسی خیال میں تھی کہ ایک کنیز نے آ کر کہا کہ آپ کا غلام کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ خیال گذرا کہ کوئی خوشی کی خبر پائی ہو آپ اٹھ کر پردہ کے پاس آئی اور پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے تمام حال امیر کے اچھے ہونے کا اور آفتابہ لے کر بھاگ جانے کا اور ضمیری حال جاننے کا بیان کیا۔ وہیں مہر نگار کے دل پر خیال گذرا کہ شاید خدا جھوٹ نہ کرے وہ عمرو ہوگا اور نجومی بھی عمرو ہوگا۔ یہ سب خیال کر کے غلام سے کہا کہ جاؤ اسے لے آؤ ہم بھی اس سے پوچھیں گے وہ گئے اور ساتھ لے کر آئے۔ مہر نگار نے اسے پردے کے پاس بلا کر کہا اے نجومی میرا ضمیر کہہ اس نے کہا کہ میں سائل کا منہ دیکھے بغیر احکام جاری نہیں کر سکتا کہ بعض انسان کا حال شکل سے معلوم ہوتا ہے۔ میرے روبرو آ کر پوچھو تو میں بیان کروں۔ مہر نگار نے خیال کیا کہ آج مجھے مقرر مرنا ہے اگر آج اس وقت ایک پیر مرد کے سامنے آئی تو کیا مضائقہ ہے۔ پردے سے باہر آئی اور اس سے سوال کیا۔ اس نے قرعہ ڈالا اور مہر نگار کے ہاتھ میں لایا اور کہا آپ نیت کر کے اس کو ہاتھ سے ڈال دیجئے تا کہ بندہ احکام جاری کرے مہر نگار نے دیکھا تو اس قرعہ میں کوئی رمل نہ تھی کیونکہ اس علم میں یہ بھی بزرجمہر کی شاگرد تھی۔ جی میں کہنے لگی کہ میں نے اس غلام کے کہنے سے ناحق اس کو بلوایا۔ اسی خیال میں تھی کہ قرعہ ڈالا۔ اس نجومی نے اسے دیکھ کر کہنا شروع کیا اور جہاں تک حال تھا تمام کہا۔

یہ سن کر مہر نگار نے ایک بڑی قیمت کا خلعت اس کو عنایت کیا۔ یہ کھڑے کھڑے خلعت دیکھنے لگا۔ تو ملکہ نے کہا اے عزیز کیا دیکھتا ہے کہا میں نے ایسی چیز تمام عمر نہیں دیکھی تھی اور مرد عیالدار ہوں۔ اس کو بازار میں بیچ کر قیمت گھر لے جاؤں گا۔ جو میرے بال بچے کھائیں گے۔ مہر نگار نے کہا اسے مت بیچ پھر خرچ کے لئے ایک بدرہ روپیوں کا بھی اسے دے دیا اس وقت خیال گذرا کہ یہ عمرو نہ ہو تب اس کی ڈاڑھی پکڑ کر ایک جھٹکا مارا کہ وہ اکھڑ گئی اور اس کے اندر عمرو کی صورت دکھائی گئی۔

مہر نگار نے اسے گلے سے لگایا اور بزرجمہر کی پیش بندی پر آفرین کی۔ عمرو بھی قدمبوس ہوا۔ مہر نگار نے پوچھا کہ

حمزہ کہاں ہے۔عرض کیا اس پہاڑ کی طرف ہے۔اتنے میں ڈیوڑھی پر شور ہوا کہ نجومی کو اولاد بن مرزبان نے طلب کیا ہے کہ اس سے ساعت دریافت کریں۔عمرو نے کہا اب تم خاطر جمع رکھو دیکھو اس پر کیا آفت لاتا ہوں پھر کبھی شادی کا نام نہ لے گا یہ کہہ کر درویش عملی باندھی اور باہر نکلا اور ان لوگوں کے ہمراہ اولاد بن مرزبان کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔

قصہ نوسادر کا

گذشتہ رات کو قصہ یہاں تک بیان ہوا کہ اولاد بن مرزبان کے پاس عمرو کو لے گئے۔عمرو نے دیکھا تو ایک جوان کرسی مرصع پر بیٹھا ہے اور شادی کا تمام سامان تیار ہے۔عمرو نے جا کر سلام کیا اور کہا بندہ کو کیوں یاد کیا ہے اس نے کہا تجھے مہر نگار نے بلایا تھا تو کیا پوچھا تھا؟ کہا ایک غائب کا حال معلوم کیا۔سو میں نے کہا وہ مارا گیا اس کی توقع نہ رکھو اور اس کی طبیعت کو اس طرف سے ہٹایا۔یہ سن کر اولاد بن مرزبان بہت خوش ہوا اور کہا اے عزیز بارک اللہ خوب دانائی کی۔کہا مہر نگار سے کس وقت وصل کروں۔کہا، فلاں وقت۔یہ نہایت خوش ہوا اور عمرو کو بہت انعام دیا۔عمرو نے کہا اب میں رخصت ہوتا ہوں لیکن میرے چار بیٹے ہیں کہ ایک نے مقوی کا گرز بنایا ہے اور وہ گرز بازی کرتا ہے اور ایک پٹہ بازی میں کامل ہے اور ایک نے ڈھول بجانے میں مہارت پیدا کی ہے اور ایک سرنا خوب بجاتا ہے اگر فرمائیں تو کل ان کو حضور میں بھیج دوں گا ان کا تماشہ دیکھئے کہ کیا خوب کسب کرتے ہیں اس نے کہا بہت اچھا بھیج دینا۔عمرو اس سے رخصت ہو کر باہر آیا اور میدان میں آ کر صورت اصلی بنائی اور اپنے لشکر میں پہنچا دیکھا کہ مقبل وفادار کھڑا ہے۔اس سے کہا کہ تم پہلوان عادی کو خسرو کی بارگاہ میں لے آؤ وہ ادھر روانہ ہوا اور آپ لندھور کی طرف روانہ ہوا؟ سارا ماجرا سنایا اور پھر کہا۔ایسے ہی ہوا آپ جانتے ہیں کہ حمزہ نے تمام الابلا مہر نگار کے واسطے سر پر اٹھائی ہے اور اگر اس کو کوئی لے جائے تو کیا غضب ہے وہ پہاڑ کے اس طرف اپنا لشکر لیے ہوئے اترا ہے اگر آج کا دن گذرا تو مہر نگار ہاتھ سے جائے گی۔

غرض تمام قصہ مہر نگار اور امیر کے عشق کا سنایا اور کہا ناموس آپ کا ہے آگے آپ مختار ہیں۔لندھور مارے غصہ کے دانت پیسنے لگا اور کہا اے عمرو اسی وقت فوج ہندوستان کو لے کر سوار ہوتا ہوں اور اس گرز سے اس کا کام تمام کر دیتا ہوں۔عمرو نے کہا بے شک ہو سکتا ہے لیکن امیر کا مزاج عجیب طرح کا ہے شاید وہ اس کے مارے جانے میں راضی نہ ہوں تو مشکل ہے۔لیکن میں چاہتا ہوں کہ زندہ پکڑ لوں کہ مہر نگار بھی ہاتھ آئے اور وہ بھی نہ مارا جائے۔

لندھور نے کہا پھر تم جس طرح کہو کریں یہ باتیں کر رہے تھے کہ مقبل عادی کو لے کر آیا۔تب عمرو نے ان سے بھی حال ظاہر کیا کہ ان سب سے مشورہ کر کے لندھور سے کہا کہ تم گرز ہاتھ میں لے لو اور بارہ ہزار ہندی سپاہی کو کہو کہ اس پہاڑ کے دامن میں تیار رہیں جب تمہارے نعرے کی آواز سنیں اسی وقت پہنچیں اور تمہاری سواری حاضر کریں۔اولاد کو زندہ پکڑ لیں اور لوگوں کو ماریں اور عادی کے گلے میں ڈھول دیا کہ اسے بجاتا چل۔مقبل کو بانسری دی اور آپ ایک خوبصورت لڑکے کی صورت بنا کر بازی کرتا ہوا ان کو ہمراہ لے کر اولاد کے لشکر کی طرف روانہ ہوا اس رات کو اولاد نے جاگتے ہوئے گذاری۔صبح کو چاروں اولاد کے لشکر میں آئے اس وقت اولاد مجلس شاہانہ آراستہ کیے ہوئے کمال خوشی میں تھا کہ عمرو یاروں سمیت ہی اس کی ڈیوڑھی پر گیا اور لوگوں سے کہا کہ جا کر حضور میں خبر کرو کہ نجومی کے بیٹے آئے ہیں۔انہوں نے حضور میں گذارش کی تو اس نے اندر بلوایا اور کہا تماشہ کرو لیکن اس کی وضع دیکھ کر حیران ہوا غرض کہ جتنے سردار اس کی بارگاہ میں تھے تماشہ دیکھنے لگے۔

عمرو نے گیارہ پٹے برنجی ہاتھ میں لے کر خوب پٹہ بازی کی۔ اس کی صنعت کو دیکھ کر سب کی عقل حیران ہوئی اور عمرو سے نہایت خوش ہوا اور عمرو کو قبائے زربفت عنایت کی۔ جب یہ پٹہ بازی کر چکا تو مقبل وفادار اور عادی آئے اور انہوں نے سرنا اور خوب ڈھول بجایا اولاد نے ان سب کو قبائے طلسمی بخشی لیکن جس وقت لندھور آیا اور پٹہ بازی کرنے لگا اس کے گرز کی آواز سے سب اپنی اپنی کرسی سے گرنے لگے اور خیمہ میں ایک شور پیدا ہوا کہ خوب تماشہ ہوا۔ اب بند کرو۔ عمرو نے لندھور کو اشارہ کیا کہ یہی وقت ہے۔ لندھور نے ایک گرز بارگاہ کے ستونوں پر اس زور سے لگائی کہ بارگاہ گر پڑی اور تمام سردار معہ اولاد جو اس میں تھے نیچے دب گئے اور باہر کے لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ یہ رستمانہ جنگ میں مصروف ہوئے اور لندھور نے ایک نعرہ کیا کہ بداند ہو ہر کہ ندانم منم۔ لندھور بن سعدان او عادی و مقبل کا بھی نعرہ بلند ہوا اور عمرو نے آواز دی تب وہ بارہ ہزار سوار جو پیچھے آئے تھے وہ آئے اور اس پر آ گرے اور خوب تلوار چلی اس کے بیس ہزار جوانوں میں سے دس ہزار پکڑے گئے اور پانچ ہزار زخمی ہوئے اور پانچ ہزار بھاگ گئے۔ لیکن جب تلوار چلنے لگی تو عادی کو یہ خیال گذرا کہ آج اولاد کی شادی کا دن ہے باورچی خانہ میں چلئے۔ البتہ کھانا سب کا پکا ہوا ہوگا۔ میں ایک آدمی کا سر کاٹ کر پاس رکھوں گا کہ عمرو کو جواب دے سکوں۔

یہ اس نے خیال ہی کیا تھا کہ ایک شخص بارگاہ کے نیچے سے نکلتا ہوا دیکھا۔ عادی نے اس پر ڈھول رکھ دیا اور زور کیا۔ ڈھول پھٹ گیا تو وہ اس کے اندر گھس گیا وہ اولاد ہی تھا۔ عادی نے ڈھول کو بند کیا اور باورچی خانہ میں جا کر کھانا شروع کیا۔

یہاں عمرو نے دیکھا کہ اولاد بن مرزبان کا کہیں پتہ نہیں چلتا تو لاشوں میں بہت تلاش کیا ناگہاں اس کا گذر باورچی خانہ میں ہوا اور عادی کو وہاں کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو عمرو کو بہت برا معلوم ہوا کہا اور بدمعاش شکم پرور تو حمزہ کے لشکر میں مشہور پہلوان تھا اور آج لڑائی کے روز چھپ کر بیٹھا ہے۔ جواب دیا کہ ایک آدمی میں نے بھی پکڑا ہے عمرو نے کہا میں دیکھوں کہ تم نے کس کو پکڑا ہے۔ کہیں اولاد تو نہیں ہے۔ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ عادی نے کہا دیکھو ڈھول میں بند ہے۔ عمرو نے نظر کی تو اولاد معلوم ہوا۔ تب عمرو نہایت خوش ہوا اور کہا اے عادی یہ صرف ایک لاکھ کے برابر ہے اور عادی کو معہ ڈھول کے خسرو کے پاس لے گیا۔ جونہی عادی نے وہ ڈھول زمین پر رکھا تو اولاد بن مرزبان اس سے باہر نکلا اور خنجر لے کر لندھور پر دوڑا۔ لندھور نے اس کا خنجر چھین لیا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا اور زمین پر پٹکا۔ عمرو نے فوراً اس کی مشکیں باندھیں اور قید کیا۔ وہاں سے مہر نگار کے پاس گیا وہاں وہ نہایت خوش ہوئی۔ تب عمرو نے اپنے لوگوں کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور امیر کو یہ خبر دی۔ امیر نے دوڑ کر عمرو کو گلے سے لگایا اور کہا واقعی تمہاری اور ہماری عصمت جدا نہیں۔ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اور کون کرے۔ سلطان مغربی کھڑا تھا۔ اس سے کہا تم مہر نگار کو لے کر نوشیرواں کے پاس مدائن جاؤ اور نوشیرواں کے حوالے کرو۔ اولاد کو بھی لیتے جاؤ جو مناسب جانے گا وہ کرے گا اور خط لکھ کر دیا۔ جس میں یہ مضمون تحریر تھا کہ؟

''بعدہ آپ کے ارشاد کے بموجب ہندوستان کو گیا اور آپ کے اقبال سے میں نے وہ ملک بھی سر کیا۔ دشمنوں نے میرے مرنے کی خبر مشہور کی۔ سو واقعی گستم نے زہر دلوایا تھا۔ لیکن خدا نے فضل کیا۔ بندہ نے سنا ہے کہ مخالفوں نے آپکی طبیعت ادھر لا کر مہر نگار کی شادی اولاد سے کروائی اگر حضور کی مرضی نہ تھی کہ اس لیے اولاد کو طوق و زنجیر کر کے خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اور بندہ بھی مدائن سے تین منزل پر پہنچا ہے۔ انشاءاللہ چند دن میں آ کر آستانہ بوس ہوں گا۔''

وہ خط سلطان بخت مغربی کو دیا۔ وہ لوگ جو نوشیرواں نے مہر نگار کے ہمراہ کیے تھے سب کو امیر نے انعام عطا کیے اور فرمایا کہ سلطان مغربی کے ہمراہ جاؤ۔ مگر وہاں مہر نگار نے جشن کی مجلس آراستہ کی اور کمال فرحت میں بیٹھی تھی کہ اب امیر میرے خیمہ میں آئیں گے یا مجھے طلب کریں گے۔ یہ اسی خیال میں تھی کہ امیر نے سلطان مغربی کو بھیجا کہ آپ ان کو مدائن لے جایئے۔ حیران ہوئی کہ میں نے استقبال میں یہ صورت بنائی ہے۔ اور مجھے نہ بلایا۔ میں نے کیا قصور کیا اور اس بات سے افسردہ ہوئی۔ غرض کہ مہر نگار کے لشکر نے کوچ کیا اور مدائن کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں عمرو نے امیر سے کہا کہ آپ نے تمام صدمات مہر نگار کے عشق میں اٹھائے اور اب خدا نے اسے اس طرح دیا اور مدائن کو پھر بھیجتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا میں آگے اور صورت رکھتا تھا۔ اب زہر کے باعث مجھ میں صرف ہڈیاں اور چمڑا رہ گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے اس حالت میں دیکھے خدا چاہے مدائن میں جا کر دیکھوں گا۔ مہر نگار کی خاطر داری کرو آزردہ نہ ہو اور مدائن تک اس کے ہمراہ جاؤ وہاں اس کے پہنچنے کی خبر لاؤ کہ مدائن میں داخل ہوں۔

جس وقت امیر نے عمرو کو رخصت کیا۔ اس وقت اقلیمون نے کہا۔ اے بابا! نوشیرواں کی سرکار میں نوسادر ہے تم تھوڑی سی لیتے آنا اس کے کھانے سے امیر کو صحت ہوگی۔ پر اپنی اصلی صورت تبدیل کر کے جانا نہیں تو دشمن جانیں گے کہ حمزہ کی خاطر ہے تو نہ دیں گے۔ عمرو امیر سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور مہر نگار کے پاس آیا اور وہ گریہ و بکا میں تھی۔ ملکہ کے پاس عمرو پہنچا۔ اس کے آنے سے طبیعت بحال ہوئی۔ کہنے لگی اے عمرو امیر نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ عمرو نے کہا وجہ یہ ہے کہ امیر کو تم نے حالت تندرستی میں دیکھا تھا۔ اب زہر کھانے سے وہ بہت کمزور ہے اس واسطے تمہارے روبرو نہ ہوئے۔ اگر خدا نے چاہا تو مدائن میں بخوبی ملاقات ہوگی ملکہ رو کر خاموش ہوگئی اور اس بات کا جواب نہ دیا۔

غرض وہاں سے کوچ کر کے منزل بمنزل مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب شہر کے پاس پہنچے تو بادشاہ کئی کوس تک پیشوائی کے لیے آیا۔ اور مہر نگار و سلطان بخت مغربی کو خلعت سراپا کر کے سرفراز کیا۔ لیکن اب عمرو عیار کا حال عرض کرتا ہوں۔ جو ان کے ہمراہ نوسادر کے لیے آیا تھا۔ یہ ایک دہقان کی صورت بنا کر شہر میں آیا اور ایک قصاب کی دوکان پر جا کر دو سپاٹ پیسے کہ جن میں سکہ کی علامت کا کہیں نام تک نہ تھا۔ اس کے روبرو رکھ دیئے اور کہا اس کا نوسادر دے۔

وہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا۔ کسی اور سے معلوم کر۔ پھر عمرو ایک بنئے کی دوکان پر آیا اور اس سے بھی یہی کہا۔ یہ بنیا واقف تھا۔ کہا میرے پاس نہیں۔ بادشاہ کی زنجیر ہلا۔ البتہ بادشاہ تم کو بلا کر دے۔ عمرو وہاں جا کر زنجیر عدالت ہلانے لگا۔ جونہی اس کی صدا بلند ہوئی تو بادشاہ نے اسے طلب کیا اور پوچھا تو کون ہے اور کیا مراد رکھتا ہے؟ عمرو نے پاس جا کر بادشاہ کو سلام کیا اور دونوں پیسے نکال کر بادشاہ کے تخت پر رکھ دیئے اور کہا کہ میں فلاں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور میرے بیٹے کو سانپ نے کاٹا ہے سو وہاں کے حکیم نے بتلایا ہے کہ تین مثقال نوسادر اگر ہو تو البتہ یہ اچھا ہوگا۔ میں نے گاؤں کے لوگوں سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ مدائن سے ملے گی۔ میں یہاں کئی دوکانوں پر گیا مگر کسی نے نہ دی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے یہاں سے ملے گی۔ اس لیے یہاں آیا ہوں پیسے لیجئے اور نوسادر دیجئے کہ وزن میں کم نہ ہو پورا تولیں۔

بادشاہ اور حاضرین اس حرکات سے بے اختیار ہنسے یہ ہر چند درباریوں سے کہتا کہ پیسے اٹھاؤ۔ گو میں غریب ہوں لیکن بغیر قیمت دیئے کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ بادشاہ کو اس پر رحم آیا اور بزرجمہر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اسے خزانے میں

لے جاؤ اور تین مثقال نوسادر دو۔ بزرجمہر اسے خزانے میں لے گیا اور صندوق میں سے ایک ڈبہ مرضع نکالا اور اس میں سے تین مثقال نوسادر دی اور تین تولے الگ رکھی کہ علم ورمل میں امیر کا زہر پینا اور عمرو کا آنا معلوم کیا تھا جب صندوقچہ بند کر کے باہر چلے تو عمرو نے دامن پکڑ لیا اور کہا۔ وزیر ہو کر بادشاہ کی سرکار میں خیانت کرتے ہو۔ یہ نوسادر جو تم نے رکھی ہے مجھے دو نہیں تو تمہیں ہوا کروں گا۔

یہ سن کر بزرجمہر ڈر گئے اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا سن لے۔ فوراً عمرو کے حوالے کی اور وہ دروازے پر آئے۔

اب بختک کا حال سنئے کہ اسے تو امیر کی حالت معلوم تھی جی میں کہا کہ بزرجمہر نے حمزہ کے واسطے نوسادر ضرور نکال رکھی ہوگی۔ بادشاہ کو ورغلایا اور کہا کہ بزرجمہر خائن ہے۔ اس نے نوسادر ضرور چھپائی ہے۔ اسے چوری پکڑنے کی غرض سے بادشاہ کے پاس لایا اور بزرجمہر کی تلاشی لی۔ ان کے پاس نوسادر نہ نکلی تو بادشاہ نے بختک پر جرمانہ کیا اور بزرجمہر سے معذرت کی۔ بزرجمہر سمجھ گیا کہ وہ عمرو تھا جس کو نوسادر دی تھی۔ عمرو جب نوسادر لے کر روانہ ہوا اور شہر سے باہر نکلا تو اپنی اصلی صورت اختیار کر لی۔

لندھور کی جاں بخشی

راوی بیان کرتا ہے کہ عمرو نوشیرواں سے نوسادر لے کر امیر کی طرف روانہ ہوا مگر امیر کا حال بھی ملاحظہ ہو کہ عمرو کے جانے کے بعد ایک روز اپنی حالت دیکھ کر خوب روئے۔ کیونکہ بدن میں طاقت بالکل معلوم نہ ہوتی تھی ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے اسی افسوس میں سو گئے اور عین خواب حضرت ابراہیمؑ نے آ کر مدد کی اور فرمایا اے فرزند! خدا نے تیرا مرض دور کیا۔ اٹھ اور سجدہ کر۔ امیر نے مارے خوشی کے جنبش کی تو آنکھیں کھل گئیں دیکھا تو مشک وعنبر کی خوشبو آ رہی ہے معلوم کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے مجھ پر رحمت ضرور کی ہے۔ خیال کیا تو پہلے کی نسبت زور اور بازو میں قوت زیادہ ہے اٹھ کر شکرانہ کی نماز ادا کی اور پلنگ پر بیٹھے۔

اسی روز عمرو بھی آیا اور حمزہ کو دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کون ہے۔ امیر کے روبرو جا کر کھڑا ہوا اور کہا اے جوان تو کون ہے؟ اور حمزہ کہاں ہے؟ امیر نے فرمایا۔ میں اولاد بن مرزبان کا بھائی ہوں اور اپنے بھائی کی قید کی خبر سن کر آیا ہوں اور حمزہ کو مار ڈالا۔

عمرو یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور دوڑ کر خنجر مارنے لگا۔ امیر نے روک کر وہ خنجر عمرو کے گلے سے لگا کر کہا۔ میں حمزہ ہوں۔ خدا نے مجھے شفا دی ہے تب عمرو نہایت خوش ہوا اور باہر نکل کر سب کو خوشخبری سنائی۔ یہ سن کر تمام سردار معہ خسرو ہندوستان بارگاہ دانیال میں حاضر ہوئے اور امیر پر زر نثار کرنے لگے اور لشکر میں فرحت حاصل ہوئی۔ اسی روز سے کئی روز تک جشن رہا۔ بعد اس کے امیر بجلوس شاہانہ اسی ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔

اب کچھ حال بہرام خاقان چین کا عرض کرتا ہوں اور پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جب امیر ہندوستان کو روانہ ہوئے تو راہ میں طوفان آیا تھا اور بہرام اپنے چار ہزار سوار سمیت غائب تھا۔ وہ چھ ماہ تک دریا میں سرگردان رہ کر بندر سندھ پہنچا اور وہاں جہاز کو تیار کر کے اسباب خریدنے کے واسطے لوگوں کے ساتھ خشکی پر اترا جب شہر کے قریب پہنچا تو وہاں ایک عظیم الشان درخت کے نیچے ایک چوکی بچھی ہوئی دیکھی۔ جس پر ایک کمان اور دو نیزے نہایت زور آور ایک ہزار اشرفیوں کا توڑا رکھا ہے۔

بہرام وہاں گیا اور پوچھا کہ یہ کمان اور توڑا کیسا ہے۔ تب لوگوں نے کہا کہ یہاں کا بڑا حاکم ہندی سرکش ہے اور اس کا بھائی کوہ ہندی لخت نہایت زور آور ہے اپنے برابر کسی کو نہیں مانتا اور یہ کمان اسی لیے رکھی ہے کہ جو اس کو کھینچے یہ توڑا حاصل کر لے۔

بہرام نے خوش ہو کر کہا کہ خدا نے یہ فتوح غیبی مفت میں دی ہے اسی شوق میں وہ اس کی چوکی کے پاس گیا اور کمان کے قبضہ کو پکڑتا بگوش کھینچا حتیٰ کہ جتنے لوگ دیکھتے تھے حیرت میں رہ گئے اور لخت ہندی کو خبر کرنے لگے بہرام نے وہ توڑا اٹھا کر اپنے آدمیوں کو دیا یہ خبر سرکش ہندی کے پاس پہنچی اس نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ اس مسافر اور لخت کی کمان کو لے آؤ تو بہرام اس کمان کو لے کر سرکش ہندی کے پاس گیا اور السلام علیک کی وہ مسلمان تھا اور لندھور کی طرف سے اس شہر کی حکومت اس کو ملی تھی۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ تو نے کمان کھینچی ہے لیکن میرے روبرو کھینچو۔ اس نے اس کے روبرو کھینچی تو وہ ٹوٹ گئی۔ وہ اس کی قوت کو دیکھ کر حیران ہوا اور اس کے واسطے کرسی منگوائی۔

بہرام نے دیکھا کہ اس کے پہلو میں ایک کرسی فولادی زرکوب کی بچھی ہے اور اس پر غاشیہ پڑا ہے۔ بہرام اس پر سے غاشیہ اٹھا کر اس پر بیٹھا ایک گھڑی نہ گذری تھی بارگاہ کے دروازے پر سے لخت مانند شیر کے غراتا ہوا آیا۔ اور اپنی کرسی پر اسے بیٹھا دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور خنجر نکال کر یہ کہتا ہوا اس پر دوڑا کہ ایک تو تو نے میری کمان توڑی دوسرے میری جگہ بیٹھا ہے۔ برابر آ کر خنجر مارا۔ بہرام نے اس کو روکا اور خنجر چھین لیا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر لپٹ گیا۔ غرض دونوں میں کشتی ہونے لگی یہاں تک کہ وہاں کا تمام فرش ابتر ہو گیا۔ سرکش نے سوچا کہ فساد برپا نہ ہو اس نے اٹھ کر دونوں کو چھڑایا اور صلح کروائی۔ کوہ لخت اور چوکی منگوا کر بٹھایا۔ سرکش نے بہرام کی ضیافت کی اور بزم میں جام شراب اور ساقی آیا صراحی اور قہقہوں کی آواز بلند ہوئی۔

سرکش ہندی نے بہرام سے کہا سچ کہو تم کون ہو۔ بہرام نے اپنی تمام حقیقت امیر کے ساتھ سے طوفان کے سبب جدا ہونے کی بیان کی۔ وہ اس حال کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور ایک آہ ماری۔ بہرام نے اس کی وجہ پوچھی۔ کہا امیر کی ملاقات کا مجھے بڑا شوق تھا۔ لیکن تمہارے سے کئی روز پہلے اس کا کوچ ہو گیا ہے اور گستم نام کا ایک شخص یہاں آیا تھا۔ اس نے ہر چند کہا لیکن میں نے اس واسطے شہر کا دروازہ نہ کھولا اور اندر نہ آنے دیا اس نے حمزہ اور لندھور کا سر یہاں سے نوشیرواں کے پاس بھیجا ہے۔

جب یہ بات بہرام نے سنی تو گریبان پھاڑ ڈالا ایک دو ہتھڑ اپنے سینے پر مار کر اسی وقت کھڑا ہوا اور سرکش سے کہا کہا اب مجھ کو ایک ساعت آرام کرنا حرام ہے۔ اب حمزہ کے بغیر زندگی اچھی نہیں۔ اس سے مرنا بہتر ہے۔ جاتا ہوں اگر ایران میں جا کر چار ہزار سوار سے نوشیرواں کی سلطنت کو الٹ نہ دیا اور حمزہ کے خون کا بدلہ نہ لیا تو مردان عالم میں نام نہ پاؤں گا۔ ہر چند سرکش نے کہا کہ میں نے سراندیپ سے خبر منگائی ہے اسے دریافت کر لوں۔

بہرام نے کہا تم نے گستم کا نام لیا۔ مجھے یقین ہوا وہ بڑا بدذات ہے۔ اس نے موقعہ پا کر حمزہ کو مارا ہو گا۔ میں ضرور جاؤں گا۔ تب سرکش نے چھ مہینے کا خرچ جہازوں میں بھر دیا۔ بہرام رخصت ہوا۔ پانچ مہینے تک دریائے شور میں چلتا رہا اور چھٹے مہینے ایک جزیرے میں پہنچا اور خشکی پر اترا اور چار ہزار از بک سے نوشیرواں پر چلا یہ خبر ہرکاروں نے بادشاہ کو سنائی کہ بہرام باغی ہو کر آپ سے لڑنے کو آتا ہے۔ بادشاہ نے اشک بن گستم کو دس ہزار سوار دیکر بہرام سے لڑنے بھیجا۔ جب وہ بہرام کے نزدیک پہنچا تو نامہ لکھا کہ حمزہ زندہ ہے تم چل کر بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور یہ

باتیں دل سے دور کرو۔

بہرام نے جواب میں لکھا کہ تم لوگوں کے مکر سے میں خوب واقف ہوں۔ایسی باتیں میں نہیں مانتا۔میدان میں جو ہوگا دیکھ لوں گا۔اشک نے طبل جنگ بجوایا اور دوسرے دن صبح کو میدان میں نکل کر بہرام کو طلب کیا تو وہ مانند شیر کے میدان میں نکلا۔اشک نے اسے دیکھتے ہی نیزہ فولاد پکڑ کر بہرام کی چھاتی پر مارا۔بہرام نے ہاتھ ٹھہرا کر وہ نیزہ چھین کر اس کے سینہ پر اس زور سے مارا کہ نیزہ کی نوک اشک کی پشت کی طرف سے نکل آئی اور چار ہزار ازبک ساسانیوں پر ٹوٹ پڑے۔غرض دس ہزار ساسانیوں میں سے پانچ ہزار بچ کر نوشیرواں کی طرف بھاگے اور باقی مارے گئے۔تب بہرام نے اپنے سپاہیوں کو کہا کہ تم جس بستی میں پہنچو وہاں کے لوگوں کا قتل اور لوٹ وغیرہ ہم نے تم کو معاف کیا۔اسی طرح یہ قزاقی کرتا ہوا مدائن کو چلا۔جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو وہ نہایت پریشان ہوا۔چوتھے دن بہرام کا لشکر آیا اور قلعہ کو گھیر لیا لوگوں نے بہت کہا کہ امیر زندہ ہے اور تو بادشاہ سے بے ادبی کرتا ہے۔یہ اچھی بات نہیں۔مگر بہرام نے کچھ پرواہ نہ کی۔تب تو بادشاہ بہت گھبرایا اور بہرام قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ دروازہ توڑے کہ صحرا کی طرف سے دفعتہً گرد پیدا ہوئی اور اس گرد میں سے حاکم اژدہا پیکر نمودار ہوا اور طبل سکندری کی آواز آئی بہرام نے دیکھا کہ صاحبقران کا لشکر معلوم ہوا تو بے اختیار دیوانہ وار اس طرف دوڑا اور جا کر امیر کی رکاب چومی اور امیر گھوڑے سے اتر کر بہرام سے بغلگیر ہوئے اور لندھور سے بھی امیر نے ملاقات کروائی۔بہرام سے بغلگیر ہوئے اور لندھور سے بھی امیر نے کہا کہ بادشاہ نے آپ کو دعا فرمائی ہے اور ارشاد کیا کہ آج اپنا لشکر نہیں ٹھہرائیں کل ہم استقبال کر کے اپنے ہمراہ لائیں گے۔صاحبقران معہ لشکر بے پایاں وہیں اترے اور مقام کیا۔

جب دوسرا دن ہوا تو صبح کو امیر فوج ہندو و عرب و ازبک و یمنی ہمراہ لیے ہوئے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔نوشیرواں بھی معہ تمام ساسانیوں کے سوار ہو کر مدائن سے کئی کوس تک استقبال کو آئے۔امیر نے جب شاہ کی سواری دیکھی تو مرکب سے اتر کر پیدل ہوئے اور مجرا کر کے پایۂ تخت کو بوسہ دیا تو بادشاہ نے نہایت سرفرازی کی اور اپنے ہمراہ لے کر شہر کو چلے۔جب دروازے کے پاس پہنچے۔تو بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ اپنے لشکر کو علم دو کہ وہ اپنی قدیم جگہ تل شاد کام پر اترے اور تم شہر چلو۔امیر نے معدی کرب کو حکم دیا تب لشکر اپنی قدیم جگہ پر اترا اور امیر بادشاہ کے ہمراہ شہر میں داخل ہو کر بارگاہ خسروی میں آئے۔بادشاہ اپنے تخت پر اور امیر رستم کی کرسی پر بیٹھے۔غرض بادشاہ نے سرفرازی فرمائی۔

جب دربار برخاست کا وقت آیا تو امیر رخصت ہو کر اپنی بارگاہ میں گئے اور صحبت نشاط مہیا کی۔اب بختک کا حال سنئے کہ وہ رات کے وقت کئی ہزار ساسانیوں کو ساتھ میں لے کر حضور میں گیا اور عرض کی کہ جب حمزہ اکیلا تھا تو اس کا مقابلہ کرنا مشکل تھا اب لندھور اور بہرام اس کے رفیق ہوئے ہیں مجھے ڈر ہے کہ ایران کا تخت نہ لے لیں۔اس نے بادشاہ کو بہت ڈرایا اور پوچھا کہ اس کی کیا تدبیر کریں کہا، کوئی اور صورت نہیں ہے صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جب صبح کو حمزہ آئے تو آپ اسے یہ فرمائیں کہ میں نے تمہیں لندھور کا سر کاٹنے کے لیے بھیجا تھا نہ کہ تم دشمن کی فوج یہاں لے آؤ۔بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے بھی تجھے اس کام میں مختار کیا جس طرح چاہے کر۔

صبح کو امیر حضور میں آئے اور بادشاہ کو مجرا کیا اور کرسی پر بیٹھے۔جب تمام سردار حاضر ہوئے تو اس وقت بختک نے امیر سے کہا کہ بادشاہ نے تم کو طلب کیا ہے نہ کہ اس کو حضور کے پاس لاؤ۔بادشاہ کی خوشی یہی ہے کہ جاؤ خانہ میں

اس کی گردن کاٹ کر سر اس کا نقار خانہ جائے۔ امیر یہ سنتے ہی نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ مدعا تو اطاعت ہے سو اس نے قبول کی۔ اگر بادشاہ کو منظور نہیں تو یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے۔ عمرو کو ارشاد کیا کہ جا کر خسرو کو لشکر سے فوراً لے آؤ۔ وہ بموجب حکم کے گیا اور لندھور سے کہا کہ تو نوشیرواں کی طبیعت کو دشمن اس طرف لائے ہیں اور امیر نے یوں فرمایا ہے اب تم کیا کہتے ہو؟

لندھور نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا اے خواجہ میں امیر کے حکم سے باہر نہیں ہوں۔ اس لیے مجھے کچھ عذر نہیں جوان کی خوشی ہے وہ میری ہے اب میرے ہاتھ باندھ لے اور جلد لے چل دیر نہ کر۔

یہ سن کر عمرو ہنسا اور کہا خسرو کسی کی کیا مجال ہے جو تجھ پر نگاہ بد کر سکے بس لندھور فیل میمونہ پر سوار ہوا اور گرز گراں کاندھے پر رکھ کر چلا۔ جس وقت بارگاہ خسروی کے جلاد خانہ میں آیا تو گرز گراں کو ہوا میں اچھالنے لگا تو جتنے لوگ وہاں تھے وہ شور مچانے لگے کہ تم کیا کرتے ہو اگر ابھی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کتنے آدمی دب کر مر جائیں۔

اس شور کی آواز اندر گئی تو بادشاہ نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ لندھور اس طرح سے آتا ہے یہ باتیں کرتے ہی تھے کہ وہ اندر آیا اور امیر کے روبرو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ لیکن جس نے لندھور کی وضع دیکھی تو وہ کانپ گیا۔ قریب تھا کہ بادشاہ تخت سے کود کر بھاگ جائے۔ بختک نے امیر سے کہا اب کیا دیر ہے؟ فرمایا کچھ دیر نہیں۔ امیر نے لندھور کی طرف دیکھا اور کہا کہ بادشاہ کو تمہارا سر درکار ہے۔ جلاد خانے کے صحن میں جا کر بیٹھو اور بادشاہ کے امر سے سر نہ اٹھاؤ۔

لندھور نے کچھ جواب نہ دیا اور جلاد خانے میں گیا اور گرز کو زمین پر رکھا اور اسی سے تکیہ کر کے بیٹھ گیا۔ بارگاہ میں اس وقت تمام شہریار حاضر تھے کہ صاحبقران نے پہلوان عادی کو کہا کہ خسرو کا سر کاٹ لا۔ عادی بموجب حکم امیر کے باہر نکلا۔ لندھور کے پاس گیا اور دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ میرا سر امیر کی رضامندی میں جاتا ہے۔

عادی نے یہ بات سنتے ہی جی میں کہا کہ ایسے شخص کو مارنا مجھ سے نہ ہوگا یہ خیال کر کے خسرو کے برابر خاک پر بیٹھا کہ جو اس کا سر کاٹنے کو آگے گیا جب تک وہ میرا سر نہ کاٹ لے گا اس تک نہ جانے دوں گا۔ عمرو بھی اس میدان میں ایک کونے میں کھڑا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ جس وقت یہ خبر امیر کو ہوئی کہ عادی اس کے پاس جا بیٹھا تو بہت ناراض ہوئے اور سلطان بخت مغربی کو بھیجا کہ تم جا کر لندھور کا سر کاٹ لاؤ۔ یہ وہاں سے آیا تو لندھور کے پاس آ کر جہاں عادی بیٹھا تھا یہ کہہ کر خاک پر بیٹھ گیا کہ امیر یہ جلادی کا حکم کسی اور کو دیں۔ ہم خسرو کے ساتھ مارے جائیں گے۔ یہ خبر بھی امیر کو پہنچی پھر بہرام گرد خاقان چین کو بھیجا وہ بھی جا کر وہیں بیٹھ گیا جب کئی سردار جا چکے اور جو گیا اس نے یہی حرکت کی۔ تب بختک نے امیر سے کہا۔ جو بادشاہی جلاد ہیں ان میں سے کسی کو کیوں نہیں بھیجتے؟

فرمایا۔ تم مختار ہو جس کو چاہو بھیجو بختک نے ایک جلاد کو اشارہ کیا وہ پکارا کس کا آفتاب زردی میں آیا ہے۔ حکم ہوا بھی اس کا سر جدا کروں۔ کہا لندھور کی گردن مارو۔ عمرو جو جلاد خانہ میں کھڑا تھا دیکھا کہ ایک شاہی جلاد شیر کی کھال پہنے ہوئے نکلا اور لندھور کی طرف چلا۔ عمرو نے معلوم کیا کہ یہ لندھور کے پاس آتا ہے تو خدا سے دعا مانگنے لگا۔ لندھور اس وقت سر جھکائے بیٹھا تھا اور جلاد بھی نزدیک پہنچ گیا کہ یکا یک اہتمام کی آواز آئی۔ دیکھا تو ادھر سے ملکہ زرانگیز بانو کی سواری آتی ہے جو ایک محافظ پر خود اور دوسرے محافظ پر مہر نگار سوار ہیں۔ یہ صبح باغداد میں گئیں اور اب واپس آئیں، قافہ کے اندر سے زرانگیز بانو کی جونہی نگاہ لندھور پر پڑی تو دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے انہوں نے عرض کیا

کہ یہ لندھور ہے اور بادشاہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا، کہا جاؤ چھڑا لاؤ اور اس کو لانے گئے اور جلاد نے مزاحمت کی زرانگیز بانو نے کہا کہ جلاد کے کان اور ناک کاٹ کر جلاد خانہ سے باہر نکال دو۔

یہ سنتے ہی خدمت گار لندھور کو باہر لے گئے۔ ملکہ کی سواری محل میں پہنچنے تک حکم کی تعمیل کر کے خواجہ سراؤں نے جا کر خبر دی کہ لندھور حاضر ہے فرمایا کہ ہمارے ہاں سے خلعت دے کر رخصت کرو کہ لشکر میں جائے تب لندھور رخصت ہو کر لشکر اسلام میں گیا اور اپنی بارگاہ میں بیٹھا۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی فرمایا بے مصلحت یہ حرکت نہ کی ہوگی۔ ہم جا کر معلوم کریں گے۔ تب بادشاہ دیوان برخاست کر کے سوار ہو کر شبستان حرم کی طرف گئے۔

مہر نگار کی موت کی افواہ

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ بادشاہ زرانگیز بانو کے پاس گئے اور کہا تم لندھور کو لے آئیں اس کا سبب کیا ہے؟ کہا وہ ہندوستان کا بادشاہ ہے۔ بادشاہ بادشاہوں کو اس طرح نہیں مارتے کہ بدنامی کا باعث ہے۔ دوسرے یہ کہ تمہیں مارنے سے کیا حاصل اگر ایسا ہی قتل کرنا منظور ہے تو پہلے حمزہ کو مار۔ نہیں تو اس کے مارنے سے فساد برپا ہو گا۔ کیونکہ حمزہ اس کے خون کا بدلہ ضرور لے گا۔ میں نے یہ جان کر اس کو چھوڑ دیا۔ نوشیرواں نے کہا تم نے خوب کیا لیکن حمزہ کو کس طرح سے دفعہ کروں کوئی تدبیر نہیں کہ دفع ہو اور درد جاتا رہے۔

زرانگیز بانو یہ باتیں سن کر خاموش ہو گئی کہ کیا جواب دوں۔ اتفاقاً اس وقت بختک کی ماں سقرغار وہاں موجود تھی بادشاہ سے کہنے لگی کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو لونڈی اس کا سہل علاج کرتی ہے فرمایا کیا کرے گی عرض کیا کہ آپ خاطر جمع کیجئے کہ میں حمزہ سے یہ جا کر کہوں گی کہ تمہاری شادی ہوگی تم تیار رہو وہ اسی خوشی میں رہے اور میں بھی مہر نگار سے یہی کہہ کر ایک تہہ خانہ میں چھپا کر رکھوں گی اور اوپر سے یہ افواہ اڑاتی رہوں کہ مہر نگار بہت بیمار ہے۔ بعد پانچ روز کے مشہور کر دوں گی کہ مہر نگار مر گئی بس یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوگی اور حمزہ یہ سن کر اپنے آپ کو مار ڈالے گا۔

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا واقعی اس سے بہتر کوئی تجویز دفع کرنے کی نہیں ہے پھر بادشاہ باہر تشریف لائے دوسرے دن امیر بھی دربار کے وقت حضور میں آئے تو بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ اسباب شادی کا تیار کروا گلے ہفتے تمہاری شادی ہوگی امیر رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے تو تمام چھوٹے بڑے نے مبارکباد دی۔ امیر جشن میں بیٹھے اب حال سقرغار کا ملاحظہ فرمایئے کہ مہر نگار کے پاس گئی اور کہا کہ ملکہ مبارک ہو کہ تمہاری شادی کی لگن رکھی گئی اب چل کر کئی روز کے لیے سب سے کنارے ہو بیٹھو کہ آپ کی رسم یہی ہے مہر نگار کو لے جا کر کئی معشوقان ماہرو کے ساتھ ایک جگہ بٹھا دیا اور صحبت نشاط کی اور کہہ دیا کہ اتنے روز یہاں سے باہر نہ نکلنا ملکہ کو وہاں بٹھایا اور آپ کام میں مشغول ہوئی۔

اس کے بعد دوسرے دن افواہ اڑا دی کہ مہر نگار کی طبیعت کچھ خراب ہے تو اس خبر سے امیر کو نہایت تشویش ہوئی۔ کہ ایک مرتبہ چار پانچ دن کے بعد شبستان حرم سے آواز ماتم اور رونے کی بلند ہوئی سارے شہر میں اس آواز سے غل پڑ گیا اور مہر نگار کے مرنے کی دھوم پڑ گئی۔ امیر نے عیاروں کو خبر کے واسطے بھیجا تو انہوں نے جا کر یہ خبر دی کہ ملکہ نگار کے مرنے کا شور ہے۔ امیر نے یہ سنتے ہی ایک آہ ماری اور زندگی تلخ ہونے لگی۔ پیشتر اس کی بیماری کا حال سن چکے تھے۔ یقین ہوا کہ ضرور مر گئی ہوگی جی میں کہا کہ اب اس زندگی سے مرنا بہتر ہے ارادہ کیا کہ خنجر نکال کر اپنے پیٹ میں ماریں۔ امیر نے ہتھیار تلاش کیا مگر اس کو کوئی ہتھیار نہ ملا بلا اختیار اپنے آپ کو خاک پر گرایا اور گریبان پھاڑ ڈالا۔ تمام

امراء سمجھانے لگے کہ صبر کریں۔

امیر نے کہا یہ سچ ہے مگر مذہب عشق میں یہ کب مناسب ہے کہ وہ مر جائے اور میں زندہ رہوں۔ عمرو نے جب امیر کی حالت دیکھی تو امیر سے کہا کہ اے امیر خدا کے واسطے اتنا صبر کر کہ میں وہاں جا کر اس حال کو معلوم کر آؤں۔ شاید کہ دشمنوں نے جھوٹی افواہ اڑائی ہو۔ بہ مشکل امیر کو راضی کر کے چلا کہ مدائن میں جا کر خبر کرے۔ جب شاہی محل پر پہنچا اور اندر گیا تو دیکھا کہ تمام ساسانی اور دیگر سرداروں کی عورتیں سیاہ پوش حرم میں جمع ہیں اور اس طرح سے ماتم کر رہی ہیں کہ ان کو دیکھ کر کیسا ہی سنگدل کیوں نہ ہو اس کا بھی دل کباب ہو جائے۔ عمرو حال کو دیکھ کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اور خوب رویا اور مہر نگار کے غم والم سے ان سب میں سے کسی کو حرم میں روشنی کا ہوش نہ تھا اندھیرے میں ہی ماتم ہو رہا تھا اور جہاں زرانگیز بیٹھی تھی۔ عمرو اس کے سامنے دور جا بیٹھا۔ دیکھا کہ وہ بھی رومال منہ پر رکھے رو رہی ہے۔ عمرو روتا اور دیکھتا کہ سقر غار آئی اور زرانگیز بانو کے کان میں کچھ کہہ کر چلی گئی۔ عمرو نے معلوم کیا کہ جو اسرار ہے اس مکارہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اس کا حال دریافت کرنا چاہیے کہ یہ کہاں جاتی ہے۔ عمرو نے اپنے آپ کو ایک بڑھیا کی صورت بنا کر عصا ہاتھ میں لے کر اس کے پیچھے چلا۔ سقر غار شبستان سے ایک طرف کو گئی اور دیوار کے پاس ایک باغیچہ میں گئی کہ عمرو بھی اس کے نزدیک جا پہنچا اور ایک باریک آواز سے کہا۔ اے خاتون ذرا آہستہ چلو یہ سن کر حیران ہوئی کہ کون آیا ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی اس حال سے مطلع ہو پھر دیکھنے لگی۔ عمرو نے کمند اس کے گلے میں ڈال کر مار ڈالا اور درختوں کے نیچے خشک پتوں کے ڈھیر تلے دبا دیا آپ اس کی صورت بنا کر جدھر جا رہی تھی اسی طرف روانہ ہوا لیکن حیران تھا کہ کس طرف کو جاؤں! تھوڑی دور گیا کہ سامنے سے مہر نگار کی خود رسال کنیز شمع ہاتھ میں لے کر آئی۔ اس کو دیکھا کہ کہا۔ بی بی سقر غار اتنی دیر کیوں کر دی ملکہ نے کئی بار یاد کیا ہے جواب دیا کہ زرانگیز کے پاس بیٹھی تھی اس لیے دیر ہوئی۔

یہ کہہ کر اس کے ہمراہ تہہ خانے میں گیا مہر نگار مانند صد نگار مثل گل شگفتہ ایک مسند پر لباس عروسانہ پہنے بیٹھی ہے اور جام صراحی روبرو رکھے ہوئے خوشی میں ہے اور گھر کی ہرگز خبر نہیں۔ عمرو نے سلامت دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور ملکہ کو دعا دی ثنا کہنی شروع کی ملکہ نے اس وقت سقر غار کو نہایت کرم و محبت سے دیکھ کر فرمایا کہ تو اس طرح کی محبت مجھ سے کیوں رکھتی ہے۔ عرض کیا اے گلزار وفادار اور میوہ شاخسار حسن وفا میری جان تجھ پر قربان ہے لیکن میرا بیٹا تم سے در پردہ عداوت رکھتا ہے از بسکہ میں بھی اس کی جان کی دشمن ہوں۔ اس خاطر آپ سے زیادہ گستاخ نہیں ہوئی شاید تم مجھ کو بھی سمجھو میں مسلمان ہوں اپنے تئیں ظاہر نہیں کرتی۔

ملکہ یہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور کئی ہزار تمن کا ایک ہار اپنے گلے سے اتار کر اس کے گلے میں ڈال دیا اور کہا اے سقر غار عروسی میں کیا دیر ہے۔ اس وقت عمرو نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور کہا۔ کیسی عروسی اور کیسی دامادی؟ تمہارے مرنے کی افواہ اڑی ہے اگر میں جلد خبر لے کر نہ جاؤں تو امیر اپنے آپ کو مار ڈالے گا اور پوچھا کس طرح آیا! عرض کی کہ سقر غار کو مارا اور اس کی صورت بنا کر یہاں پہنچا۔ مہر نگار نے پانچ ہزار تمن زر سرخ کے عمرو کو انعام دیئے اور کہا کہ امیر کو جلد خبر کر۔

عمرو نے کہا دستاویز دو وہ میرے کہنے کا اعتبار نہ کریں گے۔ تب مہر نگار نے رقعہ محبت آمیز اپنے ہاتھ سے لکھ کر عمرو کو دیا تو عمرو رقعہ لے کر وہاں سے باہر آیا اور اصلی صورت میں ہو کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔

امیر حمزہ کا صحرا میں بھٹکنا

شب کو قصہ یہاں تک عرض کیا تھا کہ عمرو یہ خبر لے کر چلا اور بارگاہ دانیال میں امیر کو مہر نگار کی سلامتی کی خبر دی اور وہ رقعہ دکھایا امیر نے دوڑ کر عمرو کو گلے سے لگایا اور دس ہزار تمن بخشے۔ عمرو نے کہا اب میں جو عرض کروں آپ اسے قبول کیجئے وہ یہ کہ آپ معہ جمیع سرداروں کے سیاہ پوش ہو کر چلئے کہ بغیر آپ کے گئے جنازہ نہ آئے گا جب جنازہ آئے آپ جنازہ کے ہمراہ ہو لیجئے دیکھئے ان کا مکر کس طرح کھولتا ہوں کہ ان کو اس بات کی سراسر شرمندگی رہے۔

امیر اپنے یاروں سمیت سیاہ پوش ہوئے اور خسرو بہرام و سلطان بخت مغربی و مقبل ان سب کو ساتھ لے کر بارگاہ خسروی کی طرف گئے اور جا کر دیکھا کہ بادشاہ سیاہ پوش بیٹھے ہیں۔ امیر بھی ان میں جا کر بیٹھا اور عزاداری میں مشغول ہوئے۔ جب ایک پہر کے قریب دن آیا۔ امیر نے بادشاہ سے کہا اب جنازہ نکلوانا چاہئے بادشاہ نے اندر کہلوا بھیجا۔ وہاں سے زرانگیز بانو نے کہا آج مہر نگار کی لاش یہاں رکھیں گے اور مغرب کی نماز کے بعد جنازہ میں رکھ کر بھیجیں گے۔ غرض تمام دن بادشاہ معہ سرداروں کے خاک پر بیٹھے رہے اور جتنے برہمن ورکشش اور زناودار تھے اپنی اپنی پوتھی کی رو سے خدا کے نام جپا کئے سنکھ بجاتے اور چرخ مارتے تھے۔ جب شام نزدیک ہوئی تو محل میں جنازہ کی تیاری ہونے لگی۔ سقر غار کو تلاش کیا تو وہ نظر نہ آئی تب زرانگیز بانو نے اس کی تلاش کرنے کا حکم دیا۔

غرض پتوں کے نیچے سے اس کی مردہ لاش نکال کر زرانگیز بانو کے پاس لائے اور اس کو مہر نگار کے عملی جنازہ میں بند کر کے باہر بھیجا۔ جب بختک کو یہ خبر ہوئی کہ تیری ماں مر گئی تو وہ سیاہ پوش ہو کر اس تابوت کے آگے آگے ماتم کرتا ہوا چلا جب جنازہ بارگاہ میں آیا تو اس کی قوم کے جتنے لوگ تھے سب جمع ہوئے۔ عمرو ان کی وضع دیکھ کر آپ بھی ایک چمڑے کی قبا پہن کر مثل ان کے تیار ہوا اور طرح طرح کی حرکتیں کرنے لگا۔ جا بجا مشعلیں باندھے صدائے ناقوس کے آگے ان کیساتھ آپ بھی ذکر لات منات کا کرنے اور ان برہمنوں میں خرچ کھانے اور ان کے طریق کے مطابق ایک ایک سے بغلگیر ہونے لگا۔ لیکن بغلگیر کے وقت آتش بازی چھنچھو زریں جلا کر ہر ایک کے گریبان میں چھوڑ کر اس قدر پکڑے رہا کہ بختک کا سینہ جلنے لگا۔ بختک نے ایک آہ ماری اور کہا اے عمرو چھوڑ دے کہ میرا سینہ جلتا ہے عمرو نے کہا کیوں نہ جلے تیری ماں جو مر گئی لیکن میرا جی جلتا ہے غرض وہ آگ بختک کے سینے سے پشت پر پہنچی، کہا اے عمرو اب میری پیٹھ بھی جلتی ہے۔ غرض اس وقت عجیب ہنگامہ تھا کہ تابوت کے آگے آگے ان برہمنوں کا اپنی کتابوں کو بلند آواز سے پڑھتے ہوئے چلے اور امیر کی وضع پر پنہاں تبسم کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ بختک کے گریبان سے یکایک آگ کا شعلہ بھڑکا۔ تب تو بختک نے ہزار مشقت سے اپنے آپ کو عمرو کے پنجے سے چھڑایا اور بھاگ کر ایک حوض کے پانی میں گرا اور ان برہمنوں نے بھی پانی میں گر کر آگ کو بجھایا۔ غرض ایسا تفرقہ پڑا کہ ہر ایک بھاگنے لگا۔ راوی لکھتا ہے کہ بادشاہ اس وقت رومال کے اندر ایک گٹھی پیاز کی لیے ہوئے تھا۔ جب رومال آنکھوں پر رکھتا تو پیاز کی تیزی سے آنکھوں کا پانی نکلتا اور لوگ جانتے کہ بادشاہ روتا ہے، اور بادشاہ کو روتا دیکھ کر تمام سردار بھی روتے۔ اس وقت عمرو کی حرکتیں دیکھ کر بادشاہ معہ سرداروں کے ہنسا اور وہ پیاز گر گیا بادشاہ اس وقت شرمندہ ہوا۔ عمرو نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ حیف ہے تجھ سا بادشاہ مکاروں کا کہنا مان کر ایسی حرکتیں کرے۔ بادشاہ نے مسکرا کر کہا بابا جس نے یہ مکر کیا تھا وہ اپنی سزا کو پہنچا۔ میرا قصور نہیں یہ کہکر امیر کو چھاتی سے لگایا۔

امیر نے عرض کی بندہ اپنے آپ کو حضور میں ایک ادنی غلام جانتا ہے اور آپ خداوند ہیں۔ لیکن عدالت کا کام فرمان دینا بادشاہ کے لیے لازم ہے۔ بادشاہ نے امیر کو معہ خسرو بہرام خلعت عطا فرمایا۔ بعدہ امیر سوار ہو کر تلشاد کام کی طرف روانہ ہوئے اور بادشاہ سوار ہو کر شبستان حرم گیا اور مہر نگار کو بلا کر گلے لگایا۔ جتنی حرکتیں عمرو کی تھیں۔ وہ تمام بیان کیں یہ سن کر زرانگیز بانو اور مہر نگار بے اختیار ہنسیں اور بختک اپنے گھر جا کر اپنی تکلیف کا علاج کرنے لگا جب تین دن گذرے تو صاحبقران نے عمرو کو بادشاہ کی خدمت میں یہ عرض کر کے بھیجا کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب ان مکاروں کی بات پر عمل نہ کیجئے کہ یہ لوگ بدخواہ سرکاری ہیں۔ اب فرمایئے کہ عروسی کب ہوگی؟

عمرو وہاں سے بادشاہ کی خدمت میں آیا اور امیر کا پیغام عرض کیا۔ فرمایا بہتر ہے چالیس دن کے بعد تمہاری شادی کریں گے کیونکہ بعض چیزیں تیار نہیں ہیں۔ عمرو نے جواب دیا کہ آپ بادشاہ ہفت کشور ہیں جو چاہیں ایک ساعت میں مہیا کر سکیں گے۔ بزرجمہر نے مہلت تیس دن کی ٹھہرائی اور دن شادی کا مقرر کیا اور عروسی کی تیاری ہونے لگی۔ عمرو نے بادشاہ سے اقرار نوشتہ لیا کہ پھر کوئی حرکت درمیان میں نہ آئے اور حضور سے ہو کر امیر کے پاس آیا اور وہ نوشتہ صاحبقران کو دیا تو امیر نہایت خوش ہوئے۔

لیکن اب بختک کا بھی ملاحظہ فرمائے کہ جب بادشاہ کے اقرار کو پانچ دن گذرے تو اس نے سنا کہ بادشاہ نے تیس دن کا شادی کا اقرار کیا ہے بے تاب ہوا اور باوجود اس کے جو جسم آگ سے جلا تھا اس کے زخم بھی اچھے نہ ہوئے کہ سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں گیا اور بعد مجرا کے کہا آپ نے مہر نگار کی شادی کا اقرار کیا ہے اگر یہی منظور تھا تو یہ مکر اور حیلہ کیوں کیا اب موقعہ یہاں تک پہنچایا کہ تمام ملکوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ بادشاہ کا ارادہ حمزہ کو داماد بنانے کا نہیں ہے۔

پس آپ کو لازم ہے کہ اپنے مذہب کا بھی پاس رکھئے۔ غرض اسی طرح کی باتیں کیں کہ نوشیرواں نے کہا کہ میں نا چار ہوں کیا علاج کروں۔ بختک نے کہا آپ خاطر جمع رکھیں۔ میں نے اس کی تدبیر سوچ لی ہے۔ فرمایا کہ آج تیسرے دن جب بارگاہ میں تمام خورد و کلاں حاضر ہوں اور حمزہ بھی ہو تو اس روز دربار میں بالکل عین اس وقت میں دو تین آدمی گوش و بینی بریدہ سکھلا کر بھیجوں گا کہ وہ زنجیر عدالت کو ہلائیں گے کہ ہم نوشیرواں کے نوکر ہیں اور حضور کی طرف سے ہفت ملک میں تھے اور وہاں کا خراج ہر سال مدائن میں بھیجتے اب وہاں سے خبر پہنچی ہے کہ بادشاہ نے مسلمانوں کو باہر نکال دیا ہے۔ پس یہ خبر وہاں کے بادشاہ کو بہت بری معلوم ہوئی اس لیے انہوں نے ہم کو یہ صورت بنا کر نکال دیا ہے کہ اسی طرح تم نوشیرواں کے پاس جاؤ۔ اب ہم خراج نہیں دیں گے۔ اگر بادشاہ کو نعل بندی لینی منظور ہے تو اپنے داماد کو بھیج دیں، ہم سے خراج لے لیں۔ پس حمزہ غیرت سے فوراً جائے گا۔

نوشیرواں نے اس مشورہ کو پسند کیا اور جب دو دن گذرے تو بادشاہ نے امیر کے واسطے بزم جشن طلب کیا اور تمام سردار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے اور مجلس میں طعام و شراب حاضر کیا گیا۔ بختک نے قیدیوں میں سے کئی آدمیوں کو روپے دے کر سکھلایا اور ان کے ناک کان کاٹ کر عدالت میں بھیجا انہوں نے جا کر عدالت کی زنجیر ہلائی جب آواز بلند ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا۔ دریافت کرو کہ کون ہے؟ تب چوبداروں نے ان کو حضور میں پیش کیا۔ یہ پانچ آدمی کان اور ناک کٹے تھے۔ انہوں نے فریاد کیا اور جو مضمون بختک نے سکھلایا تھا وہ بیان کیا ان کی یہ بات سن کر امیر کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ اگر ہفت ملک میں جا کر ان سے بزور خراج نہ لیا تو بادشاہ کا داماد نہ کہلایا۔ بلکہ بادشاہ نے منع فرمایا لیکن اے

امیر نے قبول نہ کیا اور کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہاں کا خراج لاؤں شادی نہ کروں گا۔

اس وقت پہلوان عادی کو امیر نے کوچ کا حکم دیا۔ بادشاہ نے امیر سے فرمایا اگر یہی مرضی ہے تو اپنے سرداروں میں کسی کو چھوڑ جاؤ کہ تمہارے آنے تک مہر نگار کا نگہبان رہے۔

امیر یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کو دعا دے کر کہا میں بھی چاہتا ہوں کہ بہرام حضور میں رہے۔ بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا اور سات نامے شاہان ہفت کشور کے نام سے اس مضمون کے لکھوا دیئے کہ میں نے اپنے داماد کو واسطے خراج کے بھیجا ہے جو کوئی بخوشی نہ دے گا یہ اس سے بزور شمشیر لے گا اور سوائے اس کے بادشاہ نے ایک سردار قارون دیو بند کو جس کی چوکیدار پر امیر زخمی ہوا تھا۔ بارہ ہزار سوار لے کر امیر کے ہمراہ کر دیا کہ وہ راہ میں امیر کی معاونت کرے۔ امیر نے عرض کی کہ اس کے عوض کسی اور کو بند کے ہمراہ کیجئے کیونکہ یہ تمام ساسانیوں میں بزرگ ہے اور آپ سے رشتہ رکھتا ہے اور میری اس سے اور اس کی مجھ سے کئی مرتبہ تکرار اور بے مزگی ہوگی پس اگر راہ میں کوئی حرکت ایسی کرے تو اس کا کیا علاج کروں؟

بادشاہ نے قارون سے کہا اس کا علاج بتاؤ۔ اس نے کہا میں لکھ دیتا ہوں کہ ایک بھی حرکت بیجا مجھ سے سرزد ہوئی تو لائق سزا کے ہوں۔ امیر نے نوشتہ لے کر فرمایا تو نے ایک خط لکھا ہے میں تم کو معاف کر دوں گا۔ لیکن تیسری خطا میں ضرور سزا دوں گا۔ بادشاہ نے قارون کو خلعت دیا اور رخصت کیا کہ امیر نے وہاں سے تشاد کام پر لشکر اسلام میں جا کر طبل کوچ کا بجوایا لیکن عمرو نے امیر سے کہا کہ تم مہر نگار پر عاشق نہیں بلکہ لڑائی پر عاشق ہو۔ پس تم جاؤ ہفت ملک میں اور میں مکہ کو جاتا ہوں۔ تمہاری فتح کے بعد ملوں گا امیر نے فرمایا بہت اچھا۔ آپ نے خط لکھ کر معہ بہت سے تحائف کے عمرو کو دیا اور عمرو یہ سب کچھ لے کر مکہ کو روانہ ہوا۔ یہاں امیر کے جانے کے بعد بادشاہ نے سات خط اور لکھوا کر قارون کو دے دیئے۔ جن میں یہ لکھا تھا کہ میں نے حمزہ کو بھیجا ہے۔ جس طرح قابو ملے مار ڈالنا اور سات مثقال زہر قاتل بھی قارون کو دیا ہے کہ جہاں موقعہ ملے حمزہ کو پلا دینا کہ مر جائے۔ جب اس طرح کا سامان کر لیا تو وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر امیر کے پاس آیا اور دن کے ہمراہ مدائن سے ہفت ملک کی طرف کوچ کر کے روانہ ہوئے سات دن پے در پے منزل بمنزل چلے گئے اور آٹھویں منزل میں دوپہر کے وقت قارون نے اپنے گھوڑے کو کھڑا کیا اور صحرا کی طرف دیکھنے لگا تو امیر نے فرمایا اے برادر کیا دیکھتا ہے؟ عرض کیا کہ یہاں سے دو راستے ہفت ملک کو جاتے ہیں۔ آپ جس راہ سے فرمائیں اسی راہ سے چلیں۔ ایک راہ تو بیس دن کی ہے اور دوسری تین دن کی۔ جو ہفت ملک کے پہلے شہر کے پاس جا پہنچی ہے امیر نے فرمایا ایسی نزدیک کی راہ چھوڑ کر دور کی راہ سے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

قارون نے کہا کہ اس تین منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملتا یہ لشکر کو حکم دیا کہ تین روز کے لیے پانی اپنے ہمراہ لے لیں۔ ایک روز امیر نے وہاں مقام کیا اور فوج کو پانی اٹھانے کا حکم دیا۔ دوسرے دن صبح کوچ کر کے اور جس راہ سے قارون نے کہا تھا۔ اسی راہ سے روانہ ہوئے۔ تین روز تو بآرام چلے گئے مگر چوتھے روز پانی ختم ہو گیا اور صحرائے بے آب سامنے نظر آیا۔ دوپہر تک تو لوگوں نے پانی کا انتظام کیا اور دوپہر کے بعد تو تمام سپاہ مارے پیاس کے اس ریگستان میں تڑپنے لگی امیر ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ بھی گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے اور قارون سے فرمایا تو کہتا تھا کہ تین روز کے بعد پانی ملے گا آج چوتھا روز ہے تیرے کہنے کے برخلاف ظہور میں آیا۔ عرض کیا کہ میں بارہ سال کے بعد اس راہ سے آیا ہو۔ جہاں جہاں پانی تھا وہاں ریت کے ڈھیر ہو گئے ہیں اس وجہ سے پانی نہیں ملتا۔ اگر

فرمائیں تو بندہ تلاش کرے۔

فرمایا۔اچھا یہ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر میں آیا اور اس نے اپنے لشکر میں پانچ دن کا پانی اٹھایا تھا اس لیے تمام آسودہ تھے۔اس نے اپنی سپاہ سے کہا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تیار رہو۔میں جا کر حمزہ کو زہر دیتا ہوں۔جب دیکھو کہ حمزہ نے میرے ہاتھ سے جام پی لیا تو تم سب کو مار ڈالنا۔ان سے یہ کہکر امیر کے پاس گیا اور کہا غلام نے تمام صحرا کو ڈھونڈا لیکن پانی کہیں نہیں ملا۔اگر بے ادبی نہ ہو تو بندہ کی چھاگل میں ایک پیالہ پانی ہے وہ حاضر کروں۔فرمایا اس وقت پیاس لگ رہی ہے اس نے پہلے سے ہی زہر ملا رکھا تھا۔جام بھر کر امیر کے آگے لے گیا۔

امیر نے اس کے ہاتھ سے جام لے کر پینے کا ارادہ کیا تو جی میں خیال گذرا کہ یہ مروت ہے بعید ہے کہ میں پیوں اور بھی تو سب رفیق ہیں۔تب وہ جام لندھور کو دیا اور فرمایا۔میں مرد صحرا نشین ہوں۔پیاس کو برداشت کر سکوں گا اور تم کو ایسا اتفاق کم ہوا ہے پس اسے تم پیو۔خسرو اس وقت امیر کی یہ مروت دیکھ کر حیران ہوا اور آپ نے نہ پیا،اور پہلوان عادی کے حوالے کیا۔عادی نے کہا اس سے میری پیاس کم نہ ہوگی۔غرض وہ جام سلطان بخت مغربی کو دیا اسی طرح وہ جام دست بدست پھر کر آخر مقبل وفادار کے ہاتھ آیا۔اس نے افسوس کیا اور کہا ناواجب ہے جو تو پانی پیے اور تیرا خداوند پیاسا رہے۔لوگ یہ بات سن کر کیا کہیں گے وہ پھر اس جام کو پھر امیر کے روبرو لایا اور امیر نے اسے لب پر لگایا۔

امیر کا قلعہ انطاکیہ پر حملہ

اب عمرو کا حال بیان کرتا ہوں کہ وہ امیر کا خط اور سوغات مکہ میں لے جا کر وہاں سے لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔اور راہ میں دیکھا بزرگ پیر مرد آگے چلا جاتا ہے عمرو نے ہزار طرح اپنا قدم تیز کیا مگر اس کے پاس نہ پہنچ سکا پکارا کہ اے بزرگ قسم ہے تمہیں اپنے مذہب کی ذرا کھڑا ہو۔وہ قسم سن کر کھڑا ہوا جب نزدیک جا کر دیکھا تو حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔قدمبوس ہوا اور شکریہ ادا کرنے لگا تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اس وقت قارون دیو بند نے امیر کو زہر دیا ہے اور امیر بھی لب کے پاس پیالہ لے گئے ہیں اور پینا چاہتے ہیں۔یہ وقت دیر کرنے کا نہیں ہے تو جلد جا اور جام امیر کے ہاتھ سے پھینک دے۔لیکن نہیں سے کہتا جا کر نہ پینا تیری آواز کو فوراً پہچانے لگا۔عمرو بے حواس ہوا اور یہی کہتا ہوا دوڑا۔وہاں کا حال ملاحظہ فرمایئے۔امیر نے چاہا کہ اس جام زہر آمیز کو پیوں کہ صحرا کی طرف سے آواز پیدا ہوئی کہ نہ پی یہ سن کر امیر نے ہاتھ روک لیا اور میدان کی طرف دیکھنے لگا اور اس آواز کو سن کر سب حیران ہوئے۔

قارون نے عرض کی یہ صحرا عجیب وغریب ہے یہاں بہت سے غول بیابانی رہتے ہیں کسی کی آواز کی آواز ہوگی۔آپ اس کا خیال نہ کریں امیر نے چاہا کہ پھر پیے۔دوبارہ پھر آواز آئی۔امیر نے ہاتھ کو پھر روک لیا اور صحرا کی طرف دیکھا تو ایک باریک سی گرد پیدا ہوئی اور دامان گرد جونہی چاک ہوا تو دیکھا کہ عمرو آرہا ہے اور یہی کہتا ہے کہ مت پینا امیر اس کی طرف دیکھ کر متعجب ہوئے اس نے پاس آکر امیر کے ہاتھ سے وہ جام لے کر پھینک دیا تو اس کا پانی جہاں جہاں پڑا وہاں کی زمین پھٹ گئی اور ایک قطرہ امیر کے موزہ کے چمڑے کو توڑ کر پشت کے پار ہوا اور پشت پا سے گذر کر تلوے کی راہ سے نکل گیا۔تب سب نے جان لیا کہ یہ زہر تھا قارون یہ دیکھ کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور بارہ ہزار سوار نے امیر کا گھیرا کیا۔

یہ دیکھتے ہی خسرو فوج ہند کو لے کر اور گرز گراں ہاتھ میں پکڑ کر قارون کی فوج کو مارنے لگا قارون نے ایک نیزہ کو مارا تو خسرو نے وہ نیزہ اس کے کے ہاتھ سے چھین کر اس کے پیٹ میں اس زور سے مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہوا اور بہت سے لوگ مارے گئے قارون کو مرتا دیکھ کر چاروں طرف سے اس کے آدمی دوڑے اور اس کو اٹھا کر جنگل کی طرف بھاگے۔ عمرو اپنی فوج کو لیکر اس چشمہ پر آیا جو اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے بتلایا تھا لشکر وہاں اترا اور سب نے پانی پیا اور لندھور نے عمرو کو گلے سے لگایا اور بہت خوش ہوئے اور کچھ انعام دیا اور امیر نے لندھور سے فرمایا تم نے خوب کام کیا کہ ملعونوں کو مار کر دفع کیا نہیں تو وہ سب کا کام تمام کر چکا تھا۔ لشکر نے کئی روز وہاں قیام کیا۔ پھر امیر نے عمرو سے فرمایا کہ کوئی محافظ پیدا کرنا چاہئے جس سے ہفت ملک کی راہ معلوم ہو۔

عمرو یہ حکم پا کر لشکر سے باہر نکلا اور محافظ کی تلاش میں گیا تو ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا بستی کے اندر گیا تو وہاں کے لوگ اسے دیکھ کر بھاگنے لگے تب عمرو حیران ہوا ایک شخص کو دوڑ کر پکڑا اور بھاگنے کی وجہ معلوم کی کہا کہ پرسوں ایک جماعت اسی راہ سے گذری تھی۔ اس کے ہاتھ سے یہاں کے لوگوں نے ایذا پائی کہ انہوں نے ایک ایک کو باندھا اور روپے لیے عمرو نے معلوم کیا کہ وہ قارون تھا۔ اس کا تمام حال عمرو نے اس سے بیان کیا اور کہا کہ ہم لوگ ایسے نہیں کہ ہم سے کوئی تکلیف پاؤ بلکہ کچھ فائدہ ہوتا ہے جا اور اپنے لوگوں کو سمجھا وہ گیا اور سب کو عمرو کے پاس لایا۔ عمرو نے تسلی دی اور اپنے ہمراہ لے کر امیر کے پاس آیا۔ امیر نے سب پر مہربانی کی اور انعام دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے امیر نے اس کے سردار کو خلعت دیا اور اس سے پوچھا کہ بیابان کہاں تک ہے اور ہفت ملک کا پہلا شہر یہاں سے کتنی دور ہے اور اس کا کیا نام ہے اور یہاں سے ہم کون سی راہ سے جائیں اور کتنے دنوں میں پہنچیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ بیابان بارہ کوس تک ہے اس کے پاس میٹھا پانی مل سکے گا اور وہاں بائیں منزل چل کر انطاکیہ ہے اور ہام نام وہاں کا حاکم اپنے ہمراہ لے کر آپ جس طرف کوچ کریں بندہ کو ساتھ چلیں میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ امیر نے اس کو سارے بیابان اور نواح کا حاکم مقرر کیا اور پہلوان عادی سے فرمایا کہ پیش خیمہ روانہ کرو وہ بارگاہ کے تمام خیمے اونٹوں پر لدوا کر روانہ ہوا اور صبح کو امیر بھی سوار ہوئے اور لشکر کا کوچ ہوا اور ڈیڑھ پہر دن چڑھے خیمہ میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد آپ پانی کی طرف چلے۔ ان لوگوں کے ساتھ کچھ کتے بھی تھے۔ وہ دوڑ کر ان سے پہلے پانی میں جا کر گھسے اور پیتے ہی مر گئے۔ یہ لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہوئے اور صاحبقران کو خبر دی تو امیر سوار ہو کر اس پانی کے نزدیک گئے اور معلوم کیا کہ اس میں زہر ہے۔ پس لوگوں کو منع کیا کہ یہاں کا پانی نہ پیو۔ تب نئے چشمے کھدوائے۔ اور اس سے تمام لشکریوں نے پانی پیا یہ حرکت قارون کی تھی کہ جہاں جہاں شیریں تھا اس میں زہر ڈال ڈال کر چلا۔ تاکہ امیر کا لشکر آئے اور یہ پانی پی کر مر جائے۔ غرض صبح کو امیر نے کوچ کیا تو تیسرے دن انطاکیہ کے قلعہ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ یہ قلعہ ایک پہاڑ کے اوپر بنا ہوا ہے۔ اس کی دوسری طرف دریا تھا۔ لشکر اس کے کنارے اترا۔ اب قارون کا حال ملاحظہ فرمایئے کہ وہاں سے بھاگ کر راستہ کے ہر چشمہ میں زہر ڈالتا ہوا قلعہ انطاکیہ میں آیا اور قریب نوشیرواں کا خط ہام کو دیا اور کہا امیر ہفت کشور کا خراج لینا چاہتا ہے نوشیرواں کا حکم ہے کہ اس کو قریب سے قابو میں لا کر مار ڈالو۔

اب وہاں کی کیفیت سنئے کہ دس بارہ کوس کی تفاوت سے تین قلعے ہیں اور تینوں کا نام انطاکیہ رکھا ہے اور پہلے قلعہ کا نام ہام دوسرے کا نام سام۔ اور تیسرے کا مہد زرین تھا لیکن قارون ان تینوں سے کہتا ہوا چوتھے کی طرف چلا اور یہاں سے ہام نام نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ حمزہ آیا ہے اور میرے پاس دس ہزار سوار ہیں کس طرح مقابلہ کروں اگر

تم بھی آؤ تو تیس ہزار سوار سے اس کا مقابلہ کریں اگر یہ قلعہ اس نے لے لیا تو پھر تمہارے قلعوں کا لینا آسان ہے تم جلد آؤ۔ وہ یہ سن کر بمعہ فوج انطاکیہ میں آئے اور مشورہ کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ ہمارے پاس تیس ہزار سوار ہیں باہر نکل کر طبل جنگ بجوائیں اور لڑ کر اسے ماریں۔ دوسرے نے کہا کہ عقل سے بعید ہے کیونکہ اس کے ساتھ کئی شاہ اور سردار ہیں۔ چنانچہ لندھور بن سعدان کے روبرو ہونا ہی مشکل ہے رات کو شبخون مار کر اس کا کام تمام کیجئے۔ ہام سب سے بزرگ اور عقل مند تھا اس نے کہا یہ تمام نادانی ہے جو تم پکاتے ہو میرے خیال میں سب سے بہتر یہ ہے کہ یہاں سے تحائف اور پیشکش لے جائیں۔ اگر وہ عزت اور حرمت کے ساتھ پیش آئے تو کیا مضائقہ ہے اس کو خراج دیجئے اور اس سے ملاقات کیجئے کیونکہ اکثر سردار اس کی رفاقت میں ہیں اگر اس نے آپ کی توقیر کی تو اپنے قلعہ میں چلے آیئے۔ میں دس ہزار سے قلعہ داری کروں گا اور تم بیس ہزار سے ہر شب خون مارنا یہاں تک وہ ہلکان ہو کر چلا جائے گا۔ یہ سن کر سب نے مشورے کو پسند کیا اور بہت سے تحفے لے کر قلعہ سے باہر نکلے اور امیر کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

قارون کی گرفتاری

اب امیر کا حال سنیے کہ وہ لشکر میں بیٹھے ہوئے اس قلعہ کے لینے کی فکر کر رہے تھے کہ یکا یک عادی نے آ کر خبر دی کہ انطاکیہ کا بادشاہ معہ اپنے بھائیوں کے ملاقات کو آتا ہے۔ امیر بہت خوش ہوئے اور کئی سرداروں کو استقبال کے لیے بھیجا انہوں نے آ کر مجرا کیا۔ اور جو تحائف بغرض ہدیہ لائے تھے نذر گزرا را امیر ان تمام سے بغلگیر ہوئے اور نہایت سرفرازی ان پر کی اور بیٹھنے کا حکم دیا امیر کا یہ سلوک دیکھ کر بدر جہا ممنون ہوئے امیر نے ان کے واسطے شربت طلب کیا اور محفل آراستہ کی تین روز تک انہیں جشن میں رکھا پھر خلعت معقول منگوا کر انہیں ہاتھ سے پہنایا اور کہا افسوس ہے کہ تم ایسے بہادر ہو کر خدا کو نہیں پہچانتے۔

امیر نے انہیں گلے سے لگایا اور کہا اگر تمہارے خزانہ میں روپے کی کمی ہے تو بادشاہ کو میں اپنے پاس سے دوں گا مجھ کو تمہارے ملک و مال سے کچھ کام نہیں فقط دوستی کا طالب ہوں اور یہ عزت جو میں نے پیدا کی ہے۔ دوستوں ہی کے سبب سے ہے۔ ان بادشاہوں کے خطوط جو قارون دے گیا تھا امیر کی خدمت میں گذارے ان میں یہ مضمون تھا کہ جس طرح پاؤ امیر کو مار ڈالو۔ امیر نے اس خط کو پڑھ کر نہایت آزردہ ہو کر خیال کیا شاید یہ جعلی نہ ہو۔ وہ خطوط مقبل کو دیئے اور کہا تم اپنے ساتھ کے لوگوں کو لے کر کوچ کر جاؤ اور یہ خط نوشیرواں کو دو۔

امیر کی یہ بات سنتے ہی ان تینوں بادشاہوں نے کہا کہ ہمارے تینوں ملکوں کا خراج بھی حاضر ہے اسی کے ہاتھ بھیج دیجئے۔ امیر نے پھر ان کو خلعت دیا اور پوچھا کہ یہاں سے آگے کون سا شہر آئے گا۔ عرض کہ یہاں سے پندرہ روز کی منزل کے بعد شہر علانیہ آئے گا اور وہاں کے حاکم کا نام انیس ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک میں رہو۔ بادشاہت تمہاری تم ہی کو مبارک رہے۔ ہم کل یہاں سے علانیہ کی طرف روانہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم جب تک زندہ ہیں آپ کے قدم سے جدا نہ ہوں گے۔ انہوں نے تینوں ملکوں کا خراج خزانے میں جمع کیا اور اپنے اپنے شہر میں نائب چھوڑ کر امیر کے ساتھ ہوئے۔ صبح کو امیر نے کوچ کیا اور علانیہ کی طرف چلے۔ منزل اور مراحل طے ہوتے ہوئے نزدیک سے دو فرلانگ پر اترے اور مقام کیا قارون امیر کے آنے سے پہلے نوشیرواں کا خط انیس کو دے کر حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ انیس شاہ نہایت بذات تھا۔ جو لشکر لے کر باہر آیا اور طبل جنگ بجوایا میدان میں کھڑے ہو کر امیر کو

للکارا امیر اس کی آواز سن کر مثل شعلہ آتش سامنے آئے وہ امیر کو دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر کر کھڑا ہوا اور امیر کی رکاب کو بوسہ دیا اور کہا میرا کیا مقدور ہے جو آپ سے لڑوں لیکن یہ مجھ سے خطا ہوئی ہے معاف کیجئے۔

امیر نے پیدل ہو کر اسے گلے سے لگایا اور لشکر میں لائے۔ وہ دل میں کینہ رکھے ہوئے کئی روز تک امیر کے پاس رہا۔ ایک روز امیر سے کہا بندہ نے ایک حمام نہایت عمدہ بنوایا ہے اگر حکم ہو تو گرم کراؤں۔ امیر نے پہلے تو انکار کیا پھر اس کے اصرار سے کہا فرمایا۔ اچھا۔ انیس شاہ نے حمام کی تیاری کا حکم دیا۔ انیس شاہ کو۔ بندگان خدا سے بغض باطنی تھا۔ اس سے غرض سے یہ حمام بنایا تھا کہ شاید میں کسی سے لڑائی میں ہار جاؤں تو اس سے صلح کر کے اس حمام میں اسے ماروں۔ اس حمام میں ایک خلوت تھا اس کی چھت کو لوہے کے ستونوں کے سہارے پر الگ رکھا تھا' رستونوں کے نیچے زنجیریں باندھی تھیں کہ جب زنجیریں کھینچیں تو اس مکان کی چھت جو اس کے اندر بیٹھا ہو اس پر گرے پس اس نے اسی خیال سے حمام بنوایا اور امیر کو معہ تمام سرداروں کے اس میں لے گیا۔ اس کے باہر ستونوں کے پاس چار حبشی غلام زور آور کھڑے کیے کہ جب میں تالی ماروں تو اس کی آواز سن کر تم ان زنجیروں کو کھینچنا کہ حمام خدا پرستوں کے سر پر گرے اور وہ مریں۔

حبشیوں کو سمجھا کر وہ امیر کو لے کر حمام میں گیا اور امیر اور تمام سرداروں نے دیکھا کہ حمام نہایت گرم دلچسپ ہے اور فرحت بخش نظر آیا وہ پوشاکیں اتار کر نہانے میں مشغول ہوئے عمرو اور عادی کو ہر چند بلایا مگر وہ حمام میں نہ آئے کہا کہ ہم نگہبان ہیں ہمارے متعلق یہی کام ہے ایک ساعت کے بعد عمرو کے جی میں خیال آیا کہ تو حمام کے اندر تو نہیں گیا اس کو باہر سے دیکھ کیسا ہے تب اٹھا اور حمام کے گرد پھرا۔ حمام کے پیچھے جا کر کیا دیکھا کہ ایک ستون استادہ ہے اور اس میں زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور چار حبشی پاس کھڑے ہیں۔ عمرو حیران ہو کہ یہ کیا ہے؟ تب فوراً ایک بھٹیارے کی صورت بنا کر حال معلوم کرنے کے لیے پاس گیا تو ایک حبشی نے کہا۔ اے بڈھے تو یہاں سے جلد بھاگ کہ کوئی دم میں حمام کرے گا اور خدا پرست تمام مر جائیں گے۔ ہم صرف تالی کی آواز کے منتظر ہیں۔

عمرو یہ سن کر اور اپنی اصلی صورت میں آ کر امیر کے پاس آیا اور اپنی زبان میں تمام حال کہہ دیا کہ انیس نے یہ تدبیر کر رکھی ہے آپ اس خلوت خانہ میں ہرگز نہ جانا اور کوئی ایسی صورت کرو کہ پہلے وہ آپ اندر جائے کہ میں اس کے سر پر چھت گراؤں۔ امیر جب حمام سے فراغت پا چکے تو انیس نے کہا کہ اب خلوت خانہ میں چلئے دیکھئے اس میں میوے کس صورت کے چنے ہیں فرمایا پہلے تم جا کر میوے زمین پر رکھو پھر ہم آ کر کھاتے ہیں وہ اندر گیا اور عمرو نے تالی ماری تو ان حبشیوں نے زنجیریں کھینچیں تب وہ چھت انیس شاہ پر گری اور واصل جہنم ہوا۔ امیر نے عمرو کو گلے سے لگایا اور آفرین کی اور باہر نکل کر قلعہ میں آئے اور انیس شاہ کے تمام سرداروں کو زیر کر کے سرفرازی خلعت دیا اور انیس شاہ کے خورد سال بچے کو باپ کی جگہ کے گدی نشین مہد زرین کے حوالے کیا کہ اس کی تربیت دو تا کہ یہ اپنی ریاست سنبھالے پھر وہاں کا بھی خراج لے کر سابقہ خراج کے خزانہ میں داخل کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب کی حکومت کا یہ حال تھا کہ حدیث نامی ایک شخص شاہ طب کو قید کر خود بادشاہت کرتا تھا۔ اب قارون کا حال سنئے کہ اس نے نوشیرواں کا خط امیر کے پہنچنے سے پہلے حدیث کو دیا اور کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ جو حمزہ کو مارے گا مجھ پر احسان کرے گا۔ یہ پیغام دے کر یونان کی طرف جانے کا ارادہ کیا کہ حدیث نے کہا کہ دیکھ میں اس کو میدان میں کس طرح زیر کرتا ہوں۔ قارون نے کہا یہ خلاف عقل ہے کہ میدان میں اس سے کوئی برسر آئے ایسا خیال کرنا بے

سود ہے۔ حدیث نے کہا اگر ایسا ہے تو میں اور فکر کرتا ہوں پوچھا کیا کرے گا کہ خراج حلب میں پیش کروں گا اور کئی روز بعد حمزہ سے چوگان بازی کا سوال کروں گا۔ میرے میدان کے کنارے پر ایک کنواں بیس گز عرض کا ہے جس پر برچھیاں گڑی ہیں امیر کو معہ گھوڑے کے اس کے اندر گراتا ہوں اور بیس ہزار سوار میرے ساتھ ہے اور دس ہزار سوار تیرے ساتھ ہیں اس تیس ہزار سوار کے ساتھ اس کے لشکر کو قتل کروں گا۔ قارون نے یہ تدبیر پسند کی اور صبر کر کے بیٹھا۔

جب امیر لشکر حلب کے پاس پہنچا تو حدیث شاہ خراج لے کر آیا اور امیر سے ملاقات کی امیر نے اس کی ضیافت کی اور کئی روز جشن میں رکھا، تیسرے روز اس نے عرض کی کہ غلام آپ سے چوگان بازی کرنے کے لیے امیدوار ہے نیز حدی ء نے پہلے لوگوں سے کہا ہوا تھا۔ اگر چہ بے ادبی ہے لیکن سیاہ قیطاس کی گرد پا سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اچھا کل صبح کو، یہ سن کر واپس آیا اور اپنے اراکین سے کہا میدان ہموار کرو اور کل صبح کو مسلح تیار ہو کر معہ سپاہ قارون کے ساتھ میدان میں جمے رہو۔ جب دیکھو کہ امیر کنوئیں میں گرا تو تم فوج اسلام پر جا گرو۔ اور سب کو مار ڈالو۔

یہ کہہ کر سب کو تیار کیا اور آپ صبح میدان میں آ کر کھڑا ہوا اور امیر بھی پیغمبروں کے اسلحہ پہن کر معہ سپاہ میدان میں آئے حدیث شاہ نے پہلے آ کر امیر کی رکاب کو بوسہ دیا پھر میدان میں نکل کر عرض کیا کہ آپ پہلے ابتدا کریں فرمایا میں کسی کام میں پیش قدمی نہیں کرتا اول تم چوگان گیند پر لگاؤ۔ تب وہ آداب بجالایا اور گیند لے کر چلا۔ جب نکل گیا تب امیر نے اپنے مرکب کو گیند لیا اور جس طرف وہ جاتا تھا اسی طرف کو میدان میں چلے وہ پیچھے رہ گیا کنوئیں کے پاس جا کر رکا اور امیر نے حضرت صالح نبی کا تازیانہ نکال کر مارا تو گھوڑا کود ادونوں پچھلے پاؤں کنوئیں میں رہے امیر اس کی پیٹھ سے کود کر الگ ہوئے جب حدیث نے دیکھا تو سمجھا کہ امیر کنویں میں گرا ہے۔ تیس ہزار فوج جوان خونخوار سے امیر کے لشکر پر آ پڑے لیکن یہاں امیر نے اپنے مرکب کو گردن سے پکڑ کر باہر کھینچا اور اس پر سوار ہوئے امیر کی نگاہ قارون پر پڑی اور اس نے بھی امیر کو دیکھا تب وہ کوہستان کی طرف بھاگا اور امیر نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جونکہ حدیث شاہ معہ فوج امیر پر یکا یک آ گرا تھا۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے امیر کے بہت سے آدمی مارے گئے آخر لندھور نے اس کی فوج کو شکست دی لیکن دیکھا کہ امیر کا پتہ نہیں تب عمرو سے پوچھا کہ امیر کہاں گئے۔ جواب دیا کہ قارون کے پیچھے گئے ہیں تم لشکر پر خبردار رہو میں امیر کی خبر کو جاتا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے کے سموں کے نشان پر روانہ ہے۔

اب امیر کا حال سنیے کہ وہ قارون کے تعاقب میں گئے اور دوپہر کے وقت قالیز کے جزیرہ میں پہنچے، قالیزیاں نے ایک بڑا سا خربوزہ امیر کو دیا۔ جب امیر نے اس کی پھانکیں کاٹیں اور اس کے کھانے کا ارادہ کیا تو اس مرد نے کہا مجھے تجھ پر رحم آتا ہے تو اسے مت کھا امیر نے وہ نہ کھایا اس سے وجہ معلوم کی۔ بتایا کہ تجھ سے ایک لمحہ پہلے ایک سوار اوپر سے بھاگا ہوا آیا تھا۔ اس نے اس خربوزہ میں کچھ ملا کر مجھے دیا ہے اور کہہ گیا کہ ایک شخص میرے پیچھے آتا ہے اسے یہ خربوزہ دینا اور کھلانا میں تجھے سو اشرفی دوں گا۔

امیر نے دیکھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا اس نے ایک سو اشرفیاں دینی تھیں میں ہزار اشرفی دوں گا۔ امیر نے کہا بتلاؤ وہ کہاں گیا ہے؟ کہا کہ اسی پہاڑ کے درے میں گیا ہے اس میں دوسری راہ نہیں ہے یہیں ہوگا۔ امیر ادھر کو گئے اور اس کی تلاش کرنے لگے کہ ایک شیر اس پہاڑ سے نکل کر دوڑا اور امیر نے اس کو پکڑ لیا۔ اور زور کرنے لگا اس وقت قارون چھپا ہوا تھا اور امیر کو دیکھ رہا تھا۔ امیر کی یہ حالت دیکھ کر موقعہ پایا تو تلوار نکال کر امیر پر چلانی شروع کی۔ جونہی نزدیک آیا تو امیر نے اس شیر کو اٹھا کر قارون کے اس زور سے مارا کہ قارون گر پڑا

اور شیر مر گیا۔ امیر قارون کی چھاتی پر سوار ہوئے۔ اور خنجر نکال کر چاہا کہ اسے ماریں اس نے کہا۔ اے امیر اگر مجھے نہ مارے تو میں تین چیزیں ایسی دوں کہ بادشاہ ہفت کشور کے سرکار میں نہ نکلیں۔

امیر نے چھوڑنے کا اقرار کیا تو اس نے پہلے خنجر نکال کر امیر کو دیا کہ یہ طیمورس دیو بند کی کمر کا ہے اور ایک بازو بند دیا کہ اس میں بارہ لال شب چراغ لگے ہیں اور ہر لعل وزن میں چالیس مثقال تھا اور تیسرا اس پہاڑ میں دفینہ ہے کہ جس میں بے شمار مال ہے یہ کہہ رہا تھا کہ عمرو بھی آ پہنچا۔ امیر نے اس کے ہاتھ باندھ کر عمرو کے حوالے کیا کہ دفینہ بتلائیے۔

ناہید بن مریم سے امیر حمزہ کا عقد

عمرو نے قارون سے کہا کہ دفینہ کہاں ہے اس نے کہا میرے ساتھ چل میں بتادوں گا عمرو نے اس کو ساتھ لیا قارون نے عمرو کو خوب پھرایا عمرو نے کہا کہ کہاں ہے وہ دفینہ۔ قارون زور کر کے کمند توڑنے لگا عمرو نے اس کی چھاتی میں ایسا خنجر مارا کہ پشت توڑ کر پار ہو گیا وہ اسے مار کر امیر کے پاس آیا۔ امیر نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ عرض کیا کہ میں انے اسے مار دیا۔ فرمایا میں نے اسے چھوڑنے کا اقرار کیا تھا۔ عرض کیا کہ مجھ کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ پھر خراج وہاں کا خزانے میں جمع کیا اور قارون نے جو بدذاتیاں کی تھیں وہ ایک عرضی میں لکھ کر معہ ان خطوط کے جو قارون نے شاہ کی طرف سے یہاں بادشاہوں کو دیئے تھے وہ محفوظ کر کے پانچوں شہروں کا خراج معہ بار برداری مقبل کے حوالے کیے اور اسے مدائن کی طرف روانہ کیا۔

اس کے دوسرے دن کوچ کر کے یونان کی طرف چلے اور یونان کے قریب پہنچے تو فریدوں شاہ یونان بہت سے تحائف نذرانے لے کر معہ اپنے بھائی آصف کے جو وزارت کا کام کرتا تھا آیا اور ملاقات کی۔ امیر نے اسے خلعت سر فراری بخشی اور واسطے اس کے شربت وطعام منگوایا اور جام شراب گردش میں آیا۔ عمرو نے فریدوں سے پوچھا کہ کس ارادے سے آئے ہو اس نے جواب دیا چند مشکلات میرے درپیش ہیں۔ صاحبقران نے اس سے پہلے لوگوں کی مشکلات حل کی ہیں۔ اگر ان کو آسان کریں تو بہتر ہے۔

امیر نے فرمایا اے بہادر کیا مشکل ہے۔ فریدوں نے عرض کیا کہ اس سرزمین میں کئی برس سے ایک پہاڑ کے اوپر ایک اژدہا پیدا ہوا ہے جس سے خلقت بہت تنگ ہے دوسرے یہ کہ ایک زنگی نے یہاں آ کر پہاڑ کے اوپر کئی فرسنگ تک قلعہ بنایا ہے اور دو سال میں ایک مرتبہ شہر پر آفت لا کر غارت کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ میں ایک لڑکی رکھتا ہوں آپ قبول کیجئے آپ نے فرمایا کہ اژدہا اور زنگی کا دفع ہونا تو آسان ہے لیکن شادی کا ہونا دشوار ہے کیونکہ ہم نے مہر نگار سے اقرار کیا ہے کہ اس شادی کے بعد البتہ کروں گا۔ فریدوں شاہ نے کہا جو آپ کی مرضی ہے۔ یہ رات مجلس میں گذری صبح کو امیر معہ سپاہ نصرت سوار فریدوں شاہ کے ساتھ اژدہا مارنے کو روانہ ہوئے جب سواری ایک فرلانگ بڑھی تو فریدوں شاہ نے امیر سے عرض کیا کہ اب وہ مکان یہاں سے تین فرلانگ ہے اسی لئے تمام جنگل سیاہ ہو رہا ہے امیر نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور آپ پیادہ پا روانہ ہوئے تھوڑی دور جا کر ایک سیاہ پشتہ نظر آیا کہ اس سے آگ کے شعلے آسمان کو جاتے ہیں۔ امیر نے سمجھ لیا کہ اژدھا یہی ہے اور وہ آگ اس کا دم ہے جا کر ایک نعرہ کیا اور وہ امیر پر دوڑا امیر نے دو تیر اس کی دونوں آنکھوں میں ایسے مارے کہ اندھا ہو گیا اور اپنا سر زمین پر مار کر رہ گیا۔ امیر نے عمرو کو خبر دی عمرو قدمبوس ہوا۔ پھر وہاں سے سوار ہو کر فریدوں کے پاس آئے اس کے مرے ہوئے اژدہے کو دیکھنے کے لیے گئے

اور امیر کی قوت بازو پر شاباش دی۔ فریدوں شاہ نے اس اژدہا کا چمڑا اتروا کر اس میں گھاس بھروائی اور شہر میں منگایا اور امیر پر سب نے زر مال نثار کیا۔

امیر نے فرمایا ہم کل قلعہ زنگی پر جائیں گے۔ لندھور نے عرض کیا کہ وہ گیدڑ کیا چیز ہے جس پر آپ جائیں گے بندہ جائے گا۔ امیر نے خلعت دیکر لندھور کو اس طرف روانہ کیا اور آپ فریدوں شاہ کو لے کر جشن نوروزی میں بیٹھے وہاں لندھور نے جا کر زنگی کو مارا اور اس کے قلعہ کو توڑا اور وہاں سے اس قدر مال نکلا کہ جس کی حد نہیں۔ لندھور امیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور فریدوں شاہ نے لندھور پر بہت سا زر و مال نثار کیا اور امیر کو نذر گذاری اور عرض کیا کہ تیسری آرزو پر کیا ارشاد ہوتا ہے۔ امیر۔ نے فرمایا کہ میں آگے ہی کہہ چکا ہوں کہ مہر نگار کی شادی کے بعد کہیے گا قبول کروں گا۔

تب فریدوں ناچار ہوا اور وہاں سے شہر میں آیا اور اپنے بھائی سے کہا کہ امیر حمزہ میری لڑکی کی نسبت قبول نہیں کرتا۔ کاش میں نے اس سے نہ کہا ہوتا تو بہتر تھا اب لوگ کہیں گے کہ حمزہ نے فریدوں کو اپنی نسبت کے لائق نہیں سمجھا اس لیے یہ بات نہ مانی۔ اب کیا تدبیر کروں۔ کچھ بن نہیں آتی اور کوئی صورت ظہور میں نہیں آتی کہ معاملہ طے ہو کوئی شخص ایسا ہو کہ حمزہ کو سمجھائے۔

یہ اپنے دل میں ایسے ہی خیال کر کے پیچ و تاب کھانے لگا کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر خنجر نکالا اور چاہا کہ اپنے آپ کو ہلاک کرے آصف نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں جو میں کہوں وہ کیجئے۔

فرمایا کہو۔ عرض کیا کہ عمرو کو بلوا کر کچھ دیجئے البتہ وہ امیر کو راضی کرے گا۔ عمرو کو بلا بھیجا۔ جب عمرو اس کے پاس آیا تو سر و قدم سے تعظیم کی اور اپنے برابر بیٹھایا اور بارہ ہزار تمن دینا قبول کیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ عمرو نے اس کو تشفی دی اور امیر کے پاس جا کر ''ناہید بن مریم'' فریدوں شاہ کی بیٹی کی اس قدر تعریف کی امیر بے اختیار فریفتہ ہوئے اور کہا بھائی میں نے قبول کیا پر اس شرط پر عقد اس سے کروں گا کہ مہر نگار کی شادی کے بعد متصرف ہوں گا عمرو نے کہا اس کا مضائقہ نہیں۔ پھر جا کر فریدوں شاہ کو خبر دی تو وہ نہایت خوش ہوا اور عمرو کو بارہ ہزار تمن دیکر فریدوں شاہ یونان نے وہیں جشن کی تیاری کی اور امیر کو معہ سپاہ شہر میں لے گیا اور سب کی ضیافت کی۔

جب عقد ہو چکا تو امیر محل میں گئے اور ناہید بن مریم کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہوئے چونکہ مہر نگار سے قسم کھائی ہوئی تھی اس لیے مجبور تھے۔ ایک لعل بطور اپنی نشانی کے دے دیا اور محل سے باہر آیا۔

اس کے بعد یہاں کا خراج لے کر زنگی کے مال سمیت لندھور کے ہمراہ نوشیرواں کی خدمت میں بھیجا اور عمرو کو خسرو کے ساتھ کیا اور آپ لشکر ظفر کو ساتھ لے کر مصر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔

امیر حمزہ کی قید اور رہائی

راوی یہ بیان کرتا ہے کہ نوشیرواں کو کوئی تدبیر نہ سوجھی اور صاحبقران خراج ہفت کشور لے کر آئے تب بختک بن بختیارک دختر زادہ نقش مارکش سگ کو بلایا اور کہا اے وزیر با تدبیر کہ اب کیا مکر و حیلہ کریں کہ امیر دفع ہو جائے۔ اس نے کہا آپ کچھ اندیشہ نہ کریں۔ میں ایسی تدبیر کرتا ہوں کہ اگر امیر کی ہزار جان بھی ہو تو ممکن نہیں کہ ایک بھی سلامت لے جائے بادشاہ نے پوچھا وہ کیا تدبیر ہے؟ بختک نے عرض کی کہ صبح کو بتاؤں گا۔ میں دربار میں کہوں گا کہ تین برس ہوئے یونان۔ مصر اور روم سے خراج نہیں آیا تو اس وقت آپ نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے تب تو چپ رہوں گا حمزہ

آپ ہی عرض کرے گا اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور ان کی گوشمالی کر کے وہاں کا خراج لاؤں۔ تب بادشاہ نے فرمایا بہتر ہے کہ جس وقت حمزہ جانے کی تیاری کرے تب وہاں کے بادشاہوں کو لکھنا کہ جس طرح بھی بن پڑے حمزہ کو جان سے مار ڈالیں۔

غرض بختک اور بادشاہ نے یہ بات طے کر کے اسی وقت فرمان لکھائے اور قاصدوں کو دیکر روانہ کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو امیر دربار میں آئے اور دیکھا کہ اہالی سوالی وارکان دولت وامراعظام از پیر تا جوان سب حاضر ہیں اور دربار معمور ہے امیر بادشاہ کا مجرا کر کے اپنے دنگل میں بیٹھے اور پیالہ گردش میں لائے اور حریف سرمست ہوئے۔ تب بختک نے وزارت کی کرسی پر سے اٹھ کر ولائتوں کے خراج کا غذات حضور میں پیش کر کے کہا۔ تین سال ہوئے ان تینوں ملکوں کا خراج نہیں آیا۔ نوشیرواں نے کہا ان تینوں ممالک سے خراج نہ آنے کا کیا سبب ہے؟ عرض کی کہ جب تک گستم زریں کفش تھا تب تک خراج کے آنے میں قصور نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ان ملکوں سے لڑ کر خود لاتا اور اب وہ گستم تو گیا اس لیے ہر ایک نے خراج دینا روک دیا ہے۔ تب بختک کہا کہ امیر کی عمر دراز ہو تمہارے ہوتے خراج میں قصور کیوں ہوگا۔

یہ سن کر امیر نے فرمایا قسم ہے پروردگار کی جب تک ان ولایتوں سے خراج نہ لاؤں گا۔ تب تک مہر نگار کا نام زبان پر نہ لاؤں گا۔ یہ کہہ کر عمرو بن عمیہ ضمیری اور معدی کرب کو تاکید فرمائی کہ تمام لشکر کو تیار کر کے خیمہ باہر نکالو یہ کہکر امیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ راہ دکھانے والا امیر کے ساتھ کرو۔ بختک نے عرض کی قارون دیو بند کے بیٹے کو ہمرکاب کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان ملکوں کی راہ سے یہ خوب واقف ہے۔

تب بادشاہ کی اجازت سے بختک نے پسر قارون دیو بند کو بلا کر امیر کے پاؤں پر ڈالا اور کہا تم امیر کو راہ بتاتے جانا اور ظاہر میں تو یہ بات ہے۔ الگ بلا کر بختک نے دو مثقال زہر دیا اور کہا کہ اے پسر قارن یونان کی راہ دو ہیں۔ ایک نزدیک کی اور دوسری دور کی۔ نزدیک کی راہ میں تین منزل پانی نہیں ہے۔ تو امیر کو ہر حیلہ اس راہ سے لے جانا اور صرف اپنے ساتھ پانی لینا اور امیر کو بہر کیف پانی میں زہر ملا کر دینا۔ پسر قارون نے یہ بات قبول کی اور امیر کے ہمراہ ہوا۔ جب منزل بہ منزل دور اہے پر آئے تو پسر قارون نے امیر سے عرض کی کہ اے امیر یہ راہ سخت ہے کہ اس میں تین دن تک پانی نہیں ملتا اور دور بھی ہے اور یہ راہ نزدیک مگر ایک روز کا پانی چاہیے کہ لشکر اپنے ساتھ اٹھا لے کیونکہ اب ایک منزل پانی نہ ملے گا۔ تب امیر نے عرض کی عمرو بن عمیہ کو حکم دیا کہ لشکر کو کہہ کر ایک دن کا پانی اپنے ساتھ اٹھا لیں۔ پس امیر کے حکم سے تمام لشکر نے ایک دن کا پانی بھر لیا۔ امیر پسر قارن معہ لشکر چل دیئے۔ جب ایک منزل گئے تو پانی خرچ ہو گیا۔ دوسرے دن کوچ کیا تو ساری راہ میں پانی نہ پایا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے پسر قارون کیا کرنا چاہیے کہ پانی نظر نہیں آتا۔

تب پسر قارون نے عرض کی کہ اے امیر اس میں میرا قصور نہیں میں آگے ایک مرتبہ اس راہ سے گیا تھا تو بہت سے تالاب اور کنوئیں دیکھے۔ میں نے اس اعتبار پر پانی کی نسبت ایک دن عرض کیا تھا شاید کہ وہ تمام تالاب اور کنوئیں سوکھ گئے ہوں۔ غرض امیر نے وہاں مقام نہ کیا۔ آگے چلے اور لشکر مارے پیاس کے ہلاک ہونے لگا تمام پہلوان عرب کے ایک جگہ کھڑے ہوئے اور عمرو پانی ڈھونڈنے گیا۔ امیر پیاس کے مارے ہلاک ہونے لگا اور پسر قارن سے فرمایا خبر لو کہ اگر تمہارے ہاں کچھ پانی ہے تو تھوڑا سا منگاؤ اول تو پسر قارون منکر ہوا پھر بعد کچھ دیر کے ایک پیالہ زہر ملے پانی کا

بھر کر منگایا اور امیر کو دیا۔ جب امیر نے وہ پیالہ لیا تو امیر کا ہاتھ کانپا۔ تب حمزہ نے اس پانی کے پینے سے ہاتھ روکا اور تصدیق فرمائی اور دل میں سوچا کہ جب گستم کی لونڈیوں نے زہر دیا تھا تو اس وقت بھی میرا ہاتھ کانپا تھا اور اب بھی کانپتا ہے۔

یہ سن کر پسر قارون نے کہا کہ پیاس کے سبب آپ کا ہاتھ کانپتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عمرو بن عمیہ ایک مشک پانی کی بھر کر لایا اور دور سے پکارا کہ امیر یہ پانی جو پسر قارون نے دیا ہے اسے ہرگز نہ پینا۔ امیر نے یہ سنتے ہی پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اتنے میں عمرو نزدیک آیا اور کہا کہ یا امیر میں جنگل میں ادھر ادھر پانی ڈھونڈتا تھا کہ یکا یک ایک بوڑھا آیا اور مجھ سے پوچھا کیا ڈھونڈتا ہے۔ میں نے کہا پانی ڈھونڈتا ہوں کہ امیر لشکر سمیت پیاس سے ہلاک ہوتا ہے۔ تب اس پیر مرد نے اپنا عصا زمین پر مارا فوراً ایک چشمہ پیدا ہوا اور جب میں اس پانی سے مشک بھر کر چلا تو وہ بوڑھا بولا اے عمرو! امیر سے کہو جو پانی تمہیں پسر قارون نے دیا ہے ہرگز نہ پینا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ تب وہ پیالہ پانی کا عمرو کے منع کرنے سے امیر نے نہ پیا اور پسر قارون کو بلا کر فرمایا کہ یہ پانی تو پی یہ سن کر پسر قارون نے وہ پیالہ امیر کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا لعنت ہے پسر قارون کی زندگی پر کہ امیر کی اتنی خدمت کی اور اس قدر جانفشانی پر بھی امیر کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوا۔ پس پسر قارون نے یہ کہہ کر پانی کا پیالہ زمین پر دے مارا۔ امیر نے کہا اے حرامزادے اب تو اپنی حرامزدگی کو چھوڑ۔ پسر قارون نے کہا کہ میں کیا حرامزدگی کرتا ہوں۔ امیر نے کہا صبر کر میں تیری حرامزدگی ظاہر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جس جگہ پیالہ پھینکا تھا، ہاں کی مٹی اٹھا کر اسے نچوڑ کر قارون کے غلام کو پلایا۔ وہ غلام اس پانی کے پینے سے وہیں مر گیا اور اس زہر سے اس کا بدن چیخ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ تب معدی کرب تلوار کھینچ کر اس پر دوڑا اور وہ اس قت امیر کے پیچھے جا چھپا اور کہا۔ امیر میرا گناہ خدا کے لیے معاف کرو۔

امیر نے کہا اب تو تیرا گناہ معاف کرتا ہوں۔ لیکن آگے خبردار رہنا غرض امیر کے سارے لشکر نے خوب پانی پیا او: جانوروں کو پلایا اور امیر کے لشکر کا ایک آدمی بھی ہلاک نہ ہونے دیا۔ مگر پسر قارون کے سو آدمی منزل بمنزل چلنے لگے۔ آخر بعد از قطع منازل طے کر کے یونان پہنچے اور شہر کے باہر چار کوس کے فاصلہ پر اترے۔ کہتے ہیں کہ یونان کے بادشاہ کو حدیث یونانی کے نام سے اور اس کے دو بھتیجے تھے اور ہر ایک قد چار کم چالیس گز تھا ایک کا نام استفتانوس اور دوسرے کا صدقنوش تھا اور یہ دونوں پہلوان حدیث کے کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ہر ایک کے ماتحت دس ہزار سوار تھے۔ امیر نے حدیث یونانی کے نام اس مضمون کا فرمان لکھوایا کہ۔

باج وخراج لے کر بارگاہ اساس میں حاضر ہو تو بہتر ورنہ اس طرح ماروں گا کہ ماہیان دربار مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ وزاری کریں گے۔ پس امیر المومنین عباس نے اس طرح لکھا کہ بعد حمد خدا تعالیٰ مدح خاندان ابراہیم علیہ السلام خراج نوشیرواں کے پاس نہیں پہنچا۔ اس لیے تمہارے اوپر مجھے نامزد کیا ہے پس نامہ دیکھتے ہی تین سال کا خراج لے کر اگر حاضر ہو گا تو امان دوں گا ورنہ صبح کو لڑائی کی تیاری ہے طبل جنگ بجوا کر فوج قاہرہ یونان کے قلعہ کا پتھرا کھاڑ دوں گا اور تجھے سولی پر چڑھاؤں گا۔

جب یہ نامہ مرتب ہوا تو امیر نے فرمایا کہ کون لے جائے گا۔ اس وقت پسر قارن نے عرض کی کہ اگر حکم ہو گا تو میں لے جاؤں گا اور اسے سمجھا دوں گا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ نامہ اس کو دے دو اور ہمارے لشکر کے ایک سو سوار اس کے ہمراہ کر دو پس وہ نامہ اور ایک سو سوار اس کے ہمراہ یونان کو گئے اور حدیث یونانی کے دربار میں اترا۔ حدیث یونانی پسر قارون کو دیکھتے ہی تخت سے اتر کر نیچے آیا اور اس کو گلے لگایا اور بعد ملاقات کے پسر قارون نے اپنی پگڑی اس کے

سامنے دے ماری اور کہا داد بیداد کہ یہ عرب کشکینہ یوس جو بالوں اور جنگل میں دودھ سے پلا ہوا ہے کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا اور اس نے اتنا مرتبہ پا کر اپنے دماغ کو یہاں تک بگاڑ رکھا ہے کہ بادشاہ کی بیٹی کی آرزو رکھتا ہے۔

اس کے بعد ابتدا سے انتہا تک یہ قصہ حدیث سے بیان کیا۔ تب حدیث بولا اے سردار تو خاطر جمع رکھ اگر حمزہ ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا یہ کہہ کر پسر قارون کو خلعت دیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور کہا کہ ان سواروں کو جو تیرے ہمراہ ہیں تیرے ہیں کہا میرے نہیں ہیں۔ کہا ان سواروں کے حق میں کیا سیاست کرو۔ کہا کہ ایک ایک کو قلعہ کے کنگر پر چڑھا کر سر کاٹ کے خندق پر گرانا چاہئے۔ حدیث نے کہا ان کا مارنا مصلحت نہیں۔ پس ہر ایک کا ایک ایک کان اور ایک ایک ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دو۔ اس نے کہا جو تیری مرضی ہو سو بہتر ہے۔

استفتانوش یہ بات سن کر غصہ سے جوش میں آیا اور کہا اے پہلوان تو بزرگ زادہ ہے۔ لیکن نامرد ہے کیونکہ جس نے تیری جان بخشی کی اور تیرے تجمل کے واسطے اپنی رکاب کا جلوس تیرے ہمراہ کیا تو اب اس سے بدی کرتا ہے اور ان کے سواروں کے حق میں سیاست کرنے کو کہتا ہے۔ جب استفتانوش نے یہ بات کہی تو پسر قارون و حدیث دونوں چپ ہوئے اور ان سواروں نے استفتانوش کو دعا دی اور وہاں سے امیر کے پاس آئے اور تمام حقیقت بیان کی۔

امیر نے استفتانوش کی عقل پر آفرین کی اور ان دونوں کے حق میں فرمایا کہ قسم ہے پروردگار کی کہ ہمیں جب یہ ملیں گے تو میں انہیں بغیر اسلحہ کے ماروں گا۔ کیونکہ ہتھیار مردوں کے واسطے ہیں اور یہ دونوں نامرد ہیں۔ پھر فرمایا کہ نار اور لکھو اور عمرو کو دو اور عمرو یہ خط لے کر حدیث کے دربار میں آیا اور چوبداروں کو کہا کہ خبر دو کہ عمرو بن عمیہ ضمیری آیا ہے۔ عمرو کے آنے کی چوبداروں نے حدیث کو خبر دی حدیث نے پسر قارون سے پوچھا کہ عمرو کون ہے پسر قارون نے کہا کہ افسوس ہے اگر ہزار امیر ہوتے اور یہ ایک عمرو نہ ہوتا۔ حدیث نے کہا کہ عمرو کو بلا لو اور اسے دربار میں آنے دو۔

جب عمرو دربار میں آیا اور دیکھا کہ پسر قارون حدیث کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ تب عمرو نے استفتانوش کو تسلیم کیا حدیث نے کہا اے عیار تو نے میرے پہلوان کو تسلیم کیا اور مجھے کیوں نہ کی۔ عمرو نے کہا کہ تواضع اور سر جھکانا مردوں کے واسطے ہے تو نامرد ہے اس لیے تجھے تسلیم نہیں کی۔ جب عمرو نے یہ بات کہی تو حدیث کو غصہ آیا اور طیش کھا کر پکارا کہ اس عیار کو پکڑ لو۔ یہ سنتے ہی حدیث کے غلام چاروں طرف سے تلواریں لے کر دوڑے اور عمرو نے بھی خنجر نکالا اور شیشہ تفت کا کھولا کہ اے حدیث میں امیر حمزہ کا خط لایا ہوں۔ تب حدیث ضروری جان کر تخت سے اٹھا اور دونوں ہاتھوں میں لفافہ لے کر پڑھا۔ جب مضمون سے واقف ہوا تو کہا اے عمرو جا کر امیر سے کہو سویرے تیری اور میری لڑائی ہوگی تب عمرو امیر کے پاس آیا اور ساری حقیقت بیان کی۔

یہ سن کر حمزہ نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں کہو کہ فجر کو لڑائی ہے جب یہ خبر لشکر میں ہوئی کہ صبح جنگ مقرر ہے تو جتنے بہادر تھے انہوں نے اچھی اچھی پوشاکیں پہنیں اور روپے و اشرفیاں خیرات کیں کہ فجر کو دیکھئے کہ اپنے باپ دادا کا نام کون روشن کرتا ہے اور کس کی عمر کا پیالہ لبریز ہوتا ہے اور کون میدان میں امیر کے قدموں میں جان نثار کرتا ہے۔

یہ اسی گفتگو میں تھے کہ رات گذر گئی اور صبح کا ستارہ چمکا اور ساری دنیا کو روشن کیا۔ تب حدیث نے طبل جنگ بجوایا اور میدان میں آ کھڑا ہوا اور حکم میدان آرائی کا دیا اور بیلداروں نے آ کر جھاڑ پھونس کاٹ کر میدان ہموار و صاف کیا۔

شہریار کی عمر دراز ہو۔ حدیث یونانی میدان میں آیا ہے یہ سن کر امیر بھی میدان میں آئے جب دونوں لشکر آراستہ ہوئے تو عیار پکارے کون مرد ہے جو قصد میدان کا کرے اور کون بہادر ہے جو باپ دادا کا نام روشن کرے۔ یکا یک

ایک پہلوان حدیث کے لشکر سے باہر آیا اور پکارا جانتا ہے یا کہ نہیں میرا نام استفتانوش ہے یہ سن کر حمزہ نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی طرف دیکھا کہ بائیں ہاتھ کے طبل اور نقارے بجے اور علموں کو جلوہ دیا اور لندھور اپنا ہاتھ بڑھا کر امیر کے سامنے آیا اور اجازت میدان کی چاہی امیر نے کہا جاؤ لندھور اپنے فیل منگوسی پر سوار ہو کر چلا اور استفتانوش کے مقابلہ میں کھڑا ہوا۔ استفتانوش بولا کہ اے پہلوان دراز قد کون ہے اور نام کیا ہے؟ کہ بے نام ونشان نہ مارا جائے لندھور نے کہا میں بادشاہ ہند ہوں۔

استفتانوش نے گرز سر سے بلند کیا اور لندھور نے سر کو چہرے کی پناہ کیا اور استفتانوش نے وہ گرز لندھور کے سر پر مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی اور لندھور کے بدن سے پسینہ جاری ہوا پھر لندھور نے استفتانوش سے کہا اب میری باری ہے تب لندھور نے اپنا گرز استفتانوش کے سر پر ایسا مارا کہ ایک شعلہ آگ کا نکلا۔ لیکن استفتانوش نے ہنس کر کہا کہ اے لندھور بہت دنوں سے تیرا نام سنتا تھا پر ویسا ہی پایا۔ القصہ کہ دونوں پہلوانوں کو لڑتے لڑتے رات ہوئی۔ لیکن دونوں برابر رہے پھر طبل بازگشت بجوایا اور اپنے اپنے لشکر میں پہنچے۔ امیر نے لندھور سے پوچھا کہ استفتانوش کیسا ہے؟ لندھور نے کہا کہ تمام عمر میں امیر کے بعد اس سے کام پڑا۔ غرض وہ رات ختم ہوئی اور طبل لڑائی کا بجا اور دونوں میدان میں آئے اور استفتانوش نے گھوڑا میدان میں دوڑایا اور پکارا کہ امیر کے سرداروں میں سے کون آسکتا ہے تب امیر نے دائیں بائیں دیکھا تو معدی کرب نے گھوڑے کو لگام دے کر امیر سے اجازت طلب کی۔ تب امیر نے کہا جاؤ خدا کو سونپا۔

عمرو معدی کرب گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے حریف کے روبرو کھڑے ہوئے تب استفتانوش بولا کہ حمزہ تو ہی ہے عمرو کرب نے کہا کہ بہت لاف زنی مت کر۔ اگر مرد ہے تو حملہ کر استفتانوش نے گرز ہاتھ میں لیا اور معدی کرب نے ڈھال سر پر مگر استفتانوش نے گرز اس زور سے مارا کہ معدی کرب کی تین سو ساٹھ رگ تک پہنچ گئی اور بے صبری ہوئی۔ معدی کرب کا گھوڑا لغزش میں آیا پھر معدی کرب نے کہا ایک ضرب اور بھی تجھے دی۔ تب استفتانوش نے دونوں ضرب کر لیے پھر معدی کرب بولا۔

تو صر بے زری ضرب مانوش کن　　غم دین و دنیا فراموش کن

معدی کرب نے یہ کہکر استفتانوش کے ایسا گرز مارا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ غرض اسی طرح لڑتے لڑتے شام ہوئی نہ فتح نہ ظفر۔ آخر طبل بازگشت بجوا کر اپنے اپنے مقامات پر گئے۔ جب رات گذری دن آیا۔ تب دونوں طرف سے طبل جنگ بجے اور فوجیں میدان میں آئیں تو استفتانوش نے اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا اور نعرہ کیا کہ حمزہ اپنے یاروں کو بھیجتا ہے اگر مرد ہے تو خود میدان میں آئے۔ تب امیر نے مقبل حلبی سے کہا کہ میرے ہتھیار لاؤ۔ موجب ارشاد ہتھیار حاضر کیے امیر نے پہلے جبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہنا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا پیرہن گلے میں ڈالا اور نرمی کے واسطے حریری پارچہ زیر نعل کر کے زرہ داؤدی پہن کر کمر بند اسحٰق علیہ السلام کا باندھا اور ہود نبی علیہ السلام کا خود نہایت تزک واحتشام سے سر پر رکھا اور حضرت صالح پیغمبر کے موزے پاؤں پر چڑھا کر صمصام وقمقام کمر سے لگائیں اور سپر بفت پر لٹکا کر خنک بہتر اسحاق سوار ہوئے اور لکس رانی اور جلو کے ساتھ فوج راست وچپ کا مجرا لیتے ہوئے میدان میں آئے تب استفتانوش نے کہا کہ اے پہلوان شاید تو ہی حمزہ ہے امیر نے فرمایا کہ ہم ہی ہیں امیر کا یہ جواب سن کر استفتانوش نے کہا۔

بیاتا چہ داری زمردی نشان کمانے کیانی وگرز گراں

امیر نے فرمایا کہ میری اور میرے یاروں کی یہ رسم نہیں کہ حریف پر پیش دستی کریں۔ پہلے تو حملہ کر کہ تیرے دل میں ارمان نہ رہے کہ حمزہ پر حملہ نہ کیا کہ استفنانوش نے گرز اٹھایا اور امیر کے سر پر مارا کہ اس کی ضرب سے خنک الحق لرزے میں آیا۔ امیر نے گرز کی روک لی اور فرمایا کہ اے بہادر دو حملے اور کر پھر استفنانوش نے اپنی طاقت خرچ کر کے دو حملے کیے اور امیر نے یہ تینوں حملے روکے۔

جب امیر کی نوبت آئی تب امیر نے حشام کے گرز پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ یہ گرز میرا نہیں ہے کسی سے مانگ کر لایا ہوں۔ مگر خبردار رہنا یہ کہہ کر اور دونوں پاؤں رکابوں میں استوار کر کے اور قاش زین کو خالی چھوڑ کر یہ قوت تمام استفنانوش کے سر پر مارا کہ اس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور استفنانوش زمین پر گرا۔ اور گرتے ہی سنبھل کر تلوار کھینچی اور قصد امیر کا کیا امیر نے گھوڑے سے جلد اتر کر اپنے پیچھے کیا اور تلوار چلائی امیر نے تازیانے کے اشارے سے اسے روکا اور تلوار ٹوٹ گئی اور قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا۔ پھر وہ قبضہ امیر کی طرف پھینکا تو قبضہ زمین پر گرا اور عمرو نے اٹھا کر رکھ لیا۔

یہ دیکھ کر استفنانوش نے کہا کہ دیتا ہے یا نہیں ورنہ ایک تیر حلق پر مارتا ہوں۔ عمرو نے کہا۔ زیادہ لاف زنی مت کر اگر مرد ہے تو قبضہ مجھ سے لے۔ تب استفنانوش نے کمان کے چلہ میں تیر جوڑا اور عمرو نے کاغذ کی ڈھال کی۔ استفنانوش نے تیر چلایا لیکن اس کے چلہ سے عمرو نے جست کر کے ہوا پر جا کر ایک لات استفنانوش کی گردن پر ماری اور ایک سوٹا اس کی کمر پر ایسا مارا کہ استفنانوش بے ہوش ہو گیا۔ تب اس نے ہوش میں آ کر دوسرا تیر چلایا۔ عمرو نے وہ بھی بدستور روکا۔ تب امیر نے کہا کہ اے استفنانوش تو اگر عقل رکھتا ہے تو عمرو کے ساتھ لڑائی ہرگز نہ کر۔ کیونکہ اس سے کوئی بھی سر نہیں آ سکا۔ استفنانوش نے کہا تم سچ کہتے ہو یہ کہہ کر امیر پر دوسری تلوار چلائی کہ امیر کی ڈھال سے اچٹ کر پیٹھ پر لگی۔ تب امیر کو غصہ آیا اور اس بدذات کو پکڑ کر کہا اے استفنانوش میں نعرہ کرتا ہوں۔ جواب دیا کہ میں بچہ نہیں ہوں جو مجھے نعرہ سے ڈراتا ہے مجھے تیرے نعرہ کا ذرا بھی ڈر نہیں ہے تب امیر نے عمرو سے کہا اور عمرو نے اپنی ٹوپی ہوا میں اڑائی تا کہ اپنا اشارہ لشکر اسلام معلوم کرے کہ امیر نعرہ کرتے ہیں اس وقت تمام لشکر نے اپنے اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں رکھی اور استفنانوش کے لوگ بے خبر تھے۔

عمرو کے ہمراہ عیاروں نے بمعہ استفنانوش کے لشکر کی راہ لی اور امیر نے نعرہ کیا۔ تب اس کے گھوڑے اپنے اپنے سواروں کو ٹپک کر بھاگ گئے اور عمرو اس کے ساتھیوں نے ان کے گھوڑے پکڑ لیے اور اپنے لشکر میں لے آئے اور امیر نے استفنانوش کو سر پر اٹھایا اور ایسا پھرایا کہ تمام نے دیکھا اور آفرین کی پھر اس کو اوپر سے آہستہ سے اتار کر عمرو نے اس کو باندھا تب صدفنوش نے اپنے بھائی کو اس طرح دیکھا وہ تلوار کھینچ کر میدان میں آیا اور امیر پر تلوار چلائی امیر نے ایک ہاتھ سے تلوار کو اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر دوال پکڑی اور پاؤں رکاب سے نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ گھوڑا اس کے نیچے سے نکل کر چالیس قدم دور جا کر گرا۔ اور صدفنوش امیر کے ہاتھ میں رہ گیا تب امیر نے اسے سر پر لے جا کر زمین پر پٹکا اور عمرو نے اسے بھی باندھا اور اس وقت طبل اور نقارے فتح کے بجوائے اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر آئے اور مجلس آرائی کا کام شروع ہوا اور سلطان اپنے دنگل پر بیٹھے اور ساقیان سیمیں ساق اور سطر بان خوش آواز مرصع کار پیالے اور جواہر نگار صراحیاں لے کر حاضر ہوئے اور مجلس میں دور چلنے لگے اور طبلوں پر تھاپ پڑی تو اس وقت امیر نے فرمایا کہ استفنانوش اور صدفنوش کو لاؤ۔ تب بموجب ارشاد کے دونوں کو حاضر کیا۔ امیر نے

پوچھا۔اے پہلوانو! میں نے تمہیں کیونکر باندھا کہا جیسے مردمردوں کو اور شیر شیروں کو پکڑتے ہیں۔تب امیر نے ان کو خلعت دیئے اور سونے کی کرسیوں پر بٹھایا اور عمرو بن عمیہ نے حلقے دونوں کے کانوں میں ڈالے امیر نے استفتانوش سے کہا کہ اب حدیث کیا کرے گا۔

استفتانوش نے کہا وہ فقط ہماری قوت پر لڑتا تھا اب تو صلح کرے گا۔یہ قصہ یہاں تک رہا۔اب دو کلمے حدیث کے متعلق سنئے جب یونانی میدان میں اترا تو پسر قارون کو بلایا اور کہا مجھے ان دونوں پہلوانوں کی قوت پر ناز تھا۔پسر قارون نے کہا رات ہی رات کی لڑائی کی جگہ سات کنوئیں کھودنے کا حکم دو اور ان کے اوپر باریک بانس بچھا کر اور کیچڑ پھیلا کر مٹی چھڑکو اور جب صبح ہو تو میں جا کر بولوں گا کہ امیر اگر مرد ہے تو میرے اوپر حملہ کر جب وہ آئے گا تو کنوئیں میں گرے گا تب تمام لشکر ایک توبڑہ مٹی اپنے ساتھ بھرا ہوا بلوا کر کنواں پاٹ دینا چاہیے۔حدیث نے اسی وقت حکم دیا پسر قارون کہتا ہے ویسا ہی کرو تب پسر قارون کی تجویز کے مطابق کنوئیں تیار کئے گئے جب فجر ہوئی تو نقارہ بجوا کر حدیث میدان میں آیا اور امیر کو بھی خبر ہوئی اور استفتانوش سے فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ حدیث صلح کرے گا۔وہ لڑنے کو آیا ہے۔استفتانوش نے کہا کہ پسر قارون اسے مصلحت لڑائی کی دے کر لایا ہے۔امیر بھی سوار ہوئے تو پسر قارون میدان میں کھڑا ہو کر پکار رہا ہے کہ اے حمزہ اگر تو مرد ہے تو میدان میں آ اور مجھ پر حملہ کر۔

امیر نے جب سنا تب ہتھیار کھول کر اس پر گھوڑا اڈالا اور کنوئیں کے کنارے پر آ کر گھوڑا امیر کا رکا امیر نے ایڑی اور کوڑے مارے تب گھوڑے نے جست کی گھوڑے کے اگلے پاؤں کنوئیں سے باہر پڑے اور پچھلے کنوئیں کے اندر گھوڑا تو نکل گیا مگر امیر کنوئیں کے اندر گرے اور حدیث کے لشکر نے مٹی ڈال دی اور خندق پر پانی بھروا دیا یہاں عمرو کنوئیں میں اترا تو امیر کو نہ پایا کیونکہ امیر وہاں سرنگ کھود رہا تھا اور کہتے تھے یا الٰہی یہ سرنگ حدیث کے دربار میں جا نکلے۔

جب عمرو نے امیر کو نہ پایا تو کوڑا اٹھا کر ادھر ادھر تلاش کرنے لگا جب بہت جستجو کی تو وہاں ایک راہ نظر آئی اور کھودنے کی آواز سنائی دی تب عمرو بھی اس سوراخ میں گھسا اور دیکھا کہ امیر خنجر سے سرنگ کھود رہے ہیں امیر ڈرے کہ یہ کیا بلا پیدا ہوئی ہے امیر نے چقماق کمر سے کھول کر الگ جھاڑی اور عمرو کو دیکھ کر ہنسے اور کہا اے عیار تو اپنا مسخرا پن چھوڑ۔عمرو نے پوچھا آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ امیر نے فرمایا سرنگ کھودتا ہوں اور انشاء اللہ یہ سرنگ حدیث کے دربار میں نکلے گی اور میں حدیث کو تخت سمیت ٹپکوں گا۔عمرو نے کہا کھودنا میرا کام ہے مٹی تم نکالو۔تب عمرو نے کھودنا شروع کیا اور امیر مٹی نکالنے لگے یکا یک عمرو کے خنجر کی نوک حدیث کے تخت کو لگی۔تب عمرو تخت کے نیچے چھپا اور امیر باہر نکلے تو حدیث تخت پر اور پسر قارون کرسی پر اس کے آگے بیٹھا لاف زنی کر رہا تھا۔حدیث تو نے دیکھا کہ میں نے یہ حیلہ اسی واسطے کیا تھا۔یہ اسی بات میں تھا کہ یکا یک پسر قارون کی نظر امیر پر پڑی تو جلدی سے باہر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کا راستہ لیا۔امیر نے نعرہ کیا اور حدیث کا تخت اٹھا کر زمین پر مارا اور عمرو نے دوڑ کر حدیث کو باندھا اور یہ شور تمام شہر میں ہوا یہ سنکر پہلوان دوڑے اور قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گئے۔

امیر نے کہا اے یارو! خبردار ہو کہ پسر قارون کہیں جانے نہ پائے اتنے میں یہ خبر پہنچی کہ پسر قارون شہر سے باہر گیا ہے یہ سنتے ہی ایک کھلی پیٹھ کے گھوڑے پر سوار ہو کر امیر دوڑے اور عمرو بھی ہمراہ ہوا تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک چرواہا بھاگا جا رہا ہے عمرو نے کہا مت بھاگ کھڑا رہ اس نے کہا کھڑا ہوں۔کیا کہتے ہو۔امیر نے کہا کہ کوئی سوار اس راہ سے گیا ہے اس نے کہا ایک سوار ابھی ادھر سے آیا اور مجھے کئی کوڑے مار کر میری روٹیاں چھین لیں اور چلا گیا۔اس واسطے

میں تمہیں دیکھ کر بھاگنے لگا کہ خدا جانے تم بھی میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔

امیر نے کہا تو میرے ہمراہ چل کہ میں تیری روٹیاں دلاؤں۔ غرض کہ چرواہا عمرو اور امیر ایک ساتھ چلے اور پسر قارون قریب دس کوس گیا تھا تو دل میں خیال کیا کہ اگر امیر نے میرا پیچھا کیا تو چار کوس سے زیادہ نہ کرے گا اور میں دس کوس آ چکا ہوں۔ یہ خیال کر کے ایک حوض کے کنارے اترا اور کپڑے اتار کر نہانے لگا۔ عمرو امیر اور چرواہا یہ تینوں وہاں آ پہنچے اور کہا اے کافر تو کہاں جائے گا۔ پسر قارون نے کہا کہ مجھے کپڑے پہننے اور ہتھیار لگانے دو امیر نے اس کے کپڑے اور گھوڑا اور ہتھیار اور روٹی چرواہے کو دی اور اسے قید کر کے ہمراہ لیا اور چرواہا کپڑے پہن کر ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر امیر کے ساتھ چلا اور راہ میں عمرو سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا کہ امیر حمزہ بن عبدالمطلب ہیں تب چرواہا دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گرا تب امیر نے پوچھا کہ کیا چاہتا ہے عرض کیا کہ میں گاؤں کے ایک پٹیل کی بیٹی پر عاشق ہوں۔ لیکن جب وہاں جاتا ہوں تو پٹیل کے نوکر مجھے مارتے ہیں امیر نے کہا کہ تو اس پٹیل کے گھر کا راستہ بتا دے اس نے امیر کو پٹیل کے گھر کا راستہ بتا دیا جب امیر اس پٹیل کے گھر گئے تو پیچھے پیچھے یہ آپ بھی گیا اس بستی کے لوگ اس کو اس حال میں دیکھ کر متعجب ہوئے۔ پٹیل کو امیر کے آنے کی خبر دی گئی۔ پٹیل باہر آیا امیر نے فرمایا کہ تو اپنی بیٹی اس چرواہے کو دے اس نے اپنی بیٹی چرواہے کو دی۔ امیر نے عمرو سے کہا کہ جا کر لشکر یہاں لے آؤ۔ القصہ عمرو جا کر تمام لشکر کو وہاں لایا اور وہاں خیمہ برپا کیا۔ پھر امیر نے اپنے سپاہیوں کو کہا کہ حدیث کو حاضر کرو بموجب حکم کے حدیث کو حاضر کیا امیر نے کہا اے حدیث کہو خدا ایک ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین برحق ہے۔ حدیث نے کہا میں نے یہ بات ہرگز نہ مانوں گا۔ تب امیر نے حکم دیا کہ اسے استفنانوش کے حوالے کرو پس استفنانوش نے تلوار نکال کر تن سر سے جدا کیا اور امیر نے دوسرے دن یہاں سے رخصت ہو کر روم کا راستہ لیا۔

امیر حمزہ کا عزیز مصر کی بیٹی سے عقد

امیر باتوقیر جب سرحد روم میں پہنچے تو امیر المومنین عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا قیصر روم کو خط لکھو غرض حضرت عباس نے خط لکھا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف سے قیصر روم کو معلوم ہو کہ تین سال کا خراج زیر پایۂ تخت نوشیرواں عادل نہیں پہنچا اس واسطے مجھے تم پر نامزد کیا ہے کہ بازور جبر لو۔ سو یونان میں جا کر وہاں کے پہلوانوں کو قابو میں کیا۔ اب تیرے شہر میں آیا ہوں اور تجھے خبر کرتا ہوں کہ بادشاہ ہفت کشور کا یہ حکم ہے کہ تین برس کا اخراج اپنی گردن پر لے کر حاضر ہو ورنہ جو حال حدیث کا ہوا ہے وہی تمہارا ہوگا۔

جب یہ نامہ مرتب ہوا تو عمرو بن عمیہ کے حوالے کیا گیا اور عمرو نامہ لے کر قیصر روم کے دربار میں گیا اور کہا قیصر روم کو خبر دو کہ قاصد امیر حمزہ کا آیا ہے دربان دوڑے قیصر روم کو خبر دی۔ قیصر نے حکم دیا کہ اسے بلاؤ بموجب حکم قیصر عمرو کو بلایا اور عمرو نے خط حمزہ کا قیصر کے روبرو پیش کیا۔ قیصر روم نے پھاڑ کر پھینکا۔ تب عمرو نے کہا اے کافر تیری مجال ہے کہ امیر نامہ پھاڑ دے تب قیصر روم نے کہا اس مسخرے کو پکڑ لو قیصر کے حکم سے چوبدار دوڑے۔ تب عمرو نے خنجر نکالا اور کود کر دربار سے نکلا اور اپنے لشکر میں آ کر امیر کے روبرو تمام حقیقت بیان کی۔ دوسرے روز قیصر روم دس لاکھ سوار سے میدان میں آیا۔ تب جاسوسوں نے جا کر امیر کو دعا دی اور کہا۔

عمر دراز ہو شہر یار عالم کی۔ قیصر روم نقارہ بجوا کر خود میدان میں آیا۔ تب امیر نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں جا کر حکم دو کہ وہ بھی نقارہ لڑائی کا بجوا کر میدان میں جائیں۔ جب دونوں لشکر میدان میں گئے اور صف آراستہ ہو چکی تو نقیبوں نے پکارا کہ کون مرد ہے جو میدان میں آ کر اپنا اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اتنے میں قیصر کے لشکر سے استقلان پہلوان نکلا اور میدان میں آ کر نعرہ کیا۔ کہ جس کو آرزوئے مرگ ہے وہ میدان میں آئے تب استفتانوش امیر سے رخصت ہو کر میدان میں آیا تب استقلان نے پوچھا تجھے کیا ہوا تھا کہ تو نے چچا کو مارا اور عرب کی غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا۔ استفتانوش نے جواب دیا کہ میرا چچا مسلمان نہ ہوا اس لیے میں نے اسے مارا اور حلقہ غلامی کا اس واسطے کان میں ڈالا ہے کہ حمزہ سے کوئی پہلوان بڑا نہیں ہے اور اس عرب غلامی کا مجھے کیا عیب ہے بلکہ فخر ہے تب استقلان نے کہا کہ اے استفتانوش تو نے اپنے باپ دادا کا نام کھویا ہے جواب دیا کہ مجھے اس سے کیا کام ہے اگر لڑنے کو آیا ہے تو جو ضرب رکھتا ہے لا۔

استقلان نے گرز اٹھایا اور استفتانوش نے بھی ادھر گرز آزمایا۔ غرض دونوں پہلوانوں کو لڑتے لڑتے شام ہوئی اور آفتاب بحر فلک میں غرق ہوا تو اس وقت دونوں پہلوانوں نے تلواریں نکالیں۔ لیکن نہ اسے فتح ہوئی نہ ظفر۔ آخر کار دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں میں آرام پذیر ہوئے۔ جب دوسرا روز ہوا تب استقلان رومی آیا اور نعرہ کیا کہ اے عرب اگر مرد ہے تو میدان میں آ کر تجھ سے دست بوسی کروں گا جب امیر نے یہ آواز سنی تو آپ ہتھیار لگائے اور خنک مہتر اسحاق پر سوار ہوئے۔ استقلان نے کہا اے پست قد تو کون ہے؟ میں نے امیر حمزہ کو بلایا ہے تو کیوں آیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے اس قد و قامت خداداد سے ساری دنیا کے پہلوانوں کو زیر کر کے ان کے کانوں میں غلامی کے حلقے ڈالے ہیں اور تمام دنیا میں پہلوانی کا شہرہ حاصل کیا ہے میں ہی حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔

اس پر استقلان نے کہا کہ شاید تو جادوگر ہے جو اس قد میں تمام دنیا کو زیر کیا ہے امیر نے فرمایا کہ جادوگروں پر خدا کی لعنت کرتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ ہی نے امیر کو جادوگروں اور کافروں کو مارنے کا حکم دیا ہے اور یہ طاقت بخشی ہے کہ ان پر فتح پاؤں اور بولے جو تو ضرب رکھتا ہے وہ لا۔ استقلان نے گرز کو اور امیر نے سپر کو اٹھایا۔ عمرو نے عربی زبان میں کہا کہ قیصر روم کے دس لاکھ جوان ہیں۔ خدا جانے ان میں کتنے پہلوان ہیں اگر آپ دو دو یا تین تین سے لڑیں تو بھی بر نہیں آئیں اور ملک بھی فتح نہ ہوگا۔ امیر نے فرمایا خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ کہ کیا ہوتا ہے القصہ استقلان نے گرز امیر پر ماری تو حمزہ نے سپر سے اسے روکا اور پھرتے وقت ہاتھ بڑھا کر اس کی کمر کی دوال پکڑی اور رکاب سے پاؤں نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ استقلان کے نیچے سے گھوڑا نکلا کہ بیس قدم دور جا پڑا۔ امیر نے نعرہ مار کر استقلان کو اٹھایا اور سر پر پھرایا پھر زمین پر پٹکا عمرو نے دوڑ کر اسے باندھا اور اپنے لشکر میں جا پہنچا استقلان کے چھوٹے بھائی کا نام بھی استقلان تھا۔ اس نے جب اپنے بھائی کو بندھا دیکھا تو تلوار کھینچ کر امیر پر دوڑا۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر مکہ مارا کہ وہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ عمرو نے اسے بھی باندھا جب قیصر روم نے یہ حال دیکھا تو پکارا کہ اس عرب کو ملکر مارو۔ تمام لشکر نے چاروں طرف سے یکبارگی حملہ کیا امیر نے بھی ہاتھ میں تلوار لی اور لشکر میں جیسے شیر بکریوں کے ریوڑ میں آتا ہے گھس گئے تلوار جس کے سر پر مارتے تھے تو لاش زمین کے نیچے اترتی تھی اور اپنے تمام لشکر میں حکم دیا کہ ہمارے کہے بغیر کوئی نہ آئے۔

القصہ چار گھڑی تک سپاہ روم کی امیر سے لڑی آخر شکست پائی۔ جب امیر نے دیکھا کہ تمام رومی بھاگ رہے

ہیں تب اپنے لشکر کو آواز دی کہ ان کافروں کو مارو یہ یہاں سے جانے نہ پائیں یہ سنتے ہی پہلوانان لشکر امیر نے گھوڑے اٹھائے اور دوڑے اور رومیوں کے لشکر میں گھس کر کافروں کو مارنے لگے اور عمرو معدی کرب جو حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار تھا جب لڑتا ہوا قیصر روم کے پاس پہنچا تو نعرہ کر کے اس کے گلے میں کمند ڈالی اور کھینچ کر زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر امیر کے پاس لایا امیر نے جب قیصر روم کو دیکھا تو معدی کرب پر بہت آفرین کی اور خلعت دیا اور طبل شادیانہ بجاتے ہوئے لشکر میں آئے اور پہلوانوں کی کرسی پر بیٹھے اور فرمایا قیصر روم معہ پہلوانوں کو لاؤ۔

تب بموجب حکم حاضر کیا امیر نے فرمایا کہ ان کے بند کھول دو اور ان کے کانوں میں غلامی کے حلقے ڈالو پس امیر کے ارشاد کے بموجب ویسا ہی کیا گیا۔ پھر قیصر روم کو خلعت شاہانہ پہنایا اور دوستان پہلوانوں کو بھی خلعتیں دیکر بہت مہربانی فرمائی۔ پس قیصر روم نے امیر کی یہ نوازش دیکھ کر شادمانی کی اور معہ پہلوانان عرب کی دعوت کی اور اپنے گھر کو لے گیا اور شرائط مہمانداری بجالایا اور تین برس کا خراج ادا کیا اس کے بعد حمزہ نے مقبل سے فرمایا کہ روم اور یونان کا تین سالہ محصول تو نوشیرواں کے پاس لے جا اور میں مصر کا مال لے کر آتا ہوں۔ غرض مقبل نے بموجب حکم روم یونان کا مال لے کر مدائن کی راہ لی اور منازل طے کر کے مدائن میں پہنچا اور نوشیرواں کو خبر کی نوشیرواں نے مقبل پر نوازش فرمائی اور امیر کا حال پوچھا۔

بعدہ امیر نے مصر کی راہ لی اور قیصر روم کو وہیں چھوڑا اور استقلان کو ساتھ لیا اور مصر میں پہنچے اور عزیز کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی کہ امیر روم فتح کر کے اب ادھر آیا ہے۔ تب عزیز نے وہاں کے اکابروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے سب نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ دل میں نفاق رکھ کر حمزہ کا مطیع ہونا چاہیے اور ضیافت کے بہانہ سے اسے گھر میں لا کر شراب اور کھانے میں دوا بیہوشی دے کر امیر کو معہ اس کے پہلوانوں کے باندھ لینا۔

پس یہ مشورہ طے کر کے عزیز مصر ہدیہ اور پیش کش لے کر مصر سے باہر آئے اور امیر سے ملے امیر نے اس کی بہت خاطر داری کی اور خلعت دیا اس وقت عزیز نے کہا کہ اے امیر جیسا کہ اپنی مہربانی سے قیصر روم کو سرفراز کیا ہے اسی طرح سے مجھے سرفراز کر کے میرے غریب خانہ میں تشریف لائیں۔ امیر نے قبول کیا اور دونوں یونانی پہلوانوں کو لشکر میں چھوڑ کر آپ تمام پہلوانوں سمیت شہر میں داخل ہوئے اس کے بعد شراب کا دور چلا عزیز کے حکم سے شراب میں بے ہوشی کی دوا ملائی سو پیتے ہی تمام یاروں کو بے ہوشی پیدا ہوئی اس عرصہ میں معدی کرب نے کہا کہ اے لندھور دیکھ تمام ڈیرے کے بانس کیوں تھرتھراتے ہیں۔ لندھور نے کہا کہ یہ تیرے اوپر گرے گا یہ کہتے ہی لندھور گر پڑا۔

امیر نے جب یہ حال دیکھا تو کہا اے عمرو جان لے کہ یہ حرکت ہوئی تب عزیز مصر آگے سے اٹھ کر بھاگا اور عمرو اس کے پیچھے دوڑا کہ اس کو پکڑے مگر عمرو کے پاؤں نہ اٹھ سکے اور گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ امیر دم بخود بیٹھے تماشہ دیکھ رہے تھے، جب عزیز نے حکیموں سے کہا کہ عرب کے تمام پہلوان تو بیہوش ہو گئے مگر حمزہ ابھی تک بیٹھا ہے۔ حکیموں نے کہا کہ امیر کو حرکت دینی چاہیے۔ تب بیہوش ہوگا۔ اس وقت عزیز مصر نے کچھ پہلوانوں کو حکم دیا کہ تم حمزہ پر یکباری حملہ کرو جب حمزہ پر حملہ کیا تو امیر نے چاہا کہ ایک ایک کو پکڑ کر ماریں تب تو آپ بھی لوٹنے لگے اور بیہوش ہو گئے۔ یہ دیکھ کر عزیز نے کہا کہ امیر کو اس کے پہلوانوں سمیت باندھ لو۔ پس اسی وقت امیر اور اس کے پہلوانوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈالے گئے اور راتوں رات جزیرہ طب میں پہنچایا یہ مصر سے تین کوس پر ہے تب عزیز مصر نے نوشیرواں کو ایک کاغذ لکھا کہ اے بادشاہ ہفت کشور تیرے حکم سے حمزہ بمعہ یاروں کے باندھا

ہے اب ان کے لیے کیا حکم ہے۔

جب یہ خط نوشیرواں کو ملا تو بختک سے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر کریں۔ بختک نے کہا کہ عزیز کو لکھو کہ حمزہ کو یاروں سمیت یہاں بھیجدو۔ یہ سن کر نوشیرواں فکرمند ہوا اور بزرجمہر کو دیکھا اور کہا کہ عزیز مصر نے پکڑا ہے اور مجھے لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو مار ڈالوں۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ خدا نے حمزہ کی عمر ایک سو پچانوے برس دو پہر تک لکھی ہے اس لیے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ آپ اپنی طرف سے عزیز مصر کو لکھیں کہ وہ حمزہ کا سر آپکے پاس بھیجدے گو بادشاہ خط کے پہنچنے سے پہلے خداتعالیٰ امیر کو رہائی ہی کیوں نہ دے۔

پس یہ بات سن کر نوشیرواں نے سوچا کہ خدانخواستہ جو بزرجمہر کہتا ہے ویسا ہی ہوا تو حمزہ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس کے مارنے کو کہا ہے۔ تب تو کام بہت سخت ہوگا۔ بعدازاں نوشیرواں نے عزیز کو لکھا کہ امیر کو بہت حفاظت سے وہیں رکھو کہ میں بھی وہیں آتا ہوں اور عربوں کو اپنے حضور میں جان سے مرواؤں گا جب عزیز کو یہ خط پہنچا تو وہ مضمون سے واقف ہو کر بادشاہ کے حکم پر کاربند ہوا۔ مقبل حلبی جب مدائن سے چلا تو اس نے راہ میں امیر کے قید ہونے کی خبر سنی تو وہ جلد کوچ بہ کوچ کرتا ہوا مصر میں پہنچا تو دیکھا کہ استفتانوش اور صدفنوش مصر کے قلعے سے مورچہ لگائے لڑتے ہیں۔ مقبل نے کہا اے پہلوانوں! میں نے سنا ہے کہ امیر کو حلب کے جیل خانہ میں قید رکھا ہے اور وہ دریائے نیل کی ندی کے درمیان ہے اور وہاں لڑنے کی جگہ نہیں ہے تم جہاں جیسا لڑ رہے ہو لڑو اور میں یہاں سے جزیرہ حلب کو جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا کیا کرتا ہے۔ مقبل سوداگر کا لباس پہن کر اور بہت سا سامان لے کر سوداگری میں مشغول ہوا اور جیل خانہ کے حوالدار سے خوب آشنائی پیدا کی لیکن یہ جس جیل خانہ میں اسیر تھے۔ اس جزیرہ کا مالک عزیز مصر کا داماد تھا اور عزیز کی بیٹی کا نام زہرہ بانو تھا۔

ایک رات زہرہ بانو نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور اوپر سے ایک تخت اترا جس پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہے زہرہ بانو نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور تجھے مقبل حلبی کی عورت بناتا ہوں۔ زہرہ بانو نے پوچھا کہ مقبل حلبی کون ہے اور کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ مقبل حلبی میرا فرزند ہے اور امیر حمزہ بن عبدالمطلب کا یار ہے اور اس شہر میں فلاں جگہ دوکان سوداگری کی کر رکھی ہے جب فجر ہوئی تو زہرہ بانو ہوشیار ہوئی اور حضرت خلیل اللہ کے نشان کے مطابق کپڑے خریدنے دوکان پر گئی اور مقبل کو ساتھ لیا اور بندی خانہ کی طرف گئی۔ جب دروازے پر پہنچی تو وہاں کے چوکیداروں کو بلایا اور کہا کہ اے چوکیداروں میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم میری بات کے شریک ہو گئے تو میں تمہیں امیر سے حکومت دلاؤں گی اور اس وقت ایک مٹھی بھر دینار بھی اس کو دیئے اور سرفراز کیا اور مقبل نے بھی چوکیداروں سے پہلے ہی آشنائی کر رکھی تھی اور خاص کر اس بشارت سے بہت خوش ہوئے بعدازاں زہرہ بانو نے ایک سپر ملا کر باندھی اور مقبل کو اس پر بٹھایا اور مقبل کے ہاتھ میں رسی دی تو جیل خانے کے اندر اتارا۔

جب امیر اور اس کے یاروں نے روشنی دیکھی تو انہیں یقین ہوا کہ ہمارے قتل کے لیے آئے ہیں۔ جب مقبل کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے تب مقبل امیر کے پاس آ کر پاؤں پر گرا اور رویا پھر چاہا کہ پہلے امیر کے بند کاٹوں امیر نے فرمایا کہ پہلے یاروں کے کاٹو تب یاروں کے بند کاٹے اور امیر کے بند خوشی کے سبب تمام خود بخود ٹوٹ گئے۔ مقبل نے امیر سے کہا کہ آج تک یہ بند آپ نے کیوں نہیں توڑے تھے۔ امیر نے فرمایا میں نے توڑنے کے لیے بہت زور کیا لیکن نہ ٹوٹتے تھے اب تھوڑی قوت سے ٹوٹ گئے۔ پہلے مقبل باہر نکلا پھر ایک ایک کر کے تمام باہر آئے اور سب سے بعد

میں امیر نکلے اور خدا کا شکر کیا۔ زہرہ بانو نے کہا پہلے یہاں کے حاکم کو مارنا چاہیے۔ عمرو معدی کرب نے کہا اے زہرہ بانو ہم بھوکے ہیں اگر ہمیں کھانا کھلاؤ تو بہتر ہے۔

زہرہ بانو نے کہا کہ یہ چرچا عام ہے کہ میرا باپ تمہارے قتل کے لیے صبح آئے گا۔ اس لیے کھانا پکا کر اس کے واسطے تیار کر رکھا ہے تو چلو وہ کھانا کھالو امیر اور پہلوان زہرہ بانو کے ہمراہ باورچی خانہ میں آئے اس وقت امیر نے کہا کہ کوئی عزیز کے داماد کو میرے پاس لائے تب کھانا کھائیں گے۔ زہرہ بانو نے کہا کہ یہ کام میرا ہے امیر ہنسے اور رضا دی۔ تب زہرہ بانو اپنے خاوند کے پاس گئی اور نیند سے اٹھایا۔ جب اس نے اسے مردانہ لباس میں دیکھا تو پوچھا کہ اے معشوق کیا حال ہے؟ زہرہ بانو نے کہا اے کافر اٹھ کہ امیر حمزہ دروازے پر کھڑا ہے اگر تو آتا ہے تو میں تیری جاں بخشی کرا دیتی ہوں۔ اس کے خاوند نے چوکیداروں کو پکارا کہ اس گیسوئے بریدہ کو پکڑ لو زہرہ بانو نے تلوار کھینچی اور اپنے مرد کا سر قلم کیا اور امیر کے پاس لے گئی امیر نے اسے بہت آفرین کی اور کہا فجر ہونے تک ہم مصر پہنچیں لیکن میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ زہرہ بانو نے کہا کہ آپ کھانا کھایئے۔ یہ فکر بعد میں کرنا تب سب نے کھانا کھایا پھر امیر نے فرمایا کہ اب ہتھیار بتلاؤ کہا اے امیر یہاں ایک کوٹھری ہتھیاروں کی ہے جس میں سام بن نریمان کا ایک گرز بھی ہے جس کا وزن ایک ہزار من ہے امیر نے کہا کہ جا کر لاؤ۔ کیونکہ گرز میرے لائق ہے زہرہ بانو نے کہا اسے کون اٹھا سکتا ہے وہاں تک آپ ہی چلیے۔

غرض امیر وہاں گئے اور بہت سے ہتھیار اٹھائے ایک صندوق کو کھولا تو اس میں سے سام بن نریمان کا گرز کیا اور باہر آئے۔ امیر نے اس گرز کو بوسہ دیا اور اٹھا کر کاندھے پر رکھا اور کہا کہ اس گرز سے مصر کے قلعہ کی دیوار گرے گی۔

امیر معہ اپنے یاروں کے مصر کی طرف روانہ ہوا اور عزیز کے دربار میں آئے۔ زہرہ بانو جو عزیز مصر کی بیٹی تھی۔ باپ کے گھر گئی اور باپ سے تمام حقیقت کہی۔ عزیز مصر نے کہا برا ہوا۔ پھر کہا اس برے کام کرنے والے کو پکڑو یہ سنتے ہی زہرہ نے تلوار کھینچ کر ماری اور تن سے سر جدا کر کے امیر کے پاس لائی۔ امیر نے زہرہ بانو کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا جسے خدا راہ راست پر لائے اس کے ہاتھ سے ایسے ہی کام بنتے ہیں۔ غرض جب فجر ہوئی تو امیر کے آنے کی خبر تمام مصر میں بلند ہوئی تب دونوں یونانی پہلوان شہر کو فتح کر کے امیر کے پاس آئے اور پاؤں پر گرے۔ عزیز مصر کا ایک بھائی ناصر شاہ نامی تھا کہ جس نے کپڑے کا نشان بدن پر نہ رکھا اور کفنی پھاڑ کر گلے میں ڈالی اور زہرہ بانو کے ہمراہ امیر کے پاس آیا۔ زہرہ بانو نے اسے پیش کر کے عرض کیا کہ یہ عزیز مصر کا بھائی ہے امیر نے فرمایا آنے دو جب ناصر شاہ حضور میں آیا تب امیر نے فرمایا کہو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے۔ ناصر شاہ نے اقرار کیا اور صدق دل سے قبول کیا۔ تب امیر نے اس کو سرفراز کیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ دوسرے وزیر امیر کو یاروں سمیت اپنے گھر لے گئے اور شرائط مہمانداری بجالائے اور چالیس روز وہاں رکھا اور جشن کیا۔

ناصر شاہ کی بیٹی ایسی حسین تھی کہ اس کے حسن کی شہرت تمام زمین پر تھی اور کئی بادشاہ اس پر عاشق تھے۔ ناصر شاہ نے زہرہ بانو سے کہا کہ اگر امیر میری بیٹی قبول کرے تو میں بیاہ دوں گا کہ اس کے لائق ہے زہرہ بانو نے تمام حقیقت امیر سے عرض کی۔

یہ سن کر امیر نے فرمایا کہ میرے اور مہر نگار کے درمیان یہ اقرار ہے کہ اس کے بغیر کسی عورت کو گھر نہ لاؤں گا اور نہ میرے سوا وہ کسی کے ساتھ نکاح کرے گی۔ زہرہ بانو نے کہا بات سچ ہے لیکن آپ اس بات کو قبول فرمادیں کہ جب مہر

نگار سے شادی ہو چکے تو اس پر بھی تصرف کرنا۔ غرض امیر نے یہ بات قبول کی اور وقت مبارک جان کر نیک ساعت کو عقد کیا اور اسے اپنے محل میں لائے۔ کئی روز مصر میں عیش و آرام کیا۔ الغرض ایک رات حمزہ اپنے مکان میں آرام فرما تھے کہ یکا یک احتلام ہوا۔ ایک رومال سے امیر نے اپنا بدن صاف کیا اور رومال اپنے بچھونے میں رکھا اور آپ غسل کرنے کو باہر گئے قضارا آدھی رات کو ناصر شاہ کی بیٹی جاگ اٹھی اور اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں اس وقت امیر کہاں گئے اور کیا کرتے ہیں غرض ایک دائی محرم راز تھی اس کو ساتھ لے کر امیر کے مکان پر آئی اور دروازہ کھول کر اندر گئی اور دیکھا کہ امیر کا پلنگ خالی ہے تب گھڑی بھر بیٹھی رہی نیند نے غلبہ کیا تو وہیں سو گئی۔ اتفاق سے اسے بھی احتلام ہوا جب نیند سے ہوشیار ہوئی اور اپنا بدن اسی رومال سے صاف کیا کہ جس سے امیر نے کیا تھا اور وہ رومال لے کر اپنے گھر چلی گئی۔ جب امیر غسل کر کے آئے تو مقبل سے کہا کہ وہ رومال جس سے ہم نے اپنا بدن صاف کیا تھا لاؤ۔ تب مقبل نے اسے ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ آخر امیر وہاں سے کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور مصر کی بادشاہت ناصر شاہ کے حوالہ کی اور جزیرہ حلب کی حکومت وہاں کے چوکیداروں کو مرحمت فرمائی اور وہاں سے کوچ کر کے منزلیں طے کرنے لگے۔

ژوپین کی آمد

اب گستم کا حال سنو کہ جاسوسوں نے ترکستان میں یہ خبر پہنچائی کہ حمزہ مدائن کی طرف آیا۔ تب گستم اور مغلوں کا بادشاہ ژوپین گاؤمیش آپس میں ملے اور قسم زریں کفش نے ژوپین سے کہا کہ تو مدائن کو چل اور حمزہ کو مار۔ ژوپین نے گستم سے پوچھا کہ اگر میں حمزہ کو ماروں تو بادشاہ مجھے کیا دے گا۔ دامادی میں قبول کرے گا یا نہیں۔ گستم نے کہا کہ یہ میرا ذمہ ہے تو چل کر نوشیرواں سے مل اور حمزہ کو مارے تو میں تجھے مدد دوں گا۔

غرض ژوپین نے مدائن کی راہ لی۔ راوی لکھتا ہے کہ ژوپین گاؤمیش کا لشکر جہاں اترتا تھا تو بیس کوس تک پانی نہ رہتا تھا اور یہ حکم دیتا تھا کہ جہاں آب و دانہ اور گھاس دیکھو لوٹ لو۔ بعد ازاں گستم نے نوشیرواں کو لکھا کہ ژوپین کو معہ لشکر لایا ہوں۔ جب یہ خبر نوشیرواں کو ہوئی تو وہ حیران ہوا اور کہا اے بزرجمہر یہ بدبخت ہمارے ملک میں بری بلا ہے اس عرصہ میں بختک نے کہا کہ اے بادشاہ اگر حمزہ ہزار جان بھی ہو تو اس لشکر کے ہاتھ سے ایک بھی سلامت نہ جائے تب بزرجمہر نے کہا کہ خدا کے حکم سے حمزہ اس لشکر کے اتنے آدمی مارے گا کہ جن کی گنتی بھی نہ کی جائے گی اور کئی شہر خراب ہوں گے۔

القصہ بادشاہ نے فرمایا کہ اس لشکر کو عراق کے ہرے جنگل میں اتارو بعد ازاں نوشیرواں معہ لشکر مدائن سے سوار ہو کر ژوپین گاؤمیش کے استقبال کو گیا اور یہ خبر ہوئی کہ بادشاہ نوشیرواں ژوپین کے استقبال کو آتا ہے تب ژوپین گاؤمیش اور سارے مغل سوار ہوئے اور نوشیرواں کی سواری کا تماشہ دیکھنے لگے پھر ایک شور پیدا ہوا۔ ژوپین نے گستم سے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے گستم نے کہا نوشیرواں ہفت کشور کی سواری آتی ہے یہ ان کے ہمراہیوں کی آواز ہے سات سو ہاتھی سونے کی عمارت کے داہنے ہاتھ اور سات سو بائیں ہاتھ اور سات سو پیچھے اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ ہیں۔ نوشیرواں بن قباد آتا ہے اور بزرجمہر وزیر داہنی طرف اور بختک بائیں طرف اور ستر ہزار غلام زرین چپ راست ہیں۔ جب ژوپین نے بادشاہ کو دیکھا تو گھوڑے سے اترا نوشیرواں نے اترنے کا ارادہ کیا مگر بزرجمہر کے کہنے سے کہ جب تک ژوپین دوڑ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ نہ دے تب تک اترنا مصلحت نہیں اور بختک نے کہا مصلحت

یہ ہے جلدی اترو۔

آخر کار نوشیرواں نے بزرجمہر کا کہنا مانا اور گھوڑے سے نہ اترا القصہ جب ژوپین نزدیک آیا اور اپنا ہاتھ بادشاہ کے پاؤں کی طرف بڑھایا۔ تب بادشاہ اترا اور اس کو گلے لگایا اور خلعت دی اور دوسرے مغلوں کو بھی عطا کیے جب ان کی خلعت پر نظر پڑی تو سر ہلانے لگے کہ بادشاہ یہ ہے اور تمام مسخرے ہیں۔ ان کے بعد بادشاہ آکر تخت جمشیدی پر بیٹھا تمام ڈیرے اطلسی اور سونے کی میخیں اور ریشم کی رسی دیکھ کر ژوپین نہایت متعجب ہوا اور پھر ژوپین ڈیرے میں آیا اور تسلیمات بجالایا۔ بادشاہ نے کرسی پر بیٹھنے کو فرمایا پھر ایک غل ہوا۔ ژوپین نے پوچھا یہ شور کیسا ہے لوگوں نے کہا کھانا لاتے ہیں۔ اتنے میں زربفت کا سفر بچھا کر اس پر دسترخوان بچھایا اور سونے چاندی کے طباق اور زردوزی پیالے اور کابیاں رکھیں اور کھانا چنا۔ کھانے بہت قسم کے عمدہ عمدہ تھے۔ جب ساری مجلس شراب سے بدمست ہوئی اور حکایت حمزہ نکالی اور پوچھا کہ حمزہ کہاں ہے۔ بختک نے کہا حمزہ مصر میں ہے شاید کہ اب تک اسے مارا نہیں گیا تو تیرے ہاتھ سے جان بچا کر کہاں جائے گا۔ تب گستم اٹھا اور بادشاہ کے تخت کو بوسہ دیا اور عرض کی ژوپین کو دامادی میں قبول کرو کیونکہ بیٹی کو گھر میں رکھنا نہیں ہے اور ژوپین سے بہتر دامادی میں کوئی نہیں ہوگا۔

بختک نے گستم کی مدد کی۔ بادشاہ اس بات سے سانپ کی طرح پیچ وتاب کھا کر غصہ کے جوش میں چپ رہا اور کچھ بول نہ سکا اور آہستہ سے بزرجمہر سے کہا کہ اے بزرجمہر اس وقت ژوپین کو دامادی میں قبول نہ کروں تو بروئے مصلحت بہتر نہیں ہے کیونکہ کام خراب ہونے سے ڈرتا ہوں اگر قبول کروں تو بیٹی کو کیونکر دوں تمام بادشاہ مجھے کیا کہیں گے۔ بزرجمہر بولے کہ اب تو قبول کر پھر مہرنگار جس کے بازو سے لگ کر بیٹھے گی وہ خود سمجھ لے گا۔ غرض بادشاہ نے گستم کی بات قبول کی۔ تب گستم نے ژوپین کو بادشاہ ہفت کشور کے پاؤں پر گرایا اور نوشیرواں نے اسے گلے لگایا پھر ژوپین نے کہا کہ کسی کو مدائن روانہ کرنا چاہیے کہ مہرنگار کو یہاں لے آئے کیونکہ شہزادی یہاں آئے تو بہتر ہے آخر قباد بن گستم کو بھیجا اور وہ گیا جب مہرنگار نے یہ خبر سنی تو بہت غمگین اور متفکر ہوئی اسی آن میں یہ خبر بھی آئی کہ امیر آتے ہیں اور مدائن سے چار کوس پر اترے ہیں یہ خبر سنتے ہی قباد مدائن سے بھاگا اور دوسرے روز امیر مدائن میں داخل ہوئے اور تمام حقیقت معلوم کی اور اپنے بخیریت آنے سے خدا کا شکر ادا کیا اور مہرنگار کے محل میں تشریف لے گئے اور دونوں آپس میں مل کر بیٹھے۔

مدائن کی طرف کی ساری حقیقت سن کر امیر کو غصہ آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ مدائن کو لوٹ لو جب پہلوانوں نے حکم پایا تو لوٹ مچادی۔ قضارا عمرو معدی کرب گستم کے گھر گیا اور اس کی لڑکی پر عاشق ہوا اور اس کو بغل میں پکڑ کر اپنے خیمہ میں لایا اور کہا تجھ کو اپنے عقد میں لاؤں گا۔ تو مجھے قبول کر اس نے کہا اگر تو آدمی ہوتا تو میں قبول کرتی لیکن تو تو دیو ہے میں کیونکر قبول کروں۔ غرض اس نے قبول نہ کیا دوسرے روز عمرو بختک کے گھر آیا اور اس کی بیٹی کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور اس سے پوچھا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ خبر امیر کو پہنچی کہ ہر ایک نے بموجب حکم امیر لوگوں کے گھر لوٹے اور عمرو معدی کرب نے ایسا کام کیا ہے۔ امیر نے دونوں کو بلوایا اور کہا میں نے لوگوں کے گھر لوٹنے کو کہا تھا کہ آدمیوں کو مت مارنا پر تم نے لوگوں کی بیٹیاں پکڑ کر کیوں زبردستی کی؟

عمرو نے کہا کہ بختک کی دختر نے مجھے رضا و رغبت سے قبول کیا لیکن گستم کی بیٹی عمرو معدی کرب کو قبول نہیں کرتی تو میں کیا کروں۔ امیر نے فرمایا اس لڑکی کو یہاں لے آؤ۔ عمرو نے کہا کہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور مجھے قبول نہیں کرتی۔ امیر نے فرمایا بہتر ہے پھر امیر ہنسے بعد اس کے اس لڑکی کو بلایا اور سمجھایا کہ اے لڑکی عمرو معدی کرب کو کیوں

قبول نہیں کرتی؟ امیر نے فرمایا وہ میرا بھائی ہے گستم کو بھی اس کی دامادی شرم نہ ہوگی مہر نگار نے بھی عمرو معدی کرب کی سفارش کی غرض گستم کی بیٹی نے قبول کیا اور امیر نے اچھی ساعت دیکھ کر ان کا عقد کیا اور عیش میں مجمع لشکر مشغول ہوا۔

نوشیرواں اور ژوپین کی گرفتاری

روایت ہے کہ جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور عمرو کے نکاح سے فراغت ہوئی اور مدائن سے کوچ اور مہر نگار کو بھی ساتھ لیا تو بادیہ خضر کی راہ لی۔ جب دو تین منزل گئے تو یاروں نے مصلحت کی کہ ہم کو سرائے جانا ہے مہر نگار کو ساتھ لے جانے میں خطرہ ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ مہر نگار کے ساتھ عمرو عمیہ اور عمرو بن معدی کرب کی عورتیں اور مقبل حلبی کو ان کے ہمراہ بھیج دیں یاروں نے اس صلاح کو پسند کیا۔ مقبل تب مہر نگار کو چالیس ہزار غلام اور خواجے اور باندیاں دیکر مکہ کو روانہ کیا اور مقبل کو چالیس ہزار سوار دے کر ساتھ بھیجا اور آپ نے بھی وہاں سے کوچ فرمایا اور منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے چلے اور کافروں کے لشکر کے نزدیک پہنچے اور عباس سے فرمایا کہ نوشیرواں کو ایک خط لکھ۔ عباس نے اول حمد خدا اور بعد تعریف خاندان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے یوں لکھا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف سے معلوم ہو کہ تو بادشاہ ظالم ہو کر عادل کہلاتا ہے اور اپنا خطاب عادل معین کرتا ہے بتلا کہ میں نے تیری کیا تقصیر کی ہے کہ تو نے اول کہا کہ لندھور کا سر لانے پر تجھے مہر نگار دوں گا اس لیے میں لندھور کو زندہ پکڑ لایا اور تیرے حوالے کیا اور تو نے اپنی بیٹی مرزبان کو دی اور گستم کے ہاتھ سے مجھے زہر دلوایا اور بعد اس کے مصریونان وروم کو بھیجا اور وہاں بھی خطوط لکھ کر حیلہ اور مکر کرایا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے وہاں سے بھی خلاصی دی۔ پھر بھی تو نے اپنی بیٹی مغلوں کو دینے کو تیار ہے۔ بارے خدا تعالیٰ نے مجھے غیب سے پہنچایا اور مہر نگار کو مغلوں کے چنگل سے بچایا تب میں نے لاچار ہو کر مکہ کو بھیج دیا ہے اور دشمنوں کو آنکھوں میں خاک دی ہے اور اب میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اپنے کیے سے پشیمانی اٹھا کر توبہ کر کے میرے ساتھ صلح کرے اور مہر نگار اپنی رضامندی سے مجھ پر حلال کرے تو بہتر ہے ورنہ قسم ہے اللہ کی کہ تمہارے ساتھ خلاف وعدے کے سبب اتنے کافروں کا قتل عام کروں گا کہ حساب خدا کو معلوم ہوگا۔

یہ نامہ جب تمام ہوا تو عمرو بن عمیہ کو دیا اور عمرو لے کر روانہ ہوا اور نوشیرواں کی راہ لی جب نزدیک پہنچا تو ایک ٹیلے پر جا کر نظر کی اور دیکھتے ہی دل میں خیال گذرا کہ جب نوشیرواں کے پاس جاؤں گا تو مجھے دیکھتے ہی کہے گا کہ پکڑو اس عیار کو سوائے بھاگنے کے چارہ نہیں ہے مگر اس لشکر سے بھاگ کر کدھر جاؤں گا۔ وہ دل میں یہ خیال کر کے پھر وہاں سے امیر کے پاس آیا اور تمام حقیقت بیان کی۔ امیر نے وہ نامہ لیا اور فرمایا کہ میں یہ نامہ نوشیرواں کو میدان میں دوں گا۔ امیر انہی باتوں میں تھے کہ استفتا نوش آیا اور امیر نے یہ حال سنایا اس نے کہا کہ خدا کے نام پر اور حضور کے اقبال سے جاؤں گا اور یہ نامہ دوں گا۔

امیر نے ہر چند منع کیا لیکن اس نے نہ سنا۔ غرض امیر نے ناچار ہو کہا کہ اچھا جاؤ اور اپنے ہتھیار میرے پاس لاؤ تب وہ اپنے ہتھیار امیر کے پاس لایا اور امیر نے جو استفتا نوش کے ہتھیاروں پر جو صحیفہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر اترا تھا پڑھ کر پھونکا اور وہ ہتھیار دیئے اور روانہ کیا اور کہا کہ تجھے خدا کو سونپا تب استفتا نوش سوار ہو کر چلا کہ نوشیرواں کے دربار میں نہیں پہنچا کہ رات ہوگئی اور رات کو لشکر میں جانا ٹھیک نہ سمجھا یہ رات بھر یہیں گذاری کہ جب فجر ہوگی تو نوشیرواں کے دربار میں جاؤں گا۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر دائیں بائیں دیکھا تو ایک ڈیرہ نظر آیا تب لوگوں سے پوچھا کہ یہ ڈیرہ کس

کا ہے؟انہوں نے کہا لہرستان کا ہے اور اسے لہراسپ بن بوس کہتے ہیں۔استفنا نوش نے کہا اسے خبر دو کہ کہ ایک پہلوان امیر حمزہ کے پاس سے پیغام نوشیرواں کے پاس لے کر آیا ہے۔سورات ہونے کے باعث تمہارے ڈیرے میں آیا ہے اگر تم رضا دو تو تمہارے ڈیرے میں رات کی رات رہ کر صبح چلا جاؤں گا۔یہ خبر سنکر لہراسپ جلد باہر آیا اور استفنا نوش کا ہاتھ پکڑ کر ڈیرے میں لے گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا سچ جان کہ میں جس روز سے امیر کی تعریف سنتا ہوں اسی روز سے حمزہ کی مردانگی اور بہادری کا عاشق زار ہوں اور پچاس ہزار سوار غرق آہن میرے ہمراہ ہیں اگر نوشیرواں نے دربار میں تم سے زیادتی کی تو میں اسے سمجھوں گا۔

استفنا نوش یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر بجالایا اور تمام رات لہراسپ کے ساتھ عیش میں رہا۔فجر ہوئی تو وداع ہوا۔نوشیرواں کے دربار میں پہنچا اور نیزہ گاڑ کر گھوڑا باندھا اور دربانوں سے کہا کہ نوشیرواں کو خبر دو کہ ایک شخص امیر کے پاس سے آیا ہے یہ سن کر دربان دوڑے اور بادشاہ کو خبر دی۔بادشاہ نے کہا آنے دو استفنا نوش دربار کے اندر گیا اور کہا سلام میرا بزرجمہر کو ہے اور جواب میں بزرجمہر نے کہا وعلیکم السلام اے فرزند خوش رہو۔یہ سن کر بختک نے کہا کہ خوش تو آیا لیکن عجب ہے کہ خوش جائے بزرجمہر نے کہا اے حرامزادے کیوں خوش نہ جائے گا؟ تب نوشیرواں نے کہا اے یونانی جو پیغام حمزہ کا لایا ہے وہ دے استفنا نوش نے امیر کا خط دیا اور اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ کر جواب کا منتظر رہا اور بادشاہ خط پڑھنے میں مشغول ہوا کہ بختک نے ژوپین سے کہا کہ کسی سے کہو کہ پیچھے سے اگر اس یونانی کو اچانک ایسی تلوار مارے کہ اس کا کام تمام ہو۔

ژوپین نے ایک سخت مغل کو اشارہ کیا۔سو استفنا نوش کو فوراً معلوم ہو گیا کہ میرے پیچھے حریف آتا ہے۔پہلوان پھرا اور اس مغل کو ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہوا۔ژوپین نے اپنے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مارو اس عرب کو۔یہ سنتے ہی ہزار مغل نامدار تلوار کھینچ کر استفنا نوش پر آ گرے اور استفنا نوش نے بھی اپنے آپ کو مغلوں میں ڈالا۔ہر چند کہ نوشیرواں منع کرتا تھا کہ پیغام لانے والے سے کیوں لڑتے ہو پر کسی نے نہ سنا۔جب لہراسپ کو یہ خبر ہوئی کہ استفنا نوش مغلوں سے لڑ رہا ہے تو پچاس ہزار سوار سے لہراسپ ژوپین اور نوشیرواں کے دربار میں استفنا نوش کی مدد کو لڑنے لگا اور استفنا نوش کو اپنے لشکر میں پہنچایا اور مغلوں سے بچا کر اسے سلامت لے گیا تب سارے مغلوں نے شرمندہ کیا کہ لہراسپ استفنا نوش کی مدد کرتا ہے۔

جب یہ خبر امیر کو ہوئی کہ استفنا نوش اور لہراسپ پچاس ہزار سوار آتے ہیں تو امیر بھی پہلوانوں سمیت سوار ہوئے اور استفنا نوش کو گلے لگایا اور خلعت دیا پھر لہراسپ امیر کے پاؤں پر گرا۔امیر نے اسے بھی گلے لگایا اور خلعت دیا اور بہت مہربانی فرمائی پھر دونوں اپنے اپنے ڈیرے پر اترے اور عیش میں رہے جب دوسرا دن ہوا تو نوشیرواں نے نقارہ جنگ بجوایا۔نوشیرواں اور ژوپین میدان میں آ کر امیر کے آنے کے انتظار میں رہے امیر نے بھی فرمایا کہ ہمارے نقارہ بجانے کے لیے کہہ دو اور آپ بھی معہ پہلوانوں کے سوار ہوئے اور جب نزدیک پہنچے اور ان کو خبر ہوئی کہ حمزہ آتے ہیں۔تب ژوپین نے کہا کہ امیر کو مجھے دکھا دو اتنے میں لشکر کی گرد پیدا ہوئی جب گرد کم ہوئی تو اس میں عمرو معدی کرب نشان لیے ہوئے اور چون گز کا آدمی نظر آیا کہ جس کا پیٹ گھوڑے کی عیال سے آگے بڑھا ہوا تھا۔اپنے چوالیس بھائیوں اور چار سو سواروں کے ساتھ میدان میں آیا تب ژوپین نے پوچھا کہ حمزہ یہ ہے؟ بختک نے کہا نہیں یہ معدی کرب ہے۔یہ حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار اور عادیوں کا بادشاہ ہے،اسے دیکھ کر سب حیران ہوئے ژوپین نے پوچھا

کہ حمزہ نے اس قد کے آدمی کو کیونکر پکڑا۔ بختک نے کہا کہ ایک گرز مارنے سے۔

یہ انہی باتوں میں تھے کہ لندھور کی سواری آئی کہ سات سو ہاتھی داہنی طرف اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ میں ایک سو دس گز کا اور فیل میگوشی پر سوار ہو کر آیا۔ لندھور کے بعد دوسری آئی کہ سات سو چھتر کا سایہ اور مراتب کے ساتھ ژوپین نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ جے پور بن شہپال چچیرا بھائی لندھور کا ہے بعد از لشکر پیدا ہوا اور اس کے ساتھ بھی چھتر ہیں۔ ژوپین نے کہا یہ کون ہے؟ بختک نے کہا کہ شہزادہ بنگال ہیں ایک کا نام اورنگ اور دوسرے کا نام کورنگ ہے اور یہ لندھور کے سالے ہیں اور اس کے بعد بیس ہزار سوار اور چھتر کے نشان باندھے ہوئے ہیں۔ ژوپین نے کہا یہ کون ہے بختک نے کہا کہ شہزادہ ہند ہیں اور اس کے بھائی بھی ہیں اس کے بعد بیس ہزار سوار چھتر مرصع بجواہر پیدا ہوئے، ژوپین نے کہا کہ یہ کون ہیں۔ بختک نے کہا کہ آمد عمرو کے عیاروں کی ہے اور اس کے بعد بارہ ہزار غلام زرین کلاہ زرین کمر اور گھوڑے تازی ہاتھ میں لیے ہوئے یہ لشکر پیادہ کیوں ہے؟ بختک نے کہا کہ صاحب ان کا پیادہ ہے البتہ وہ پیادہ ہوں گے۔ پس عمرو بن عمیہ اور اس کی فوج کو دیکھ کر ہنسے اور حیران ہوئے گستم نے کہا کہ اے ژوپین اگر حمزہ ہوتے تو نہ ڈرتا مگر یہ درز بک بک پارہ ہوتا تو کیا ہنسا ہے اب معلوم ہوگا کہ اس کے بعد آواز اژدہا پیکر نشان کی آئی ژوپین نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بختک بولا کہ آواز نشان بزرجمہر نے جادو سے بنایا ہے یہ بزور ہنسے اور بولے کہ حرامزادے جادوگروں پر خدا کی لعنت ہے۔

اتنے میں مشرق مغرب کا آفتاب امیر بن حمزہ بن عبدالمطلب نمودار ہوا اور اس کے پیچھے تین ہزار کی رومی، ہندی، زنگی، چینی غلام دکھائی دیئے، تب نقیب پکارے کہ کون مرد اب میدان کا تصور کرتا ہے۔ امیر خنک پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور گھوڑا تازے پر لگایا اور گھوڑے کے قدموں کی خاک آسمان پر پہنچی۔ تب امیر پکارے کہ کوئی جانتا ہے تو جانے نہیں تو اب پہچانے حمزہ میں ہوں اور جس کو موت کی آرزو ہے تو میدان میں آئے۔ تب ژوپین نے بختک سے کہا کہ میں نے آج تک امیر کی لڑائی نہیں دیکھی اگر تمہارے پہلوانوں سے کوئی جا کر امیر سے لڑے تو میں دیکھوں کہ لڑائی میں حمزہ کا ہم وزن ہے پھر دوسرے روز امیر سے میں لڑوں گا۔ بختک نے کہا کہ گستم سے زیادہ اور کوئی پہلوان نہیں جو حمزہ سے جنگ کرے۔ بختک نے ایران و توراں کے پہلوانوں کے نام لیے اور کہا کہ اس کا مقابلہ کرنے والا نہیں تب گستم نے دل میں کہا کہ بہتر ہے اس جنگ سے مرنا۔ غرض ضروری جان کر دل میں کہا لڑائی میں زندہ پھروں گا تو بختک کو جان سے ماروں گا۔

پس گستم میدان میں آیا جب امیر کی نظر گستم پر پڑی تو ہتھیار کھولنے لگے۔ ژوپین نے نوشیرواں سے پوچھا کہ امیر کیوں ہتھیار کھولتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تعجب میں ہوں دیکھوں کہ کیوں لڑتے ہیں۔ القصہ جب امیر کو گستم نے زور کیا لیکن تلوار امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکا اور بہت عاجز ہوا۔ تب امیر نے ایسا زور کیا کہ ہاتھ گستم کا کانپا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی پس امیر نے تلوار اس سے لے کر گھوڑا دوڑایا تب گستم نے بھی سپر سر پر لیا۔ امیر نے تلوار ایسی ماری کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو کر سر سے اتر کر سینہ صاف کرتی ہوئی ناف پر گردگاہ سے نیچے جا کر قاش زین ٹھہراتی ہوئی تنگ کے نیچے کو نکل کر زمین پر بوسہ دیا اور گستم معہ گھوڑے چار ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔

جب گستم کے لڑکے نے باپ کا یہ حال دیکھا تو اپنے لشکر کو دوڑایا۔ امیر نے بھی زرہ جلدی سے پہنی اور عمرو سے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ لشکر اپنی جگہ سے ہلے۔ میں اکیلا ہی اس سے لڑوں گا تم تمام کھڑے رہ کر تماشہ دیکھو، یہ کہہ کر

گستہم کے لشکر میں گھسے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے غرضیکہ دو دستی تلواریں ایسی مارتے تھے کہ اس کا سر گیند کی طرح ستر قدم کے فاصلے پر دور جا گرا اس کے بعد گستہم کا دوسرا بیٹا قارن نامی جہاں تھا امیر وہاں بھی پہنچے اور تلوار مار کر اس کو بھی معہ گھوڑے چار ٹکڑے کیے جب اس کے لشکر نے یہ حال دیکھا تو بے تامل بھاگنا شروع کیا یہاں تک کہ میدان میں ایک بھی نہ رہا اور امیر میدان میں کھڑے رہے ژوپین کا تمام لشکر حیران تھا۔ ژوپین نے نوشیرواں سے کہا کہ آج کے دن طبل بازگشت بجوانا اور کل سویرے پھر کر لڑنا بہتر ہے کیونکہ اب امیر بہت لڑ چکا ہے اگر اب میں اس سے لڑوں تو امیر اور تمام لوگ کہیں گے کہ حمزہ لڑتے لڑتے سست ہو گیا تھا۔ تھکے ہوئے سے لڑنا کوئی بہادری نہیں۔

غرض طبل بازگشت بجوا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے۔ جب بادشاہ روز و شب نے خواب سے سر اٹھایا یعنی آفتاب خوش رنگ نے رات کو سیاہ نہنگ سے آسمان کے دریائے سبز رنگ میں سر نکال کر عام ظلمت کو منور کیا تو پہلوانوں نے قبائیں درست کیں اور چوالیس پارچہ سال کے آراستہ کیے اور دیواروں سے کمر کو مضبوط باندھا اور لڑائی کا نقارہ بجایا اور دونوں لشکر میدان میں آئے اور مست ہاتھی کی طرح پکارنے لگے تب امیر کے جاسوسوں نے جا کر امیر کو دعائے جان و درازی عمر کی دی۔ شہریار عالم کی عمر دراز فوجوں نے آراستہ ہو کر صفیں باندھیں اور نقیب پکار رہے ہیں کہ کون مرد ہے جو میدان میں آئے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کر کے حمزہ کے نمک کا حق ادا کرے۔

اتنے میں شاہ مردان و مرد میدان یعنی امیر کشور گیر جہاں ستان نے اپنے بدن پر اسلحہ آراستہ کیے اور خنک مہتر اسحاق پر سوار ہوئے اور تمام دست چپ و راست کا مجرا لیتے ہوئے چالیس قدم سرداری کے بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے کہ ژوپین کے لشکر سے تیس گز قد کا ایک سوار دو سو من کا گرز اٹھائے ہوئے آیا۔ امیر نے پوچھا کہ اے جوان تیرا نام کیا ہے؟ بتا کہ بے نام و نشان نہ مارا جائے اس نے کہا کہ مجھے مردافگن زابلی بولتے ہیں۔ اے حمزہ اگر تو ہزار جان بھی رکھتا ہے تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔ امیر نے کہا جو ضرب رکھتا ہے لا۔

غرض افگن زابلی ہاتھ گرز پر لے گیا اور اسے اٹھا کر سر سے بلند کیا اور امیر نے سپر اوپر کر کے جناب کبریا میں دعا کی کہ تیرے سوا اس گرز سے پناہ نہیں اور یہ سپر صرف ظاہری کے لیے اٹھائی ہے غرض مردافگن نے امیر کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز تمام بیابان میں پہنچی اور شعلہ آتش فشاں کی طرح آسمان تک بلند ہوا۔ غرض اس کا حملہ رد کیا۔ جب مردافگن زابلی پھرا اور امیر کو اژدہا کی طرح خشمناک دیکھا تو کہا کہ اے امیر آفرین ہے تیری ماں پر۔ جب امیر کی باری آئی تو ایک ہزار من کا گرز ایسا مارا کہ اس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مردافگن زمین پر گرا اور خنک کو مارنا چاہا کہ امیر نے جلد اتر کر گھوڑے کو پشت کے پیچھے کر کے اپنا گرز مردافگن کے سر پر ایسا مارا کہ اس کے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ غرض امیر نے اس سے دو پہر تک لڑائی کی آخر امیر نے فرمایا کہ اب میں نعرہ کرتا ہوں تب مردافگن نے کہا کہ میں شیر خوار بچہ نہیں ہوں جو تیرے نعرے سے ڈروں گا۔ عمرو نے نعرے کا اشارہ ادا کیا اس وقت امیر کے سواروں نے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں رکھی تب امیر نے نعرہ کیا اور مردافگن کو زمین سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر مارا تب عمرو نے اس کو محکم باندھا اور لشکر میں لے آیا اور کئی ہزار گھوڑے جنہوں نے سواروں کو گرایا اور جنگل کی راہ لی تھی۔ عمرو کے ہمراہی یاروں نے سب کو پکڑا اور اپنے لشکر میں پہنچایا۔ بعدہ طبل بازگشت بجوایا اور دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اترے تب امیر نے مجلس آرائی کا حکم دیا اور بموجب حکم کے ساقیان سیمیں اور مطربان خوش آواز حاضر ہوئے اور مجلس میں دور چلنے لگے اس وقت مردافگن کو امیر نے طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو امیر نے فرمایا میں نے تجھے کس

طرح زیر کیا؟ کہا جس طرح مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو زیر کرتے ہیں۔ ویسا ہی تم نے زیر کیا۔

تب امیر نے فرمایا کہ اب ایمان لا۔ کہا ہم سات بھائی ہیں ہم کوئی کام بغیر اتفاق رائے کے نہیں کرتے پس وہ جب تک تجھ سے نہ ملیں تب تک موقوف اور معذور رکھو۔ تب امیر نے فرمایا کہ اسے قید میں رکھو۔ القصہ جب صبح ہوئی تب دونوں لشکر تیار ہوئے اور نقارہ بجا کر میدان میں آئے اور مردان عالم تیار ہوئے اور نامرد بھاگنے لگے پس ایک لشکر تو خدا پرست تھا دوسرا لات وصفات کا۔ غرض دونوں لشکر مقابل کھڑے ہوئے۔ تب مرد افگن کا بھائی میدان میں آیا اور امیر پر حملہ کیا امیر نے حملہ روکا اور ہاتھ دراز کر کے اس کا کمر بند پکڑ کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے پھرایا اور زمین پر دے مارا عمرو نے دوڑ کر اسے باندھا اور لشکر میں لائے۔

راوی کی حکایت ہے کہ امیر حمزہ نے اس روز چھ برادر شیر افگن زابلی کے باندھے تب امیر نے پہلوانی کی کرسی پر بیٹھ کر ساتوں بھائیوں کو بلایا اور معافی منگوائی۔ امیر نے ان کے بند کھلوائے اور خلعت سے سرفراز فرمایا اور کرسیاں عنایت فرمائیں اور عمرو نے حلقہ غلامی کا نشان ڈال دیا اس کے بعد مرد افگن زابلی کے ہمراہ جو سات ہزار سوار تھے بموجب حکم اپنے خداوند کے ژوپین کو لے کر لشکر ظفر میں آئے اور جب صبح ہوئی تو دونوں لشکروں نے لڑائی کے نقارے بجائے اور تیار ہوئے اور میدان میں آمنے سامنے آئے تب ژوپین نے کہا کہ حمزہ کے مقابل میں جاتا ہوں اگر وہ غالب ہوا تو میں اشارہ کر دوں گا تب تم سب امیر پر یکبارگی حملہ کرنا۔

ژوپین یہ کہہ کر میدان میں آیا اور حمزہ کے مقابل کھڑا ہوا ژوپین نے گھوڑا دوڑا کر اپنے گرز کی ایک ضرب امیر کے ماری۔ امیر نے اس کا حملہ روکا۔ فرمایا دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ بے فکر مار تب ژوپین نے وہ گرز قوت تمام مارا۔ خنک مہتر الحق چلایا اور امیر کی ڈھال میں سے آگ کے شعلے نکل کر آسمان پر گئے جب امیر کی باری آئی تب امیر نے گیارہ سو من کا گرز ژوپین کے سر پر مارا کہ ژوپین کی کمر ٹوٹ گئی اور زمین پر گرا جب چوبداروں نے دوڑ کر اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے اور دوسرا گھوڑا لا کر اسے سوار کیا۔ ژوپین نے سوار ہو کر اپنے لشکر کو اشارہ کیا تب تمام کافروں نے یکبارگی گھوڑے اٹھائے اور امیر نے بھی اس لشکر بے حد میں گھوڑا ڈالا اور دشمنوں کے سر اڑانے شروع کیے اس وقت دو دستی تلواریں ایسی مارتے تھے کہ مریخ ڈر کر آسمان میں چھپ رہا اور خون کی ندیاں جاری تھیں۔ امیر نے اس وقت عمرو سے فرمایا کہ تم میری پشت پر نگہبان رہو تا کہ تم اس بڑے لشکر میں آ کر مارے نہ جاؤ اور ایک بلندی پر کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو اور پہلوانوں کو کہو کہ مردوں کی مانند لڑو اور جو زخمی ہوں زیر نشان جائیں۔

تب عمرو نے کہا یہ لشکر بڑا ہے اور تمام پہلوان جدا جدا ہو گئے آپ کی زندگی کی خبر کیونکر ہو گی تب امیر نے فرمایا میں صبح و شام نعرہ کروں گا۔ غرضیکہ عمرو بن عمیہ نے تمام لشکر کو بڑی دانائی سے جمع کیا اور تمام لشکر ایک جگہ ٹھکانے لے جا کر کھڑا کیا اور حمزہ کے پیچھے ہو کر نفت کے شیشے سے کافروں کو جلا کر جہنم میں پہنچاتے چلے جاتے تھے، امیر بارہ روز تک بدستور جنگ کرتے رہے لیکن بے خور و خواب تھے اور کانپتے اور لشکر میں جا کر کھا کر تازہ ہو کر آتے تھے اور باری باری فوج لاتے تھے اور ژوپین بختک بھی معہ لشکر بھاگتے اور پھر تازہ دم ہو کر لشکر میں آتے مگر امیر نے اس قدر مارے تھے کہ ان کا حساب سوائے خدا کے کسی دوسرے کو معلوم نہ تھا۔

جب امیر ان کے نشان پر پہنچا تو ژوپین کی نظر امیر پر پڑی اور دیکھا کہ حمزہ کی پگڑی گلے میں پڑی ہے اور منہ سے کف جاری ہے یہاں تک کہ زین کا تمام ہر نہ سفید ہو رہا ہے اور اپنی خبر نہیں رکھتے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں

مارتے ہیں راوی لکھتا ہے کہ امیر بے خبر ہوتے تو منہ سے کف جاری رہتا اور سر برہنہ رہتا اور مانند دیوانوں کے تلواریں مارتے۔ ژوپین نے بختک سے کہا کہ حمزہ کو پیچھے سے مارنا چاہیے بختک نے کہا کہ اس کی پیٹھ سے عمرو جدا ہو تو البتہ مر سکے گا۔ ژوپین نے لشکر سے کہا کہ کسی طرح عمرو کو پیٹھ سے جدا کرو۔ تب بہت سے کافر عمرو پر گرے اور عمرو کو حمزہ سے جدا کیا۔ تب ژوپین نے دغا سے نامردوں کی طرح پیچھے سے ہو کر امیر کے سر پر تلوار ماری کہ چار انگشت کے برابر زخم ہوا۔ پھر حمزہ ہوش میں آئے اور دشمن کو مارنا چاہتے تھے کہ نامرد بھاگ گیا اور اپنے لشکر میں جا گھسا اور تمام چھوٹے بڑے سے کہا کہ میں نے ایسی تلوار ماری کہ حلق تک اتر گئی اور تمام لشکر میں مشہور ہو گیا اور عربوں نے یہ خبر سن کر دلاوری سے جنگ کی اور بہت متفکر ہوئے اور ادھر امیر کے زخم سے خون جاری ہوا اور آنکھوں میں اندھیرا آیا۔ اس وقت امیر نے اپنے دونوں بازو گلے میں ڈال دیئے اور گھوڑے سے لپٹ کر فرمایا کہ اے خنک مجھ کو گھر پہنچاؤ۔

بس یہ فرما کر بے ہوش ہو گئے اور خنک نے جانا کہ حمزہ جنگ سے بے کار ہے تب اس نے مکہ مکرمہ کی راہ لی اور جو کافر پیچھے لگ گئے تھے خنک نے جانا کہ مجھے پکڑنے آتے ہیں تب لاتوں اور ٹاپوں سے مارتا ہوا اور کسی کو منہ کا کاٹتا ہوا غرض کہ اسی طرح وہ اس لشکر بے شمار سے باہر آیا اور مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی مکہ میں پہنچا اور تمام شہر مکہ میں شور پڑا۔ پس امیر کو چارپائی پر لٹایا اور لشکر میں جب امیر کے نعرے کی آواز نہ آئی تو عمرو اور تمام لوگ متفکر ہو کر تلاش کرنے لگے۔ تب عمرو خنک کے پاؤں پہچانتا ہوا مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہنوز امیر کو پلنگ پر لٹایا نہیں گیا تھا کہ عمرو نے پہنچ کر اور استرا نکال کر زخم کے گرد کے بال مونڈے اور مرہم کی بتی چڑھا دی اور مقبل حلبی سے کہا کہ جلدی امیر کے ہتھیار لگا کر خنک پر سوار ہو کر میرے ہمراہ چل۔ مقبل عمرو کا حکم بجا لایا اور دونوں کافروں کی طرف چلے اور پہنچکر عمرو نے فرمایا کہ ماروان کافروں کو تب کافر مقبل کو بجائے امیر کے تازہ دم دیکھ کر حمزہ تصور کر کے بولے کہ ہم تو سمجھے تھے کہ امیر مارے گئے یہ تو پھر تازہ دم ہو کر آیا ہے اور یہ کہہ کر بھاگنا شروع کیا۔ اس وقت بختک سگ ناپاک نے کہا کہ حمزہ تو مر چکا ہے اور یہ مقبل حلبی ہے مت بھاگو تمام کافر پھر ایک جگہ جمع ہوئے آخر امیر کا تمام لشکر مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ عرب کے جوان امیر کے واسطے سینہ سے آہ سرد پر درد نکالتے تھے۔ تب عمرو بن عمیہ نے کہا کہ سب خاطر جمع رکھو کہ امیر صحت و تندرستی سے ہیں۔ مگر تم تمام اتفاق سے جنگ کرو اور دیکھو خداوند کریم کیا کرتا ہے؟ غرض تمام لشکر دلیری سے جنگ کرنے لگا اور مقبل بطور امیر کے سب کے آگے تھا جب ایک گھڑی رات گذری اور بہت سے کافر مارے گئے تب آپس میں کہنے لگے کہ بختک ہمارا دشمن ہے وہ ہم تمام کو مروانا چاہتا ہے۔

یہ کہہ کر تمام بھاگنے لگے تب ژوپین مانع ہوا لیکن وہ نہ ٹھہرے بلکہ تلواریں لے کر ژوپین پر دوڑے مگر ژوپین نے دم نہ مارا اور نقارہ آسائش کا بجوا کر اترے اس کے بعد چودھویں رات کو امیر کا لشکر مکہ شریف کے قلعہ میں آیا اور دروازے محکم کر کے خندقیں پانی سے بھر دیں اور بہادر قلعہ پر چڑھ گئے۔ دوسرے دن کافروں کے لشکر نے بھی آ کر قلعہ کو گھیرا اور مورچے لگا دیئے اور قلعہ کے مورچوں پر تیر چلانے شروع کئے مگر کافر قلعہ کی دیواریں نہ توڑ سکے اور ادھر امیر سات دن تک بیہوش رہے اور آٹھویں روز آنکھیں کھولیں اور مہر نگار کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مجھے کیا ہوا تھا؟ یہ سن کر مہر نگار نے تمام حقیقت عرض کی۔ امیر نے کہا کہ کھانا جلد لاؤ۔ کیونکہ اس وقت مجھے نہایت بھوک لگی ہوئی ہے جبکہ غلہ لشکر میں داخل ہوا تھا مہر نگار نے تمام لشکریوں کو بانٹ دیا اور باورچی خانہ میں ایک دانہ تک نہ تھا۔ ہر چند کہ شہر میں ڈھونڈا پر مطلق نہ پایا اور تمام کافر قلعہ کو گھیرے ہوئے تھے اس وجہ سے رسد بھی نہ آ سکی تھی۔

پس مہر نگار امیر کے کھانا نہ ملنے اور غلہ نہ ہونے سے نہایت شرمندہ ہوئی اور امیر سے عرض کی کہ صبر کرو۔ القصہ جب رات ہوئی تو مہر نگار نے دل میں سوچا کہ امیر کھانا مانگیں اور حیف ہے کہ میسر نہ ہو۔ ایک مردانہ جوڑا پہن کر اور تیر کمان تیغ و سپر لگا کر جس دروازے پر معدی کرب تھا وہاں جا کر کہا میں فتح عیار ہوں دروازہ کھول دو کہ میں کافروں کے لشکر میں جا کر کھانا لا کر تم کو دیتا ہوں۔ جب عمر معدی کرب نے کھانے کا نام سنا تو خوش ہو کر دروازہ کھول دیا۔ تب مہر نگار ژوپین کے باورچی خانہ میں گئی اور کتنی دیگیں اچھے اچھے کھانے کی اٹھائیں اور تمام کو باندھ کر پیٹھ پر رکھ کر مکہ کی راہ لی۔ چلتے چلتے ایک پاؤں میں میخ لگی اور لگتے ہی پشتارے سمیت وہ زمین پر گری اور شور ہوا کہ چور آیا۔ ژوپین نے حکم دیا کہ جس وقت شور چور کا ہو تمام لشکر میں مشعلیں لگا دیں۔ پس بدستور حکم تمام کافر جمع ہوئے اور سمجھے کہ عمرو بن عمیہ ہے اگر ہم نزدیک جائیں گے تو قیامت آئے گی اس خوف کے مارے کوئی نزدیک نہ جا سکا۔ ادھر مہر نگار بھی تیر چلے میں لگائے ہوئے اور ڈھال سامنے رکھے ہوئے کھڑی تھی پھر ژوپین نے کہا کوئی عمرو کو پکڑے گا میں اپنی بہن اس کے نکاح میں دوں گا باوجود اس بات کے اس کے نزدیک کوئی نہ آیا۔ قضارا اس رات کو عمرو بھی باہر آیا ہوا تھا جب یہ شور ہوا سنا تو کہا کہ یا اللہ یہ کون ہے جو میرے نام سے چوری کو آیا ہے تب عمرو نزدیک آیا اور اچھی طرح دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ مہر نگار ہے حیرت کی انگشت دانتوں میں دی۔ پگڑی لگا کر اور اپنی صورت بدلکر ایک زابلی شکل بنا کر ژوپین کے پاس آیا تو کہا اے ژوپین اگر عمرو کو میں پکڑوں تو مجھے کیا دے گا۔ ژوپین نے کہا کہ اپنی بہن تیرے نکاح میں دوں گا۔ عمرو نے خوش ہو کر تسلیم کی اور مہر نگار کی طرف آیا مہر نگار نے تیر مارا عمرو نے اسے خطا کیا جب مہر نگار نے بغور دیکھا تو یہ کہا کہ عمرو ہے۔ عمرو نزدیک آیا اور مہر نگار سے عربی زبان میں کہا کہ میں عمرو ہوں تم یہاں کھڑی رہو تو میں تم کو اپنی گردن پر سوار کروں گا اور تم کو لے جاؤں گا۔

- جب مہر نگار نے معلوم کیا کہ یہ عمرو ہے تب وہاں کھڑی رہی اور عمرو اسی وقت آئے اور اپنے کاندھے پر مہر نگار کو بیٹھایا اور پکارا کہ کوئی جانتا ہے تو جانے نہیں تو خبردار ہو کہ امیر المومنین نے آنکھ کھولی ہے اور کھانا مانگا ہے بلکہ مہر نگار سے طلب کیا تھا جب مہر نگار نے کھانا تلاش کیا اور وہاں نہ پایا تو وہ کھانے کی تلاش میں یہاں آئی سو خدا نے سب کو اندھا کیا اور مجھے جلدی یہاں پہنچایا اب میں اس کو لیے جاتا ہوں۔ اگر تم میں کوئی مرد ہے تو میرے ہاتھ سے لے۔

پس یہ کہکر عمرو تاریکی کی طرح اڑا جب ژوپین نے یہ سنا تو اپنا تاج زمین پر دے مارا اور کہا کہ افسوس ہزار افسوس۔ جس کے واسطے اتنی خونریزی ہوئی سو وہ آپ ہی آئی لیکن بخت نے یاوری نہ کی۔ نوشیرواں نے جب یہ سنا تو شکر ادا کیا اور عمرو بن عمیہ کو بہت آفرین کی۔ جب دروازے پر پہنچا تو مہر نگار سے پوچھا کہ تم کس دروازے سے باہر آئی ہو؟ مہر نگار نے کہا کہ معدی کرب کے دروازے سے عمرو بن عمیہ بھی اسی دروازہ کھول دیا۔ تب عمرو بن عمیہ مہر نگار کو لے کر قلعہ میں گیا اور عمرو معدی کرب سے پوچھا کہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا پہچانتا ہوں کہ فتح عیار ہے تب عمرو نے ایک گھونسہ معدی کرب کی گردن پر مارا اور کہا اے پیٹ کے کتے یہ فتح عیار نہیں ہے۔ یہ مہر نگار ہے کہ امیر کے واسطے کھانا لانے کو گئی تھی اور اپنی جان فدا کرنے کا قصد کیا تھا اور اپنے آپ مثل پروانہ عاشق شمع پر فدا ہونے گئی تھی۔ اس دامن اوڑھنے والی کی ہمت کو دیکھو کہ اپنے آپ کو دشمن کے بیچ میں لے گئی اور جان کی کچھ پروانہ کی۔ قادر کریم نے اس کی وفا کے سبب اسے دشمنوں سے بچایا۔

جب معدی کرب نے مہر نگار کا نام سنا تو افسوس کا ہاتھ ماتھے پر مارا اور عمرو کے قدموں پر گرا اور کہا کہ امیر سے یہ

ظاہر نہ کرنا کہ مہر نگار عمر معدی کرب کے دروازے سے گئی تھی۔غرض عمرو بن عمیہ نے مہر نگار کو تھوڑا کھانا دے کر اندر روانہ کیا اور آپ پھر ژوپین کے مطبخ میں گیا اور خاصہ نعمتیں اور خوب طرح کا کھانا نکال کر معدی کرب کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسے حفاظت سے رکھو۔میں پھر آ کر تقسیم کرتا ہوں۔عمر معدی کرب نے قبول کیا اور تمام دیگیں رکھیں اور منتظر عمرو کا رہا کہ عمرو اور دیگیں اٹھا لایا اور دیکھتا کیا ہے کہ پہلے لائی ہوئی دیگیں عمر معدی کرب کے پیٹ کے گڑھے میں جا پڑیں۔عمرو نے اپنی محنت پر افسوس اور معدی کرب کے پیٹ پر لعنت کر کے کہا کہ اے بڑے پیٹ کے اتنی دیگیں کیا کیں وہ بولا کہ اس میں تھوڑا سا گوشت میں نے کھا کر دیکھا تھا کہ نمک درست ہے یا نہیں؟ عمرو بن عمیہ بولے اب کے نہ کھا جانا۔

پس یہ کہہ کر عمرو پھر لشکر ژوپین میں گیا اور عمر معدی کرب نے دل میں کہا ژوپین کے باورچی خانے میں بہت سا کھانا ہوگا۔پس بہر صورت اسے خرچ میں لانا بہتر ہے یہ کہہ کر وہ دیگیں بھی تمام کی تمام پیٹ کے ایک کونے میں چھپائیں۔جب عمرو نے آ کر دیکھا تو دوبارہ کی لائی ہوئی دیگیں بھی خالی پڑی ہیں اور ان میں نشان ایک گری کا بھی نہیں تب عمرو بن عمیہ معدی کرب پر بہت ناراض ہوا تب عمر معدی کرب نے کہا کہ ایسا کھانا کھانے سے پیٹ کیونکر بھرے ابھی تو ناشتہ کیا ہے۔اب جا غلہ لا کر اسے پکا کر شکم پر کروں گا۔

عمرو عمیہ اور معدی کرب ژوپین کے جائے دربار میں آئے اور اس کے خیمہ میں جا کر میٹھی دوائے بے ہوشی اس کی ناک میں رکھی جب اس نے اوپر کو دم کھینچا اور دوائے بے ہوشی اس کی ناک سے دماغ پر چڑھ گئی اور وہ بے ہوش ہو گیا عمرو نے اسے بچھونے میں باندھا اور اٹھا کر معدی کرب کے حوالے کیا اور دوسری مرتبہ بدستور نوشیرواں کو باندھا اور تیسری مرتبہ بختک کو باندھا اور معدی کرب کے حوالے کیا جب فجر ہوئی تو تینوں کو امیر کے حضور میں لے گیا امیر نے فرمایا کہ اے چور مکاران کو کس لیے لایا ہے؟ عمرو نے کہا کہ ان کو جان سے مارتا ہوں تا کہ شرمٹ جائے۔تب امیر حمزہ نے فرمایا کہ مارنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جوانمرد بولیں گے کہ امیر بڑا دانا مرد ہے کہ عیار کو کہہ کر فریب سے بادشاہوں اور پہلوانوں کو مارتا ہے اس طرح نام بدنام ہو جائے گا۔

یہ سن کر عمرو بن عمیہ بولے جان سے نہ ماروں گا تو مکہ میں لا کر قید اور لاٹھیاں ماروں گا۔پس مہر نگار نے کہلا بھیجا ہے کہ نوشیرواں کو تکلیف نہ دو۔امیر نے بھی منع کیا کہ تم نوشیرواں کو رنج مت دو۔صد تحسین و آفرین حمزہ کے رحم اور اتفاق پر کہ وہ سنگدل بادشاہ دشمنی کرتا رہا تو بھی امیر نے اس پر رحم کیا۔عمرو نے ان تینوں کافروں کو امیر کے حضور میں پیش کیا۔یہ مجرد ملاحظہ قید کے کافروں کا مرغ روح قید قفس سے اڑنا چاہتا تھا۔اس وقت امیر کی مہربانی دیکھ کر اور اپنے آپ کو مقید پا کر متحیر اور متعجب ہوئے۔پھر عمرو بولے کہ ان تینوں کو قلعہ کے دروازے پر لے جاتا ہوں تو امیر حمزہ نے پوچھا کہ وہاں جا کر کیا کرے گا تو عمرو نے کہا ان کو سولی پر چڑھاؤں گا۔ادھر کے لشکر میں شور پڑا کہ شہ معہ وزیر، ژوپین کے گم ہوا۔سب کافر پریشان تھے کہ کیا ہوا؟ یہاں ژوپین نے کہا کہ اے عمرو تو آج مجھے چھوڑ دے قسم ہے لات و منات کی کہ پھر صبح کو یہاں پانی نہ پیوں گا۔نوشیرواں اور بختک نے بھی اقرار کیا۔تو عمرو نے کہا کہ اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو تم مجھے کیا دو گے؟ وہ بولے کہ تم جو چاہو سو لو۔عمرو نے کہا کہ اگر ہر ایک آدمی ہزار اونٹ غلے کا دے اور ہزار نعمتوں کے اور چار چار ہزار دینار دے تو چھوڑوں گا۔غرض تینوں نے لشکر میں کہلا بھیجا اور تمام اسباب جلد منگا دیا۔اس کے بعد ژوپین کو کھڑا کر کے دو سو لکڑیاں ماریں اور بختک کو تین سو لکڑیاں ماریں اور آدھی ڈاڑھی اور ایک مونچھ مونڈ

کر اور سروں کے پٹے کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب یہ کافر اپنے لشکر میں آئے تو جو کوئی ان کو دیکھتا ہنستے ہنستے بے ہوش ہو جاتا تو ژوپین نے کہا کہ بختک اب میں جاتا ہوں کیونکہ اب کی مرتبہ تو عمرو نے زندہ چھوڑ دیا ہے اگر پھر دوسری مرتبہ لے جائے گا تو زندہ بچنا محال ہوگا۔ بختک نے کہا تو بے فکر رہ حمزہ جان سے ہرگز نہ مارے گا۔ یہ سن کر ژوپین نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر مہر نگار کو ساتھ لائے بغیر نہ جاؤں گا۔ القصہ جب غلہ مکہ معظمہ کے قلعہ میں آیا تب امیر کا لشکر بے فکر ہوا اور امیر کا بدن دن بدن اچھا ہوتا گیا۔ پس ہر روز کعبہ میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

عفریت دیو کا قتل

راویان روایت کرتے ہیں کہ کہ قاف میں ایک شہر سونے کا شہرستان زرین کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کی بادشاہی اسما نام کی ایک پری کرتی تھی جس کے ہاتھ میں نوے ہزار پریاں تھیں اور کوہ قاف کے اطراف میں عفریت نام کا ایک دیو بادشاہی کرتا تھا ایک روز اس کو خیال ہوا کہ میں شہرستان زرین کی پریوں کو کیوں چھوڑوں چنانچہ اس خیال سے بمعہ نو ہزار دیوؤں کے چڑھ آیا اور پریوں سے جنگ کرنے لگا اور وہاں پریاں دیو سے لڑنے کی طاقت نہ لا سکیں اور شہر کو اس پر چھوڑ دیا اور نہایت حیران و پریشان حالت میں تھیں اس اسما پری کا سلاسل نام وزیر علم رمل اور نجوم میں بے مثل تھا۔ اسما پری نے کہا کہ رمل دیکھ کر بتا کہ ہماری دولت اور ملک ہم کو ملے گا یا نہیں؟ وزیر نے اس بات کا قرعہ ڈالا اور غور و خوض کر کے دیکھا اور کہا البتہ ضرور ملے گا۔ اسما پری نے کہا کہ کس طرح۔

وزیر بولا کہ آدمی کی طرف سے ہماری دولت ہم کو ملے گی۔ اسما پری نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ تب وزیر نے حقیقت بیان کی کہ شاہ پریوں کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام رعد شاطر رکھا ہے اس وقت شاہ پریوں نے کہا کہ میرے فرزند کے مقابل دنیا میں کوئی بچہ نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ جس وقت آپ کے گھر فرزند پیدا ہوا تو اسی روز ایک عرب کے گھر میں ایک لڑکا ہوا جو ایسا خوب صورت ہے کہ بیان نہیں کر سکتا شاہ پریوں نے فرمایا کہ وہ فرزند ہمیں دکھا۔ تب میں نے رعد شاطر کو ہمراہ لیا اور عرب کو گیا اور اس بچہ کو گہوارہ میں سوتا پایا تب شاہ پریوں نے اپنے فرزند کو گہوارہ میں سلا کر اس بچہ کو گود میں لیا اور دیکھا اور فرمایا سچ ہے یہ بچہ بھی فرزند سے اچھا ہے۔ تب وہ رونے لگا کہ شاہ پریوں نے اسے آپ دودھ پلایا پھر شاہ پریوں کا فرزند رونے لگا تب امیر کی والدہ نے اسے دودھ پلایا پھر بمعہ شاہ پریوں اور رعد شاطر کے چلے اب وہ بچہ آدمیوں میں بڑا پہلوان ہوا ہے یہاں تک کہ اب اس کا ثانی دنیا میں کوئی نہیں ہے اگر وہ یہاں آئے تو ہمارا ملک ہم کو دلائے گا اور ان کی موت عنقریب ہی خدا نے اس کے ہاتھ میں لکھی ہے۔

یہ سن کر اسما پری نے کہا کہ وہ یہاں کیوں آ سکتا ہے؟ تب سلاسل نے کہا کہ اس کا لانا میرے ذمہ ہے۔ بعد اس کے رعد شاطر اور چند پریوں کو معہ تحفہ کے اپنے ہمراہ لے کر وزیر مکہ کو گیا۔ اس وقت امیر بیت اللہ شریف میں عبادت کر رہے تھے تب تمام پریاں آداب بجا لائیں اور وہ تحفہ روبرو امیر کے رکھ دیا اور غائب ہو گئیں۔ امیر نے یہ تماشہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور عمرو کو بلا کر فرمایا کہ یہ میوہ تقسیم کرو۔ حضرت حمزہ نے پریوں کو دیکھا تب پریاں پھر آئیں تو ان کو قسم حضرت سلیمان کی دی۔ تب پریوں نے ظاہر ہو کر اپنا حال بیان کیا۔ دوسرے روز مطابق معمول امیر عبادت میں مشغول ہوئے اور پریاں آئیں اور آداب بجا لا کر پھر جانا چاہا تو امیر نے ان کو حضرت سلیمان کی قسم دی اور پریاں کھڑی رہیں اور سلاسل نے رعد شاطر کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے قدموں پر ڈال کر کہا کہ ہم پریاں ہیں اور یہ آپ کا بھائی ہے حمزہ نے

فرمایا کہ میں آدمی اور تم پریاں پھر یہ میرا برادر کیونکر ہوا؟

تب سلاسل نے تمام قصہ امیر کے روبرو عرض کیا۔ امیر نے فرمایا مطلب تمہارا کیا ہے؟ تب پریوں نے کہا کہ آپ کے قرنفہ کو دیکھنے آئی تھیں۔ یہ کہہ کر چلی گئیں۔ امیر نے حقیقت والدہ کے حضور عرض کی۔ وہ بولی سچ ہے ایک رات ہم سوئے ہوئے تھے اور میں نے دودھ پلایا مگر صورت جو دیکھی تو تمہاری نہ تھی میں اس وقت حیران تھی کہ یہ احوال کسی سے ظاہر نہ کیا۔ امیر نے بیان سن کر پریوں کی عرض کو تحقیق جانا۔ پھر دوسرے روز موافق معمول کے امیر بیت اللہ شریف میں بیٹھے تھے اور پریاں بھی حاضر ہوئیں اور آداب بجالا کر دست بستہ کھڑی رہیں۔ انہوں نے بیت اللہ شریف میں طواف بھی کیا۔ تب سلاسل نے اسا پری کی پریشانی کا اور عفریت کے ظلم کی داستان بیان کی امیر نے فرمایا خدا کے فضل سے میں اسے اور دیوؤں کو مار سکتا ہوں۔

یہ سن کر سلاسل نے عرض کی۔ اللہ شانہ، کے فضل سے آپ اسے ماریں گے۔ امیر نے فرمایا کہ میری وجہ سے تمہارا تخت ملتا ہے تو میں آؤں گا۔ لیکن کہاں کوہ قاف اور کہاں میں۔ آنے اور جانے میں مدت چاہیے اور لشکر میرا تمام پراگندہ ہو گیا ہے۔ پریاں بولیں کہ ہم اٹھارہ روز میں تمہارے یاروں سے تمہیں ملا دیں گے امیر نے کہا یہ بات صبح میرے یاروں سے کہو تو میں ان سے اجازت لوں گا۔ جب صبح ہوئی تو امیر نے اپنے دربار میں رونق افروز ہو کر معہ یاران وفادار جشن فرمایا تو پریوں نے آ کر حجاب ظاہری دور کیا اور امیر نے ان کی تمام حقیقت بیان کی۔ تب یاروں نے بعد سماجت بسیار و منت بے شمار نہایت عذر و معذرت سے امیر کو پریوں کے گھر جانے کی رضامندی اور پریوں کو تاکید فرمائی کہ جلد امیر کو لاؤ۔ فرمایا غم مت کرو اٹھارہ روز میں آتا ہوں۔ مگر ان شاء اللہ زبان پر نہ لائے اس وجہ سے خدا تعالےٰ نے اٹھارہ روز کو اٹھارہ سال سے بدل دیا پس امیر نے سب یاروں کو فرمایا کہ میری جگہ عمرو بن عمیہ اور مہر نگار ہیں۔ میری تعظیم و تکریم ان سے ادا کرو اور میں اپنی امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

یہ بات سب یاروں نے قبول کی۔ مہر نگار نے بصد غم و الم حمزہ کو وداع کیا امیر نے فرمایا ذرا توقف کرو کہ میں کافروں کو مار کر اس حد سے نکال دوں۔ تب پریوں نے فرمایا کہ یہ ہمارا کام ہے آپ دیکھتے رہیں۔

تب پریاں تلواریں نکال کر کافروں کو مارنے لگیں اور یہاں تک مارا کہ کافروں کے سرتن سے اڑ گئے اور مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ تب تمام کافر بولے کہ عربوں کا خدا مارتا ہے یہ کہہ کر سب کے سب بھاگ گئے اور پھر پریاں امیر کی خدمت میں آئیں اور آداب بجالائیں۔

امیر نے فرمایا کہ کچھ سواری لاؤ۔ پریاں ایک جھاڑ اکھاڑ کر لائیں۔ امیر اس پر سوار ہوئے اور پریاں لے کر اڑیں۔ حمزہ کے تمام یار دیکھتے تھے۔ جب امیر نظروں سے غائب ہوئے تو سب یاروں کو اداسی ہوئی بزرجمہر کا پیغام آیا کہ اے فرزند ارجمند عمرو بن عمیہ جان لے کہ امیر کو کوہ قاف میں اللہ تعالیٰ اٹھارہ سال رکھے گا۔ کیونکہ امیر حمزہ نے زبان پر انشاء اللہ کا لفظ نہ نکالا تھا اس لیے اٹھارہ سال ہو گئے اور دیو (جو کوہ قاف میں ہیں) ان کو حمزہ مار کر شہر تجبہ میں تم سے آ ملے گا اور تم یہاں سے کوچ کر کے تجبہ میں جاؤ۔ خدا حمزہ کو تم سے ملائے گا۔ یہ سن کر تمام یاروں نے شور کیا اور عمرو نے سب کو دلاسہ دیا کہ رونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم صبر کرو۔

اب بہتر یہ ہے کہ دشمن اس بات کو سنیں۔ تب تک ہمیں یہاں سے باہر جانا اور مغرب کی طرف جانا ہے پھر آگے جو خدا کرے گا وہ ہوگا۔ پس مہر نگار کو ہمراہ لے کر ساعت سعید میں مکہ سے مغرب کو روانہ ہوئے اور مہر نگار کو مہتر اسحٰق

کے خنک پر سوار کر کے چالیس ہزار غلام اور بہت سی لونڈیاں ہمراہ دے کر اور مقبل حلبی کو معہ چار ہزار مکہ کی پشت پر نگہبان رہنے کو کہہ کر پہلوان عرب کافروں سے جنگ کرتے ہوئے اور عمرو نے اپنے عیاروں کو حکم دیا کہ دریافت کرو کوئی شہر نزدیک ہے یا نہیں؟ تب سارے عیار جا کر خبر لائے کہ یہاں سے تین کوس پر شہر نیستان ہے۔ تب عمرو بختک کی صورت بنا کر اور تھوڑے سوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نیستان کے قلعہ کے دروازے پر گئے اور دربانوں سے بولے کہ یہاں کے قلعہ دار کو خبر کرو کہ نوشیرواں کا وزیر بختک آیا ہے اور مہر نگار کو عربوں سے چھین لایا۔ سو عرب پیچھا کئے چلے آتے ہیں۔ اگر تم دروازہ کھولو تو مہر نگار کو اندر لا دیں۔

اس قلعہ دار نے دروازے پر آ کر دیکھا کہ بختک کھڑا ہے۔ تب یہ بولا کہ میں نوشیرواں کا غلام ہوں۔ مہر نگار کو جلد اندر لے آؤ۔ عمرو نے عیاروں کو روانہ کیا عیار گئے اور مہر نگار کو معہ غلاموں اور لونڈیوں کے اندر لائے اور عمرو کے حکم سے قلعہ دار کو مار لیا اور تمام لشکر اندر داخل ہوا اور اندر سے قلعہ کے تمام دروازے بند کیے اور عربوں نے فصیل پر سے کافروں کو مارا۔ اس قلعہ کے اندر تین سال کے لیے خوراک وغیرہ کا کافی سامان موجود تھا سو شکر خدا کا بجا لائے۔ اب ذرا دو کلمے داستان امیر حمزہ کے سنیے۔

جب پریاں امیر کو اڑا کر لے گئیں تو دوپہر کو کوہ قاف کے ایک دامن میں اتار کر میوہ کھلایا اور شراب پلائی اور امیر نے ایک دو گھڑی آرام کیا۔ اس کے بعد پریاں امیر کو لے کر پھر اڑیں اور دوسرے دن کوہ قاف میں جا پہنچیں۔ پریوں نے امیر کو اتار کر عرض کی اے امیر شہرستان زرین یہی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ تمام دیو کہاں رہتے ہیں؟ وہ بولیں کہ دیو کی بو سے ہم کو آگے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ تمہیں دور سے دکھا دیتے ہیں۔ پس امیر نے وضو کر کے دوگانہ شکر ادا کیا اور شہرستان زرین کو گئے اور دیکھا کہ شہر دیوؤں سے خالی ہے ہر کوچہ و بازاروں میں پھرے اور دیوؤں کا نام و نشان تک نہ پایا کیونکہ عفریت بمعہ لشکر شکار کو گیا ہوا تھا اور امیر وہاں سے باغ کی طرف گئے اور ایک دیو کو دیکھا کہ باغ کو پانی دینے آیا ہے اس نے امیر کو دیکھ کر نعرہ کیا اور ایک بہت بڑا پتھر اٹھایا اور امیر کے سر پر حملہ کیا۔ امیر نے جلدی سے جست مار کر وہ حملہ روکا اور دیو کو تلوار ماری اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا اور کہا اے آدمی ایک وار اور کر کہ جان نکلے امیر نے دوسرا وار کیا تو وہ دیو تازہ دم ہو کر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک لڑائی ہوئی کہ دوپہر ہو گئی اور دونوں کو تھکان ہوئی اور اس دیو نے ایک جھاڑ کے نیچے آرام کیا اور امیر بھی ایک جھاڑ کے نیچے جا بیٹھے۔ پس وہیں ایک بزرگ نمودار ہوئے امیر نے ان کی خدمت ادا کی تو حضرت نے امیر کو گلے لگایا۔ امیر نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ کہا میں خضر ہوں اور تمہیں بتانے آیا ہوں کہ کہ دیوؤں کو ایک مرتبہ مارنا کافی ہے۔ کیونکہ دوسری بار کے مارنے سے وہ درست ہو جاتے ہیں۔ اور امیر کو حضرت خضر علیہ السلام نصیحت کر کے غائب ہو گئے۔ امیر نے دیکھا کہ دیو سوتا ہے تب اس کو ہوشیار کیا اور کہا موذی اٹھ۔ تب دیو نے اٹھ کر امیر پر پھاوڑہ چلایا۔ امیر نے اس کو روکا اور ایک پتھر مارا کہ اس کی پیٹھ پر جا لگا اور زمین پر گرا اور پکارا کہ ایک وار اور کر۔ تب امیر نے فرمایا کہ اول میں نہ جانتا تھا اب استاد سے سیکھ کر آیا ہوں اب تجھے ہرگز نہ ماروں گا۔ تب وہ زمین پر پڑا رہا اور یہ بول بول کر کہ ایک وار اور بھی کر سر ٹپک کر مر گیا اور امیر نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اتنے میں اور دوسرے دیوؤں کی آواز آئی۔ پس جو دیو آتا امیر کو دیکھ کر پکارتا کہ آدمی آیا ہے۔

اس کے بعد دیوؤں کا بادشاہ عفریت آیا اور کہا تم میں سے کوئی جا کر اس آدمی کو پکڑ لائے تب ایک دیو نے چکی کا پاٹ پہاڑ سا کاندھے پر اٹھا کر امیر پر پھینکا امیر جست کر کے کھڑے ہو گئے اور وہ پتھر زمین پر پڑا۔ اس دیو نے چاہا

کہ پھر پتھر اٹھائے امیر نے اس کی کمر میں ایک ایسی تلوار ماری کہ اس کی آدھی کمر کٹ گئی تب وہ زمین پر گرا اور پکارا کہ آدم زاد ایک وار اور بھی کرتا کہ جان نکل جائے مگر امیر نے دوسری تلوار نہ ماری اور وہ مر گیا۔ پھر دوسرا دیو میدان میں آیا اور امیر پر پتھر چلایا امیر نے اس کو روکا اور اس کی کمر میں ایسی تلوار ماری کہ بدستور یہ بھی مردار ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور دیو امیر کے مقابل آیا اور وہ بھی جہنم میں گیا۔ پھر تو کسی دیو کو میدان میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ غرض عفریت نے کہا کہ کوئی جا کر اس آدمی کو مارے ایک بڑا بوڑھا دیو بھی اس مجلس میں تھا وہ بولا کہ اے عفریت میں نے حضرت سلیمان سے سنا تھا کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک مرد کو کوہ قاف میں لائے گا اور شجاع کا نام امیر حمزہ ہوگا اور یہاں کے تمام دیوؤں اور بلاؤں کو تلوار سے فنا کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہی ہے۔ عفریت نے جب یہ بات سنی تو جوش میں آ کر اس بوڑھے اجل رسیدہ دیو کو ایک پتھر سے مار ڈالا اور آپ امیر کے مقابل کھڑا ہوا اور ایک پتھر پہاڑ سا اٹھا کر امیر پر چلایا امیر نے ڈھال سر پر لی اور خدا سے پناہ مانگی اور ایسے زور سے تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا پھر تو نوے ہزار دیوؤں نے اپنے بادشاہ کو مردار اور بے جان دیکھ کر امیر پر یکبارگی حملہ کیا اور امیر نے دو دستی تلوار سے دیوؤں کو ایسا مارا کہ ان کا حساب خدا جانتا ہے۔

جب دیوؤں نے دیکھا کہ ان کے ہم جنسوں کو مرے پڑے ہیں اور امیر بالکل اچھا ہے تو سب کے سب یکبارگی غائب ہو گئے امیر نے حق سبحانہ کا شکرانہ ادا کیا اور حوض میں ہتھیار اور بدن وغیرہ دھوئے اور دوگانہ ادا کیا۔ اس کے بعد دس ہزار پریاں وہیں حاضر ہوئیں اور سر خدمت میں رکھ کر سجدات نیاز بجا لائیں اور قسم قسم کی نعمتیں اور میوہ جات گوناگوں حاضر لائیں۔ غرض بعد تناول طعام کے ہر طرح کی شراب جواہرات کے پیالوں میں بھر بھر کر دینے لگیں اور خوبصورت پریاں اپنا ناچ راگ سناتی اور دکھاتی تھیں امیر بدستور شبانہ روز عیش و عشرت میں مشغول رہ کر پریوں کا ناچ ملاحظہ کرتے رہے۔ اس کے بعد تین روز امیر حمزہ نے سلاسل وزیر سے فرمایا کہ بفضل تعالیٰ تمہاری مہم تو فتح ہوئی اب مجھے میرے یاروں میں پہنچاؤ۔ وزیر سلاسل نے قبول کیا اور اپنے دیوؤں کو بلا کر کہا کہ حمزہ کو کتنے دنوں میں ملک آدم زاد میں پہنچاؤ گے؟ کسی نے کہا تین شبانہ روز میں کسی نے دو شبانہ روز میں۔ ایک نے کہا کہ ایک روز شب۔ اسی دیوزاد کو سلاسل نے مقرر کیا اور ارض پری نے امیر سے عرض کی آپ کو ہمارے خزانے میں جا کر کوئی چیز قبول کرنی چاہیے تو ہمارے لیے عین سعادت ہے امیر نے خزانہ کا ملاحظہ فرمایا اور مقبول کوئی چیز نظر نہ آئی۔ امیر نے پریوں سے فرمایا کہ میرے خزانہ میں یہ تمام اشیاء موجود ہیں۔

امیر حمزہ اور اسما پری کی شادی

جب پریوں نے عاجزی سے عرض کی کہ ہماری خاطر کچھ قبول کیجئے۔ تب پوچھا کہ یہ ٹوپی اور کوڑا کس کا ہے؟ سلاسل وزیر نے عرض کی یہ ٹوپی اور کوڑا حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے کہ وہ حضرت جس وقت دیوؤں پر خفا ہوتے تھے تو ان کو کوڑے سے مارتے تھے اور جب دیوؤں کو اپنے اوپر ملال و رنجیدہ دیکھتے تو یہ ٹوپی پہن لیتے اور کسی کو دکھائی نہ دیتے پس دونوں میں یہ صفت ہے تب امیر نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں مجھے دو۔ پریوں نے عرض کی کہ ہماری سعادت ہے آپ ضرور لیں اور دونوں چیزوں پر کیا موقوف ہے جو چاہو لے لو۔

اس وقت امیر نے دل میں خیال کیا کہ یہ ٹوپی عمرو کو دوں گا اور کوڑا میرے لائق ہے۔ القصہ پریاں ایک کھٹولا

لائیں اور امیر اس پر سوار ہوئے اور دیو جلد اس کھٹولے کو سر پر لے کر مانند تارے کے اڑے۔ جب امیر کو نیند آئی۔ تب امیر نے کہا کہ اب دوپہر ہوئی ہے مجھے اتار دیں میں سوتا ہوں۔ دیوؤں نے عرض کی کہ اے امیر یہ ملک دیوؤں کا ہے یہاں اترنے میں خلل ہوگا۔ امیر نے اس دیو اجل رسیدہ کا کہنا ہرگز نہ مانا اور ناچار ہو کر دیو نے امیر کو وہاں اتارا اور امیر نے وہ ٹوپی سر پر رکھی اور کپڑا بچھا کر سو گئے اور دیوؤں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ وہ دیو امیر کو دیکھ کر متعجب ہوا ناگہاں دیوؤں کی فوج وہاں پیدا ہوئی۔ انہوں نے دیکھا اور دیو اور کھٹولا ہے اور اس لشکر کا سردار ہرنا نام کا دیو عفریت کا بیٹا تھا جو شہرستان زرین کو جاتا تھا کہ اپنے باپ کا بدلہ لے تب لشکر کے دیو اس کھٹولے اور دیو کو ہرنا دیو کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اور چارپائی پر کس کو لیے جاتا ہے اس نے مفصل حقیقت بیان کی۔

یہ سنتے ہی ان موذیوں نے اس دیو کو مار کر اس کھٹولے کو توڑ ڈالا اور دو دیوؤں کو وہیں بٹھایا کہ اگر حمزہ آئے تو اسے بھی مار ڈالو۔ وہ دیو وہاں حمزہ کے منتظر بیٹھے کہ ہرنا دیو نے جا کر پریوں سے شہرستان زرین کو چھین لیا اور اپنے آپ تخت پر بیٹھا۔ ادھر پریاں اپنے دیو کی منتظر تھیں کہ امیر کو چھوڑ کر کب آئے گا اتنے میں حمزہ اپنی نیند سے بیدار ہوئے اور ٹوپی اتار کر دیکھا کہ اپنا دیو مرا پڑا ہے اور کھٹولا ٹوٹا ہوا ہے۔ امیر اس وقت مغموم ہوئے اتنے میں وہ دونوں پیچھے سے آ کر لپٹ گئے امیر نے ان دونوں کو زمین پر پچھاڑا اور خنجر سے مارنا چاہا تب دیو نے معافی مانگی امیر نے فرمایا کہ تم مجھے پھر شہرستان زرین تک لے چلو جب تمہیں معاف کروں گا ورنہ مار ڈالوں گا۔ بس وہ رہبر ہوئے اور آگے چل کر جب وہ پہاڑ نمودار ہوئے تب امیر نے عقل سے سوچا کہ یہ موذی دغابازی پر آئے ہیں۔ یہ جان کر امیر نے انہیں تلوار سے مارا پھر وہاں سے چل دیئے اور ناگہاں ایک دریا کے کنارے پہنچے اور دیکھا کہ سوائے کشتی کے پار ہونا مشکل ہے تب امیر نے سوکھا ہوا جھاڑ تلوار سے کاٹا اور اس کی کشتی بنا کر اس میں میٹھا پانی اور میوہ وغیرہ رکھ لیا اور توکل خدا سوار ہوئے۔ چند روز میں پانی اور میوہ خرچ ہو گیا۔ تب امیر نے ایک کھارے پانی کا پیالہ پیا اور بے ہوش ہو گئے اور موجوں نے وہ کشتی دریا کے کنارے پر لگا دی امیر ہوشیار ہوئے اور کنارے پر اترے اور کیچڑ میں پھنس گئے اور جتنا زور اوپر کو کرتے اتنا ہی نیچے کو جاتے۔ آخر آفت آسمانی سے عاجز ہو کر چپ رہے اور دعا کرنے لگے یا مجیب الدعوات یا دافع البلیات اس بلا سے رہائی دے۔ امیر کا تیر دعا نشانہ اجابت پر پیوست ہوا یعنی ارض پری نے وزیر سلاسل سے پوچھا کہ امیر کو دیو لے گیا تھا رمل میں دیکھو اب تک وہ کیوں نہیں آیا۔

وزیر سلاسل رمل لے کر بولا کہ افسوس امیر اس وقت سخت مشکل میں گرفتار ہے۔ تب نو ہزار پریاں تلاش کرنے کو اڑیں اور امیر کے پاس آئیں اور کیچڑ سے نکال کر تمام بدن پانی سے دھویا۔ تب امیر نے ان پریوں سے فرمایا کہ مجھے پھر شہرستان زرین میں لے چلو تب پریوں نے امیر کو اٹھا کر اول جگہ پر اتارا اور پریاں غائب ہو گئیں۔ امیر نے اپنے تمام ہتھیار درست کیے اور گیارہ سو من کا گرز کاندھے پر رکھا اور قلعہ کے پاس آ کر نعرہ لگایا کہ سولہ کوس تک آواز گئی اور زمین و آسمان، کوہ بیابان جنبش میں آئے اور امیر کے نعرہ سے تمام دیو کانپ گئے اور تمام لشکر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ ہرنا دیو نے کہا کہ کوئی دیو ایسا ہے جو اس آدمی کو پکڑ لائے تاکہ میں اس سے اپنے باپ کا بدلہ لوں۔ تب ایک پہاڑی دیو نے مقابلہ میں آ کر ایک بڑا پتھر امیر پر مارا امیر نے جست کی وہ پتھر زمین پر ایسا گرا کہ زمین ہلی۔ دیو اس پتھر کو لینے کو پھر جھکا امیر نے تیغ بدریغ ایسی ماری کہ جمائل اتار ڈالی اور دیو زمین پر گرا اور کہا اے آدمی! اور ایک مرتبہ مار کہ مر جاؤں لیکن امیر نے دوسری مرتبہ مارنا ضروری نہیں سمجھا اتنے میں وہ موذی اپنا سر پتھر پر مار کر مر گیا۔

دوسرے روز تمام دیوؤں نے یکبارگی امیر پر حملہ کیا اور امیر بھی یکبارگی دو دستی مارنے لگے۔ امیر نے جس کے سر پر تلوار ماری تا بہ کمر اتاری اور جس کی گردن پر ماری تو سر مانند گیند کے اڑا اور خون کی ندیاں بہہ گئیں غرضیکہ اسی طرح تین شبانہ روز بدستور جنگ کرتے رہے آخر دیو تاب نہ لا کر غائب ہو گئے۔ امیر نے پانی کے پاس جا کر بدن صاف کر کے دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔ تب وہاں نو ہزار پریاں حاضر ہوئیں اور امیر کو لے جا کر کھانا کھلایا اور دور شراب کا شروع ہوا اور امیر مست ہو کر پریوں کا ناچ دیکھتے اور شاہ پری کی بیٹی بالجی اسما پری بھی موجود تھی جو تمام پریوں سے خوبصورت اور صاحب حسن و جمال تھی۔ امیر کی نظر ناگہاں اس پر پڑی تب اس کے عشق کا تیر امیر کے جگر میں جا لگا اس حال میں تمام پریاں مل کر تجویز کرنے لگیں کہ اگر اسما پری کو نکاح میں لائے گا تو اس کے سبب سے امیر کا رہنا یہاں ہوگا یہ سب سے افضل ہے۔

غرض سلاسل نے امیر کے حضور میں عرض کی کہ پہلوان جہانگیر اگر اسما پری کو عقد میں لائیں اور کنیزگی میں قبول کریں تو بہتر ہے اور ہم سب کو سعادت دارین ہے امیر نے وزیر کا کہنا قبول کیا۔ تب انہوں نے اپنی رسم کے مطابق اسما پری کا نکاح کیا۔ اس کے بعد کئی شبانہ روز عیش و عشرت میں رہے اور یہاں سے امیر کے لشکر کا حال بغور و تامل سنو کہ تین سال تک لشکر خوش حال رہا اور جب حلوفہ ختم ہوا تو وہاں سے باہر نکلے اور کافروں سے لڑتے ہوئے مغرب کی طرف چلے اور کئی روز کے بعد شہر حلب میں پہنچے۔ تب مقبل حلبی نے اپنے بھائیوں کو لشکر کی حقیقت لکھی تو مقبل کے تینوں بھائی ناصر حلبی و عادل حلبی وزیر تین ہزار سمیت باہر آئے اور دشمنوں کی فوج کو مار کر ہٹایا اور عمرو بن عمیہ کی فوج بمعہ مہر نگار کے قلعہ کے اندر داخل ہوئیں اور تین سال کے لیے غلہ جمع کر کے لڑتے رہے جب غلہ تمام ہوا تب عرب کا لشکر دشمنوں کے لشکر پر جا پڑا اور کتنے ہی دشمنوں کو مارا اور مغرب کی طرف روانہ ہوئے تیسرے روز شہر سفری کے پاس جا پہنچے اس شہر میں دو بادشاہ تھے ایک کا نام محراب سفر اور دوسرے کا نام روشیر سفری تھا تب وہ بادشاہ حمزہ کی لشکر کی حقیقت سن کر بولے کہ نوشیرواں نے بوڑھا ہو کر عقل گم کی ہے کہ پہلے اپنی بیٹی رضا مندی سے امیر کو دی۔ اب حمزہ کی غیبت کافروں کے سامنے اپنی دختر کی فضیحت کرتا ہے۔ اگر حمزہ کی کمک کو فوج لے کر مہمانداری کی شرط بجالا دیں اور مہر نگار کو فضیحت سے امن دیں تو بہتر ہے نیز جب امیر آئے تو ہمارے اوپر لطف کرے گا۔ یہ کہکر پگڑیاں سروں پر باندھ کر دشمنوں پر جا گرے اور امیر کے لشکر کو لے جا کر دروازے محکم کیے اور کافروں نے قلعہ پر مورچے لگائے۔

قریشیہ سلطانہ کی شجاعت

جب امیر دیوؤں کو مار کر اسما پری کے ساتھ عیش میں تھے تو چھ ماہ کے بعد خدا کی قدرت کاملہ سے حمل رہا بعد ایام معمور کے لڑکی آفتاب کی صورت پیدا ہوئی تو امیر نے اس کا نام قریشیہ رکھا۔ ایک روز امیر معہ اسما پری خلوت میں تھے تو اس وقت امیر نے مہر نگار کو یاد کر کے آہ سرد نکالی جوش غم سے آنکھوں سے خون بہہ نکلا۔ تو اسما پری نے امیر کی یہ حقیقت دیکھ کر پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ آپ روتے ہیں؟ امیر نے فرمایا کہ میرا دماغ دل مہر نگار کے دام زلف میں قید ہے اس کے فراق کی آتش میرے جسم کو جلاتی ہے اور اس کے ناز و غمزہ مجھے رلاتے ہیں اور وہ دختر ہفت کشور کی ہے۔ اسما پری کے دل میں اور کسی کے نام سے آتش عداوت بھڑکی اور بولی کہ تا حال امیر کے جی میں آرزو ہے آدمیوں میں جاؤں یا نہ جاؤں۔ امیر نے فرمایا یہاں کیا کروں۔ پری بولی آپ کی ہڈیاں اس زمین میں دفن ہوں گی اب باہر جانے کی امید چھوڑو۔

پس یہ سن کر امیر کو غصہ آیا اور چاہا کہ تلوار سے پری کو ماریں۔ غرض وہ بھاگ گئی اور امیر خفا ہو کر شہرستان سے نکل آئے تب ارض پری معہ لشکر اور وزیر سلاسل آ کر امیر کے پاؤں میں گرے اور آپ سے بہت منت سماجت کی کہ واپس ہو جائے۔ امیر نے پریوں کا کہنا نہ مانا اور جانے پر تیار ہوئے اور پریاں ناامید ہو کر عاجز ہو رہیں امیر نے انسانی دنیا کی راہ لی دوپہر تک چلے تو زمین گرمی سے مثل آتش ہو رہی تھی کہ امیر ایک جھاڑ کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور حضرت خضر نے امیر کو گلے لگایا اور سینہ سے ملایا امیر نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا حضرت آبادی میں کیونکر جاؤں گا؟ اور یاروں سے کیونکر ملوں گا؟ حضرت خضر نے فرمایا خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسان کرے گا اور منزل مقصود پر پہنچائے گا اور تم اس راہ سے چلے جاؤ مگر جہاں کہیں دھواں نکلے وہاں دیو ضرور ہوں گے تم وہاں جاؤ اور کنویں میں اتر کر دیوؤں کو فنا کرو امیر نے عرض کی کہ اندر کس طرح اتروں تب حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کمند دیو بند عنایت کی امیر نے بوسہ دیکر کمند ترکش میں رکھی۔ خضر نے فرمایا اسے جتنا لمبا کرو گے اتنی ہی بڑھے گی۔ تب حضرت خضر علیہ السلام نے سفرہ بچھایا اور نعمتیں رکھ کر دونوں نے کھایا۔ تب امیر نے پوچھا کہ ان دیوؤں کے نشان کیا ہیں؟ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ باغ یا چمن آ جائے بہتر دکھائی دے تو جانوں کہ وہ جگہ دیوؤں کی ہے یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ باغ و چمن آ جائے بہتر دکھائی دے تو جانو کہ وہ جگہ دیوؤں کی ہے یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوئے اور امیر بھی وہاں سے راہی ہوئے تب ایک ٹھکانے پر آ کر دیکھا کہ ایک پتھر کے تخت پر رعد چینی بیٹھا ہے۔ اتنے میں ایک دیو نے دوڑ کر رعد کو امیر کے آنے کی خبر دی کہ ہم ایسی بلا سخت سے زمین میں چھپے ہیں تو بھی یہ ہمارے درپے ہے۔

رعد دیو اسی فکر و تجویز میں تھا کہ امیر نے اندر اتر کر اوپر کا پتھر اٹھایا اور کمند لگا کر دیوؤں کے اوپر جا گرے رعد چینی نے ایک پتھر اٹھا کر امیر کے سر پر چلانا چاہا امیر نے ایسی تلوار ماری کہ اس کافر کی کمر کٹ گئی اور وہ زمین پر جا گرا۔ امیر نے دوسرے دیوؤں کو مار کر فنا کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکرانہ ادا کیا اور باہر نکل کر حوض میں ہتھیار خونخوار اور جسم مبارک دھویا پھر دوگانہ شکرانہ کیا اور حلال جانور کا شکار کر کے اس کے کباب کھائے اور وہاں سے کئی ایک منزلیں طے کیں تو ایک کنواں دیکھ کر اس کا قصد کیا اور کمند نکال کر کمر سے باندھ کر نیچے اترے اور دیکھا کہ رعد چینی تخت پر بیٹھا ہے۔

امیر نے اس کو دیکھتے ہی نعرہ مارا اور اس موذی نے پتھر نکال کر امیر پر چلایا امیر نے اس کی ضرب روکی اور ایک تیر ایسا مارا کہ پیٹھ سے پار ہو گیا اور موذی جہنم میں گیا پھر اس کے ملازموں کو بھی مار کر اس کی خدمت کے لیے جہنم میں بھیجا پھر کنویں سے نکل کر ایک روز وہاں آرام کیا اب حمزہ کے لشکر کی حقیقت سنو۔ جب یہ لشکر شہر سفر سے باہر نکلا اس نے کافروں کو جہنم میں پہنچایا تو اتنے میں یکا یک گرد پیدا ہوئی تب عیاران عمرو خبر لائے کہ شیر پایا کا لشکر نوشیرواں کی مدد کو آیا ہے۔ عمرو نے فرمایا خبر آنے دو خدا پر بھروسہ رکھو ہم کو کچھ غم نہیں۔

اتنے میں وہ کافر نزدیک آیا تو دیکھا کہ اس کا قد و قامت بیس گز ہے مگر عمرو دشمنوں کو مارتا ہوا مغرب کی طرف چلا جاتا ہے اور شیر بابا کے فرزند کا نام شیر بایک شیروانی تھا جب گاؤں شیروانی نے حمزہ کے لشکر کے بے سروسامانی کی حقیقت سنی تو تجویز کی کہ اگر ہم لشکر عرب کی مدد کریں گے تو جب امیر کو خدا لائے گا البتہ ہم پر لطف و کرم کریگا۔ یہ سوچ کر چالیس ہزار سوار سے باہر نکلا اور کافروں کو مارتا ہوا امیر کے لشکر کو قلعہ میں لے گیا اور عمرو اور حمزہ کے یاروں کے سامنے کئی سال کے لیے خاصہ رکھا۔ تب پہلوان عرب کھانے سے بے فکر ہو کر جنگ کرنے لگے جب وہاں کا غلہ تمام

ہوا تو وہاں سے پھر باہر نکلے اور کافروں کو مردار کرتے ہوئے مغرب کی طرف جاتے تھے بعد میں ایک شہر میں پہنچے کہ وہاں کا بادشاہ مشقال مغربی تھا۔ جب مشقال مغربی نے امیر کے لشکر کی کیفیت سنی تو خود باہر آ کر کافروں کو مار کر امیر کے لشکر کو شہر میں لایا اور شرط مہمانداری بجالایا۔ وہاں سے پھر نکل کر تنجہ شہر میں پہنچے یہاں کے بادشاہ کا نام ریحان تنجہ تھا جب اس نے سنا کہ جہاں امیر کا لشکر گیا ان کی پشت پناہی کر کے لشکر کی مہمانداری کی۔ تب قرار دیا کہ مجھے بھی لازم ہے کہ یاران حمزہ اور لشکر کو امان دوں کہ جب حمزہ آئے گا تو وہ بھی مجھے پناہ دیگا۔ یہ خیال دل میں کر کے معہ لشکر باہر آیا اور کافروں کو مارا اور لشکر عرب کو قلعہ میں لایا اور جو ذخیرہ تھا حاضر کیا۔

پس اسی وقت بزرجمہر کا کاغذ آیا۔ عمرو نے وہ خط کھول کر دیکھا کہ بعد حمد خدا اور نعت ابراہیم خلیل اللہ کا مضمون یہ ہے کہ:۔

''اے فرزند ارجمند سعادت مند عمرو بن عمیہ تم کو حکیم بزرجمہر کی طرف سے بعد دعا و سلام کے معلوم ہو کہ تم یہاں سے ہرگز باہر نہ جانا خداوند کریم اپنے کرم سے امیر حمزہ کو یہاں لائے گا۔''

بعد مطالعہ مضمون کے تمام یار جو مغموم تھے سب مسرور ہوئے اور مہر نگار کا یہ عالم تھا کہ ساعت بساعت انگلیوں پر حساب کر کے دیکھتی۔

اب دو کلمہ داستان امیر کی سنئے جب حمزہ نے ارزق چینی کے مارنے سے فراغت اور فرصت پائی اور دوسرے موذیوں کو بھی پردہ فنا سے چھپایا اور آگے بڑھے اور ایک ساعت میں ایک باغ دیکھا جس کا نام ارم تھا۔ پس امیر وہاں گئے اور ہتھیاروں کو اتار کر بدن کو دھویا اور گرد و غبار سے صاف کیا۔ صورت امیر کی ایسی ہوگئی جیسے بدلی سے چاند نکل آتا ہے تب ایک گورخر کو مار کر کباب بنا کر کھا کر رزاق کا شکر ادا کیا اور وہاں ایک قصر دیکھ کر تصور کیا کہ یہاں کوئی آدمی رہتا ہوگا اس خیال میں تھے کہ وہاں سے دوسر کا دیو باہر آیا اور امیر کے آگے سر زمین پر رکھا اور کہا کہ میں ارض پری کا دیو ہوں جیسے آپ نے قدم رنجہ فرمایا تو مجھے آپ کی خدمت گزاری واجب ہوئی۔ غرض ایسی باتیں بنا کر امیر کو محل میں لے گیا اور کھانے میں دوا بے ہوشی ملائی امیر کھا کر بے ہوش ہو گئے تب دیو نے ایک جھاڑن سے باندھ کر ہوشیار کیا اور لکڑی سے مارنے لگا اور اتنا مارا کہ امیر کا تمام بدن زخمی ہو گیا۔ پھر ایک اونٹ کو مار کر اس کا چمڑا اتار کر اس میں امیر کو باندھ کر ایک جھاڑ پر رکھا۔ القصہ وہاں ایک سیمرغ آیا اور چمڑے کو اپنی غذا تصور کر کے جنگل میں لے جا کر اپنے بچوں کو لایا اور آپ پھر روزی کی تلاش میں گیا۔ تب سیمرغ کے بچوں نے چمڑے کو پھاڑ کر دیکھا تو اس میں ایک آدمی ہے تب سیمرغ نے کہا یا امیر آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے پھر باغ مذکور میں لے جا کر چھوڑ دو تو عین کرم ہے۔

تب سیمرغ نے کہا کہ یا امیر میری پیٹھ پر بیٹھ جائیں۔ امیر نے آہستہ سے رات کے وقت اپنے ہتھیار جھاڑ سے کھول کر تن پر باندھے اور اس دیو کے محل میں جا کر نعرہ کیا تب وہ دیو پر از مکر حمزہ کی آواز جان سوز سے دلگیر ہو کر باہر آیا اور امیر پر پتھر سے حملہ کیا پھر امیر نے جست کر کے پتھر کو روکا اور تلوار سے اس کافر کا فرار کر کے بہت روز وہاں آرام کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور راہ میں ایک بہت بڑا کنواں امیر نے دیکھا تب حمزہ پتھر اٹھا کر اور اس میں کمند باندھ کر اندر اترے پھر پتھر رکھ کر سوراخ میں نظر کی تو دیکھا کہ سموم نامی دیو پتھر کے تخت پر بیٹھا ہے اور یہ موذی دیوؤں میں صفت عیاری رکھتا تھا۔ امیر نے وہ سوراخ دار پتھر بھی اٹھایا اور اندر اترے امیر کو دیکھتے ہی وہ دیو دوڑا اور امیر کے پاؤں پر گرا اور دعا دی اور امان امان کہنے لگا۔

تب امیر نے فرمایا کہ کس طرح تو امان مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ آپ جو فرمائیں گے غلام بسر وچشم بجا لائیگا۔ امیر نے فرمایا کہ کوہ قاف میں چل اور تمام دیوؤں کو تابعدار کر کے قریشیہ کی خدمت میں حاضر رہ وہ اگر تمہیں قبول ہے تو امان دوں گا ورنہ دوزخ میں بھیج دوں گا۔ سموم نے کہا یا امیر یہاں سے تین روز کے رستہ پر کوہ قاف ہے اور وہاں تمام دیو جمع ہیں اور وہ رستہ شہرستان زرین کو جاتا ہے آپ ان کو زیر کیجئے میں نہیں جا سکتا تب امیر نے فرمایا بجز اس کے امان نہ ملے گی۔ غرض سموم باہر نکلا اور امیر نے اس کے گلے میں کمند دیو بند ڈالی اور لے چلے جب رات ہوتی تو دیو کو جھاڑ سے باندھ دیتے اور صبح کو کھول کر چلتے۔

غرض جب منزل مقصود پر پہنچے کہ ہم قریشیہ کے حضور میں لے جائیں پس امیر نے اس کے دونوں کان کاٹ لیے اور چھوڑ دیا پھر آگے بڑھے اور پہاڑ پر چڑھ کر نظر کی تو دیکھا کہ ہزاروں دیو جمع ہیں۔ امیر نے بھی قصد جنگ کا کیا۔ جب وہ دیو امیر پر آ گرے تب امیر نے دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ کر دیوؤں کو مارنا شروع کیا اور بہت سے دیوؤں کو مارا۔ غرض تین دن لڑائی کی تب تمام دیو جمع ہو کر ایک جگہ پر اترے اور امیر بھی ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آسودہ ہوئے۔

اتنے میں جنگل کی طرف سے گرد پیدا ہوئی اس میں ایک سوار آ پہنچا اور امیر کے قدموں میں سر رکھ کر کہا کہ میں آپ کی کنیز ہوں امیر نے پہچانا کہ میری بیٹی ملکہ قریشیہ ہے۔ عرض کی اے قبلہ گاہ ہمارے قاصد ہمیشہ آپ کی خدمت میں خبر کے واسطے جاتے رہے۔ چنانچہ آج سننے میں آیا ہے کہ آپ پر بڑی مشکل پڑی ہے اس لیے یہ بندی حاضر ہوئی۔ قریشیہ بولی کہ آپ نے اپنے دیوؤں کو مارنا شروع کیا اب کنیز کی تیر دستی دیکھئے۔ یہ بات کہہ کر قریشیہ سلطانہ نے تلوار کھینچ کر دیوؤں کو مارا کہ شجاعت کی داد دی۔ دیوؤں نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ جب امیر تنہا تھا تو کسر نہ رکھی اور اب تو اس کے ساتھ دوسرا مددگار ہوا ہے اب کہاں جان چھپا دیں کہ چھپنے کی جگہ کہیں نہیں ہے غرض سب دیو غل وشور کر کے وہاں سے یکباری غائب ہو گئے۔ حمزہ نے فرمایا کہ اے نور چشمی! دیوؤں کے مارنے میں کچھ کوتاہی نہیں ہوئی اس لیے اب میں شہرستان زرین سے بے فکر ہوا ہوں۔ یہ فرما کر امیر نے دعا دی کہ یا اللہ میری بیٹی کی عمر دراز کر اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ جب تک حسین ابن علی خلافت پر نہ بیٹھیں تب تک قریشیہ سلطانہ بھی نہ مرے گی یہ آواز سن کر قریشیہ سلطانہ کو وداع کیا۔

اشقر دیوزاد کی پیدائش

جب قریشیہ سلطانہ کو امیر نے وداع کیا اور آپ آگے بڑھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک دیو کی عورت ایک صندوق آگے رکھ کر رو رہی ہے کہ یا اللہ حمزہ کو پیدا کر۔ حمزہ نے پوچھا کہ اے عورت تو امیر کو کیوں یاد کرتی ہے وہ بولی کہ حضرت سلیمان نے اس صندوق میں قید فرمایا تھا کہ میرے فرزند کو چھڑا کر اس سے نشانی لے لیکن کوہ قاف کے دیوؤں نے تین دفعہ زور لگایا کھول نہ سکے۔ امیر نے بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ میں صندوق لے کر کھول دیا تب دیو اس میں سے باہر نکلا اور امیر کے قدموں پر گرا اور عرض کی کہ اے جہانگیر آپ جو فرمائیں گے بجا لاؤں گا۔ امیر نے فرمایا کہ مجھے انسانی آبادی میں پہنچا۔ اس دیو نے کہا کہ تم میری گردن پر بیٹھو امیر اس کی گردن پر بیٹھے دیو ہوا میں اڑا اور آسمان پر لے چلا۔ جب اوپر گیا اس نے کہا اے امیر دنیا کیسی دکھائی دیتی ہے؟ تب امیر نے کہا ایک تھال جیسی۔ پھر وہ موذی اور اوپر لے گیا اور

جاتے جاتے امیر سے پوچھا کہ اب کہو آپ کو دنیا کیسی معلوم ہوتی ہے؟ امیر نے کہا ایک پیالہ سا دیکھتا ہوں۔

تب دیو دغاباز نے کہا کہ اے امیر بولو تم کو پہاڑ پر پھینکوں یا دریا میں۔ امیر نے خیال کیا کہ دیوالٹی سمجھ کے ہوتے ہیں اگر پہاڑ پر کہوں گا تو دریا میں ڈالے گا اگر پہاڑ پر گرا تو بچنے کی امید نہیں اگر پانی میں گروں تو امید زیست کی ہے۔ امیر نے کہا اے دیو میں نے تجھے بند سے خلاصی دی ہے اور تو بدی کرنا چاہتا ہے دیو نے کہا اے امیر دیوالٹی مت کے ہوا کرتے ہیں نیکی کا بدلہ بدی سے ادا کرتے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے موذی تو مجھے پہاڑ پہ ڈال کہ جان جلد جائے تب دیو بولا کہ میں دریا میں ڈالوں گا تیرا گوشت مچھلیاں کھائیں۔ یہ کہہ کر امیر کو دریا میں ڈال دیا۔ امیر نے اللہ کو یاد کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ تب فرشتوں نے بلا حرکت کے امیر کو زمین پر اتارا۔ امیر نے شکرانہ ادا کیا پھر وہاں سے آگے بڑھے دیکھا کہ وہی دیو ایک حوض میں آ کر پانی پینے لگا دیکھا کہ وہاں کتنی ہی پریاں غسل کر رہی ہیں تو ان میں سے دیو نے ایک پری کو پکڑ لیا اور چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ امیر اس موذی کو مارنا چاہتا تھا تب دیو نے عرض کی کہ یا امیر آپ چپ رہیں کیوں کہ حضرت سلیمان نے کہا تھا کہ تیری نسل سے دیوزاد گھوڑا پیدا ہوگا اور حمزہ اس پر سواری کرے گا اگر آپ پری کو مجھ سے چھڑا دیں گے تو آپ کو میں گھوڑا کیسے دوں گا؟ تب امیر چپ ہو گئے اور دیو عیش و عشرت میں مشغول ہوا چند روز دیو پری اور امیر ایک جگہ رہے جب پری سے بچہ (گھوڑا) پیدا ہوا اور یہ گھوڑا پیدا ہوتے ہی دوڑ کر امیر کے پاس آیا اور امیر کے قدموں پر سر رکھا۔ امیر نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور پری کو اس کی پرورش کے لیے تاکید فرمائی اور اس کا نام اشقر دیوزاد رکھا۔ کتنے ہی روز کے بعد ایک دن امیر نیند میں تھے تو دیو نے پری سے کہا کہ تو اگر گھوڑا نہ جنتی تو امیر حمزہ کیونکر سوار ہوتا۔

پری نے کہا کہ تو دیوزاد اور میں پری زاد پھر گھوڑا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ اب یہ گھوڑا پیدا ہوا تو ایسے جہانگیر مرد کی سواری میں کام آیا کہ تیری میری عزت سعادت ہوئی۔ دیو نے کہا کہ میں تو اپنے فرزند ارجمند کو حمزہ کی سواری میں نہ دوں گا۔ بلکہ حمزہ کو مار ڈالوں گا۔ بچہ نے یہ باتیں سنیں اور ٹاپیں مارنے لگا یہاں تک کہ دیو کو مار ڈالا پری ڈر کر بھاگ گئی۔ جب امیر نے دیکھا کہ دیو مرا پڑا ہے اور پری غائب ہے تو اپنے دل میں کہا کہ دیو بداندیش نے کچھ کہا ہوگا اس وجہ سے اشقر نے مار ڈالا ہے۔ اشقر کو بہت آفرین اور تحسین کی تب امیر آگے بڑھے اور اشقر بھی ہمراہ چلا جب رات ہوئی تو آرام کیا اور پری آ کر اشقر کو دودھ پلاتی۔

جب اشقر بڑا ہوا اور گھاس چرنے لگا تو پہاڑوں کی زمین میں چلتے چلتے اشقر کے سم گھس گئے اور زخمی ہو گئے۔ امیر اس کے زخموں کو دیکھ کر غم و الم میں ہوئے۔ آخر کار خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور امیر خضر کے قدموں پر گرے انہوں نے حمزہ کو گلے لگایا تو امیر نے عرض کی کہ گھوڑا بغیر نعل کے چل نہیں سکتا۔ تب حضرت خضر نے اشقر کے پاؤں میں چار نعل اپنے ہاتھ سے باندھے۔ امیر نے حضرت خضر علیہ السلام سے عرض کی کہ چار نعل اور بھی عنایت فرمایئے اگر یہ نعل نکل جائیں تو میں ان کو پھر باندھوں۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دوسرے نعل کی ضرورت نہیں جب تمہاری قضا آئے گی یہ نعل تب نکلیں گے یہ فرما کر خضر علیہ السلام غائب ہوئے۔ امیر نے آگے کی راہ لی اور دور سے ایک قلعہ دکھائی دیا یہ قلعہ سبز پوش پریوں کا تھا جب انہوں نے امیر کے آنے کی خبر سنی تو بہت عزت و توقیر سے امیر کا استقبال کیا اور ایک اچھے مکان میں اتارا اور شرائط مہمانداری کی بجا لائیں۔ امیر نے بھی آرام و استراحت کی۔ جب رات دو پہر گذری تو امیر ہوشیار ہوئے اور آہ سرد کی ایک آواز امیر کے کان میں آئی۔ پس امیر حمزہ نے اس

مکان کا قفل توڑا اور اندر جا کر دیکھا کہ دو مرد آہ آہ کر رہے ہیں۔ امیر نے ان دونوں کو باہر نکالا اور پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اور تم کون قوم ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ وہ بولے ایک کا نام ملاح آشوب اور دوسرے کا نام بہلول نقاش ہے ہم سوداگری کے لیے جہاز پر سوار ہو کر دنیا میں جاتے تھے کہ طوفان قہر نے ناگہاں ہمارے جہاز کو غارت کیا اور ہم بھی قریب نزع کے تھے اتنے میں پریاں آئیں اور ہم کو یہاں لا کر تین روز سے یہاں قید کر رکھا ہے۔

جب صبح ہوئی تو سبز پوش پریوں کا بادشاہ امیر کے پاس آیا اور آداب بجالایا امیر نے فرمایا کہ یہ دونوں آدم زاد ہمارے ہم جنس ہیں انہیں میرے تابع کرو۔ اس نے عرض کی آپ بے فکر رہیں اور لے لیں۔ ہماری زہے سعادت ہے۔ پھر امیر نے آگے چلنے کی تیاری کی کہ اتنے میں آشوب ملاح نے کہا کہ اے امیر پریوں سے ایک کشتی طلب فرمایئے امیر نے ویسا ہی کیا اور دریا پار ہونے کے لیے امیر معہ اشقر اور دونوں یاروں کے سوار ہو کر دریا میں چلے اتنے میں ایک جانور آیا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ سیمرغ ہے تب یہ سیمرغ کشتی کو چنگل میں لے کر ہوا میں اڑا۔ امیر نے کمان میں تیر لگا کر سیمرغ کے سینہ میں ایسا مارا کہ وہ زخمی ہو کر گرا اور کشتی ریزہ ریزہ ہو گئی اور امیر معہ یاران سلامتی سے کھڑے رہے پھر امیر نے بہلول نقاش کو فرمایا کہ اس سیمرغ کے پر نکال کر اس کی تصویر لکھو اور ایک پر ہمراہ لو۔ نقاش مذکور نے بموجب حکم ویسا ہی کیا پھر وہاں سے چلے تو ایک باغ نظر آیا تب امیر نے دونوں کو ایک جھاڑ پر چڑھایا اور اشقر پیچھے کھڑا رہا۔

امیر نے باغ میں جا کر دیکھا کہ ہر درخت کے نیچے ایک دیو بڑے سینگوں والا بیٹھا ہے جب ان دیوؤں نے امیر کو دیکھا تو وہ اپنے سینگ جھاڑ کر امیر کے اور پر دوڑے اور حملہ کیا اور امیر نے بھی دیوؤں پر حملہ کیا غرض کہ بہت سے دیوؤں کو مارا اور باقی بھاگ گئے اور بھاگتے ہوئے دیوؤں کو دیکھ کر بہلول اور آشوب کے مرغ روح نے قفس تن سے پرواز کرنا چاہا اور اشقر جو نیچے کھڑا تھا اس نے جس وقت دیوؤں کو بھاگتا دیکھا تو ٹاپوں سے مارنا شروع کیا غرض جو دیو امیر سے بھاگتا وہ اشقر کی ٹاپوں سے مارا جاتا۔

جب امیر باغ سے باہر آئے تو دیکھا کہ بہت سے دیو مرے پڑے ہیں امیر نے حیران ہو کر پوچھا کہ ان دیوؤں کو کس نے مارا ہے۔ بہلول اور آشوب نے کہا کہ جب دیو باغ میں آتے تھے تو ہماری جان ان سے ڈرتی تھی مگر اشقر نے تمام کو ٹاپوں سے مار ڈالا۔ امیر نے اشقر کی پیشانی پر بوسہ دیا اور وہاں سے آگے کو چلے اور پھر ایک باغ دیکھا۔ امیر نے یاروں سے کہا کہ تم ایک درخت پر چڑھو اور اشقر کو زیر شجر چھوڑ کر آپ آگے بڑھے اور دیکھا کہ گھوڑے کے سر والے دیو بیٹھے ہیں انہوں نے امیر پر حملہ کیا امیر نے تلوار خونخوار سے بہت سے دیوؤں کو مارا اور باقی بھاگے سو اشقر نے ٹاپوں سے مارا اور جب امیر موذیوں کو مردار کر کے فارغ ہوئے اور آگے چلے تو کتے کے سر والے دیوؤں میں پہنچے ان کو بھی مردار کیا اور پھر آگے بڑھے تو دیکھا کہ جنگل میں ایک شیطان سا آدمی پال سیتا ہے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔

یہ سن کر موذی نے امیر کے دونوں بازو پکڑ کر زور کیا لیکن خود عاجز ہو گیا امیر نے اس کو زمین پر گرایا اور خنجر اس کے گلے میں پھیرا لیکن اس کا گلا ہرگز نہ کٹا تب ہاتف آواز دی کہ اے امیر یہ دجال کا خربان ہے تب امیر نے اس کی آنکھ میں خنجر مارا اور داہنی آنکھ کانی کر دی اور وہ چلاتا ہوا دوڑا۔ تب خربان نے گدھے کو پکارا تب ایک کالا پہاڑ سا گدھا کہ جس کے دیکھنے سے شیروں کو لرزہ پیدا ہو۔ وہ گدھا منہ کھول کر امیر پر حملہ آور ہوا اور وہ گدھا تو اتنا قوی اور موٹا چار کوس میں سماتا تھا امیر نے اس کی آنکھ میں خنجر مارا اور اس کی داہنی آنکھ کانی کی اور دونوں کان کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب خر اور خربان غائب ہوئے تب دجال بدافعال پیدا ہوا اور ایک قدم آگے بڑھ کر امیر کے روبرو آیا تب امیر نے اس کے بازو

پکڑے اور نیچے گرایا جب سے نام اس کا کانا دجال مشہور ہے اور روایتوں میں لکھا ہے کہ اس شیطان اور خربان کی داہنی آنکھ کانی ہے۔

امیر حمزہ اور عمر بن معدی کرب

جب امیر حمزہ دجال سے فارغ ہو کر وہاں سے چلے تو ہاتھی کے کانوں والے آدمیوں کے شہر میں پہنچے وہاں کے بادشاہ کا نام قریشی تاجدار تھا اور اس قوم کی صورت آدمیوں کی تھی۔ مگر کان ہاتھی کے تھے جب قریشی تاجدار نے حمزہ کے آنے کی خبر سنی تو استقبال کو آیا اور امیر کو عزت و تکریم سے اپنے محل میں لے گیا اور شرائط مہمانداری بجالایا تب امیر نے آدمیوں کی صحبت سے شکر از خدا کا ادا کیا اور قریشی سے پوچھا کہ یہاں سے دنیا کتنی دور ہے۔

اس نے عرض کی کہ اے پہلوان جہانگیر ابھی تو سات دریا سے پار ہونا ہے۔ ایک دریا پانی، دوسرا آگ، تیسرا دھواں، چوتھا لہو، پانچواں جوش، چھٹا قلزم، ساتواں عمان ہے جب ان سات دریا سے پار ہوگا تب جایئے کہ کوہ قاف سے وداع ہوئے۔ امیر نے فرمایا کہ میں ان دریاؤں سے پار کیونکر جاؤں گا؟ قریشی نے کہا پہلے دریا کے کنارے ایک عورت نیک سیرت صفائے باطن عبادت گذار رہتی ہے جب وہاں جاؤ گے تو وہ عورت تم کو ایک دریا بلکہ تمام دریاؤں سے پار کرے گی اور حضرت خضر علیہ السلام اس عورت کو اکثر والدہ کہتے ہیں اور وہ بڑی بزرگ و صالح ہے امیر نے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ ایک رہبر دو کہ وہ ہمیں اس صالحہ عورت سے ملا دے عرض کی کہ آپ کا گھوڑا بے زین ہے زین تیار ہونے تک صبر فرمایئے۔

امیر نے قبول کیا اور چند روز وہاں رہے کہ ایک قاصد نے خبر دی کہ بادشاہ کی دختر کو سموم لے گیا ہے امیر نے پوچھا کہ سموم دیو یہاں کب سے آیا ہے؟ قریشی نے کہا یا امیر اس موذی نے دنوں سے یہاں کے جنگل میں رہنا شروع کیا ہے اور اس حرامزادے کے ہاں بچہ ہوا اور ماں اس کی جہنم میں گئی۔ تب وہ ہمارے شہر میں سے ایک عورت کو لے جاتا ہے آج میری دختر کو لے گیا ہے امیر اٹھے اور اشقر کو بھی ہمراہ لیا ایک کنواں سل سے بند نظر آیا امیر نے اس سل کو اتار کر کنویں کے منہ پر اشقر کو کھڑا کیا اور آپ کمند باندھ کر کنویں میں اترے اور ایک سوراخ سے دیکھا کہ سموم تخت پر بیٹھ کر حکم و احکام میں مشغول ہے امیر نے وہ سوراخ دار پتھر اٹھایا جب اس موذی نے امیر کو دیکھا تو مارے ڈر کے ایک طرف جا بیٹھا امیر نے اسے نیزہ مارا اور دیو زمین پر گرتے ہی مر گیا۔ امیر قریشی کی دختر کو ہمراہ لے کر اوپر آئے اور جو دیو کنویں میں سے باہر بھاگے ان کو اشقر نے ٹاپوں سے داخل جہنم کیا۔

غرض امیر یہ حال دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور شہر میں آئے تو قریشی بہت ممنون ہوا اور ہزار تعظیم و تکریم سے مہمانداری میں مشغول ہوا پھر کئی دن کے بعد زین زرین تیار ہوئی اور امیر کے حضور میں حاضر کی اور امیر نے ایک رہبر ہمراہ لیا اور عورت باصفا کے پاس آئے اور اس کا باغ مانند بہشت کے تھا اس میں ایک درخت سرو کا کاٹا اور اس کی شاخیں کاٹ کر ہاتھ کا عصا بنا کر اس نیک سیرت کے آگے آئے اور سلام اس بی بی کو کیا۔ اس نے اٹھ کر امیر کو گلے سے لگایا اور سینہ بے کینہ سے ملایا اور شرط مہمانداری ادا کی اور امیر سے فرمایا کہ فرزند ارجمند اس باغ میں مرغ سمندر آتے ہیں ان کو مار کر اور ان کا چمڑا اتار کر اپنا اور اپنے یاروں اور اپنے گھوڑوں کا لباس تیار کرو تا کہ آتش دریا تم پر کارگر نہ ہو۔ پس امیر تیر کمان لے کر باغ میں گئے اور جانوروں کو مار کر سب کے لیے بہلول اور آشوب سے پوستین تیار کرائیں

معہ گھوڑے سب نے پوشاکیں ایسی سیں کہ سوائے آنکھ کے کوئی اعضا کھلا نہ رہا۔ تب اصفائے باصفا ہاتھ میں عصا لے کر ان کے آگے امام ہوئی۔ امیر بمعہ یاران مقتدی جب اول دریا کے پاس آئے تب اس عورت باصفا نے پانی پر عصا مار کر پانی کو دو ٹکڑے کیا اور امیر کو فرمایا کہ تم بے فکر میرے برابر چلے آؤ۔

امیر معہ یاران واشقر اس دریا سے پار ہوئے غرض ساتوں دریا بدستور پار ہوئے۔ تب اصفائے باصفا نے مصلیٰ بچھا کر سجدہ حق میں اپنی جان درگاہ الٰہی میں تسلیم کی۔ اب امیر کو اس کی تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی تو ہاتف نے آواز دی کہ اے حمزہ تو یاروں سمیت اس لاشہ کی طرف سے منہ پھیر لے۔ تب امیر نے بدستور منہ پھیر لیا۔ خدا کی قدرت وہ مغفور ناپید ہوئی حمزہ نے شکر حق ادا کیا اور روانہ ہو کر منزل در منزل طے کرنے لگے۔ اب حقیقت حمزہ کے لشکر کی سنو کہ تجہ میں سب غلہ ختم ہوا اور لشکریوں نے گھوڑوں کو کھانا شروع کیا عمر معدی کرب بھوک کی برداشت کی تاب نہ لا کر عمرو کے پاس آ کر بولا کہ میں آتش فاقہ سے جل کر کباب ہوا ہوں اگر حکم ہو تو اور ملک میں جا کر وہاں کے حاکم کو مطیع کر کے غلہ وغیرہ روانہ کروں۔ میں خوب کھاؤں۔

عمرو نے کہا اے عزیز ذرا صبر کر کہ امیر کے آنے کے ایام قریب ہیں۔ اگر ایسے وقت میں جدا ہو کر جاؤ گے تو بے وفا کہلاؤ گے۔ اب اٹھارہ برس تمام ہونے پر آئے ہیں اتنے سالوں کی مشقت و محنت تمہاری برباد جائے گی۔ عمر معدی کرب نے عمرو بن عمیہ کا کہنا ہرگز نہ مانا اور جنگل کی راہ لی۔ جنگل میں ایک کاروان اترا تھا وہاں کے قافلہ سالار سے کہا کہ میں بھوکا ہوں کھانا جلد لاؤ۔ کاروان سالار اس کے قد سے ڈرا اور ایک آدمی سے غلہ جمع کر کے سات برتن کھانے پکا کے لایا۔ عمر معدی کرب نے کھانا گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے کھایا اور بولا کہ اے سالار کاروان یہ تو ناشتہ ہوا اور تازہ کھانا جلد لاؤ۔ وہ کاروان کھانا پکوا کر اور سات برتن لایا۔ عمر معدی کرب نے وہ بھی تمام کھایا اور کہا کہ اے نادان کاروان سالار تم نے مسخری میرے ساتھ کی ہے کہ ذرا سا کھانا لا کر دیتا ہے۔ پس اتنی خوراک سے میرا پیٹ نہیں بھرتا اور کچھ بکریاں لا کر کباب بنا۔

یہ سن کر کاروان سات بکریاں لائے معدی کرب نے گھوڑے سے اتر کر ان بکریوں کو ذبح کر کے ایک درخت جڑ سے اکھاڑ کر جلایا اور بکریوں کو اس پر بھون کر کھایا اور جا کر ایک حوض عظیم پر منہ لگایا اور اس کا تمام پانی پیا۔ تب پیٹ بھرا اور گھوڑے کا سامان اتار کر چرنے کو چھوڑا اور ایک جھاڑ کے تلے آپ زین بچھا کر سویا جب آدھی رات ہوئی تو کاروانیوں میں ڈاکہ پڑا اور غل ہوا کہ کاروان لوٹا۔

عمر معدی کرب یہ سن کر ہوشیار ہوا اور تمام چوروں کو مار کر کاروان کا مال و جان بغیر نقصان کے بچایا۔ تب کاروان بولے کہ اس شخص نے جو کھایا وہ اس کی مدد کے آگے کیا چیز ہے۔ صبح کو جاتے وقت اس کو ہمراہ لیا اور ایک شہر پہنچے۔ یہاں کا بادشاہ مر گیا تھا اور ارکان دولت ہما کو اڑاتے تھے کہ جس کے سر پر بیٹھے اسی کو بادشاہ بنا دیں۔ اس شور میں عمر معدی کرب بھی کھڑا تھا وہ ہما معدی کرب کے سر پر بیٹھا۔ بس عوام اور امرا و زراء نے عمر معدی کرب کو بہت تکریم و تعظیم سے لے جا کر تخت پر بٹھایا اور ملک کے حکم احکام سنائے اتنے میں باورچی خانہ کے داروغہ نے طعام لذیذ لا کر سفرہ چن دیا۔ عمر معدی کرب نے بعد کھانے کے شراب پی سرشار ہو کر وزیر سے کہا کہ عورت لاؤ کہ میں نکاح کروں۔

وزیر نے عرض کیا کہ اے جہاں پناہ اس شہر کی رسم ہے کہ اگر عورت مرے تو معہ خصم دفن کرتے ہیں اگر مرد مرے تو معہ عورت مدفون ہو اگر اس طریقے کو حضور قبول کریں تو بندہ نوازی ہے کہ بندہ اپنی دختر کو کنیزگی میں دے۔ غرض معدی

کرب تو نشہ میں بے فکر تھا وہ طریقہ قبول کیا تو اپنی دختر اجل رسیدہ کو عمر معدی کرب کے نکاح میں لایا اور معدی کرب نے اس سے مجامعت کی تو وہ بیچاری اتفاقاً مر گئی۔ تب وزیر نے صبح کو آ کر موافق رسم اس فوتہ کی قبر تیار کی اور نہلا کر کفن وغیرہ دے کر بمعہ مجمع قبرستان کی طرف چلا۔ جب نزدیک گئے تو وزیر نے عرض کی کہ اے جہاں پناہ اب آپ تابوت لے کر قبر میں جائیں۔

عمر معدی کرب نے کہا کہ تو وحشی ہے کہیں زندہ آدمی بھی زمین میں دفن ہوتے ہیں وزیر نے عرض کی کہ آپ فدوی کی عرض اور طریق بستی کو قبول فرما چکے ہیں۔ پس اپنا وعدہ وفا سے فرار مناسب نہیں۔ عمر معدی کرب بولے کہ میں ایسی رسم اپنے ملک میں جاری نہیں کرتا یہ بولا کہ مجھے اس وقت بھوک لگی ہے کھانا لاؤ۔ وزیر نے اس وقت کو غنیمت جان کر کھانے میں دوائے بے ہوشی ملا کر معدی کرب کے روبرو رکھا۔ کھانا کھا کے بے ہوش ہوا۔ وزیر نے سر سے پاؤں تک زنجیریں باندھ کر ہوشیار کیا اور کہا اے بادشاہ تابوت دانتوں سے پکڑ کر قبر میں رکھو۔ عمر معدی کرب نے ہرگز قبول نہ کیا۔ اتنے میں بفضل خدا امیر حمزہ بھی اس شورش میں وہاں آئے اور حقیقت دریافت کی اور بطور تمسخر فرمایا کہ اے شخص مرد خدا جو اقرار کرتے ہیں وہ ادا کرتے ہیں۔ تم کیوں ادا نہیں کرتے۔ عمر معدی کرب نے حمزہ کو نہ پہچانا اور بولا کہ اے وحشی میں نے تو اقرار نہیں کیا جو ادا کروں۔

وزیر نے کہا کہ اگر تم اقرار نہ کرتے تو میری لڑکی نہ مرتی۔ حمزہ نے پوچھا کہ اے شخص تیرا نام کیا ہے؟ تب عمر معدی کرب نے اپنے نام سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ میں سردار لشکر امیر حمزہ کی فوج کا ہوں امیر نے فرمایا تم لشکر سے کس طرح جدا ہوئے؟ عمر معدی کرب نے کہا کہ لشکر معہ مہر نگار تنجہ میں ہے اور میں بھوک سے عاجز ہو کر ان سے بے وفائی کر کے آیا ہوں اور اس نتیجہ کو پہنچا۔ جب امیر نے یہ کلام عمر معدی کرب سے سنا تب آپ اشک بار ہوئے اور گھوڑے سے اتر کر عمر معدی کرب کو رہائی کرائی تب معدی کرب نے وزیر کو معہ تمام عالم کے مارنے کا ارادہ کیا اور امیر نے منع کیا مگر ان کی ایک نہ سنی تب تمام عالم پکارا کہ اے اجنبی تو نے ہی اس غول بیابانی کو چھوڑا ہے اور تم ہی پھر باندھو ہم تم کو یہاں کا بادشاہ بنا دیں گے۔

امیر نے عمر معدی کرب کے پاس جا کر اس کے پاؤں کو ایسا دبایا کہ عمر معدی کرب عاجز ہو گیا۔ اور کہا اے شخص تو کون ہے؟ امیر نے فرمایا کہ میں امیر کا قاصد ہوں اور کوہ قاف سے آیا ہوں۔ عمر معدی کرب نے فرمایا کہ حمزہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا اسما پری سے مشغول ہیں۔ عمر معدی کرب نے کہا کہ امیر نے ہمیں بھی یاد کیا ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ مہر نگار و عمرو بن عمیہ اور دوسرے یاروں کو یاد کرتے ہیں۔ تمہارا نام کبھی زبان تک نہ لایا۔ عمر معدی کرب نے کہا افسوس کہ وہ عرب مجھے یاد نہیں کرتا۔ تب امیر نے کہا کہ اگر تو حمزہ کو دیکھے تو پہچان لے۔ عمر معدی کرب نے کہا نادان میں اور حمزہ بچپن سے ساتھ ہی ایک جگہ پرورش پائی، کیوں نہ پہچانوں گا۔ امیر نے فرمایا جو شکل میری ہے سو حمزہ کی ہے۔ عمر معدی کرب نے کہا تو تو خلاف کہتا ہے حمزہ کی داڑھی نکلی ہے یہ کہہ کر پوستین مرخان سمندر دور کی اور اس خال کو جو امیر کی گال پر تھا دیکھ کر پہچانا اور دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا۔ امیر نے معدی کرب کو گلے لگایا اور وہاں کے وزیر اور لوگوں نے عقل سے دریافت کیا کہ امیر حمزہ یہی ہے۔ پس امیر کو ہزار تعظیم و تکریم سے شہر میں لیجا کر شرط مہمانداری بجا لائے اور دوسرے روز امیر نے معدی سے حقیقت مہر نگار اور عمرو بن عمیہ اور مقبل وفادار اور باقی غمگسار کی دریافت کی۔

امیر اور مہر نگار کی ملاقات

دوسرے روز امیر نے معدی کرب و آشوب و بہلول سمیت شہر تنجہ کی راہ لی اور راہ میں ایک ندی نظر آئی جس میں ایک صندوق جا رہا تھا۔ آشوب بموجب ارشاد تیر کر گیا اور اس صندوق کو کنارے پر لایا مگر امیر تک نہیں لا سکا کیونکہ وہ وزن دار تھا۔ عرض کیا تو امیر نے عمر معدی کو فرمایا کہ تم جا کر صندوق لاؤ۔ معدی کرب نے آ کر دیکھا کہ صندوق وزن دار ہے خیال کیا کہ اس میں کوئی شے ہے یہ خیال کر کے وہیں کھولا تو اس میں سے ایک دیو بدشکل نے نکل کر معدی کرب کا گلا ایسا پکڑا کہ معدی کی آواز بند ہوئی اور اتنا نا طاقت ہوا کہ امیر کو اطلاع نہ کر سکا۔

اتنے میں ایک بزرگ پیدا ہوا تو عمر معدی کرب نے ان سے تمام حقیقت کہی اس نے کہا کہ اتنا بڑا دیو ایسے چھوٹے صندوق میں کیونکر سمایا یہ بات جھوٹ ہے دیو نے کہا اگر جھوٹ جانتے ہو تو اب میں پھر صندوق میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر دیو صندوق میں گیا فوراً اس بزرگ نے صندوق بند کیا اور معدی کرب نے شکر ایزدی ادا کیا اور صندوق کو امیر کے حضور میں لایا اور حقیقت گذشتہ مفصل عرض کی۔

امیر نے فرمایا اے معدی کرب تم معہ آشوب بہلول صندوق آہستہ لاؤ اور میں آگے جاتا ہوں یہ فرما کر امیر تو آگے بڑھے اور تب مہر نگار بولی آج تو تاریخ اٹھارہ سال کی ہوئی آج امیر حمزہ آئے تو بہتر ہے نہیں تو بزرجمہر کا کہا ہوا غلط جانوں گی یہ کہہ کر دل میں تصور کیا اور محل کے بالا خانہ سے کوہ قاف کی طرف دیکھ رہی ہے۔ پس اسی وقت کچھ پرندے ہوا پر اڑتے جاتے تھے تو مہر نگار انہیں دیکھ کر بولی کہ اگر میرا تیر ان دونوں کو نشانہ کرے تو سچ جانوں گی کہ امیر آج آئیں گے اور خطا ہوئی تو ملاقات میسر نہیں۔ پس یہ نیت کر کے تیر چلایا تو تیر نے دونوں پرندوں کو چھیدا پرندے امیر کے روبرو زمین پر آ گرے اور حمزہ نے وہ تیر مہر نگار کا پہچان کر آنکھوں پر رکھا اور اشقر پر سے اتر کر جانوروں کے پروں کو صاف کرنے لگے کہ عمرو ان جانوروں کو لینے کے لیے قلعہ سے باہر آئے تو دیکھا کہ ایک شخص پوستین پہنے ہوئے جانوروں کو صاف کر رہا ہے۔ عمرو بولا۔ اے مرد وحشی یہ جانور تو میری ملکہ کے ہیں تو ان کے پر کس لیے نکالتا ہے؟ جب عمرو کو امیر حمزہ نے دیکھا تو دل میں خوش ہوئے اور شکر خدا کا ادا کیا مگر عمرو کی بات کا جواب نہ دیا۔

تب عمرو نے نزدیک آ کر کہا کہ یہ جانور میرے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اللہ نے میرے روبرو ڈالے تجھے ہرگز نہ دوں گا۔ عمرو نے کہا کہ مہر نگار نے تیر سے مارے ہیں پس تیر سے مارنا ہی شکار ہے جلد دو۔ امیر نے فرمایا مہر نگار کون ہے؟ عمرو نے کہا وہ امیر حمزہ کی عورت اور نوشیرواں کی بیٹی۔ تب حمزہ نے کہا کہ میں بھی حمزہ کے پاس سے چل کر مہر نگار کے پاس کوہ قاف سے آیا ہوں۔ تب عمرو نے پوچھا کہ حمزہ کس شغل میں ہے امیر نے فرمایا کہ شہرستان زرین میں اسا پری سے عیش میں مشغول ہے اور مہر نگار کے پاس مجھے بھیجا ہے اور حمزہ کی حقیقت مہر نگار کے روبرو بیان کروں گا۔ عمرو نے فرمایا کہ سوار میں تجھے مہر نگار کے پاس لے چلتا ہوں۔ امیر سوار ہو کر عمرو کے ساتھ چلے جب کافروں کی نظر امیر پر پڑی تو بزرجمہر سے کہا اے خواجہ تو نے کہا تھا امیر حمزہ کوہ قاف سے اٹھارہ سال کے بعد آئے گا۔

پس اٹھارہ برس آج تمام ہوئے اب حمزہ کہاں ہے؟ بزرجمہر نے کہا دیکھو وہ سوار آتا ہے سو وہ حمزہ ہے۔ نوشیرواں نے کہا یہ سواری امیر کی نہیں ہے یہ تو کوئی اور ہے پس امیر حمزہ جب خندق کے پاس آئے تو اشقر پر سے جست کر کے خندق کے پار ہوئے تو اشقر سے کہا جب میں جاؤں گا تب تو آنا۔ پس ژوپین نے دیکھا اور کہا یہ گھوڑا جو امیر خندق پر

چھوڑ گیا ہے جلد جا کر پکڑ لاؤ۔ تب مغل دوڑے اور اشقر کو گھیرا تو اشقر مغلوں پر دوڑا کسی کو لات ماری کسی کو دانتوں سے کاٹنے لگا۔ جب بہت سے مغل مارے گئے۔ پھر اشقر کودا اور قلعہ میں گیا۔ تب نوشیرواں اور کافر بولے کہ اگر حمزہ کا گھوڑا ایسا نہ ہوتا تو اسے ایسی دلاوری کہاں سے ہوتی۔ گھوڑا ہاتھ نہ آنے پر ژوپین اور بختک شرمندہ ہوئے اور امیر اشقر پر سوار ہو کر مہر نگار کے محل میں گئے اور عمرو نے اندر جا کر مہر نگار سے کہا کہ حمزہ نے کوہ قاف سے قاصد کو روانہ کیا ہے سو وہ کہتا ہے کہ حمزہ کا حکم ہے کہ پیغام مہر نگار کے کان میں دوں کوئی غیر نہ سنے۔ مہر نگار نے کہا وہ حقیقت کیا ہے دریافت کر کے آؤ۔ تب عمرو نے کہا اے دیوانے مہر نگار نے آج تک کوئی مرد نہیں دیکھا تیرا گذر وہاں کیونکر ہوگا۔ امیر نے کہا میں سوائے مہر نگار کے اور کسی سے نہ کہوں گا۔ ناچار ہو کر پردہ باندھ کر ادھر مہر نگار کو کھڑا کیا ادھر امیر حمزہ کو۔ یکا یک امیر دوڑے اور مہر نگار کو سینہ فراق دیدہ سے لگایا اور مہر نگار امیر کے قدموں میں گری۔ اتنے میں عمرو جلدی سے پوستین وکلاہ نکال کر دیکھتے ہیں کہ امیر ہیں۔ محل میں عشرت وفرحت کا آوازہ اور شور پیدا ہوا اور سب کے دل میں دریائے خوشی ابلنے لگا اور عاشق ومعشوق مل کر خوب روئے اور حرف فراق دل کے دفتر سے دھوئے اور دیر تک عذر و معذرت میں مشغول رہے۔ غرض یہ کہ دلہائے خزاں دیدہ فراق چشیدہ نے نسیم وصل سے سیرابی تازہ شادابی بے انداز حاصل کی۔ بعدہ امیر نے حقیقت کافروں کی معلوم کر کے معہ فوج ظفر سوار ہو کر میدان کو عزت بخشی اور نقارے جنگ بجوائے اور اشقر سوار نے گھوڑا میدان میں دوڑایا اور فرمایا کہ جو کوئی جانتا ہو تو جانے نہیں تو اب پہچانے کہ میں امیر حمزہ بن عبدالمطلب ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ کوہ قاف میں جا کر میں نے گھوڑوں، ہاتھیوں، کتوں اور اونٹوں کے سروں والے دیوؤں اور بلاؤں کو گرفتار کیا اور خدا نے ہمیں سلامت پہنچایا۔ پھر عمر معدی کرب کے پاس جو صندوق تھا وہ منگوا کر معدی کرب سے کھلوایا اور اس میں سے ایک دیو پہاڑ کی مانند نکل کر بھاگا۔ امیر نے اشقر پر دوڑ کر ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر گیند کی مانند اڑایا تب امیر نے وہ کافروں کے لشکر میں پھینکا بہت سے کافروں کی کمر ٹوٹ گئی اور بہت سے کافر سوار ہو کر بھاگے۔ تب امیر نے پکارا کہ کون ہے جو میدان میں آئے گا۔

یہ سن کر ژوپین کا بھانجا میدان میں آیا اور امیر پر تلوار چلائی امیر نے ایک ہاتھ سے اس کی پنڈلی پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے دوسری پنڈلی پکڑ کر خدا کا نام لے کر اسے چیر کر دو ٹکڑے کر کے کافروں پر پھینکے اور دونوں ہاتھوں سے تلوار مارنے لگے اور ایسا مارا کہ خون کی ندیاں بہائیں اور ان ندیوں میں کافروں کے سر حباب کی مانند تیرنے لگے غرض مارتے مارتے نوشیرواں تک پہنچے تب نوشیرواں اور ژوپین آگے نکل کر بھاگے۔ یہ دیکھ کر امیر نے اپنے لشکر کو کہا کہ ماروان بھاگنے والوں کو۔ یہ عرب بھی دوڑے تو اتنے کافر مارے کہ پشتوں کے پشتے باندھے اور لاشوں پر لاشیں اور لہو کی ندیاں جاری ہوئیں۔ ان کا حساب خدا کو معلوم تھا کہ مردوں کی کیا تعداد تھی۔ تب اسباب وخزانے اور ہزار چوبی ڈیرے اور بارگاہ چہل ستون معہ مال ومتاع لوٹ میں ملے اور کئی کوس تک ان کا تعاقب کیا اور بعد فتح کے نقارے بجاتے ہوئے پھرے اور پاکیزہ مقام دیکھ کر ڈیرہ مذکور لگایا۔ امیر اس میں اترے اور مجلس آرائی کا حکم دیا۔ تب ساقیان سیمیں ساق ومطربان خوش آواز حاضر ہوئے اور بعد تناول طعام کے پیالہ گردش میں آیا اور تمام یاران حمزہ خوشی سے جشن میں مشغول ہوئے اور نوشیرواں بھاگ کر دمشق کو گیا۔ وہاں کا بادشاہ ہوم دمشقی تھا کہ چالیس من سونے کی اینٹ میدان میں رکھ کر اس پر سے کھڑا رہتا چار سوار پہلوان مل کر زور کرتے لیکن ہوم کا پاؤں ذرا نہ ہلا سکتے اور جب ہوم اپنا پاؤں جھٹکتا تو وہ تمام پہلوان دور جا پڑتے۔ جب ہوم دمشقی کے پاس نوشیرواں جا کر اترا تو بختک نے کہا کہ تو جا کر

ہوم دمشقی کو لا۔ تب بختک ہوم کے پاس گیا اور سجدہ نیاز ادا کیا۔ بختک نے تمام قصہ حمزہ کو مارنے اور نوشیرواں کے بھاگنے کا ابتداء سے انتہا تک عرض کیا تو ہوم نے کہا تو جا اور نوشیرواں کو یہاں لے آ۔ اگر امیر یہاں آئے گا تو سزا پائے گا۔

بختک نے وہاں سے جا کر ہوم کی حقیقت نوشیرواں نے کہا حرامزادے تو نے میرا رتبہ یہاں تک پہنچایا کہ میں یہاں آیا۔ ہوم نے میرا استقبال نہ کیا یہ کہہ کر بختک کے مارنے کا حکم دیا۔ تب ژوپین گاؤمیش نے بزرجمہر کی خدمت میں عرض کی کہ اے وزیر نیک تدبیر آپ ہی دستگیری کریں تب بزرجمہر حسب ضرورت بڑے جاہ وحشم سے ہوم کے دربار میں تشریف لے گئے تب ہوم نے ان کے باعث رعب سے تعظیم لے کر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اے خواجہ آپ نے کدھر قدم رنجہ فرمایا۔

یہ سن کر بزرجمہر نے فرمایا کہ ہفت کشور کا بادشاہ تمہاری طرف آئے اور تم استقبال نہ کرو یہ بات ہے بادشاہ کو جلد تخت پر بٹھلا تب ہوم نے معہ وزیر بزرجمہر استقبال کر کے بادشاہ کو لا کر تخت پر بٹھلایا اور کہا بادشاہ خاطر جمع رکھے کہ حمزہ یہاں آئے گا تو اس کے کان جڑ سے جدا کروں گا تب بادشاہ فراغت سے رہنے لگا۔

عمر بن حمزہ کی آمد

امیر حمزہ نے نوشیرواں کو بھگایا اور اس کا تمام مال لوٹا اور تمام پہلوان اپنی اپنی کرسی پر بیٹھے اور چالیس روز خوشی میں جشن رہے تو ایک روز امیر نے عمرو سے کہا کہ کچھ خبر ہے کہ نوشیرواں بے ایمان کہاں ہے؟ عمرو نے کہا میں نے سنا ہے کہ ہوم دمشقی کے ہاں پناہ لے کر آپ کا منتظر ہے۔ تب عباس نے بعد حمد خدا نعت ابراہیم خلیل اللہ کے یہ مضمون لکھا کہ ہوم دمشقی کو معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کوہ قاف لے گیا۔ اٹھارہ برس میں نے وہاں کے تمام دیو اور بلائیں فنا کیں اور میرے لشکر کو ملک بہ ملک پھراتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے قہور کرنے کے لیے مجھے یہاں پہنچایا تب میں نے سب کو مار بھگایا اب یہ تمام کافر جمع ہو کر تیرے پاس آئے ہیں اگر تو بھلا چاہتا ہے تو اپنے مال کا خراج اپنی گردن پر لے کر حضور ہدایت معمور میں حاضر ہو کر دین ابراہیم خلیل اللہ کا قبول کرے گا تو امن دوں گا نہیں تو تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا اور تیرے قلعہ کی اینٹ اینٹ جدا کر گدھے پر تمام شہر میں پھراؤں گا۔ اور تیرے لشکر کو خواری سے ماروں گا۔ جب یہ خط تمام ہوا تو حمزہ نے عمرو کو دیا اور وہ ٹوپی جو دیوستان سے لائے تھے یاد کر کے عمرو کو مرحمت فرمائی۔ عمرو نے کہا یہ میرے کس کام آئے گی؟ تب امیر نے وہ اپنے سر پر رکھی اور تمام کی نظر سے غائب ہوئے تب تو سب متعجب ہوئے۔ پھر حمزہ نے وہ ٹوپی سر سے اتاری اور عمرو کو دی۔ عمرو نے اس کو لے کر بوسہ دیا اور کہا کہ اول نوشیرواں پھر بختک اور ژوپین کی پیٹیاں چرالاتا ہوں امیر نے فرمایا اگر تو ایسا کرے گا تو میں عالم مردان میں بدنام ہوں گا۔ میں یہ ٹوپی نہ دوں گا تب عمرو نے کہا کہ میں ایسا کام نہیں کروں گا اور قسم کھائی تب امیر نے عمرو کو وہ ٹوپی عنایت کی پھر خط لے کر ہوم کے دربار میں گیا اور دربانوں نے ہوم کو خبر دی۔

ژوپین نے جب عمرو کا نام سنا تو کہا افسوس ہے کہ اگر حمزہ ہوتے اور عمرو نہ ہوتا اور اس سے خدا پالا نہ ڈالے یہ سن کر ہوم نے کہا کہ کیا وہ ایسا جوانمرد ہے کہا بڑے جوانمردوں کی ڈاڑھیاں مونڈتا ہے اور خراج ڈاڑھی کا لیتا ہے اور جوانمردوں کو لاتیں مار کر سر کے پٹھے نکالتا ہے تب ہوم کے حکم سے اندر بلایا۔ ہوم عمرو کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بے ہوش

ہوا۔تب عمرو نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے؟ ابھی روئے گا۔

تب ہوم نے کا کہ ایسا کون ہے جو مجھے رلائے گا عمرو نے کہا تجھے میں رلاؤں گا۔تب ہوم نے کہا کہ پکڑو اس عیار کو۔سپاہیوں نے پکڑنے کا قصد کیا تب عمرو نے ٹوپی پہن لی اور سب کی نظروں سے غائب ہوا تب کافر یہ دیکھ کر حیران ہوئے عمرو نے ہوم کی داہنی طرف آ کر بازو پر ایسی لات ماری کہ اس کا بازو کنپٹی تک پھڑکنے لگا کہ اس کی طرف ہوم کا وزیر بیٹھا تھا ہوم نے اس کی گردن پر مکا مارا۔وزیر نے کہا غلام کا کیا مقدر ہے کہ ایسی نازیبا حرکت کرے۔وزیر مکے کے پڑتے ہی زمین پر گرا اور حالت غشی ہوئی۔تب تمام وزیر امیر دیکھ کر گھبرا گئے کہ ہوم کو آج کیا ہو گیا ہے۔اسی اثناء میں عمرو نے بائیں طرف آ کر ایک لات ماری اس طرف ژوپین بیٹھا تھا ہوم نے کہا اے ژوپین کس نے مارا۔تب ژوپین نے کہا کہ عمرو لات مکی کرے گا مگر کسی کو جان سے نہ مارے گا۔القصہ عمرو نے ایسی لات بازی کی کہ ہوم کا سر پھرنے لگا اور دور جا کر کھڑا ہوا تب ہوم نے کہا میں تجھ سے کام نہیں رکھتا ہوں۔حمزہ ہے اور میں ہوں۔

عمرو نے کہا کہ میرے خط کا جواب دے۔ہوم نے خط پڑھ کر جواب دیا۔عمرو سر سے ٹوپی اتار کر کھڑے رہے اور کہا کہ اے ہوم میں نے کہا تھا کہ مت ہنس ورنہ روئے گا کہ بعد جواب دیا کہ حمزہ سے بولنا کہ میری تیری جنگ ہے اور عمرو کو ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔عمرو نے آ کر امیر سے تمام حال عرض کیا تب امیر نے کہا کہ ہوم مجھے دکھا دے۔عمرو نے کہا آئے تو دکھا دوں گا۔رات کو حمزہ معہ عمرو چل کر خندق سے پار ہوئے اور کنگرہ کو کمند لگا کر دیوار سے آگے نکل کر ایک دوکان میں سو گئے جب فجر ہوئی تو ہوم کی زور آزمائی کا شور ہوا تو عمرو نے اپنی وضع سوداگروں کی بنائی اور حمزہ کو کہا کہ جب میں کہوں گا۔اے فولاد تب آنا۔امیر نے قبول کیا اور دونوں یار اس غلغلے میں گئے۔

ہوم نے سونے کی اینٹ پر پاؤں رکھا اور چار سو پہلوان مل کر زور کرنے لگے مگر ہوم کا پاؤں نہ ہلا سکے تب ہوم نے اپنا پاؤں جھٹکا تو پہلوان دور جا گرے تب عمرو ہوم کے سامنے گیا اور کہا کہ اے بادشاہ میرا ایک زبردست غلام ہے مجھ کو ایذا دیتا ہے تم کو اس وقت دیکھ کر عرض کرتا ہوں کہ آپ اس کو آداب سکھلا دیں۔

ہوم نے کہا بلاؤ اس غلام کو۔تو عمرو نے پکارا کہ اے فولاد آ۔حمزہ آئے تب بختک اور ژوپین نے کہا کہ اس سوداگر کی چال عمرو کی ہے اور جب عمرو ہے تو حمزہ بھی ضرور ہوگا۔یہ خیال کر کے لشکر کو تاکید کی کہ سب تیار رہو اور قلعہ کے دروازے بند کرو جب روبرو گئے تو ہوم نے کہا کہ اے سوداگر تیرا غلام غلامی سے منکر ہوتا ہے۔عمرو نے کہا کہ یہ بے ادب ہے ذرا نصیحت کرو۔

ہوم نے پاؤں اینٹ پر رکھا اور کہا کہ اٹھا امیر نے فرمایا کہ پیش دستی نہیں کرتا ہوں اول تو میرا پاؤں اٹھا پھر میں اٹھاؤں گا۔تب تو کافر کو یقین ہوا کہ حمزہ یہی ہے کہ پیش دستی نہیں کرتا۔امیر نے پاؤں اینٹ پر رکھا ہوم نے زور کیا مگر امیر کا سر مونہ ہلا سکا بلکہ ہوم کی انگلیوں سے دس قطرے لہو کے ٹپکے۔تب عاجز ہو کر پاؤں چھوڑ دیا اور آپ اینٹ پر رکھا تب حمزہ نے اس کافر کا پاؤں بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اور خدا کا نام لے کر اٹھایا اور زمین پر پچھاڑا اور عمرو نے سونے کی اینٹ کو اٹھا کر اپنے توبڑے میں رکھ لی۔ژوبین نے لشکر کو پکارا کہ حمزہ تنہا ہے تمام یکباری حملہ کرو۔وہیں کافروں نے امیر اور عمرو کو نرغہ میں لے لیا تب امیر بھی خونخوار میدان سے نکال کر کافروں پر پڑے اور تلوار بے دریغ مارنے لگے اور عمرو حمزہ کی پشت پر رہ کر کافروں کو نفت کے شیشے سے جلاتے تھے اور شہر میں ایسا شور پڑا کہ گویا محشر برپا ہوا اور امیر کے پہلوان بھی قلعہ میں آ کر گھسے اور مغل جی توڑ کر لڑے اور جب امیر بہت بے ہوش ہوئے تو ننگے سر ہو کر تلواریں دو دستی

مارتے تھے۔ادھر بختک نے کافروں کو اشارہ کیا کافروں نے عمرو پر نرغہ کر کے حمزہ کی پیٹھ سے دور کیا اور ہوم اولاد شوم نے پیچھے آ کر تلوار امیر کے سر پر ماری کہ زخم چار انگل کے برابر ہو گیا اور امیر ہوش میں آ کر پھرے تا کہ مدعی کو مارے اور وہ نامرد دوڑ کر اپنے کافروں میں جا چھپا اور امیر لات سے دروازے کو توڑ کر باہر گئے اور خندق کے کنارے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عمرو امیر کو اٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور کافر باہر نکل کر امیر کے لشکر سے لڑنے لگے جب لشکر حلب میں پہنچا تو حلب کے شہزادے باہر آئے اور کافروں کو مار کر امیر کی فوج کو قلعہ میں لے جا کر دروازے بند کر کے خندق میں پانی بھرا اور فصیلوں پر سے کافروں کو مارنے لگے۔نوشیرواں نے ہوم سے پوچھا کہ حمزہ کے کس قدر زخم لگایا ہے۔تب ہوم نے کہا کہ حلق تک پہنچایا۔نوشیرواں نے کہا کہ اس قدر زخم لگتا تو حمزہ دروازہ نہ توڑ سکتا حمزہ تو زندہ ہے مگر زخم کاری لگا ہو گا۔اب کس صورت قلعہ فتح ہو۔بختک نے کہا کہ ہماری مدد کو تمام ملکوں سے لشکر آئے گا کیونکہ سب طرف نامے لکھے گئے ہیں۔اب روز لشکر جمع ہوتے ہیں جب سب جمع ہوئے تو پھر قلعہ کا لینا ادنیٰ کام ہے۔نوشیرواں سے کہا کہ سب ملکوں میں حمزہ کے مرنے کی خبر لکھو۔

چنانچہ جو جو بادشاہ اسلام تھے یہ حقیقت سن کر مکدر ہوئے اور ماتم غم والم ادا کیا۔اب یہ احوال سنو کہ نادر شاہ کی بیٹی نے رومال مذکور سے جو اپنا جسم صاف کیا تھا خدا کی قدرت کاملہ سے وہ حاملہ ہوئیں اور اس سے فرزند تولد ہوا اور نام اس بچہ کا ناصر شاہ نے عمر بن حمزہ یونانی رکھا اور تمام عالم اس کو ناصر شاہ کا فرزند کہتا تھا۔غرض اس ایام میں وہ فرزند چوبیس برس کا ہوا تھا۔نامہ بختک پہنچے ناصر شاہ نے عمر بن حمزہ کو کہا جا کر بادشاہ کی مدد کرو اور بادشاہ نے کہا کہ حمزہ تیرا والد ہے۔

بختک نے دربانوں کو تاکید کی کہ عمر بن حمزہ کو زندہ نہ چھوڑنا اور ناصر شاہ کو آنے دو غرض کہ جب ناصر شاہ دربار میں آئے اور عمر بن حمزہ کو دربانوں نے منع کیا تب عمر بن حمزہ نے کئی ایک مکے چوبدار اجل رسیدہ کو ایسے مارے کہ وہ موذی مردار ہو کر گرا۔تمام دربانوں میں شور پڑا جب یہ خبر نوشیرواں کو دی گئی تو بادشاہ نے کہا تیرا بیٹا ہمارے چوبداروں کو کیوں مارتا ہے؟ جواب دیا کہ میرا فرزند کیا دیوانہ ہوا ہے۔چوبداروں نے اسے اندر آنے سے منع کیا ہو گا پس اس نے اس لیے مارا۔نوشیرواں نے چوبداروں کو اندر بلا کر پوچھا کہ ناصر شاہ کے فرزند کو اندر کیوں نہ آنے دیا۔بولے کہ ہمیں بختک نے حکم دیا تھا۔تو ہم نے ادا کیا۔

یہ سن کر بادشاہ نے بختک کی طرف دیکھا تو اس ملعون نے بادشاہ کے کان میں کہا کہ حمزہ نے مہر نگار سے اقرار کیا تھا کہ دوسری عورت سے کبھی نہ ملوں گا۔پوچھو کہ یہ فرزند کس طرح پیدا ہوا۔تب بختک نے رومال کی حقیقت سنائی۔بادشاہ نے عمر بن حمزہ کو بلا کر بٹھلایا اور وہ آداب بجالا کر بیٹھا اور بادشاہ کو سلام بھی نہ کیا پھر سفرا موجود ہوا اور انواع و اقسام کی نعمتیں حاضر ہوئیں اور تمام بادشاہوں اور وزیروں نے تناول کیا۔مگر عمر بن حمزہ نے کھانا نہ کھایا بادشاہوں نے کہا کہ اے جوان تو کھانا کس لیے نہیں کھاتا ہے۔

عمر بن حمزہ نے کہا تو نے میرے باپ کو مارا ہے۔بادشاہ نے کہا تیرے باپ کو ہوم دمشقی نے مارا ہے میں نے نہیں مارا۔میرا تو صرف نام ہی ہے۔ہوم دمشقی کا نہیں ہے یہ کہہ کر تازہ نعمتیں اس کے آگے رکھیں اور عمر بن حمزہ نے تناول کیں اور جام مے ہائے ارغوانی کا پھرنے لگا جب شراب پی کر خوش ہوئے تب ہوم نے کہا اے بختک بول کہ میں نے حمزہ کو کس قدر زخم مارا۔بختک نے کہا تو ہی بیان کر۔ہوم نے کہا ایسا زخم لگایا کہ اس کے حلق تک تلوار پہنچی۔

تب عمرو بن حمزہ سن کر جوش میں آیا۔ ادھر ہوم لاف زنی کرنے لگا تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ اے کافر حرامزادے چپ رہ نہیں تو ابھی تیرا سر کاٹوں گا۔ ہوم نے کہا کہ یہ جوان کون ہے جو ایسا کہتا ہے؟ بختک نے کہا یہ حمزہ کا فرزند ہے۔ ہوم نے گرز نکال کر عمرو بن حمزہ پر چلایا اس نے وہ گرز پکڑ لیا عمر بن حمزہ نے اس کے کان پکڑ کر نوشیرواں کے تخت پر دے مارا اس کو نوشیرواں نے بچالیا۔ پھر ہوم اجل رسیدہ اٹھ کر عمرو بن حمزہ کے سامنے آیا تو عمرو بن حمزہ نے تلوار خونخوار نکال کر سرنا ہنجار پر ایسی ماری کہ کافر مردار ہو کر برابر دو ٹکڑے ہو کر داخل جہنم ہوا۔

تب نوشیرواں اور ژوپین معہ لشکر سوار ہوئے عمرو بن حمزہ نے نعرہ مارا اور ان کافروں پر ایسی تلواریں ماریں کہ ان کے سر گیند کی طرح اڑے اور لہو کے دریا بہتے تھے۔ اس عرصہ میں امیر کا زخم بھی اچھا ہو گیا۔ وہ ایک دن ملکہ مہر نگار کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں عمرو بن عمیہ نے آ کر کہا کہ ایک جوان وفادار مثل شیر ہے۔ جب ناصر شاہ نے عمر کو دیکھا تو اسے گلے لگایا۔ عمرو بن حمزہ کے نعرے کی آواز آئی تب امیر نے عمرو بن عمیہ کو فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ کون نعرہ مارتا ہے جلد خبر لاؤ۔ ناصر شاہ نے کہا کہ حمزہ کا فرزند ہے اور حقیقت رومال کی کہی۔ تب عمرو خوش ہوا اور خدا کا شکر کرتا ہوا امیر کے حضور میں آیا اور عرض کی۔ امیر بھی اسی وقت معہ فوج ظفر موج تیار ہو کر باہر آئے اور ہزار چوبی ڈیرہ استادہ کرا کر بیٹھے اور عمر بن حمزہ بھی کافروں کو مار کر فتح نصرت سے آ کر باپ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔

امیر نے فرزند ارجمند کو گلے لگایا اور سر و چشم پر بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ سے ناصر شاہ کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور خنک مہتر اسحاق کا فرزند کو مرحمت فرمایا اور شب و روز عیش میں رہنے لگے اور نوشیرواں نے مدائن کی راہ لی۔ امیر تو معہ فرزند جشن میں رہتے اور مہر نگار غم میں مبتلا کہتی کہ حمزہ کی شرط مجھ سے یہ تھی کہ سوا تیرے عورت نہ کروں گا اور یہ فرزند کہاں سے پیدا ہوا ہے۔

امیر نے عمرو بن عمیہ سے کہا کہ تم جا کر مہر نگار سے یہ حقیقت مفصل کہو۔ عمرو بن عمیہ نے ہر چند کہا لیکن اس نے نہ مانا اور کہا جب تک صحبت نہ کرے کہیں اس طرح بھی فرزند پیدا ہوتے ہیں۔ عمرو نے ہر چند قسمیں کھائیں لیکن مہر نگار نے نہ مانا۔ تب عمرو نے آ کر حمزہ سے کہا کہ میرا کہنا ہرگز نہیں مانتی۔ امیر نے کہا کہ ناصر شاہ اور عمرو بن عمیہ جائیں وہ گئے اور آداب تسلیمات کر کے حقیقت مذکور عرض کی۔

مہر نگار نے بظاہر قبول کر کے اور باطن میں ناقبول ہو کر خلعت سے رخصت کر عادت موجود پر مغموم ہو رہی تب امیر نے جا کر فہمائش کی تو مہر نگار بولی کہ جا عرب تیرے لائق ہوں اور مجھ سے کہا وفاداری کرے گا میں نے جیسا کیا ویسا پایا۔ امیر کو یہ بات بری معلوم ہوئی۔ پس امیر نے فرمایا کہ میں تیرے لائق نہیں۔ اولاد بن مرزبان تیرے لائق ہے یہ فرما کر اولاد بن مرزبان کو بلا کر بند در کر کے فرمایا کہ میں نے تجھ پر ظلم کر کے تیری عورت چھین لی تھی۔ اب بے فکر لے جا۔ میں اب ظلم سے توبہ کرتا ہوں اور مہر نگار کو لے کر اپنے ملک کو چلا۔

تمام یاروں نے کہا کہ اے امیر یہ کیا کہتا ہے اور کیا خیال تجھے آیا ہے؟ امیر نے فرمایا قسم ہے اپنے پروردگار کی اگر صبح کو مہر نگار یہاں رہی تو جان سے ماروں گا۔ عمرو نے یہ خبر مہر نگار کو پہنچائی تب مہر نگار اپنے کہنے پر پریشان ہوئی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مہر نگار عمرو سے بولی کہ تم یا مقبل حلبی میرے ہمراہ چلو عمرو نے کہا کہ ابھی تو مقبل کو لے کر جاؤ پھر میں حاضر ہوں گا۔ غرض مقبل حلبی نے آ کر امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو مہر نگار کے ہمراہ جاؤں۔ تب امیر نے فرمایا جاؤ۔ مقبل قدمبوس ہو کر اپنے یاروں سمیت مہر نگار کے ہمراہ روانہ ہوا اور مہر نگار معہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کے وہاں

سے روانہ ہوئی اور اولاد بن مرزبان سے کہلا بھیجا کہ تو ایک کوس دور ہم سے اتر۔ وہ بولا کہ حمزہ نے کہا ہے کہ مہر نگار سے کبھی جدا نہ رہو مگر یہ جو جاں بخشی ہے سو وہی غنیمت ہے میں دو کوس پر جا اتروں گا اور بدستور دور اترا جب اپنے شہر کے اندر پہنچا تو پہلے اپنے چھوٹے بھائی کو مہر نگار کے استقبال کے لیے بھیجا تو مقبل نے اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اولاد بن مرزبان بوڑھا ہے اور مہر نگار اس پر راضی نہیں ہے اور تو جوان ہے البتہ تجھ کو قبول کرے گی۔ تو جا اور اولاد بن مرزبان کو مار ڈال تو مہر نگار تیرے نکاح میں آئے گی۔ تب وہ موذی بن گیا اور اپنے بھائی کا سر کاٹ کر مہر نگار کے دربار میں روانہ ہوا۔ تب مقبل نے اولاد کے چھوٹے بھائی کو بھی خنجر سے مار ڈالا اور تمام شہر اپنے قبضہ میں کر لیا اور فراغت سے رہنے لگے اور امیر کے غصے ہونے کی خبر سب ملکوں میں مشہور ہو چکی تھی۔ ژوپین نے سن کر دو لاکھ سوار ہمراہ لیے اور فرصت غنیمت جان کر مہر نگار کو ہاتھ میں لانے کے ارادے سے پہنچا۔ مقبل نے قلعہ کا دروازہ مضبوطی سے بند کر کے خندقیں پانی سے بھر کر بہادروں کو جنگ کے واسطے فصیلوں پر چڑھا کر لڑائی شروع کی ان دنوں امیر کا غصہ بھی کم ہوا مگر غیرت کے مارے بول نہ سکتے تھے اور ادھر مہر نگار دل نگار فراق حمزہ سے اشک بار مغموم رہتی تھی اور ادھر حمزہ بھی روز و شب بے چین و مغموم رہتے۔

ایک روز عمرو بولے اے حمزہ اتنے روز میں تمہاری خدمت میں رہ کر اب معلوم ہوا کہ تم بیوفا ہو۔ تم سے دور اور الگ رہنا بہتر ہے۔ امیر نے فرمایا کہ تو میرا غلام نہیں ہے۔ کہا نہیں تسلیم کی اور اولاد بن مرزبان کے شہر کی راہ لی اور دیکھا کہ ژوپین قلعہ سے ٹکرایا ہے تب کیفیت معلوم کر کے وہاں سے واپس گیا اور وہاں امیر حمزہ اپنے یاروں سے فرماتے تھے کہ تم میرے پاس کیوں بیٹھے ہو؟ جاؤ شکار کھیلو۔ تب یاران امیر حمزہ معہ عمر بن حمزہ اپنے یاروں کو فرماتے اور شکار کھیلتے تھے۔ عمر بن حمزہ نے دیکھا اور عمرو کو بلایا اور کہا کہ جلد چلو تم سے مجھے کچھ کام ہے تب عمرو آئے اور امیر زادہ پس پشت روانہ ہوئے اور ژوپین کے لشکر میں پہنچے۔ تب عمرو نے امیر زادہ سے کہا کہ فرزند حمزہ بول کر تلوار مارنا شروع کرو۔ تب امیر زادہ بدستور تلوار مارتا تھا اور یہاں تک تلواریں ماریں کہ ژوپین کے نشان بردار تک کٹ گئے اور اس کو ایسی تلوار ماری کہ کمر تک پہنچ گئی۔ پھر قصد ژوپین کا کیا وہ ملعون بے ہمت نامرد بے دین بھاگ گیا لیکن ہزار خرابیوں سے بچا تب اس کا لشکر بھاگا تو کوہستان میں جا کر بہمن کی پناہ لی اور حمزہ اور نوشیرواں کا مفصل حال بیان کیا اور عمرو مہر نگار معہ مقبل و عمر بن حمزہ لشکر لے کر وہاں سے نکلے اور امیر کے لشکر سے چار کوس پر اترے اور آپ امیر کے خیمہ میں مغموم ہو کر بیٹھے۔

عمر معدی کرب نے یہ خبر حمزہ کو دی کہ عمرو دربار کے نزدیک غمگین بیٹھا ہے۔ حمزہ نے کہا کہ اس چور کو بلاؤ۔ عمر معدی نے کہا کہ اے عمرو امیر بلاتے ہیں عمرو نہ آیا۔ تب امیر آپ آئے۔ تب عمرو بھاگنے لگا کہ آخر امیر سوار ہو کر عمرو کے پیچھے چلے عمرو ہر بار حمزہ کو دیکھتا اور بھاگتا تب امیر نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اے چور کھڑا رہ نہیں تو مارا جائے گا۔ یہ کہہ کر تیر کمان ہاتھ میں لیا۔ تب عمرو نے خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ مار بیٹھا تو بڑی قباحت ہو گی تب عمرو دوڑ کر امیر کے قدموں میں گرا۔ امیر نے عمرو کو گلے لگا کر پوچھا کہ اتنے روز کہاں رہے۔ عمرو نے کہا کہ مہر نگار کے حضور عصمت معمور تھا۔ حمزہ نے کہا کہ مہر نگار کہاں ہے عمرو بولا کہ آؤ بتاؤں۔ حمزہ جب مہر نگار کے قصر میں گئے تو مہر نگار امیر کے قدموں پر گر پڑی اور امیر نے دیوانوں کی طرح لگے لگایا پھر خوشی سے اپنے لشکر میں آئے اور چالیس روز تک وہاں رہے۔

عمر بن حمزہ کی شادی

جب عیش وعشرت کی مدت تمام ہوئی تو یاروں سے مشورہ فرمایا کہ میں اب نوشیرواں کے پاس جاتا ہوں اور اس کی رضامندی سے مہر نگار کو نکاح میں لاتا ہوں پس ساعت سعید میں مدائن کی طرف روانہ ہوئے جب یہ خبر نوشیرواں کو ہوئی تو استقبال کر کے ہزار تعظیم سے لے جا کر پہلوان جہانگیر کو کرسی پر بٹھایا اور بعد تناول اور شراب نوشی کے عمرو دست بدستہ کھڑا رہا۔ نوشیرواں نے مخاطب ہو کر پوچھا کہ اے عمرو! تیرا کیا مطلب ہے؟ تب عمرو بولے کہ تمہاری رضا سے مہر نگار کا نکاح امیر سے کر دینا مناسب ہے۔ نوشیرواں نے کہا میری رضامندی ہے کہ میں نے اپنی خوشی سے قبول کیا۔ تب دوستان امیر خوش ہوئے اور امیر نے شراب پیتے پیتے آہ بھر کر کہا کہ اے بختک اب ژوپین کہاں ہے۔ بختک نے کہا سنتا ہوں کہ کوہستان کو گیا اور بہمن لہراسپ کی پناہ لی تب امیر نے فرمایا کہ افسوس کہ وہ کافر اٹھارہ سال تک میرے حرم کو ستاتا رہا اور اب جان سلامت لے کر چلا گیا۔ بختک نے کہا اے امیر اب تو اس کا ملک خالی ہے۔

امیر نے نشہ کی حالت میں قسم کھائی کہ قسم ہے مجھے پروردگار کی جب تک کہ زن وفرزندار جمند اس کے میرے ہاتھ نہ آئیں۔ تب تک بیاہ کا نام زبان پر نہ لاؤں گا۔ عمرو نے کہا کہ امیر نے بے فضول قسم کھائی کہ کچھ بھی خیال نہ کیا۔ غرض امیر نے اسی وقت کوچ کیا اور ایک جنگل میں آئے وہاں شکار بہت تھا ایک روز شکار کیلئے مقام کیا۔ جب شکار کے لیے سوار ہوئے تو ناگہاں عمر بن حمزہ نے اس کا پیچھا کیا اور ہرن ٹھکانے پہنچا۔ عمر بن حمزہ بھی ہمراہ گئے اور دیکھا کہ نیچے ایک لشکر اترا ہے اتنے میں عمر معدی کرب اور عمرو بن عمیہ بھی وہاں پہنچے۔

امیر زادے نے یہ لشکر کو بتا کر فرمایا کہ ہم تین شخص اس لشکر کو ملے ہیں۔ تب تینوں بہادروں نے لشکر کے نزدیک آ کر ایک نعرہ مارا اور پوچھا کہ کس کا لشکر ہے۔ وہ بولا کہ یہ لشکر ژوپین کے برادروں کا ہے ایک کا نام نارترک دوسرے کا نام خارترک ہے اور یہ ژوپین کے عیال واطفال کو لیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر ہرسہ دلاوران مثل شیر غران اس گلا گو سفندان پر پڑے اور نعرہ مار کر تلواریں مارنا شروع کیں تب نارترک نے میدان آراستہ کیا اور امیر زادہ بھی اس کے مقابل میں کھڑا رہا۔ تب نارترک نے گرز اٹھایا حمزہ نے سپر سے روکا نارترک نے گرز مارا تو امیر زادے نے اس کے ہاتھ پھیرتے وقت ہاتھ لمبا کر کے اس کا کمر بند پکڑ کر قاش زمین سے اٹھا کر سر سے بلند کر پھرایا اور فرمایا کہ تو بول کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے اگر نہ کہے گا تو ایسا ٹپکوں گا کہ تیرا جسم زمین سے پیوند ہو جائے گا۔

اس نے معافی مانگی اور امیر زادہ نے آہستہ سے زمین پر اتارا پھر خارترک نے اپنا گھوڑا دوڑا کر امیر زادہ پر حملہ کیا تو عمر بن حمزہ نے اس کا وار روکا اور اسے بھی بدستور سر سے بلند کر کے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے۔ غرض یہ کہ اس نے بھی معافی مانگی۔ پھر امیر زادہ ژوپین کے لشکر میں آیا اور امیر زادہ کی نظر ژوپین کی ہمشیرہ گل چہرہ نامی پر پڑی اور عاشق ہوئے اور معدی کرب ژوپین کی عورت پر عاشق ہوا اور باقی رہ گئی ژوپین کی والدہ تب عمرو بن عمیہ بولے کہ اے یارو! عجیب تمہارا انصاف ہے کہ جوانوں کو تم لوگوں نے قبول کیا اور بوڑھی میرے لیے چھوڑ دی جو سات سو برس کی ہے۔

تب امیر زادہ نے فرمایا اے عمرو بوڑھی کو میرے حوالے کر کہ یہ اپنی دختر کی خدمت کرے گی۔ تب عمرو نے اسے امیر زادہ کے حوالے کیا تب پہلوان نے معہ عورتوں واسباب کے حمزہ کے پاس آ کر حقیقت گذشتہ مفصل عرض کی۔ امیر نے ژوپین کی والدہ سے فرمایا کہ دیکھ تیرے فرزند نے اٹھارہ سال تک میرے حرم کا پیچھا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو مقہور کر

کے اس کے حرم وفرزند کو میرے ہاتھ میں دیا۔اب تیری رضامندی سے تو اپنی دختر کا نکاح میرے فرزند کے ساتھ کر دے ایسا داماد تمام دنیا میں نہ ملے گا۔یہ سن کر وہ رضامند ہوئی۔امیر نے ژوپین کی عورت سے فرمایا کہ اے نیک بخت عمر معدی کرب تیرے مرد سے جوانمردی میں ہزار حصہ زیادہ ہے قبول کر۔وہ بولی اے جہانگیر مجھے آدمی سے منسوب کیجئے یہ تو دیو ہے ہرگز قبول نہ کروں گی۔تب مہر نگار نے اسے بہت سمجھایا تو وہ راضی ہوئی اور معدی کرب کے ساتھ نکاح کیا۔

تب امیر زادہ نے عمرو کو فرمایا کہ جاؤ قاضی کو لے آؤ عمرو نے باہر جا کر صورت قاضی بنا کر بڑے کروفر سے دستار اور جامہ پہنے ہوئے کہ جس کی آستین میں اونٹ کا بچہ آئے اور ایک عصا ہاتھ میں لے کر آئے تو تمام اہل مجلس متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے ایسا قاضی تو لشکر میں نہیں دیکھا۔امیر نے فرمایا یہ قاضی مردان غیب سے ہے تب موافق اوج بن ابراہیم عمر بن حمزہ معدی کرب کے نکاح خوان کو امیر نے ہزار دینار دیئے۔اتنے میں عمرو پھر اصلی صورت میں آموجود ہوا بعد ازاں تمام پہلوان جشن میں رہے پھر امیر کوچ کر کے ژوپین کے قلعہ پر پہنچے تو ژوپین کی ماں نے امیر سے کہا کہ امیر قلعہ مضبوط ہے آپ کو لینا مشکل۔قلعہ دار کو خبر ہوئی تو دروازہ بند کر دے گا۔پہلے میں جا کر قلعہ اپنے قبضہ میں لاتی ہوں تم دس پہلوان مجھے دو۔

اس کے کہنے سے امیر نے عمر بن حمزہ وعمرو بن ولندھور وغیرہ سات پہلوان دیئے۔وہ بوڑھی عورت جب شہر کے پاس آئی تو قلعہ دار نے سنا کہ غنیم کا لشکر آیا ہے تو فوراً دروازے بند کر خندقیں پانی سے بھر دیں اتنے میں نارترک میدان میں آئے اور پکارے کہ ہم ژوپین کے برادرزادے ہیں اور ژوپین کو لے جاتے ہیں ہم امیر حمزہ سے بھاگ کر آئے ہیں جلد دروازہ کھولو۔تب قلعہ دار نے خارترک کو دیکھتے ہی دروازہ کھولا اور اندر بلایا تب پہلوانان عرب کو ساتھ لے کر معہ خوشدامن عمر بن حمزہ قلعہ میں جھٹ داخل ہوئے اور قلعہ دار نے جب پہلوانان عرب کو دیکھا تو ژوپین کی ماں کو کہا کہ اے خاتون یہ کون ہیں؟ وہیں عمر معدی کرب نے ایک گرز اس کے سر پر مارا کہ مغز اس کا باہر نکل آیا اور جہنم کی راہ لی اور قلعہ عمر بن حمزہ کے تصرف میں آیا اور قاصدوں نے یہ خبر امیر کو پہنچائی کہ آپ کے اقبال سے قلعہ ہاتھ میں آیا ہے۔

پھر حمزہ معہ لشکر قلعہ میں داخل ہوئے۔ژوپین کی ماں نے کہا کہ شہر قبہ زرین سے آراستہ کرو۔اہل کار حکم بجالائے اور امیر پر سے دینار نثار کیے اور نقارے خوشی کے بجائے اور امیر نے شان وشوکت سے لباس شاہی پہنا اور جشن شاہی آراستہ کیا اور مہر نگار کو دلہن بنانا شروع کیا۔

قباد شہریار بن حمزہ اور سعد بن عمر کا پیدا ہونا

راوی اس طرح روایت کرتے ہیں کہ امیر نے جب ترکستان کا قلعہ لیا تب ژوپین کی ماں کو فرمایا کہ یہاں کا مال نکالو۔اور لشکر کے لوگوں کو بانٹو کہ عرب کے لشکر میں کوئی فقیر نہ رہے۔اس کے بعد مبارک دن اور نیک ساعت دیکھ کر عمرو بن عمیہ نے امیر کا نکاح مہر نگار سے پڑھایا اور حمزہ مہر نگار کے ساتھ عیش میں رہنے لگے اور اپنی جگہ عمر بن حمزہ کو مجلس میں بٹھایا۔عمر بن حمزہ عرب کے تمام پہلوانوں کے ساتھ مجلس کرتے اور شراب نوشی کرتے۔عمر معدی کرب مست ہوئے اور لندھور پر نظر کی کہ اے آدمی لمبے تیری کیا قدرت ہے مجھ سے بڑے برجے پر بیٹھے۔

لندھور نے کہا۔اے بڑے پیٹ کے مجھے امیر نے اس جگہ بیٹھنے کو فرمایا ہے سو میں بیٹھا ہوں اور ہمیشہ یہیں بیٹھتا

ہوں تو کون ہے؟ جو منع کرتا ہے اور تیری کیا قدرت جواب مجھ سے بولے۔ عمر معدی کرب نے کہا کہ امیر نے ہرگز بلندی پر بیٹھنے کا حکم نہ دیا ہوگا مگر تو اپنے آپ بیٹھا ہے۔ تب لندھور بولا کہ اے عرب! تو شراب پی کر بدمستی کرتا ہے اور باتیں ناہنجار بکتا ہے ہوش سے باتیں کر۔ تب معدی کرب نے کہا کہ تو کہتا ہے کہ تیرے پر مستی کروں گا۔ یہ کہہ کر کئی ایک مکے لندھور پر مارے تو لندھور ہنسا اور چپ ہو رہا۔

عمر بن حمزہ نے یہ حال دیکھ کر معدی کرب کو پکارا اور کہا اے بے ادب کیا مستی کرتا ہے تب معدی کرب نے کہا تو کون ہے جو مجھ سے اس طرح بولتا ہے چپ رہ ورنہ تم کو بھی ماروں گا۔ تب تو عمر بن حمزہ کو تاب نہ رہی اور اپنی کرسی سے اٹھ کر کئی ایک مکے معدی کرب کی گردن پر ایسے مارے کہ معدی کرب زمین پر گرا اور سر میں ذرا سی چوٹ لگی تب شور پڑا اور امیر محل سے باہر آئے اور حقیقت معلوم کی عمر بن حمزہ بولے کہ وہ میرے حضور میں بدی کرتا ہے جو میں نے کئی ایک مکے اس کی گردن میں مارے امیر نے فرمایا کہ تیری قدرت ہے کہ میرے یار کو مکے مارے۔

عمر بن حمزہ نے کہا کہ اول معدی کرب نے لندھور کو کئی ایک مکے مارے اور امیر کی اہانت کی۔ اس واسطے مارے۔ امیر نے کہا لندھور جانے اور وہ جانے اگر لندھور اسے برا مانتا تو اس وقت وہ آپ ہی مارتا کیونکہ وہ بھی عمر معدی کرب سے بڑا پہلوان ہے اور تو نے جو میرے پہلوان سے بے ادبی کی سو کیا وجہ ہے۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ معدی کرب نے میرے حضور میں بے ادبی کی اس لیے میں نے اس کو مکے مارے اگر دوسری بار کرے گا تو مکے کیا اس کے کان سر سے اکھاڑ دوں گا۔ امیر نے فرمایا فرزند چپ رہ نہیں تو تجھے زمین پر ایسا دے ماروں گا کہ چھٹی کا دودھ باہر نکلے گا کہ پھر کبھی اس طرح سے بے ادبی نہ کرے گا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ ایسا کون ہے جو مجھے زمین پر گرا دے اگر مرد ہے تو سوار ہو اور مار۔ امیر غصے میں آئے اور پیچ و تاب کھا کر فرمایا کہ اشقر پر زین کس کر لاؤ۔

القصہ امیر لشکر لے کر سوار ہوئے۔ تب شہر میں شور ہوا کہ باپ بیٹے کی لڑائی ہے شہر کے تمام لوگ تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے امیر اور عمر بن حمزہ نے باہر آ کر فوج آراستہ کی۔ امیر نے اشقر پر سوار ہو کر اس کو میدان میں جولان دیا اور فرزند کو بلایا اور سامان جنگ کا ارادہ کیا اور خنک کو آگے چلایا۔ مگر خنک اپنی جگہ سے نہ ہلا اور نہ ایک قدم آگے بڑھایا۔ ہر چند عمر بن حمزہ نے بہت کچھ جدوجہد کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ او کم عقل وفاداری اس جانور چار پایہ سے سیکھ کہ یہ جانتا ہے جو تو امیر سے لڑتا ہے یہ سمجھ کر وہ نہیں چلتا۔ اتنے میں عمر بن حمزہ پیادہ ہوئے اور امیر بھی پیادہ ہوئے تب عمر بن حمزہ دوڑے اور امیر کی کمر کی دوال پکڑی اور ایسا زور کیا کہ انگلیوں سے دس قطرے خون کے ٹپکے تب کمر سے ہاتھ چھوڑا اور کہا اے امیر اب تم زور کرو تب امیر نے ہاتھ بڑھا کر عمر بن حمزہ کی دوال پکڑی اور زور فرما کر سر پر اٹھا کر ایسا پھرایا کہ تمام شہر اور لشکر کے لوگوں نے آفرین کی پھر امیر نے آہستہ سے فرزند کو اتارا اور گلے لگایا اور سر کو بوسہ دیا اور عمر بن حمزہ شرمندہ ہوئے اور باپ کے پاؤں پر گر پڑے اور کچھ نہ بولے۔

القصہ چند روز رات دن عیش میں رہے جب گل چہرہ کو حمل ہوا اور ایسا ہی مہر نگار کو بھی جب نو مہینے ہوئے تو دونوں کے فرزند پیدا ہوئے پس دونوں لڑکوں کو امیر کے پاس لائے امیر نے دونوں کو بہت پیار سے گود میں لیا اور پوتے کا نام سعد بن عمر رکھا اور اپنے فرزند کا نام رکھنے میں عذر کیا اور کہا کہ نوشیرواں کا نواسہ ہے۔ تب عمرو سے کہا کہ اے یار تو جلدی سے مدائن کو جا اور مہر نگار کے ماں باپ کو خوشی کی خبر پہنچا۔ پس عمرو اسی وقت روانہ ہوئے اور چھ ماہ کا راستہ دو روز میں طے کر کے تیسرے دن مدائن پہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے عمرو کیا خبر لایا ہے؟ کہ بڑی جلدی آیا۔ عرض کی کہ

نواسہ مبارک ہو۔نوشیروان سن کر خوش ہوا اور خوشی کی نوبت بجانے کا حکم دیا پھر عمرو نے نام رکھنے کے لیے عرض کیا تو نوشیروان نے کہا کہ اس کا نام قباد شہریار رکھو۔

عمرو امیر کی خدمت میں آئے اور چھٹی بڑے دھوم دھام سے ہوئی اور سب کو معلوم ہوا کہ نوشیروان نے قباد شہریار نام رکھا ہے امیر اور تمام یار بہت خوش ہوئے غرض یہ کہ سونے کے گہوارے میں سلا کر اچھی طرح سے پرورش کرنے لگے۔جب یہ دونوں چار چار برس کے ہوئے تو انہیں جو دیکھتا اس کی آنکھ آسودہ ہوتی اور ان کی پیشانی پر بادشاہت کا ستارہ چمکتا تھا اور جب امیر ان دونوں کو دیکھتے تو بہت شاد ہوتے۔

امیر حمزہ اور بہمن کا مقابلہ

راوی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ قباد شہریار جب تولد ہوئے اور ژوپین کو خبر پہنچی۔تب اس نے نوشیرواں کو لکھا کہ اے نوشیرواں خوب سمجھ اور واقف ہو کہ حمزہ اب تک شاہی عزت نہیں رکھتا تھا اب ضرور جان کہ جب وہ بڑا ہوا تو تجھ کو جیتا ہی معزول کرے گا یا مارا جائے گا اور اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھا دے گا کیونکہ وہ وارث تخت ہے۔پس میرا یہ خط دیکھتے ہی یہاں آؤ اور بہمن کہتا ہے کہ میں حمزہ کو مارتا ہوں اور بہمن ایسا نامرد ہے کہ حمزہ اس پر غالب ہو جائے گا۔تو تیرے ملک کا کانٹا نکل جائے گا اور تیری سلطنت اوروں کو ملے گی اور بختک اور دوسرے بادشاہ جو نوشیرواں کے مقرب تھے۔انہیں بھی کاغذ لکھا تو قاصد خط لے کر تھوڑے دنوں میں وہاں جا پہنچا اور نوشیرواں نے وہ خط پڑھا اور کہا کہ حمزہ سے ہرگز بھی نہ لڑوں گا۔

تب بختک اور دارا نے کہا ژوپین نے جو کچھ لکھا ہے وہ سچ ہے اور بزرجمہر نے کہا کہ یہ بات امیر سے ہرگز نہ ہوگی۔اس کے بعد تمام کافر موقع پاتے تھے تو نوشیرواں کا دل امیر کی طرف سے پھراتے تھے اور کوہستان چلنے کی رغبت دیتے تھے۔آخر انہوں نے نوشیرواں کو باہر نکالا اور لے چلے۔جب یہ خبر بہمن کو پہنچی کہ بادشاہ ہفت کشور یعنی نوشیرواں عادل حمزہ کے ظلم سے تیری پناہ میں آتا ہے تو اس نے بادشاہ کا استقبال کرایا اور عزت و تکریم سے نوشیرواں کو شہر میں لایا اور تخت پر بٹھایا اور کہا کہ حمزہ کو میرا عہد ہے شہنشاہ اس سے خاطر جمع رکھے۔اس وقت ژوپین نے کہا کہ اگر حمزہ کے پاس تو خود جاتا تو بہتر تھا کیونکہ امیر کو کیا غم ہے کہ وہ یہاں آئے گا۔بہمن نے کہا کہ اول اس کی طرف پیغام بھیجنا چاہیے اگر وہ آیا تو بہتر ورنہ ہم ہی روانہ ہوں گے۔حمزہ کو باندھ کر بادشاہ کے حوالے کریں گے۔بہمن نے وزیروں کو حکم دیا کہ تم امیر حمزہ کو نامہ رقم کرو وزیروں نے نامہ لکھا۔اول تعریف لات و عزیٰ و منات کو چک پھر آتش کدہ نمرود اور بت پرستوں کے نام لے کر یوں لکھا کہ

''کہ بہمن ارجاشب کی طرف سے حمزہ کو معلوم ہو کہ تیرے ظلم و تعدی سے نوشیرواں بادشاہ شہریار ژوپین و کاؤس میری پناہ میں آئے ہیں تو اب مجھے فرض ہوا کہ تجھ کو باندھ کر نوشیرواں کے حوالے کروں گا اگر تو آیا تو بہتر نہیں تو میں تیرے پاس آتا ہوں۔''

یہ نامہ جب مرتب ہوا تب بہمن نے ایک قاصد کو دیا اور قاصد خفیہ روانہ ہوا بعد از قطع منازل و طے مراحل بہت مدت کے بعد وامیر کے لشکر میں پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ حمزہ کو خبر دو کہ کوہستان سے قاصد آیا ہے۔دربان دوڑے اور خبر کی امیر نے فرمایا کہ اندر بلاؤ جب قاصد روبرو آیا اور خط دیا امیر نے خط کو پڑھا اور کہا بد بخت ازلی ہے اسے ہم کیا

کریں۔ میں ہر چند چاہتا ہوں کہ نوشیرواں آرام اور آسائش کے ساتھ اپنے ملک میں بیٹھے اور بادشاہی کرے لیکن وہ بد بختی سے بادشاہی نہیں کرتا میرے ہاتھ سے آپ زحمت چاہتا ہے اب میرا گناہ کیا ہے جو مجھ سے برگشتہ ہو کر بہمن کے پاس پناہ لینے گیا ہے۔ بعد ازاں قاصد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جا بہمن سے کہہ کہ میں وہاں پہنچتا ہوں۔

یہ کہہ کر معدی کرب سے فرمایا کہ پیش خیمہ باہر نکالو اور یاروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے گھر میں کوئی تخت پر بیٹھنے والا نہیں تھا اب خدائے تعالیٰ نے وارث تخت پیدا کر دیا ہے اور نوشیرواں نے بھی بغض پکڑا ہے اور عداوت رکھتا ہے۔ پس لازم ہے کہ قباد شہریار کو تخت پر بٹھاؤں کیونکہ اسے تخت پہچانتا ہے۔ غرض یہ کہ تمام بادشاہوں نے تخت آراستہ کر کے اچھے دن نیک گھڑی میں قباد شہریار کو تخت پر بٹھایا اور بہت زر و گوہر نثار کیے اور امیر اپنی پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور حکم مجلس آرائی کا کیا۔

چالیس دن یہ مجلس مہیا رہی۔ بعدہ کوہستان کی طرف روانہ ہوئے اور منزل در منزل چلنے لگے جب نزدیک پہنچے اور بہمن کو خبر ہوئی کہ حمزہ نزدیک آیا ہے تب ہوناں نامی اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ اے فرزند سنا ہے حمزہ عرب آیا ہے اب تو دس ہزار سوار سے جا کر راستہ بند کر کہ اس پہاڑ پر نہ چڑھ سکے۔ لشکر کو گرزوں، تیروں اور بھالوں سے مارو کہ وہ پہاڑ پر نہ چڑھ سکے۔ غرض یہ کہ ہوناں باپ کے حکم سے پہاڑ کے درے میں آیا اور امیر کے لشکر کی راہ لی۔ جب معدی کرب کی فوج وہاں پہنچی اور پہاڑ کے نیچے سے اوپر آنا چاہا تو سومن کا ایک ایک پتھر اور تیروں بھالوں کی مار ہوناں کے لشکر سے ہونے لگی۔ عمر معدی کرب پہاڑ کے نیچے کھڑے رہے جب لشکر اسلام کے دوسرے پہلوان آئے اور عمر معدی کرب سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم جب کوہستان میں آئے مخالفوں نے راہ بند کی ہے۔

یہ حال سن کر وہ بھی کھڑے رہے اور اس فکر میں تھے کہ کیا کریں کہ اتنے میں عمر بن حمزہ آئے اور لشکر کو کھڑا دیکھ کر فرمایا کیا ہے؟ پہلوان نے عرض کی۔ تب عمر بن حمزہ گھوڑے سے اترے اور ڈھال سر پر اور تلوار ہاتھ میں لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ استفتا نوش اور لندھور بھی آئے اور امیر زادے کے ہمراہ لے چلے انہوں نے اپنے لشکر سے کہا کہ سو سو دو دو سومن کا پتھر ان پر ڈالو۔ تب ہوناں کے لشکر نے پتھر ڈالنے شروع کیے۔ پہلوانان عرب نے ڈھالیں سر پر لیں اور پتھروں کی مار اٹھا کر اوپر چڑھنے لگے۔

غرض یہ کہ عمر بن حمزہ پہاڑ کے اوپر آئے اور کافروں پر پتھر مارنے لگے اور ہومان پسر بہمن کھڑا لڑتا رہا آخر لڑ نہ سکا تو بھاگ گیا۔ دس سوار سے باپ کے پاس گیا اور باقی مارے گئے۔ تب بہمن نے پوچھا کہ اے فرزند یہ کیا کیا۔ اس نے کہا کہ اول جا کر عرب کے لشکر کی راہ لی کہ اتنے میں سردار لشکر حمزہ کا پیدا ہوا اور ہم نے بہت سے پتھر مارے اور تیر چلائے اور وہیں کھڑا رہا اس عرصہ میں دوسرا سوار آیا وہ بھی وہیں کھڑا رہا پھر تیسرا لشکر پیدا ہوا وہ بھی وہیں کھڑا رہا۔ ان کے بعد ایک چھوٹے قد کا آدمی آیا اور گھوڑے سے اتر کر ڈھال سر پر لے کر تلوار ہاتھ میں لی اور پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ پھر دو پہلوان عرب کے لوگ آئے اور وہ بھی ان میں شریک ہوئے پس ہم نے ان پر پتھر، تیر اور بان مارے لیکن ذرا اثر نہ ہوا غرض یہ کہ ہم ان کو ہٹا نہ سکے، اور جب وہ ہم پر آ گرے تو ہمارا بہت لشکر مارا گیا اور لڑائی کی تاب نہ لا سکے اور بھاگے۔ بہمن نے ہومان سے جب یہ باتیں سنیں تو زیر بند منگا کر اس کو مارا اور کہا اے حرامزادے تو اگر میرا جنا ہوا ہوتا تو تین چار عربوں سے منہ نہ پھیرتا۔

یہ دیکھ کر ژوپین نے کہا اے بہمن! ہومان کا کچھ گناہ نہیں کیونکہ وہ سخت بلا ہے وہ ان ہی باتوں میں تھے کہ لشکر

عرب نمودار ہوا۔ تب بہمن نے کہا کہ اے بختک مجھے حمزہ کو دکھا۔ بختک نے کہا سوار ہو۔ غرض یہ کہ بہمن سوار ہوا اور سارے لشکر سے آگے بڑھ کر میدان میں آیا۔ اتنے میں امیر کے لشکر کے نشان پیدا ہوئے اور نشان کے چودہ ہزار سوار پیچھے تھے۔ بعد اس کے سات ہاتھی داہنی طرف اور سات سو بائیں طرف ایک سو دس گز کا قد فیل منگوسی پر پیدا ہوا۔ بہمن نے پوچھا یہ کون ہے؟ بختک نے کہا اسے لندھور کہتے ہیں۔ پھر یونان کے شہزادے آئے بہمن نے پوچھا یہ کون ہیں۔ بختک نے دونوں کے نام بتائے اس کے بعد روم کی سپاہ آئی رومی سات برادر تھے۔ ان کے بعد تارترک برادرزادہ ژوپین آیا۔ پھر حلب کے شہزادے پھر نوشیرواں سپاہ آئی اور سردار شیر باریک شیروانی آیا۔ بہمن نے پوچھا یہ کون ہے؟ بختک نے کہا یہ نوشیرواں کا سپہ سالار ہے جو حمزہ سے ملا ہے۔

بہمن نے یہ سن کر سر ہلایا اور کہا کہ حمزہ کوئی چھوٹا آدمی نہیں ہے بعد ازاں مثقال پیدا ہوا پھر ریحان آیا اور ریحان کے ہمراہ مصر کا بادشاہ نظر آیا اور کندن کے چھتر کے نیچے عمر بن حمزہ کا فرزند گھوڑا گدگداتے ہوئے آیا بہمن نے پوچھا یہ کون ہے؟ بختک نے کہا کہ سعد بن عمر بن حمزہ ہے یہ امیر کا پوتا ہے اس کے بعد عمر بن حمزہ بڑے جاہ جلال سے نمودار ہوئے۔ بعد ازاں آواز بڑے زور کی پیدا ہوئی اور دیکھا کہ بارہ ہزار عیار پیادہ اور ان سب کے آگے کاغذ کی ٹوپی اور نمدہ کا کرتہ پہنے ہوئے عمرو تھا اور چند بہادر آدمی زرہ لگائے اور کمر بند شیر بند ہاتھ میں لیے ہوئے ظاہر ہوئے بہمن نے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے؟ بختک نے کہا کہ عیاران بلا انگیز آتے ہیں۔ اب بہمن نے دیکھا کہ عمرو کودتا پھاندتا آتا ہے اور اس کے تمام عیار زرد پوش بادل پوش گھوڑوں کی باگ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آتے ہیں۔ بہمن نے کہا کہ یہ پیادہ کیوں ہیں؟ بختک نے کہا کہ صاحب ان کا پیدل ہوگا اس لیے یہ بھی پیادہ ہیں۔ بہمن ہنسا کہ اتنے میں نشان علم اژدہا پیکر کی آواز پیدا ہوئی بہمن نے پوچھا یہ آواز کیا ہے؟ بختک نے کہا کہ یہ آواز حمزہ کے نشان کی ہے پس اس کے آتے ہی قباد شہریار اور باقی شہریاران و شاہ پہلوان سب نمودار ہوئے اور علم کے نیچے آفتاب عرب یعنی حمزہ بن عبدالمطلب نمودار ہوئے اور اس کے پیچھے گیارہ ہاتھی اور تیس ہزار غلام ترکی و ختنی و حبشی و مصری و برہمی و زابلی و چینی پیدا ہوئے اور تمام پہلوان عرب کے سر جھکائے آرہے ہیں۔

بہمن نے خوب غور سے امیر کو دیکھا کہ حمزہ پستہ قد ہے لیکن سامان لڑائی کا اس سے محکم ہے یہ کہہ کر نوشیرواں سے بہمن نے کہا کہ شاہ ہفت کشور آج حمزہ کو اتر کر دم لینے دے کیونکہ حمزہ دور دراز کے سفر سے آیا ہے اور تھکا ماندہ ہے اگر میں اس سے اس وقت لڑوں گا اور فتح پاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ حمزہ سفر کا تھکا ماندہ تھا اس وجہ سے بہمن نے اس پر فتح پائی۔ پس فجر کو نقارہ لڑائی کا بجوائیں گے غرض بہمن کے کہنے سے طبل بازگشتی بجوایا اور شہر میں آکر اترا اور امیر بھی اپنی بارگاہ کے خیمہ میں آئے اور بھائی عباس کو فرمایا کہ بہمن کی طرف نامہ لکھو تب عباس نے امیر کے حکم سے نامہ لکھا کہ:-

''بعد از حمد خداوند تعریف ابراہیم خلیل اللہ کے بہمن کو یہ سب معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں اور اٹھارہ سال کوہ قاف میں اکیلا گیا تھا اور وہاں کے دیوؤں اور بلاؤں کو خدا نے جو پیدا کی تھیں ان سب کو تہ تیغ کیا اور خدا کے فضل و کرم سے سلامت پھرا ہوں اور شہریاروں کو حلقہ بگوش کیا اور خوب یاد رکھ کہ میں نے نوشیرواں سے کوئی بدی نہیں کی اور اس نے خود اپنی رضامندی سے مجھے اپنی بیٹی دی اور میرے پیچھے ژوپین اور دوسرے وزیروں نے مل کر میرے حرم کا پیچھا کیا اور جب میں کوہ قاف سے پھرا تب بھی اسے معاف کیا اور مدائن آنے کا اقرار دیا تو بھی ژوپین اور بختک کے کہنے سے مجھ سے پھرا اور میرے تلف کرنے کے واسطے تجھ سے ملا ہے۔ تجھ پر لازم ہے کہ یہ نامہ دیکھتے

ہی نوشیرواں اور ژوپین کو باندھ کر خراج لے کر بارگاہ گردوں میں حاضر ہو تو میں تجھ کو اپنے لشکر کا سردار کروں گا اور اگر اس شرط سے سرتابی اور گردن اونچی کی تو وہ قیامت برپا کروں گا کہ تو نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔"

جب یہ خط تمام ہوا تو امیر نے فرمایا کہ یہ خط کون لے جائے گا؟ عمرو نے کہا یہ کام میرا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ تجھے بہمن کے پاس نہ بھیجوں گا کیونکہ میں سنتا ہوں کہ بہمن غصہ ور اور مغرور ہے اور وہاں جا کر اس سے بے ادبی کرے گا۔ خط وہ لے کر جائے جو اپنے پر رنج اٹھائے اور اس سے کچھ نہ کہے تب عمر بن حمزہ اپنی جگہ سے اٹھے اور تسلیم بجالائے اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور جواب خط لاؤں حمزہ نے وہ خط اپنے فرزند ارجمند کے حوالے کیا۔

پس عمر بن حمزہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اور بہمن کی طرف اکیلے گئے۔ راستہ میں دیکھا کہ مخالف اپنے لشکر کے گھوڑے لیے جاتے ہیں اور چرواہا پکار رہا ہے اور ان کے پیچھے جاتا ہے۔ پس عمر بن حمزہ نے خنگ کو تیز کر دیا اور پلک جھپکنے میں اسے دیکھا اور پکارا کہ اے کافر بچے اگر مرد ہے تو کھڑا رہ نہیں تو میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا۔ ہومان نے جب عمر بن حمزہ کو دیکھا تو فوج سے بڑھ کر آگے کھڑا رہا اور کہا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں امیر حمزہ کا بیٹا ہوں تب ہومان نے کہا یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا۔

یہ کہہ کر عمر بن حمزہ پر تلوار سے وار کیا۔ بس تلوار اس کی روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کا تسمہ پکڑ کر رکاب سے پاؤں نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ اس کے نیچے سے نکل کر دس قدم پر جا پڑا۔ اور ہومان امیر زادے کے ہاتھ میں رہا۔ امیر زادے نے ہومان کو سر پر لے جا کر پھرایا اور کہا اے کافر بول کہ خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے ہومان نے کہا امیر زادے مجھے امان دے۔

پس امیر زادے نے اسے آہستہ سے اتارا، زمین پر چھوڑا اور کہا جہاں تیرا جی چاہے جا پس ہومان امیر زادے کے قدموں پر گر پڑا اور پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ ہرگز نہ کہوں گا۔ پس ہومان پہلوان نے گھوڑے عمر بن حمزہ کو دیئے اور آپ شہر میں گیا اور باپ کے دربار میں جا بیٹھا امیر زادے نے بھی اپنے گھوڑے چرواہے کے حوالے کیے اور آپ بہمن کی طرف چلے جب دروازے کے قریب پہنچے تو دربانوں کو کہا کہ جلد جا کر بہمن کو خبر دو کہ عمر بن حمزہ آیا ہے۔ تب دربان دوڑے اور خبر کی۔ تب بہمن نے کہا اندر آنے دو تب عمر بن حمزہ اندر آئے تو کہا السلام علیکم اے خواجہ بزرجمہر۔ وعلیکم السلام اے فرزند، تب ہومان نے کہا اے فرزند حمزہ تو نے بادشاہ کے ہوتے ہوئے وزیر کو سلام کیا اور بادشاہ کو نہ کیا اس کا کیا سبب ہے۔

تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ ہمارا سلام ان پر ہے جو خدا کو واحد جانتے ہیں اور دین حضرت خلیل اللہ کا برحق مانتے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر بن حمزہ نے وہ خط بہمن کو دیا۔ بہمن نے لفافہ کھول کر پڑھا اور پھاڑ کر پھینک دیا تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ بہمن کیا کروں کہ امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے بے اعتدالی نہ کروں۔ اس واسطے چپ ہو رہا ورنہ ابھی تیرا کام تمام کرتا۔ تب بہمن نے کہا کہ ہومان پکڑ واس عرب کو، تب ہومان نے ضروری جان کر امیر زادہ پر تلوار کھینچی اور حملہ کیا۔ امیر زادہ نے ہاتھ لمبا کر کے اس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایسا مکہ مارا کہ ہومان زمین پر گرا۔ تب بہمن کا بھائی بہمن زور تام تلوار کھینچ کر عمر بن حمزہ کی طرف دوڑا اور حملہ کیا اور امیر زادہ نے اس کی بھی تلوار روکی اور اس کو زمین پر پچھاڑا۔ پھر بہمن کا دوسرا بھائی کو چک گرز لے کر عمر بن حمزہ کے پاس آیا امیر زادہ نے اسے بھی کمان سے زمین پر گرایا اور کہا کہ اے بہمن اب تک میں نے باپ کا حکم نگاہ میں رکھا کہ ابھی تک میان سے تلوار نہیں

نکالی۔نہیں تو دیکھتا کہ دربار میں کیسا خون کا نالہ چلتا کہ تمام عالم آفرین کہتا۔تب بہمن نے کہا کہ اے فرزند حمزہ جو کچھ تو بولتا ہے سو حصے زیادہ پایا آفرین ہے تیرے باپ کو اور شاباش تیری ماں کو جس نے دودھ پلایا۔

اس کے بعد بہمن نے شاہانہ خلعت منگا کر اپنے ہاتھ سے عمر بن حمزہ کو پہنایا اور کہا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر بول کہ صبح کو تیری اور میری جنگ ہے۔دیکھئے کہ بخت کس کو یاوری دیتا ہے پس امیر زادہ کو رخصت کیا۔عمر بن حمزہ سوار ہوئے اور امیر کے پاس آ کر تمام حقیقت کہی۔امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور بہت نوازا۔تمام رات عیش وعشرت میں کاٹی جب فجر ہوئی تو نقارے کی آواز نوشیرواں کے لشکر سے آئی تب مردوں نے ہتھیار باندھے اور نامردوں نے بھاگنے کی راہ لی۔جب لشکر میدان میں آیا تو جاسوسان حریف نے حمزہ کو خبر دی کہ نوشیرواں نے لڑائی کا نقارہ بجوا کر جنگ کا قصد کیا ہے۔امیر نے اپنے اسلحہ منگا کر بدن پر آراستہ کیے اور ادھر قباد شہریار تاج شاہی بر سر و قبا شہنشاہی در بر موتیوں سے مرصع کنار کناف کے آگے اور پشت کے سیر کا گرداگرد اور قلب لشکر میں کھڑے ہوئے اور حمزہ تمام دست و چپ سے مجرا لیتے ہوئے سرداری کے چالیس قدم آگے کھڑے۔تب نقیبوں نے پکارا کہ اے مردان بکر شید جامہ زناں نہ پوشید۔

روز جنگ است جنگ باید کرو　　کوشش نام و ننگ باید کرو

مرد کون ہے جو میدان کا قصد کرے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے تب عمر بن حمزہ نے طبل جنگ بجوا کر علم کو بوسہ دیا اور گھوڑے پر سے اتر کر باپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں امیر نے کہا کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔تب عمر بن حمزہ خنک پر سوار ہو کر ہنستے ہوئے میدان میں آئے۔تب ہومان اپنے باپ کے حکم سے میدان میں آیا اور عمر بن حمزہ کے مقابل کھڑا رہا اور زرین خرجین سے گرز نکالا اور امیر زادے پر چلایا امیر زادے نے اس کی ضرب ڈھال پر روکی غرض اس بچہ نے ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں کے ہر آدمی نے سنی اور عمر بن حمزہ نے اس کا حملہ روکا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی کمر پیٹی پکڑی اور گھوڑے پر سے اٹھایا اور امیر کے سامنے لایا اور زمین پر پٹکا۔

امیر نے عمرو سے کہا اسے قید کرو عمرو نے اسے باندھا اور عمر بن حمزہ پھر میدان میں آئے تب بہمن میدان میں آیا اور تلوار کھینچ کر عمر بن حمزہ پر چلائی۔امیر زادہ نے ایک ہاتھ سے تلوار روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کی پیٹی پکڑ کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور امیر کے پاس لا کر چھوڑا۔لوٹ کر میدان میں آئے تو بہمن کو چک میدان میں آیا۔عمر بن حمزہ نے اسے بھی پکڑا تب تو بہمن ارجاسپ کو تاب نہ رہی نعرہ مار کر اٹھا اور سات سو من کا گرز عمر بن حمزہ کے سر پر مارا۔تب اس گرز کے لگنے سے آتش کا ایک شعلہ نکلا اور آسمان پر گیا اور امیر زادہ کے ہر بن مو سے پسینہ بہہ نکلا اور خنک اسحاق تاب نہ لا سکا۔تب امیر زادہ نے پکارا کہ اے بہمن ایک حملہ اور کر کہا کہ اے عرب تو ہنوز جیتا ہے۔عمر بن حمزہ نے کہا کہ حکم خدا سے اب تک تو زندہ ہوں یہ کہہ کر ڈھال منہ پر سے اتاری۔

بہمن نے کہا کہ اب تو حملہ کر۔عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں نے دو حملے تجھ کو دیئے۔تب بہمن نے دونوں پاؤں رکاب میں مضبوط کر کے اور تمام قوت خرچ کر کے گرز پھر مارا،امیر زادہ نے وہ بھی روکا پھر تو امیر زادہ کی باری آئی تب ہزار من کا گرز اٹھا کر گھوڑا دوڑا کر بہمن کے سر پر مارا تو بہمن نے عمر بن حمزہ کا وار روکا اور ہاتھ تلواروں پر پہنچائے اور ایک پر ایک نے اتنی تلواریں ماریں کہ تلواروں کی دھاریں آری کی طرح ہوئیں۔تب ہاتھوں میں نیزے پکڑ کر آپس میں نیزہ بازی کرنے لگے۔بہمن نے امیر زادے کا سینہ تاک کر تیر مارا۔امیر زادے نے اس کا وار اپنے نیزہ کی نوک پر روکا۔تب آگ کی چنگاریاں جھڑیں اور آواز پیدا ہوئی۔غرض یہ کہ ان دونوں میں ایسی نیزہ بازی ہوئی کہ ان کے ٹکڑے

ٹکڑے ہوئے تب دونوں زور کرنے لگے اور ایسا زور کیا کہ دونوں پہلوان گھوڑے سے گرے اور پیادہ زور کرنے لگے نہ اسے فتح اور نہ اسے ظفر کہ اتنے میں رات ہوئی تب بہمن نے کہا اے پسر حمزہ آفرین ہے تیرے ہاتھ اور بازو پر اب تک تیرے سوا کوئی نہ لڑا اب آرام کر۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا میں پیٹھ نہ پھیروں گا۔ اول تو جا بعدہ میں جاؤں گا۔

تب بہمن امیر زادہ سے رخصت اور گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد کہا کہ سچ یہ ہے کہ پسر حمزہ پشت نہ پھیرے گا۔ اس لیے دوال کمر سے ہاتھ چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور کہا کہ اے پسر حمزہ اب تو بھی سوار ہو اور لشکر میں جا تب عمر بن حمزہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں آئے اور امیر نے اس کو گلے سے لگایا اور نوازش کی اور پوچھا کہ فرزند بہمن کو کیسا پایا۔ عمر بن حمزہ نے عرض کی بعد آپ کے اگر جہاں میں بہادر ہے تو بہمن ہے اور جب بہمن میدان سے گیا تو نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہوا تب نوشیرواں نے خلعت منگا کر بہمن کے آگے رکھا۔ بہمن نے کہا کہ اے بادشاہ تو مجھ سے مسخری کرتا ہے کہ خلعت پہناتا ہے۔ ژوپین نے کہا اے بہمن سوائے تیرے کون ہے جوان سے مقابلہ کرے غرض بہمن غمگین ہو کر اٹھا اور محل میں گیا۔

اب یہاں کا حال سنو کہ جب امیر نے فرزند کو نوازا تو بہمن کے رشتہ داروں کو جو پکڑے ہوئے آئے تھے بلا کر کہا کہ اے کوہستانیو! امیر کے فرزند نے تم کو کیونکر پکڑا کہا جس طرح مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو پکڑتے ہیں۔ امیر نے کہا کہ کہو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے تب وہ کوہستانی بولے کہ اے امیر ہم کو معاف کر۔ تب امیر نے کہا اے عمرو ان کو قید میں رکھنا بیکار ہے کوئی فائدہ نہیں پس ایک ایک گھوڑا دیکر اور خلعت پہنا کر چھوڑ دیا۔ القصہ جب تمام کوہستانی قید سے چھوٹے اور امیر سے خلعت اور گھوڑے انعام میں پا کر اپنے لشکر میں آئے تو بہمن کے پاؤں پر گرے اور تمام حقیقت کہی تب بہمن نے کہا کہ حمزہ مرد میدان ہے۔ جب رات گذری اور دن ہوا اور آفتاب نے پردہ ظلمت سے نکل کر دن کو منور کیا تب دونوں لشکروں میں نقارے کی آواز بلند ہوئی اور ہر ایک بہادر سوار ہو کر سامنے کھڑا رہا۔ اتنے میں بہمن ارچاسپ میدان میں آیا اور پکارا۔ تب امیر نے یہ آواز سن کر دونوں طرف نظر کی اور دیکھا کہ لندھور اپنے گھوڑے سے اترا ہے اور امیر کے روبرو آیا اور زمین خدمت کی چومی اور تسلیمات بجالایا اور عرض کی کہ اے شہریار اگر اجازت ہو تو میدان میں جاؤں۔ امیر نے کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے حوالے کیا۔ لندھور میدان میں آیا تو بہمن نے کہا کہ لمبے قد کا کون ہے؟ کہا میں لندھور بن سعدان ہند کا بادشاہ ہوں۔ بہمن نے کہا کہ تیری قوت کا شہرہ اور جوانمردی کا نام سارے جہاں میں ہے پس لا کہ جوانمردی کا کیا نشان رکھتا ہے۔

تب لندھور نے کہا کہ ہمارا طریقہ پیش دستی کا نہیں ہے پہلے تو حملہ کر تب بہمن نے کہا کہ تو خبردار رہ یہ کہہ کر لندھور کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں میں گئی اور کہتے ہیں کہ وہ گرز اگر پہاڑ پر لگتا تو پہاڑ سرمہ ہو جاتا لیکن لندھور نے روکا۔ بعد ازاں لندھور نے اپنا ہاتھی بڑھایا اور بہمن کے سر پر ایسا گرز مارا کہ شعلہ آگ کا نکلا اور ہوا پر گیا۔ مگر ہزار محنت سے بہمن نے روکا اور کہا کہ اے لندھور تو اپنے قد کے موافق زور بھی رکھتا ہے پھر آپس میں گرز اگرز ہونے لگی یہاں تک کہ رات ہوئی نہ اسے فتح نہ اسے ظفر۔ بہمن نے کہا کہ اے لندھور اپنے لشکر میں واپس پھرو تو وہ اپنے لشکر میں گیا اور لندھور اپنے امیر کے پاؤں پر گرا۔ امیر نے فرمایا کہ اے لندھور بہمن کو کیسا پایا کہا کہ جیسا عمر بن حمزہ نے کہا تھا۔ اتنے میں رات ہوئی اور دونوں لشکروں نے آرام کیا۔ جب رات تمام ہوئی اور صبح نورانی ہوا تو دونوں لشکر سوار ہوئے اور میدان میں ایک لشکر نمودار ہوا۔

پس دونوں طرف کے جاسوس خبر لانے کو دوڑے اس عرصہ میں ہرکاروں کی ایک جوڑی گرد آلود پسینہ میں غرق امیر کے سامنے آئی اور دعائے عمر درازی دے کر کہا۔

شہریار کی عمر دراز ہو یہ قافلہ نہیں ہے بلکہ یہ فرہاد کا لشکر ہے جو اپنے باپ لندھور سے ملنے آیا ہے تب عمرو نے دوڑ کر لندھور سے کہا کہ اے لندھور مبارک ہو تیرا فرزند سراندیپ سے آیا ہے یہ کہا ہی تھا کہ لندھور کے پاس فرزند آیا اور گھوڑے سے اتر کر باپ کے قدموں میں گرا۔ لندھور نے گلے سے لگایا اور امیر کی خدمت میں لایا اور فرہاد کو امیر کا قدمبوس کرایا امیر نے اسے گلے لگایا اور خلعت دے کر سرفراز فرمایا۔ فرہاد نے کہا کہ اگر حکم دیں تو میں میدان میں جاؤں امیر نے فرمایا ابھی تھکا ماندہ سفر سے آیا ہے لیکن لندھور نے کہا کوئی مضائقہ نہیں جانے دو۔ امیر نے کہا اچھا جاؤ خدا حافظ ہے۔ پس فرہاد ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا اے بلند قد تو کون ہے کہ ابھی حمزہ سے ملا اور ابھی میدان میں آیا۔ اگر مارا جائے گا تو تیرے دل میں ارمان رہے گا۔ فرہاد نے کہا کہ میں فرہاد، بیٹا لندھور کا ہوں۔ بہمن نے کہا تیرا باپ تو زبردست ہے اب دیکھئے تو کیسا معلوم ہوتا ہے اور باپ کے ہوتے ہوئے تو کیوں میدان میں آیا ہے؟ تب فرہاد نے کہا کہ تو کون سا بڑا پہلوان ہے جو تیرے لیے میرا باپ آئے گا۔

یہ بات بہمن کو بری معلوم ہوئی تب گرز نکال کر حملہ کیا فرہاد نے اس کا حملہ روکا اور اپنا گرز نکال کر ایسا مارا کہ شعلہ آگ کا نکل کر ہوا پر گیا۔ تب بہمن نے کہا تو باپ کا ہم وزن ہے پھر دونوں میں گرز اگرزی ہوتی رہی۔ نہ اس کی فتح نہ اس کی ظفر۔ تب دونوں لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں گئے۔ امیر نے فرہاد کے آنے کی خوشی میں مجلس آرائی کا حکم دیا۔ پس ساقیان سیمیں وساق ومطربان خوش آوازہ حاضر ہوئے۔ اور شراب کا جام چلنے لگا غرض کہ تمام رات اسی طرح گذری جب صبح صادق ہوئی تو امیر کے کان میں نقارہ کی آواز آئی۔ امیر نے بھی بجانے کا حکم دیا۔ پس ہر دو جانب سے صدائے ناقوس بلند ہوئی۔ تب پہلوان عرب غرق آہن ہوئے اور بہمن بھی میدان میں آیا اور حریف کو طلب کیا۔ اتنے میں عمرو معدی کرب گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ تب بہمن نے کہا اے مرد بزرگ شکم تو کون ہے؟ عمرو معدی نے کہا کہ میں سرلشکر امیر ہوں۔ بہمن نے کہا کہ امیر بہت نادان ہے جو تجھے سرلشکر کیا اگر تجھے باورچی خانے میں رکھا ہوتا تو کھانا جب بھی پکاتا اور خوش ہوتا اب یہ بڑا پیٹ میدان میں لے کر آنا تیرے لیے قیامت ہے۔ کیونکہ جو عورت پیٹ سے ہوتی ہے اس سے کام نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی تو بھی ہے اپنے دل میں لڑائی سے بیزار ہوگا۔

تب عمرو معدی کرب نے کہا کہ اے کوہستانی اب اپنی زبان سنبھال۔ بہمن نے کہا اے بڑ پیٹو خبردار ہو یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا اور گرز نکال کر گھوڑا دوڑا اور عمرو معدی کرب کے نزدیک آ کر سر پر ایسا گرز مارا کہ اس کی دونوں لشکروں نے آواز سنی اور معدی کرب کا گھوڑا میدان میں آیا اور بن موسے پسینہ ٹپکا۔ لیکن عمرو معدی نے اپنے کو مردانہ رکھا اور ہاتھ بھی گرز پر لے گیا اور بہمن کو کہا کہ اے کوہستانی خبردار ہو۔ یہ کہہ کر ایسا گرز مارا کہ بہمن سانپ پیچ میں آیا۔ اور پھر ایک گرز اس نے معدی کرب کے سر پر ایسا مارا کہ عمرو معدی نے مشکل سے روکا تب گرزوں سے لڑتے لڑتے دوپہر ہوگئی اتنے میں بہمن نے گرز ڈال دیا اور معدی کرب کی کمر کی پیٹی پکڑ کر زور کرنے لگا۔ تب عمرو معدی نے بھی اس کی کمر کی پیٹی پکڑی اور دونوں پیادہ ہوئے اور کھڑے رہے بعد ازاں عمرو معدی بہمن کے گال پر گھونسے مارنے لگا جب بہمن کا گال لہولہان ہوا تو بہمن بہت غصے میں آیا۔

امیر یہ حال دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے کہ عمر معدی اب سست ہوا ہے کہ بہمن گھونسوں سے مارتا ہے کوہستانی گھونسے

مارنا نہیں جانتا۔ کیونکہ گھونسے مارنا پرانا عربوں کا کام ہے۔ جب رات ہوئی تو دونوں پہلوان اپنے اپنے لشکروں میں واپس ہوئے اور معدی کرب امیر کی خدمت میں آیا۔ تب امیر نے پوچھا کہ معدی کرب بہمن کو کیسا پایا اس نے کہا کہ لندھور سے دس حصے زیادہ پایا۔ غرض کہ وہ رات بھی مقام ہوئی اودن بھی نکلا تب دونوں لشکر پھر میدان میں آئے۔ بہمن میدان میں آ کر پکارا کہ اگر کسی کو مرنے کی آرزو ہے تو میدان میں آ کر اپنا نام ظاہر کرے تب استفتانوش پہلوان نے امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں فرمایا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔

اس کے بعد استفتانوش سوار ہو کر میدان میں آیا بہمن نے کہا کہ تو کون ہے! استفتانوش نے اپنے کو مردانہ رکھا اور بہمن کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اسے بھی چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ لیکن وہ بھی قائم رہا۔ نہ اسے فتح نہ اسے ظفر، اسی طرح سے لڑتے لڑتے رات ہوئی اور دونوں پہلوان واپس اپنے اپنے لشکر میں گئے اور صبح کو پھر لشکر اترے۔ بہمن میدان میں آیا اور نعرہ مارا۔ اگر کسی کو مرنے کی آرزو ہے تو میدان میں آئے تب ارجد پہلوان امیر کے حکم سے میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا تو کون ہے۔

یہ سن کر ارجد نے کہا کہ میں معدی کرب کا برادر ہوں۔ بہمن نے کہا کہ تیرا برادر تو بڑا پہلوان ہے۔ خدا جانے کہ تو کیوں آیا ہے۔ تب ارجد پر ایک ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں میں آئی۔ ارجد اس سے بچا اور گنڈھال پر سے گھوڑے کی گردن پر آیا۔ اور گھوڑا زمین پر گرا۔ تب ارجد نے چاہا کہ بہمن کو مارے تب بہمن گھوڑے پر سے کودا اور ارجد کی چھاتی پر بیٹھا اور دونوں ہاتھ باندھے اور قابو کر کے اپنے لشکر میں بھیجا اور پھر سوار ہو کر اور نعرہ مارا تب آشوب کی کمر کی پیٹی پکڑ کر زور کیا اور گھوڑے پر سے کھینچ کر زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر اپنے لشکر میں بھیجا۔ پھر سعد یمانی نے گھوڑے کو دوڑایا اور بہمن پر نیزہ چلایا کہ بہمن کو بارہ انگل کا زخم کر گیا۔ بہمن نے نیزہ پکڑ کر زور کیا کہ سعد یمانی اس کے ہاتھ سے زمین پر گرا اور چاہا کہ اٹھے مگر بہمن گھوڑے پر سے کود کر اس کے سینہ پر آ بیٹھا اور اس کو بھی باندھ کر لشکر میں بھیجا اور پھر میدان میں آ کر پکارا کہ جس کو آرزو مرنے کی ہو وہ میدان میں آئے۔ تب ذوالجمار میدان میں آیا اور بہمن نے بعد جدال کے اسے بھی باندھا عرض اس روز اس نے معدی کرب کے سات بھائی باندھے جب رات ہوئی تو نقارہ باز گشت کا بجایا اور دونوں لشکر اپنے مقاموں کو گئے۔

مگر امیر قیدیوں کے واسطے دلگیر تھے۔ اس لیے امیر کو کچھ کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ عمرو بن عمیہ نے جب امیر کو غمگین دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر امیر کے روبرو آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور ان جانثاروں کی خبر لاؤں۔ امیر نے اجازت دی تو عمرو نے کوہستان کی راہ لی۔ جب بہمن کے دربار میں پہنچا تو اپنے لباس کو کوہستانی کیا اور ہاتھ میں سونے کا عصا لے کر چوبداروں میں آ کھڑا ہوا اور کرسی پر بیٹھا۔

پس بہمن نے کہا کہ یاران حمزہ کو بلاؤ۔ جب ان کو لائے تو بہمن نے نوشیرواں سے کہا کہ ان کو کیا کرنا چاہیے۔ نوشیرواں نے کہا کہ یہ ہر ایک بلائے بدروزگار ہیں۔ جن کو تیرے سوا کوئی نہیں باندھ سکتا۔ پس ان سب کی گردن مارنا چاہیے۔ پھر بختک کی طرف دیکھا اور کہا کہ ان کے حق میں کیا کہتا ہے۔ بختک اور ژوپین نے کہا کہ ان کا پوست نکالنا چاہیے تا کہ ان عربوں کی قوت ٹوٹے اور اس کارروائی سے عربوں کو ہیبت بھی ہوگی۔ اس کے بعد بزرجمہر سے پوچھا تب بزرجمہر نے کہا کہ حکم بادشاہ کا ہے لیکن جو کچھ سزاوار مردان ہو سو کرو۔

پھر بہمن نے اپنے اقاربوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرے پر لٹکانا چاہیے۔ تب

بہمن نے کہا کہ تمہیں جو فرزند حمزہ پکڑ کر لے گیا تھا تو حمزہ نے تمہارا حق میں کیا کیا تھا۔ انہوں نے سر نیچا کیا تب بہمن نے کہا کہ اے بدبختو تمہارے واسطے حمزہ نے کیا برائی کی جو تم نے اس کے یاروں کے حق میں یوں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر بہمن نے ان کے بند کھول دیئے اور خلعت ناخرہ منگا کر اپنے ہاتھ سے پہنائے اور ہر ایک کو گھوڑا دیا امیر کے یاروں نے بہمن کو دعا دی اور دربار سے چلے اور عمرو بن عمیہ تسلیم کر کے بہمن سے کہنے لگا کہا ے بہمن تو مرد مردانہ ہے اور مرد ایسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ تو نے کیا۔ کہا میں عمرو بن عمیہ ہوں اور دیکھنے کو آیا تھا کہ تو یاران حمزہ سے کیا کرتا ہے اگر مارنے کو فرماتا تو میں ان سب کو چھڑاتا لیکن تو نے بہت مہربانی کی اور امیر کو شرمندہ کیا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے اور راہ میں یاروں سے ملے اور ان کے ہمراہ امیر کی خدمت میں آئے امیر نے جب یاروں کو دیکھا تو کرسی سے اٹھ کر ہر ایک کو گلے لگایا اور ان سے وہاں کی حقیقت پوچھی تب عمرو نے تمام بیان کیا اور امیر نے فرمایا مرد یونہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ بہمن نے میرے یاروں سے کیا۔

غرض یہ کہ جب رات ختم ہوئی اور طبل جنگ کی آواز دونوں طرف سے پیدا ہوئی تو بہادروں نے ہتھیار باندھے اور میدان کی راہ لی۔ تب بہمن نے آ کر نعرہ مارا کہ اے حمزہ زیر پاؤں کو کیا بھیجتا ہے اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔

یہ سن کر امیر نے ہتھیار منگوائے تب مقبل حلبی نے لا کر دئے۔ حمزہ نے اوّل حضرت ابراہیم کا پیراہن پہنا پھر بدن کینرمی کے واسطے سات پارچہ حریر چینی اور زرہ داؤدی پہنی اور ہود نبی کا خود سر پر رکھ کر میدان میں آئے اور مہتر صالح کے روزے پہنے اور صمصام و ممقام تلواریں حمائل کیں اور سام بن حام کا گرز قبر بوس میں رکھا اور اشقر پر سوار ہو کر میدان کارزار میں آئے اور گھوڑے کو جولان دیا۔ امیر بہمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے۔ بہمن نے کہا کہ اے جوان تو کون ہے میں نے حمزہ کو بلایا تھا امیر نے فرمایا میں ہی حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بہمن نے کہا حمزہ تو ہی ہے اور اتنے قد سے سارے عالم کو قبضہ میں کیا ہے۔

امیر نے کہا کہ قدرت خدا سے لا جو کچھ ضرب رکھتا ہے۔ بہمن نے کہا کہ خبردار ہو گرز پر ہاتھ لے گیا اور امیر کے سر پر ایسا مارا کہ اس کی آواز بیابان میں گئی۔ مردان عالم ایسا کہتے ہیں کہ حد سکندر ہے حمزہ کو ذرا سی جنبش ہوئی۔ بہمن نے کہا کہ آفرین ہے تیرے بازو پر۔

غرض بہمن نے پھر دوسرا گرز مارا کہ امیر نے اس کا گرز سر کی اوبھڑ سے روکا اور کہا اے بہمن جھوٹ کیوں بولتا ہے بہمن نے پھر تیسرا گرز جتنا کہ زور خدا نے اسے دیا تھا مارا امیر نے اسے بھی روکا لیکن ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔

بعد ازاں امیر نے گرز سام ہی نریماں کا ہاتھ میں لے لیا اور خدا کا نام زبان پر لائے اور گھوڑا دوڑا کر بہمن کی ڈھال پر ایسا مارا کہ اس کی مار سے گھوڑے کے پاؤں ٹوٹ گئے اور بہمن خاک پر گرا اور تلوار کھینچ کر اشقر کے قتل کرنے کو دوڑا امیر لشتابی سے اترے اور اشقر کو پس پشت کیا بعد ازاں دونوں میں گرز اگرز کی ایسی جنگ ہوئی کہ آفتاب آسمان میں جا چھپا۔ پھر بہمن نے گرز زمین پر پھینک اور تلوار سے حملہ کیا امیر نے اس کی تلوار ڈھال پر روکی اور ڈھال ایسی پھرائی کہ تلوار ٹوٹ گئی اور قبضہ زمین پر گرا اور عمرو بن عمیہ نے دوڑ کر وہ قبضہ اٹھایا اور زنبیل میں ڈال لیا۔ بہمن نے کہا اے عمرو اس قبضہ پر لاکھ دینار صرف ہوئے ہیں تو مفت میں کہاں لے جاتا ہے؟ عمرو نے کہا جو چیز میدان میں گرے وہ میرا مال ہے۔ بہمن نے کہا اے حمزہ یہ کیا کہتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ یہ یونہی لے جاتا ہے اور اس سے کوئی نہیں لے سکتا۔ بہمن نے کچھ نہ کہا اور دوسری تلوار نکلا کر امیر کے سر پر چلائی امیر نے سر کے جھٹکے سے وہ تلوار بھی توڑی اور بہمن نے وہ

قبضہ اپنے ترکش میں ڈالا۔ تب عمرو بولا کہ یہ میرا حق ہے تو ترکش میں کیوں ڈالتا ہے۔ بہمن نے کہا کہ ایک تجھے کافی ہے۔ تب عمرو نے ہاتھ اٹھا کر قبضہ پر مارا۔ امیر نے کہا اے عمرو ایسا نہ کر۔

تب بہمن نے کہا۔ کیوں نادانی کرتا ہے! عمرو چپ ہو رہا پھر بہمن نے ہاتھ اٹھا کر نیزہ لیا اور پھرا کر امیر کے سینہ پر مارا تو امیر نے ہاتھ بڑھا کر نیزہ پکڑا اور زور سے بہمن کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کا پھل دور کر کے پھرا کر کمر میں ایسا مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہوا۔ بہمن زین پر سے نہیں گرا مگر سانپ کی مانند پیچ و تاب کھا کر ہاتھ کو اوپر ڈالا اور دونوں پہلوان آپس میں زور کرنے لگے۔ تب دونوں گھوڑوں نے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے اور پھر دونوں پیادہ ہوئے اور زور کرتے ہے۔ یہاں تک کہ رات ہوئی تب بہمن نے کہا کہ امیر پھرتے ہیں اور امیر نے فرمایا جو تیری خوشی۔ بہمن نے کھانا اور شراب وہیں منگائی کہ کھا کر لڑیں گے اور قسمت آزمائی کریں گے۔ القصہ دونوں کھانے پر بیٹھے اور کھانا کھایا اور شراب پی کر تھوڑی دیر سو رہے۔ جب اٹھے تو پھر زور کرنے لگے اس طرح بہمن اور امیر کے درمیان تیرہ رات دن عظیم جنگ ہوئی اور بہمن تنہا یاران حمزہ سے چالیس روز پیشتر لڑتا رہا تھا۔

چودھویں رات امیر نے کہا اے بہمن جتنا کہ زور رکھتے تھے تمام خرچ کر چکے تھے اور ایک روز باقی ہے کہ میں کھڑا رہتا ہوں تو دور کہ اور تو کھڑا رہ میں زور کرتا ہوں۔ بہمن نے کہا زور کسے کہتے ہیں۔ امیر نے فرمایا تجھے معلوم نہیں۔ بہمن ہنسا اور کہا اے حمزہ بول کیا بولتا ہے یا پھر آزماتا ہے۔ کیونکہ جب ہم چھوٹے سے تھے تو بڑی بڑی جھاڑیوں کو ہاتھ ڈال کر جڑ سے اکھاڑ لیتے تھے۔ کیا ان سے بھی زیادہ ہے۔ امیر نے کہا بس شتابی رکھ خدا کا جو حکم ہوگا۔ سو ہوگا۔ بس بہمن نے امیر کی پیٹی پر ہاتھ ڈالا اور ایسا زور کیا کہ بہمن کی دسوں انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکے اور ناک سے بھی خون جاری ہوا۔ تب بہمن نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

پھر امیر نے اس کی پیٹی پکڑی اور خوب ہلایا۔ بہمن نے کہا کیا ہلاتے ہو۔ امیر نے کہا کہ تجھے ہلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر نعرہ مارا تو عمرو نے ٹوپی ہوا پر اچھالی اور امیر کے لشکر کے لوگ ہوشیار ہو گئے اور ہاتھ موزوں پر ڈال کر روئی نکال اور اپنے اپنے گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی تب امیر نے نعرہ کیا زمین و زمان کے اور کوہ و بیابان کے جنبش میں آئے۔ غرض اسی وقت امیر نے بہمن کو اٹھایا اور پہلے زور میں تا بہ کمر اور دوسرے میں سر سے بلند کر کے ایسا پھرایا کہ دونوں لشکر نے آفرین کہی۔ تب بہمن کو زمین پر پچھاڑا۔ اور عمرو نے دوڑ کر حلقہ کمند کمر میں باندھا بہمن کی سپاہ نے چاہا کہ یکبارگی حملہ کریں مگر بہمن نے اشارے سے منع کیا کہ کوئی نہ آئے القصہ طبل بازگشت بجایا اور اپنے دولت خانہ میں آئے اور پہلوانی کرسی پر بیٹھے اور بہمن کو بلایا اور کہا اے بہمن! میں نے تجھے کیسے پکڑا۔ بہمن نے کہا کہ جس طرح مرد مردوں کو پکڑتے ہیں۔ امیر نے کہا کہ اب بول خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے۔

بہمن نے کہا۔ اے جہانگیر اس سے بولوں گا کہ باقی عمر حلقہ بگوش رہوں گا۔ کہ اگر نوشیرواں اور ژوپین اور اس کے ساتھ کے دوسرے بادشاہوں کی جاں بخشی جائے۔ امیر نے فرمایا کہ اگر نوشیرواں اور ژوپین معافی مانگیں گے تو جان بخشوں گا اور اگر نہ مانگی تو اپنے ہاتھ سے ماروں گا۔ پس اے بہمن اسی شرط انہیں جلد لاؤ۔ تب بہمن نے بند کھولے اور امیر نے اپنے ہاتھ سے خلعت پہنایا۔ بہمن نے تسلیمات بجالا کر قصد نوشیرواں کا کیا تو نوشیرواں اور دوسرے بادشاہوں نے مشورہ کیا کہ اگر بہمن کے کہنے پر معافی نہ مانگی تو کام مشکل ہے کیونکہ یہ زمین کوہستانی ہے اور بغیر رضامندی کوہستانیوں کے یہاں سے جا نہیں سکتے۔ تب نوشیرواں اور ژوپین دوسرے بادشاہوں سمیت سوار ہوئے اور

امیر کے دولت خانہ پر آئے۔ جب امیر نے نوشیرواں کے آنے کی خبر سنی تو جلدی سے باہر آئے اور نوشیرواں کے قدم چومے نوشیرواں نے امیر کا سر اٹھایا اور گلے سے لگایا۔ پھر ژوپین دوڑا اور امیر کے قدمبوس ہوا۔ امیر نے اس کا سر اٹھایا پھر بختک اور تمام بادشاہوں کو امیر نے سرفراز کیا اور باقی سب کافر امیر کے پاؤں پر گرے۔

بعد ازاں بہمن نے دست بدستہ عرض کی کہ اے امیر فرمایئے اب کیا حکم ہے۔ غرض کہ تمام دیگر لوگوں کے نوشیرواں نے معافی مانگی۔ پس امیر نے حکم دیا کہ نوبت خوشی کی بجائیں اور جشن عیش خوشی کی مجلس آراستہ کریں۔

شداد کا مکہ پر حملہ

اب امیر نے نوشیرواں کو معہ بہمن کے معاف کیا اور جشن کرتے رہے ایک روز عمر معدی نے کہا کہ اے جہانگیر کوہستان میں چارہ ختم ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ ژوپین کاؤس کے حصار میں گھاس خوب ہے۔ صبح کو چلو نوشیرواں نے کہا اے امیر اب میں بہت ضعیف ہوا ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ باقی عمر فراغت سے رہوں اور اپنا تخت اور تاج و مال اور متاع اپنی رضا و رغبت سے نواسہ کو دوں مگر بزرجمہر کو ہمراہ لیے جاتا ہوں کیونکہ مدائن بزرگوں کی جگہ ہے وہاں جا کر رہتا ہوں۔

امیر نے فرمایا کہ بادشاہ کو اختیار ہے میں کسی امر میں مانع نہیں ہوں۔ دوسرے ژوپین اور بختک و بہمن اور لشکر کاؤس اور نوشیرواں کو معہ بزرجمہر مدائن کو روانہ کیا۔ غرض مع قطع منزل کتنے دنوں میں یہ تمام اپنے اپنے دولت خانوں میں پہنچے اور فراغت سے رہنے لگے۔ امیر خود بھی کاؤس میں پہنچ کر رہتے تھے۔ ایک روز مکہ معظمہ سے قاصد آیا اور امیر کو خواجہ عبدالمطلب کا خط دیا۔ امیر نے خط لے کر آنکھوں پر رکھا اور پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

''اے فرزند ارجمند بجان دل پیوند شیر شجاعت شہسوار ضمار شہادت امیر حمزہ زاد عمرہ شجاعت، خواجہ عبدالمطلب کی طرف سے بعد دعائے ترقی عمر و دولت و شجاعت معلوم ہو کہ ہم سب یہاں خدا کے فضل سے بخیر ہیں اور خیریت اس شجاعت شعار کی درگاہ پروردگار سے مطلوب یہاں کی حقیقت تمہارے دل شجاعت منزل کو معلوم ہو کہ جب سے خلاق جہاں آفرین نے اس شجاعت شعلہ کو پیدا کیا ہے تب سے کسی حاسد نے قصد مکہ کا نہیں کیا تھا۔ اب ان ایام میں شداد و ابوعمر حبشی بادشاہ حبش بختک کے کہنے سے برسر پرخاش ہے تم جلد ادھر آؤ اور دشمنوں کو قبضہ میں کرو تو بہتر ورنہ ہم سب ان دشمنوں کے اسیر ہوں گے۔''

القصہ جب امیر نے تمام خط کا مطالعہ فرمایا تو غصہ سے کاغذ عمر کے ہاتھ میں دیا اور یاروں سے فرمایا کہ مجھے والدین کے دیدار کا شوق غالب ہوا ہے اگر تمہاری رضامندی ہو تو جاؤں اور تھوڑے دنوں میں واپس آؤں گا۔ سب یاروں نے عرض کیا کہ جانا چاہیے۔ امیر نے فرمایا کہ اے بہمن تو میری کرسی پر بیٹھ اور میرے فرزندوں کو اپنا جان۔ بہمن نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ اے جہانگیر اس غلام کی مقدور ہے کہ مخدوم کی کرسی پر بیٹھے اور آپ کے فرزندوں کو اپنا نہ جانے کیونکہ آپ کے جو دو فرزند ہیں وہ میرے صاحبزادے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا تجھے کیا جو میں کہتا ہوں وہ عمل میں لا پس یہ سن کر چپ ہو گیا اور دم نہ مارا۔

القصہ امیر بہمن کو کرسی پر بٹھا کر آپ عمرو بن عمیہ کو ہمراہ لے کر یاروں اور فرزندوں کو چھوڑا اور مہر نگار کو دلاسہ و دلیری دے کر مکہ کو روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل و طے مراحل مکہ مکرمہ میں پہنچے اور عمرو کو فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے۔

تب عمرو نے عرض کیا کہ امیر اشقر کو یہاں جنگل میں چھوڑ کر حبشی کے لشکر میں جانا چاہیے آگے جو مصلحت آپ کی ہو ویسا کرو۔ تب امیر نے اشقر کو کہا کہ جب میں نعرہ کروں تب جلد آنا۔ یہ فرما کر آپ تنہا حبشی کے لشکر میں گئے راہ میں دیکھا کہ بازی گروں کا گروہ حبشی کی طرف جا رہا ہے تب عمرو بولا اے بازی گرو ہم بھی تمہارے ہمراہ ہیں اگر آپ اپنے گروہ میں شامل کرو جو حصہ ہم کو ملے گا سو وہ بھی ہم تم کو دیں گے۔ غرض ان بازی گروں نے یہ سن کر ان کو اپنے میں شامل کر لیا تب عمرو نے ایک ڈھول گلے میں ڈال کر امیر سے کہا کہ جب میں بولوں گا اے فولاد پہلوان آ تب آنا۔ یہ کہہ کر حبشی کے لشکر میں آئے اور بازی گر کا تماشہ شروع کیا۔

چنانچہ جو زنگی اوپر ہوتا عمرو اڑ کر اس کی سر پر سر رکھ کر پاؤں اوپر کر کے ناچتا تھا تب دربانوں نے شداد کو بازی گر کی حقیقت سنائی اور شداد تخت پر آ کر بیٹھا اور تمام دیکھتا رہا اور ہر ایک باری میں تازہ انعام دیتا تھا جب عمرو نے دیکھا کہ اب شداد اٹھے گا آگے جا کر آداب بجا لایا اور بولا کہ اے بادشاہ میرا ایک غلام بہت قوی ہیکل ہے اور کہا نہیں مانتا مجھے بہت ستاتا ہے اگر تو اسے آداب سکھائے گا اور میرے حوالے کرے گا تو بہت خوب ہوگا۔ تب شداد نے کہا کہ غلام کو بلاؤ۔ تب عمرو نے پکارا کہ اے فولاد آگے آؤ۔ امیر آئے اور ڈھول زمین پر رکھ کر عمرو کے برابر کھڑے رہے تب شداد نے کہا کہ اے بازی گر کے غلام تو اپنے آقا کو ستاتا کیوں ہے۔ تب امیر نے کہا اے حرامزادے تو غلام تیرا باپ غلام تو مجھے غلام کہتا ہے۔

شداد غصہ میں آیا اور ایک زنگی نوعمر پہلوان کو کہا کہ اس غلام کا سر کاٹ لے۔ تو زنگی تلوار کھینچ کر امیر کے پاس آیا امیر نے اس کا ہاتھ اونچا پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایسا مکہ مارا کہ وہ مر گیا۔ القصہ امیر نے چالیس زنگی اجل رسیدہ کو مردار کیا تب تو شداد آپ تلوار لے کر امیر کے سر پر دوڑا اور امیر کو مارنا چاہا۔ امیر نے ایک ہاتھ سے تلوار پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس کا کمر بند پکڑ کر نعرہ مارا اور زمین سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے زمین پر پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھے اور کہا تو نہیں جانتا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں جب امیر کا نام شداد کے لشکریوں نے سنا تو بھاگنے لگے۔ تب شداد نے کہا اے امیر میں نوشیرواں کے کہنے پر آیا ہوں اب مجھے چھوڑ دو۔ امیر نے کہا کہ میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ غرض اس نے معافی مانگی اور امیر اس کے سینے سے اترے اور کھڑے ہو کر شداد کو گلے لگایا اور امیر نے تمام عربوں کو خلعت دے کر سرفراز فرمایا پھر معہ شداد شہر میں آئے اور شداد سے فرمایا کہ قلعہ مکہ درست کرو یہ کہہ کر امیر آپ اور عمرو والدین کی خدمت میں رہنے لگے اور بعد قدمبوسی کے تھوڑے دنوں میں رخصت چاہی۔

بہمن کی غداری

جن دنوں میں حمزہ والدین کی خدمت میں رہنے لگے اور شداد فصیل کی مرمت سے فارغ ہوا اور امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو اپنے شہر میں جاؤں اور لشکر میں ہو آؤں امیر نے فرمایا کہ جاؤ۔ القصہ شداد اپنے ملک کو روانہ ہوا اور نزدیک مدائن کے پہنچا۔ تب شداد نے اپنے دل میں سوچا کہ نوشیرواں اگر مجھے نہ لکھتا تو یہاں آ کر شکست کھاتا اور اس عرب کے ہاتھ سے کیوں ذلت اٹھاتا اور طوق غلامی کو کیوں کان میں ڈالتا۔ بہتر ہے کہ نوشیرواں سے بدلہ لوں۔ القصہ شداد نوشیرواں کے دربار میں آیا اور دربانوں کو کہا کہ بادشاہ کو خبر کرو کہ حبش کا بادشاہ آیا ہے دربانوں نے خبر کی تو نوشیرواں نے کہا کہ آنے دو۔ پس شداد نوشیرواں کو کمر بند سے پکڑ کر باہر لانے لگا تو بادشاہی غلام تلواریں لے کر

دوڑے کہ شداد کو ماریں۔

شداد نے کہا کہ اگر تم مجھے مارو گے تو میں بادشاہ کو مارے ڈالتا ہوں اور میرے مرنے کا غم نہیں مگر بادشاہ کے مرنے کا غم ہوگا۔ تب بادشاہی غلام خاموش ہو گئے اور شداد نے نوشیرواں کو اپنے لشکر میں لا کر باندھ کر جبش کو لے گیا اور لوہے کے پنجرے میں ڈال کر دربار کے روبرو لٹکایا اور ہر روز ایک روٹی جو کی اور ایک گھونٹ پانی کا دے کر کہتا کہ اگر تو مجھے نہ بلاتا تو میں جا کر اس عرب کے ہاتھ سے تکلیف نہ پاتا اور کان میں غلامی نہ پہنتا۔ نوشیرواں نے کہا کہ میں اس بات سے آگاہ نہیں ہوں یہ کام بختک کا ہے۔ شداد نے کہا کہ جب تک بختک کو مجھے نہ دے گا میرے ہاتھ سے رہائی نہ پائے گا۔

نوشیرواں نا ہنجار نے باختیار خود قید میں رہنا قبول کیا لیکن امیر کو اس قصہ کی خبر نہ ہونے دی جب امیر نے والدین سے رخصت مانگی تو خواجہ عبدالمطلب نے کہا کہ اے فرزند ارجمند تم مدت کے بعد آئے ہو ایک سال تو رہو۔ امیر والدین کا کہنا مان کر رہے۔ تب جاسوس نے امیر کے مکہ میں رہنے اور شداد پر فتح پانے کی سب حقیقت بختک کو پہنچا دی۔ بختک حرامزادے نے اپنے دل میں کہا وقت فرصت کا ہے اس وقت نوشیرواں کی طرف سے ایک جعلی خط بہمن کو لکھنا چاہیے کہ شداد عمر حبشی مکہ کو گیا تھا جب حمزہ اور عمرو وہاں پہنچے تو شداد نے انہیں وہاں سولی چڑھایا۔ اب تم عربوں کو مار کر مہر نگار کو نکاح میں لاؤ۔ پس بختک نے اس مضمون خط لکھا کہ سر بمہر بند کر کے قاصد کو ساتھ لیا اور وہ خط خود لے کر اجنبی صورت بنا کر عربوں کے لشکر میں آیا اور بہمن کو آنے کی اطلاع کرائی اور اجازت پا کر پیش ہوا اور خط دیا۔ بہمن نے خط پڑھایا اور سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا کہ افسوس ایسا مرد ایسے کافر کے ہاتھ سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر کہ کیا مضائقہ ہے اگر حمزہ گیا تو اس کے پوتے تو ہیں ہر ایک کو حمزہ تصور کر کے ان کا فرمانبردار رہوں گا اور حبشی سے بدلہ لوں گا۔ اس کی اس قاصد سے حقیقت مفصل معلوم کی اور کہا ہزار افسوس اگر حمزہ مجھے فرماتے تو شداد کو مارتا۔

تب بختک نے کہا اے بہمن ایک حمزہ ہی مرد تھا باقی ننھے منے بچے ہیں ان بچوں کی اطاعت کرنا لائق نہیں ہے۔ اگر تو نے مہر نگار سے نکاح کیا تو بادشاہ ہفت کشور کا داماد کہلائے گا۔ بہمن نے جب مہر نگار کا نام سنا تو دل میں نرم ہوا اور ملعون کی ترکیب سے دھوکہ میں آیا اور کہا کہ اے بختک کیا کرنا چاہیے۔ ژوپین نے کہا کہ دربار میں جا کر ایک عذر شہریار سے کرتا ہوں کہ صبح کو میرے باپ کا بدروز ہے آپ شہریار تشریف لا دیں تو عین غلام نوازی ہے۔

اس کے بعد تینوں کافر کرسیوں پر بیٹھے اور ژوپین نے امیر زادے کے لیے پایہ تخت پر عرض کیا کہ اے جہاں پناہ فجر کو میرے والد کا بدروز ہے۔ حضور معہ رفقا اگر اس خانہ زاد کے غریب خانہ میں تشریف لا کر عزت بخشیں تو غلام کے لیے زہے سعادت اور موجب فخر ہوگا۔ غرض اس عاجزی کے ساتھ کہنے سے عرض قبول ہوئی اور دوسرے روز قباد شہریار معہ دوستوں کے نا ہنجار کے گھر میں تشریف لے گئے۔ پس تناول وطعام کے بعد شراب نوشی شروع ہوئی۔ ژوپین نے قباد کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا کہ اے خداوند جیسا مردوں میں مجھے قبلہ عالم نے تشریف لا کر غلام کو سرفراز کیا ویسا کہ بدستور مہر نگار خاتون عصمت شعار تشریف لائیں تو فقیر خانہ کی لونڈیاں سرخروئی اور عزت حاصل کریں۔ قباد نے اپنی والدہ مہر نگار خاتون عصمت شعار کو کہلا بھیجا کہ وہ معہ کنیز وغلام کے سوار ہو کر اس موذی کے زنان خانہ میں عزت بخشیں۔ زنان خانہ بڑی زیب وزینت سے آراستہ کیا تھا۔ سو مہر نگار وہاں آ کر بیٹھیں اور تمام عورتوں نے آ کر قدمبوسی سے عزت پائی اور ایسا ہوا کہ کسی نے کہا کہ اب تو بڑی عزت وحرمت سے بیٹھی ہیں آگے معلوم ہو۔

مہر نگار یہ سن کر سمجھی کہ کچھ مکر ہے۔ تب ایک خوجے کے ہاتھ اپنے فرزند کو بلا بھیجا اور قباد کا ہاتھ پکڑ کر سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہوئیں۔ عورتوں نے کہا بی بی کیوں جاتی ہو۔ مہر نگار بولی کہ ابھی آتی ہوں۔ جب کافروں کو خبر ہوئی تو حیرت کے دامنوں سے فکر کی انگلیاں کاٹ کر بولے افسوس کہ شکار گھر میں آ کر چلا گیا۔ بختک نے کہا گئی تو کچھ مضائقہ نہیں یہ کہہ کر بہمن کو اشارہ کیا کہ وقت مکر کا یہی ہے تب بہمن نے کہا کہ افسوس ہر مز ہوتے ہوئے عرب زادہ تخت پر بیٹھے عمر بن حمزہ نے کہا اے بہمن کس واسطے ایسی باتیں کرتا ہے یہ سخن بہت ناشائستہ ہے اور تجھے حمزہ نے کیا نقصان دیا ہے بہمن نے کہا کہ سچ کہتا ہوں۔

لندھور نے کہا اے کوہستانی تجھے حمزہ بڑے مرتبہ پر بٹھا کر گیا اس وجہ سے ایسا سخت بولتا ہے اگر تیرے حوصلہ کے موافق تجھے کم درجہ سے سرفراز فرماتے تو ایسا سخن نہ کہتا۔ تب بہمن نے کہا ماروان عربوں کو پس سارے کوہستانی عربوں پر تلواریں نکال کر دوڑے عربوں نے بھی تلواروں اور تیروں کمند سے کوہستانیوں کو مارنا شروع کیا۔ لندھور نے ایسا گرز بہمن کی پیشانی پر مارا کہ موذی گدھا سا لڑھکنے لگا اور لڑنے سے عاجز ہوا۔ لندھور کو بھی کافروں نے زخمی کیا۔ پس وہیں دربار میں شور پڑا بہمن نے اپنے لشکر سمیت سوار ہو کر دربار کو گھیر لیا اور تمام پہلوانان دریائے خون میں غرق ہوئے اور سپر منہ پر لے کر تلوار ہاتھ میں لیں مگر ہلنے کی طاقت نہ تھی اتنے میں بہمن کی بہن زہرہ بانو جو عمر بن حمزہ پر عاشق تھی لڑائی کی حقیقت سن کر دل میں بولی کہ اگر میرا عاشق مارا جائے گا تو میرا جینا دشوار ہوگا یہ کہہ کر مردانہ لباس پہن کر ہتھیار کمر سے باندھ کر جنگل کی طرف سے حمزہ حمزہ کہتی ہوئی کافروں پر ٹوٹ پڑی اور مارنے لگی۔ جب کافروں نے نام شجاعت التیام حمزہ کا سنا تو بھاگنے لگے۔ ہومان نے بہمن کی بہن کو کو پہچان لیا اور کہا کہ اے زہرہ بانو کیا کرتی ہو وہ بولی کہ یہی بہتر ہے۔

یہ کہہ کر اس نے تلوار ماری کہ اس کا سر گیند کی مانند اڑ گیا پھر بہمن کو چک آیا اس نے اسے بھی جہنم واصل کیا اور امیر کے لشکر کے بہ سلامتی قلعہ میں جا کر دروازہ کرا کے دلاسہ اور دلیری سب کو دے کر عربوں کو مہمانداری میں مشغول کیا۔ عرب قلعہ کے کافروں کو مارتے تھے اور کافروں نے بھی تمام قلعہ کے مورچے لگائے ہوئے تھے۔

دوسرے روز کافروں نے بہت زور کیا تب قباد شہریار نے مہر نگار سے کہا کہ اگر مجھے حکم دو تو میں کافروں کو ماروں۔ مہر نگار بولی اے فرزند تو ابھی بچہ ہے اور جنگ کا ڈھب نہیں جانتا کیا کرو گے۔ قباد نے کہا اے والدہ میرے والد نے کم عمری میں جوانمردوں کو زیر کیا تھا۔ تب زہرہ بانو نے کہا اے بی بی اگر شہزادے کو میرے ہمراہ کر دو تو میں لے جا کر کافروں کو جوتیاں مار کر خدا کے کرم سے تمہارے فرزند کو تمہارے پاس سلامت لے آتی ہوں۔ تب مہر نگار نے فرزند کی کمر سے ہتھیار قابل کفار باندھ کر گھوڑے پر سوار کر کے زہرہ بانو کے ہمراہ تمام لشکر دے کر روانہ کیا۔ تب زہرہ بانو قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر آئی اور قباد شہریار نے میدان آراستہ کرنے کا حکم دیا اور گھوڑا دوڑا کر میدان میں پکارا اے کافرو میدان میں آؤ تب بہمن نے کہا کہ میرا دامن گوہر مقصود سے اب بھرے گا۔ کیونکہ اگر قباد کو زندہ پکڑوں گا تو مہر نگار اس کے لیے میرے پاس آئے گی۔

تب بہمن نے ہتھیار لگائے اور میدان میں آئے اور قباد شہریار کے مقابل کھڑا رہا اور گرز نکال کر امیر زادہ پر ایسا چلایا کہ آگ کا شعلہ نکلا۔ مہر نگار اور باقی تمام دست بدعا بدرگاہ مجیب الدعوات اٹھائے ہوئے تھے تب تو شہریار نے گھوڑا دبا کر کافروں کو ڈانٹا اور بیدریغ مارنا شروع کیا۔ زہرہ بانو پشت شہزادے پر کھڑی تھی۔ کافر بھاگے اور شہزادے نے

اتنے کافر مارے کہ حساب خدا جانتا ہے اور لشکر کفار کے لوٹنے لگے اور چار کوس تک ان کا پیچھا کر کے فتح و نصرت سے واپس پھرے اور داخل قلعہ ہو کر اور مہر نگار نے خزانہ کھول کر فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کیا دوسرے روز کافر پھر آئے اور قلعہ کو گھیر لیا۔

امیر حمزہ کی واپسی

جب چند روز گذرے تو عمر بن حمزہ اور لندھور اور دوسرے پہلوان زخمی تھے غش سے آنکھیں کھولیں اور مہر نگار سے گذشتہ حقیقت پوچھی۔ مہر نگار نے تمام حقیقت سے آگاہ اور عمر بن حمزہ نے فرمایا کہ حمزہ نے ان کے حق میں کیا بدی کی تھی۔ جو کافر ہمارے حق میں ظلم و ستم کرتے ہیں۔ مگر سبب یہ ہے کہ جس جگہ پر بختک ہوگا البتہ ان کا دل پھر آئے گا۔ یہ کہہ کر سب نے مشورہ کیا کہ کافروں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے اور ہم سب زخمی ہیں مگر جو خدا چاہے گا وہ ہوگا طبل جنگ بجوا کر میدان آراستہ کیا اور آ کر پکارا کہ اے لوگوں تم کس لیے ناحق مرتے ہو حمزہ تو جہان فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ پس اب مہر نگار کو تم میرے حوالے کر دو اور تم جدھر چاہو چلے جاؤ۔ لندھور نے جب یہ بات سنی تو عمر بن حمزہ سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور بہمن کے مقابل آ کر کھڑا ہوا اور کہا جو رکھتا ہے لا۔

تب بہمن نے گرز نکال کر لندھور کے سر پر مارا کہ شعلہ آتش کا نکل کر آسمان پر گیا۔ تب لندھور نے بھی بہمن کو ایسا مارا کہ اس نے سانپ کی مانند پیچ کھایا پھر دونوں میں گرز اگرزی کی ایسی لڑائی ہوئی کہ لندھور کے زخم ہوئے اور لہو کے نالے بہے۔ تب لندھور واپس ہوا اور خیمہ میں آ کر بے ہوش پڑا رہا۔ جب رات ہوئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر گئیں اور رات بھر آرام کیا پھر صبح ہوتے ہی لڑائی کے نقارے بجے اور دونوں لشکر مقابل کھڑے ہوئے۔ بہمن میدان میں آیا اتنے میں میدان کی طرف سے گرد پیدا ہوئی اور عیاران لشکر اسلام دوڑے اور خبر لائے کہ ژوپین کا فرزند زعکہ نامی ژوپین ناپاک کی مدد کو آیا اور اس کا قد پینتالیس گز لمبا ہے اور سات ہزار من کا گرز لڑائی کے وقت پاس رکھتا ہے جب عیاران عمرو نے یہ خبر اپنے لشکر میں پہنچائی۔ تب یاران حمزہ بولے کہ ہمارا مددگار خدا ہے ہم زعکہ بن ژوپین سے کیا ڈر رکھتے ہیں۔

غرض زعکہ بن ژوپین کو ہر مزین نوشیرواں و ژوپین استقبال کر کے اپنے لشکر میں لائے اور خلعت پہنایا اور بہمن کے گھر میں آیا اور تمام حقیقت امیر اور یاران امیر کی باہم ہوتی رہی۔ جب رات گذری اور صبح ہوئی اور فرید زعکہ میدان میں آیا اور حریف کو پکارا تب لندھور کا بیٹا فرہاد میدان میں آیا تو فرید زعکہ بولا کہ لندھور کہاں ہے! فرہاد نے کہا کہ لشکر میں ہے فرید زعکہ نے کہا باپ کے ہوتے ہوئے کیوں مرنے کو آیا ہے؟ فرہاد نے کہا کہ تیرے جیسے کتے کے لیے میرا باپ کیوں آئے۔ میں تیرے گلے میں رسی ڈال کر ابھی لے جاتا ہوں اور کیا تو اپنے باپ کو مار کر آیا ہے۔ فرید زعکہ اس بات سے غصہ میں آیا اور سات من کا گرز قبر بوس زرین سے نکال کر فرہاد پر مارا لیکن فرہاد ذرا نہ ہلا اور اس کو ذرا خبر نہ ہوئی فرہاد نے گرز ہاتھ میں لیا اور فرید زعکہ پر مارا کہ ایسا شعلہ آگ کا نکل کر اوپر کو گیا تب فرید زعکہ نے کہا کہ اے فرزند لندھور تو مردانہ ہے یہ کہہ کر گرز چلنے لگے یہاں تک کہ فرید زعکہ کے زخم ہوئے اور لہو کے نالے بہے۔

تب فرید زعکہ نے کہا اے فرزند لندھور کو مجھ سے تو کوئی زخم نہیں لگے یہ لہو کہاں سے آیا تب فرہاد نے بختک اور ژوپین کا تمام قصہ کہا پھر ان دونوں نے تلواریں پکڑیں اور ایک دوسرے پر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ رات ہوئی

تب یہ دونوں اپنے اپنے لشکر کو گئے اور فرہاد بے ہوش ہوا۔ جب رات گذری اور صبح ہوئی تو دونوں لشکر تیار ہوئے اور فرید زعکہ میدان میں آیا اور حریف کو بلایا تب شیر اور ایک شیروانی میدان میں آیا اور تمام دن لڑارات کو آرام کیا۔

اب حمزہ صاحبقران کا حال سنو کہ وہ والدین کی خدمت میں فراغت سے رہتے تھے کہ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ اپنے لشکر میں کافروں نے شب خون مارا ہے اور تمام پہلوان زخمی ہوئے ہیں۔ غرض یہ کہ اس خواب کے حال سے امیر ہوشیار ہوئے اور عمرو بن عمیہ سے فرمایا کہ اے دوست میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ عمرو بن عمیہ نے کہا کہ تمہارا خواب جھوٹا نہیں ہے حکم ہو تو جا کر خبر لاؤں۔ امیر نے اجازت دی بس عمرو ہوا کی مانند چلا اور راہ میں کہیں نہ رکا۔ ادھر جب زور ہوا تو فرید زعکہ نے گھوڑے کو میدان میں چلایا اور حریف کو پکارا۔ تب لشکر سے استفتانوش پہلوان میدان میں آیا اور لڑنے لگا اور یکا یک پیک غم آخر الزمان پیدا ہوا۔

جب سپاہ نے عمرو کو دیکھا تو نقارے خوشی کے بجائے اور اسکا استقبال کیا۔ بہمن نے عمرو کا منہ دیکھ کر بختک سے کہا کہ اے حرامزادے کیا عمرو کو حبشی نے سولی چڑھایا تھا۔ شداد حبشی نے دونوں کو مار دیا ہے۔ یہ کہہ کر بہمن نے بختک کی کمر پکڑ کر سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر ٹپکا۔ لیکن اس کی حیات باقی تھی نہ مرا۔ بہمن بہت غمگین ہوا اور پریشان ہو کر جنگ سے پھرا۔ تب دونوں اترے۔ عمرو فرزندان امیر کی خدمت عالی میں گیا اور حقیقت پوچھی۔ سپاہیان حمزہ نے تمام بیان کیا۔ عمرو نے سلیمانی مرہم نکال کر تمام یاروں کے زخموں پر لگایا اور آپ اسی وقت پھر کر امیر کے پاس آیا اور تمام حال بیان کیا۔ تب امیر ہوشیار ہوئے۔ ماں باپ سے رخصت ہوئے اور اشقر پر سوار ہو کر عمرو کو ساتھ لے کر کاؤس کے حصار کی راہ لی۔ رات دن چلے اور یہاں نقارہ دونوں لشکروں کا بجا اور پہلوان سوار ہوئے کہ یکا یک جنگل کی طرف سے گرد پیدا ہوئی عیاران عمرو دوڑے اور پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ خبرداروں نے کہا کہ لشکر سرکپ ترک کا ہے جو نوشیرواں کی مدد کو آیا ہے۔

یہ سن کر تمام کفار خوش ہوئے۔ ہرمز تاجدار نے معہ جلوس کے سرکپ ترک کا استقبال کیا اور ہزار تعظیم سے لایا سرکپ ترک نے پوچھا کہ حمزہ لشکر میں ہے یا نہیں۔ کہا امیر کے بیٹے اور پہلوان ہیں وہی لڑتے ہیں تب سرکپ ترک نے کہا کہ میں فجر کو میدان میں جا کر سب کو باندھ لاتا ہوں۔ تب فجر کو میدان آراستہ کیا اور فرید زعکہ میدان میں آیا اور حریف کو پکارا تب سعد بن عمر بن حمزہ باپ کا حکم لے کر میدان میں آیا اور گھوڑے کو کودانے پھرانے لگا۔

تب تمام کافر سعد کو دیکھ کر حیران ہوئے اور بولے عجیب تماشہ ہے کہ بچہ بڑے پہلوان کے سامنے آیا تب سرکپ ترک نے کہا کہ یہ بچہ کون ہے؟ کافر بولے کہ یہ حمزہ کا پوتا ہے جو فرید زعکہ سے لڑنے کو آیا ہے سرکپ نے کہا کہ یہ فرید زعکہ سے کس طرح لڑے گا؟ بہمن نے کہا کہ تو تماشہ دیکھ اب سعد بن عمر نے پکارا کہ اے کافرو اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ پس فرید زعکہ فوراً میدان میں آیا اور سعد بن عمر کے سر پر گرز مارا اور کہا اے عرب میں نے تجھے پست کیا۔ سعد نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے زندہ ہوں۔ کافر تو جھوٹ بولتا ہے پھر میان سے تلوار خونخوار قسابل کفار نکال کر فرید زعکہ کو ایسی ماری کہ اس بدذات کا داہنا ہاتھ معہ گرز کے زمین پر گرا تب وہ کافر بھاگا۔ پھر دوسرا وار بھی ایسا کیا کہ بایاں ہاتھ معہ حمائل اتارا وہ موذی گدھے کی طرح زمین پر تڑپنے لگا اور شکل عیار نے اس خرمردار کا سر بھالے سے لگایا اور امیر نے لشکر میں خوشی کی نوبت بجائی۔

یہ حال دیکھ کر کافر متحیر ہوئے اور سرکپ ترک نے ہنس کر کہا کہ ہزار آفرین اس کے والدین پر جنہوں نے ایسا

فرزند پرورش کیا۔ جب فتح ونصرت سے واپس آیا تب عمر بن حمزہ نے اپنے فرزند پر بہت سا مال نثار کیا اور کافروں نے اتر کر حرمز کو تخت پر بٹھایا اور بہمن کو اس کے بازو پر بٹھایا اور کھانا کھا کر شراب کے پیالے گردش میں آئے اور آپس میں کچھ باتیں جا بجا کرنے لگے۔ جب سرکپ ترک نشے سے مست ہوا تو بہمن سے کہا کہ اے کوہستانی تجھ سے عجب ہے کہ مجھ سے بلند درجہ پر بیٹھے۔ بہمن نے کہا تجھے کون کہتا ہے کہ تو مجھے ایسا کہے۔

تب سرکپ ترک نے کئی ایک مکے بہمن کی گردن پر مارے کہ بہمن کا سر پھرنے لگا۔ تب بہمن نے سرکپ کو گرایا اور آپ سرکپ کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اتنے میں حرمز نے درمیان میں آ کر چھڑا دیا۔ تب رات گذری اور صبح صادق ہوئی اور دونوں لشکر تیار ہو کر میدان میں آ گئے کہ اتنے میں ایک طرف سے گرد پیدا ہوئی جس میں سے ایک سوار اور ایک پیادہ پیدا ہوا جو امیر اور عمرو تھے۔ تب تمام عرب دوڑے اور امیر کے پاؤں پر گرے۔ امیر نے سب کو گلے لگایا اور خیمہ میں آ کر رات کو آرام کیا۔ دوسرے روز معہ فوج امیر سوار ہو کر میدان میں آئے اور تمام کافر بھی آئے۔ تب امیر نے اشقر کو جولان دیا اور فرمایا کہ اے کافر میں نے تمہارے حق میں بدی کی تھی جو تم چوروں نے میرے بعد میرے یاروں اور فرزندوں سے بدی کی۔ اے بہمن میں تجھے اپنی کرسی پر بیٹھا گیا تھا اس کا بدلہ یہ ہے جو تو نے ادا کیا۔ خیر کیا مضائقہ ہے اب میدان میں آ۔

بہمن نے حرمز سے کہا میں حمزہ کے سامنے میدان میں نہیں جا سکتا۔ تب حرمز نے سرکپ سے کہا سو وہ گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا کہ اے خدا پرستان ہر کہ درمیان شما آرزوئے مرگ داشتہ شد بمیدان بیاید کہ اماوہ دست دیا آردی وارم اور کہا کہ اے حمزہ خبردار یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا۔ پس گھوڑا دوڑایا اور امیر کے برابر آ کے گرز اٹھا کے سر سے بلند کیا اور امیر نے سپر کو چہرے کی پناہ کیا اور بجناب کبریا دعا کی کہ اس سپر کی پناہ نہیں ہے مگر تیری پناہ چاہتا ہوں۔ غرضیکہ سرکپ ترک نے بہ قوت تمام دو گرز مارے پھر حمزہ نے سام بن تریمان کا گرز اٹھایا اور سرکپ کو خبردار کر کے ایسا مارا کہ سرکپ تا نبرازی غرق ہوا۔ تب بہت محنت ومشقت سے اپنے کو اوپر نکالا اور گرز وگرز تا بشام حمزہ سے لڑتا رہا۔ تب امیر نے عمرو سے کہا کہ نعرہ مار کر سرکپ کو اٹھاتا ہوں اس وقت عمرو نے اپنی رسم کو ادا کیا۔ یاران حمزہ خبردار ہوئے اور اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں دی۔ تب امیر نے اللہ اکبر کا نعرہ کیا اور سرکپ ترک کو اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر عمرو کے حوالے کیا اور امیر کے نعرہ سے کافروں کے گھوڑے جو اپنے سواروں کو گرا کر جنگل کو بھاگے تھے۔ ان سب کو عیاران عمرو دوڑ کر پکڑ لائے اور اپنے لشکر میں لے گئے اور نقارے خوشی کے بجائے اور دونوں لشکروں نے اتر کر مجلس عیش وطرب کی مہیا کی تب امیر کے حضور میں سرکپ کو حاضر کیا گیا۔

امیر نے فرمایا کہ کوہستانی میں نے تجھے کس طرح زیر کیا اس نے کہا جیسے مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو زیر کرتے ہیں ویسا ہی تم نے باندھا امیر نے اس کو کہا کہ بول خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے۔ غرض امیر نے اسے آزاد کر کے خلعت دیا اور عمرو نے غلامی کا حلقہ ڈالا۔

مہر نگار اور اسما پری کی ملاقات

اس کے بعد حمزہ خوشی کا نقارہ بجا کر فراغت سے عیش وعشرت میں رہنے لگے اور فجر کو نقارہ لڑائی کا بجا کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور کافر بھی مقابلہ میں آئے پس حمزہ نے فرمایا کہ اے بہمن تو آتا ہے یا میں آؤں؟ تب بہمن

نے حرمز سے کہا میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ پس تمام کو حکم دو کہ امیر پر یکباری حملہ کریں۔ غرضیکہ حرمز کے حکم سے امیر حمزہ پر تمام کافروں نے یکباری حملہ کیا امیر نے بھی دونوں ہاتھوں سے کافروں پر تلواریں مارنی شروع کیں یہاں تک کہ ان کافروں کے لشکر کو مارتے ہوئے جب امیر کو دوپہر ہوئی تو اپنے لشکر کو حکم دیا کہ مارو تب امیر کے لشکر نے اتنے کافر مارے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور لہو کے نالے بہے اور عمرو پشت پر رہ کر کافروں کو شیشہ آتشی سے جلاتے تھے اور امیر کو مارتے مارتے کافروں کے خیموں تک جا پہنچے۔ تب موذی بہمن نے امیر کا خالی سر دیکھ کر ژوپین سے کہا کہ اگر عمرو حمزہ کو چھوڑے تو میں حمزہ کا کام تمام کروں۔ تب ژوپین نے لشکر کو اشارے سے کہا کہ عمرو کو امیر کی پشت سے جدا کرو۔ تب بہت سے کافر دوڑ کر عمرو پر حملہ آور ہوئے اور عمرو کو امیر کی پشت سے جدا کیا۔ اس وقت بہمن نے امیر کے سر پر ایک ایسی تلوار ماری کہ امیر کے سر میں چار انگل کا زخم ہوا۔ تب امیر نے ہوشیار ہو کر دشمن کو مارنا شروع کیا مگر وہ نامرد بھاگ گیا اور کافروں میں جا چھپا اور کہا کہ حمزہ کو ایسا زخم لگایا کہ تلوار حلق تک اتر گئی۔ امیر کا لشکر یہ خبر سن کر مغموم ہوا۔

عمرو نے امیر کو ڈھونڈنا چاہا لیکن اس انبوہ کثیر میں نہ مل سکے۔ امیر کے زخم سے لہو بہت سا جاری تھا۔ اس وقت امیر نے اشقر دیوزاد کو کہا کہ مجھے اب کافروں سے باہر نکال کر چل یہ کہہ کر دونوں ہاتھ اشقر کی گردن میں ڈال کر لیٹے اشقر نے امیر کو باہر نکالا تو کافروں نے اشقر کو پکڑنے کا ارادہ کیا تب اشقر نے ٹاپوں اور لاتوں سے مار کر مردار کیا اور باہر نکالا اور ایک نالہ پر پہنچا کر امیر کو پانی میں گرایا اور آپ سرہانے امیر کے کھڑا رہا۔ تب اس نالہ کا پانی امیر کے لہو سے سرخ ہو کر بہنے لگا یہاں سے تھوڑی دور پر ایک چکی تھی۔ اس چکی کے چلانے والے نے دیکھا کہ پانی سرخ بہتا ہے اس کو دریافت کرو آگے بڑھا تو دیکھتا ہے کہ ایک مرد سرخ رو پڑا ہے اور گھوڑا اس کے سرہانے کھڑا ہے اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی شہزادہ ہے۔ اگر میں اس کی تیمارداری کروں تو البتہ مجھے سرفراز کرے گا۔

پس یہ تصور کر کے نزدیک آ کر امیر کی کمر پکڑ کر زور کیا اور اشقر بھی اپنے دانتوں میں پکڑ کر شامل ہوا اور آپ بیٹھ کر امیر کو سوار کیا اور اس شخص نے امیر کو خوب باندھ کر گھر کی راہ لی اس کی ماں نے پوچھا کہ اے فرزند کون ہے! اس نے کہا یہ کوئی بڑا آدمی ہے زخمی ہونے سے گھوڑے نے لا کر زمین پر گرایا۔ اگر ہم اس کی خدمت کریں گے تو جب یہ اچھا ہو گا تو البتہ ہمارا حق ضرور دے گا۔ اگر مر بھی جائے گا تو ہتھیار و کپڑے و گھوڑا ہمارا ہو گا۔

یہ کہہ کر تمام ہتھیار کھولے اور ایک مٹھی نمک و آٹا ملا کر زخم پر باندھا۔ اشقر اس کا تمام کام دیکھتا رہا مگر چرنے کو نہیں جاتا تھا۔ اگر وہ شخص کبھی جبر سے کہتا کہ چرنے جا تو اشقر تیسری آنکھ نکال کر ڈراتا تو وہ متعجب ہوتا اور کہتا کہ اس گھوڑے کی تین آنکھیں ہیں۔ ہم نے تین آنکھوں کا گھوڑا نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ القصہ ساتویں روز امیر کو ہوش آیا اور آنکھ کھلی اور اشقر کو اپنے سرہانے دیکھا تو خدا کو یاد کیا۔ اشقر نے سر زمین پر رکھ کر سلام کیا۔ امیر نے اس شخص کو جو شہ شیر نام رکھتا تھا اشارہ سے فرمایا کہ گھوڑے کی زین کھولو اور چرنے کو چھوڑو تو شہ شیر نے زین اتار کر اشقر کو چرنے کو چھوڑا۔ امیر نے کروٹ بدلی اور شہ شیر کو بلا کر احوال پرسی کی اس نے ساری حقیقت بیان کی۔ امیر نے فرمایا خاطر جمع رکھ تیری محنت ضائع نہ ہو گی مگر اب میں بھوکا ہوں ایک بکری کے گوشت کا شوربہ لا۔ ایک بکری کے بدلے سات بکریاں تجھے دوں گا۔

یہ سن کر وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اس عورت نے اپنی سات بکریوں میں سے ایک بکری دی تب وہ شخص امیر کے پاس لایا۔ امیر نے آہستہ سے اٹھ کر اسے ذبح کیا اور شہ شیر نے صاف کر کے شوربہ پکایا اور امیر کو پیش کیا۔ امیر نے کچھ پیا اور کچھ اسے بھی دیا۔ دوسرے روز امیر نے اور بکرا مانگا تو شہ شیر نے کہا وہ بکرا میں اپنی ماں کے پاس سے لایا تھا

اب کہاں سے لاؤں۔

امیر نے کہا کہ جتنی بکریاں تیری ماں کی ہیں تمام لے آؤ اور ان کے بدلے جتنی بکریاں مانگے قبول ہے اور میری خبرداری کر کہ جیسی تو نے شرط کی ویسی بجالا۔ تب وہ عورت بولی کہ اے فرزند کیا فرماتے ہو؟ امیر نے کہا کہ جتنی بکریاں تیرے پاس ہیں تو مجھے دے کہ ایک بکری کے سات دوں گا۔ اس عورت نے کہا میرے پاس کل سات بکریاں تھیں سو ایک تم نے کل لی۔ اب باقی چھ ہیں سو اب شرط کرے گا اور اپنا نام بتائے گا تو دوں گی۔ امیر نے کہا وہ شرط کیا ہے؟ وہ بولی کہ ایک بکری کے عوض دس بکریاں دے گا تو دوں گی۔ امیر نے فرمایا کہ میرا نام سعد سپاہی ہے اور امیر حمزہ کا چھوٹا بھائی ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ ایک بکری کے عوض دس دس بکریاں تجھے دوں گا۔ جب اس عورت نے امیر کا نام سنا تب جا کر بکریاں لائی اور امیر ہر روز ایک ایک بکری ذبح کر کے کھاتے اور لشکر نے اس رات کو جبکہ امیر زخمی ہوئے تھے تمام رات امیر کو ڈھونڈا۔ مگر نشان نہ پایا اور عمرو بھی رات دن پھرتے اور تلاش کرتے تھے لیکن پتہ نہ ملا۔ کیونکہ پہاڑی میں اشقر کے سموں کا نشان نہ پایا اور عمرو ڈھونڈتے ہوئے ایک روز اس نالہ پر جا نکلے تو وہاں اشقر کو چرتے ہوئے دیکھا اور اشقر نے جب عمرو کو دیکھا تو پیشانی زمین پر رگڑی اور آگے ہو کر شہ شیر کے گھر پر لایا جب اندر آئے تو دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گرے امیر کو گلے لگایا اور دونوں بہت روئے۔ پھر کھانا موجود تھا وہ کھایا۔ تب عمرو بولا کہ اے امیر قریب ہے کہ مہر نگار جی چھوڑ دے۔

امیر نے کہا کہ اے عمرو تو جا اور یاران مہر نگار کو یہاں لے آؤ۔ تب دوڑے اور امیر کی حیات کی خبر یاروں اور مہر نگار کو سنائی۔ پہلوانوں نے شادیانے بجائے اور سوار ہو کر امیر کے پاس آئے اور مہر نگار اور عمر بن حمزہ کی بی بی اور تمام پہلوانان جو حاضر تھے، اتنا مال و اسباب شہ شیر کو دیا کہ حساب نہ رہا اور ستر بکریاں بھی شہ شیر کی ماں کو دیں۔ غرض کہ وہ غنی ہوا اور باقی تمام عمر خوش و خرم رہنے گا۔ امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنے مقام پر آئے اور کافر بھی سوار ہو کر آئے۔ امیر نے کہا کہ اے یارو ہم بھی کافروں کے طریق پر لڑائی کریں گے اور کافروں کو بازی دیں گے اگر زندہ رہوں گا تو ان تمام کافروں کو ماروں گا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں جاؤں گا اور بہمن کی خبر لوں گا۔ لندھور نے کہا کہ میرا حصہ ژوپین ہے اور دوسرے پہلوانوں نے نوشیرواں کو اختیار کیا اور دفعتاً نعرہ مار کر کافروں کے لشکر پر گرے اور ایسی لڑائی ہوئی کہ کافروں کو لڑائی کی طاقت نہ رہی آخر بھاگنے لگے اور پہلوانان عرب نے ان کا پیچھا کیا اور عمر بن حمزہ بہمن کے پاس پہنچا اور پکارا کہ حرامزادے اب تو میرے ہاتھ سے بچکر کہاں جائے گا۔ تب بہمن مقابل عمر بن حمزہ کے ہوا اور امیر زادہ نے تلوار چلائی بہمن نے روکی لیکن بہمن کے گھوڑے کی گردن کٹ گئی اور بہمن زمین پر گرا اور تلوار لے کر عمر بن حمزہ کے درپے ہوا۔

عمر بن حمزہ نے پیادہ ہو کر بہمن کو تلوار خونخوار ایسی ماری کہ وہ موذی مردار ہوا۔ پس اس کافر کا سر امیر کے سامنے لائے لیکن امیر بہمن اور خنک کے واسطے بہت روئے اور امیر کے دوسرے پہلوان جو کافروں کا پیچھا کر کے گئے تھے انہوں نے بھی اتنے سر کاٹے کہ جن کا حساب سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ امیر بعد نصرت کے خیمہ میں آئے اور شادیانے بجائے اور آرام فرمایا۔ اب یہ تازہ حال سنو کہ جس رات امیر حمزہ کشورستان بہمن کے ہاتھ سے زخمی ہوئے تھے اس وقت ایک پری لڑائی کا تماشہ دیکھتی تھی سو اس نے جا کر قریشیہ و اسماء پری سے تمام حقیقت بیان کی اور زخمی ہونا امیر کا بظاہر کیا۔ تب اسماء پری اور قریشیہ اور بہت سی دوسری پریاں کوہ قاف کا تحفہ لے کر امیر کی جگہ پر وارد ہوئیں اور

سلاسل وزیر کو بارگاہ گردوں جاہ حمزہ میں روانہ کیا۔ جب سلاسل نیک عقل بارگاہ میں آیا اور سر نیاز زمین خدمت میں رکھ کر آداب بجالایا۔ تب امیر جہانگیر نے فرمایا کہ سلاسل کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا امیر کی خدمت میں زخم و پریشان سن کر یہ غلام و کنیز حاضر ہوئے۔ اس وقت امیر نے یاروں سے فرمایا کہ تمہیں کچھ معلوم ہوتا ہے یاروں نے کہا کچھ نہیں۔ جب امیر جہانگیر معہ یاران اسا پری کے خیمہ میں آئے تو اسا پری، قریشیہ و سلطانہ پری کو گلے لگایا اور وہ بھی آداب بجالائیں۔

امیر تخت پر بیٹھے پریوں نے امیر کے وفادار جاں نثار کو دیکھا تو بولیں کہ اے امیر کشور گیر ایسے یاروں کے فراق سے تم وہاں جو بیقرار تھے تعجب نہیں تھا۔ یاروں نے عرض کی اے پہلوانان جہانستان ہم پریوں کو دیکھیں گے۔ امیر نے اسا پری کو اشارہ کیا کہ میرے یار وفادار تم کو دیکھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اسا پری نے عرض کی کہ بشرطیکہ کوئی کسی پر ہاتھ نہ چلائے۔

پس پریوں نے اپنا حجاب دور کیا۔ اسی وقت امیر کے سب یاران دیکھ کر متعجب و متحیر ہوئے تب امیر نے پریوں سے فرمایا کہ اب چلو تمہیں مہر نگار کو دکھلا دوں اس وقت امیر تمام پریوں کو ہمراہ لے کر محل میں تشریف لائے اور قریشیہ سلطانہ بنت حمزہ و اسا پری زوجہ حمزہ و رضیہ پری خوشدامن حمزہ اور کتنی پریاں اور آئیں اور مہر نگار سے ملیں اور قریشیہ سلطانہ مہر نگار کے حسن و جمال کو دیکھ کر شرمندہ ہوئی اور عرض کی کہ ہم پریوں کو یہ حسن و جمال خدا نے نہیں دیا اسی واسطے امیر کوہ قاف میں نہ رہتے تھے ہمیں ایسا معلوم ہوا پس چوتھے روز وہ پریاں امیر سے وداع ہوتے وقت وہ تحفے جو لائی تھیں امیر کو دے کر روانہ ہوئیں۔

عمر بن حمزہ کی شہادت

امیر کشور گیر نے پریوں کو وداع کر کے فرمایا کچھ خبر ہے کہ تمام کافر کہاں گئے۔ عمرو نے عرض کی میں سنتا ہوں کہ جعفر کشمیری کی پناہ میں جا رہے ہیں امیر نے فرمایا افسوس کہ بے عزت کافر میرے آگے سے زندہ و سلامت بھاگ گئے۔ اس وقت عمر بن حمزہ نے عرض کی کہ اے قبلہ عالم اگر کافروں کے تعاقب کے لیے مجھے حکم ہو تو میں جاؤں چند روز میں سب کافروں کو باندھ کر لاؤں گا۔

تب امیر نے معدی کرب اور فرہاد بن لندھور اور استفتانوش کو معہ اس کے سات بھائیوں اور زابلی کا لشکر دیکر روانہ کیا عمر بن حمزہ بعد قطع منازل و مراحل طے کر کے کشمیر میں پہنچے وہاں تمام کافر قلعہ میں دروازہ بند کیے ہوئے تھے امیر زادہ نے قلعہ کو گھیر کر لڑائی شروع کی۔ ناگہاں وہاں سے قاصد قضا ایک گورخر نے پیدا ہو کر سپاہ عرب کو ضائع کیا۔ لشکر میں شور پڑا۔ عمر بن حمزہ اس کے مارنے کو سوار ہوئے اور اس کے پیچھے گھوڑے دوڑائے گئے جب رات ہوئی تو امیر زادہ نے کوئی شکار مار کر کباب بنا کر کھائے صبح ہوتے ہی پھر وہ گورخر پیدا ہوا اور عمر بن حمزہ نے پھر اس کا پیچھا کیا جب دوپہر ہوئی تو گورخر ایک جگہ پر غائب ہوا۔

امیر زادے نے وہاں آ کر دیکھا کہ پہاڑ کے نیچے ایک شہر فرخار نام ہے۔ وہاں گل قہر نام ژوپین بیدین کی بہن بالا خانہ پر بیٹھ کر دیکھ رہی تھی اتنے میں اس کی نظر عمر بن حمزہ پر پڑی اور اسی وقت ایک خواجہ کو دوڑایا کہ امیر زادہ کو بلانا۔ خواجہ بلانے آیا اور کہا اے سوار تجھے ژوپین کی بہن بلاتی ہے۔ تب امیر زادے نے کہا عمر بن حمزہ ہوں اور شکار کے پیچھے یہاں تک آیا ہوں۔ خواجہ یہ سن دوڑا ہوا آیا اور گل قہر کو خبر دی وہ بدبخت بولی۔ اسے جلد یہاں تک لاتا کہ

اس کے شربت دیدار سے اپنی تشنگی کو تسلی بخشوں۔

وہ خواجہ آ کر ہزار تعظیم و تکریم سے اس کریم ابن الکریم کو گل قہر تک لے گیا۔ جب اس مشتاق نے عمر بن حمزہ کو دیکھا تو اس کے گل رخسار پر فریفتہ ہو کر ہزار نزاکت سے بچھونے پر بٹھایا اور انواع و اقسام کی نعمتیں لا رکھیں۔ غرض بعد تناول طعام کے شراب ارغوانی جواہر نگار پیالہ میں اتری اور وہ نازوں و عمزوں سے پلانے لگی۔ امیر زادہ بھی مست ہو کر بیٹھا تھا تب گل قہر اپنا دفتر کھول کر عرض کرنے لگی ایک عرصہ سے مثل قمری کے تیرے عشق کا طوق اپنے دل و جان کی گردن میں ڈال کر مانند ماہی بے آب عشق کے پھندے میں مثل قمری کے گرفتار ہو کر تڑپتی تھی۔ اب مسبب الاسباب نے میری قسمت کی یاوری سے اس مشتاق کی جان کو آج تیرے دیدار نے تسلی بخشی۔

اب تجھے لازم ہے کہ بہر صورت میری آتش شوق کو اپنے وصل کے پانی سے بجھا۔ امیر زادے نے فرمایا کہ تیری ایک ہمشیرہ میرے نکاح میں ہے۔ اس لیے تیرا اور میرا رشتہ بہت نازک ہے۔ میں کام بدانجام ہرگز نہ کروں گا۔ اگرچہ مروں گا تو بھی برے کام کو روا نہ رکھوں گا۔ گل قہر نے ہر چند منت کی لیکن امیر زادے نے انکار ہی کیا اور فرمایا کہ میرے پاس کشمیری ہیں اگر وہ یہاں آئی تو ان کی رضامندی سے تیرا کہنا سنوں گا۔ گل قہر نے قاصد تیز رو کو بلایا اور یاران عمر بن حمزہ کو کشمیر سے تھوڑے دنوں میں بلوایا راوی کا بیان ہے کہ شہر فرخار میں ایک بوڑھے ژوپین سے شراب نوشی میں مشغول ہوا ہے تب اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ تم جاؤ امیر زادہ کو مارو۔ پس وہ ہاتھوں میں لاٹھیاں لے کر دوڑے اور محل میں آئے اور عمر بن حمزہ کو پکارا کہ اے عرب تیری کیا قدرت ہے جو ہماری سرحد میں آئے اور شکار کرے عمر بن حمزہ جہاں بیٹھے تھے وہاں سے نہ ہلے اور نہ کچھ بولے۔ تب مہر دار سر شبان نے جھنجھلا کر امیر زادہ پر لاٹھی چلائی۔ عمر بن حمزہ نے ایک ہاتھ سے اس کی لاٹھی روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایسا مکہ مارا کہ سبستان کا بیٹا زمین پر تڑپتا رہ گیا۔

تب دوسرے بھائی نے اس کا حال دیکھ کر امیر زادہ پر لاٹھی چلائی اور اس کا بھی وہی حال ہوا پھر تھوڑی دیر بعد دونوں ہوشیار ہوئے اور وہاں سے اتر کر باپ کے پاس آئے اور حقیقت بیان کی ستان فرخاری نے سنا اور کہا کہ پسر حمزہ کی نسبت انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر بیٹا حمزہ یہ نہ کرے تو اور کیا کرے گا اب مشکل یہ ہے کہ وہ بچہ ہے میں اس کو کیا ماروں۔ لیکن امیر سے مجھے ضروری کام ہے۔ یہ کہہ کر وہ چپ رہا اور دو تین دن میں عمر معدی اور دوسرے یار بھی آ پہنچے۔ گل قہر نے ان کو بہت تعظیم و تکریم سے بلا کر اپنے عشق کا حال سنایا۔ تب معدی کرب نے کہا کہ اے امیر زادے تو نادان ہے کہ ہم کو ناحق رنج میں ڈالتا ہے۔

یہ سن کر عمر بن حمزہ ہنسے اور کہا کہ اے عمر معدی جو کام کرنے کے لائق نہیں وہ کیوں کروں عمر معدی نے کہا کہ تجھے اختیار ہے کرے یا نہ کرے۔ غرض جب رات ہوئی تو امیر زادہ سویا رہا کہ گل قہر بچھونے پر آئی اور عمر بن حمزہ پر ہاتھ ڈالا عمر بن حمزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ اے بی بی تو کتنی ہی شوخ و بے حیا ہے نہ میں نے بد کام کیا ہے نہ آئندہ کروں گا۔ گل قہر نے غصہ میں آ کر دل میں تصور کیا کہ یہ میرے ہاتھ نہ آئے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے دنیا سے اٹھا دوں کہ میرے کام نہیں آیا تو اور کسی کے کام کیوں آئے۔

پس اس نادان نے یہ بدگمانی دل میں لا کر اور خنجر نکال کر حالت سرشاری میں اس شیر بیشہ شجاعت کو شہید کیا اور اس کے بعد پشیمان ہوئی اور شور مچایا کہ امیر زادے کو کسی دشمن نے مار ڈالا جب یاروں نے یہ آواز جاں گداز سنی تو تمام یکباری دوڑ کر آئے اور امیر زادے کو شہید اور خون آلودہ دیکھ کر سب زمین پر گر کر لوٹنے لگے اور سب نے اپنے منہ کالے کیے گھوڑوں کی

عیال، اور دمیں کاٹیں اور گل قہر کو قید کر کے پوچھا کہ اے بد بخت تو نے اس جوان شجاعت نشان کو کس واسطے مارا۔

اس قاتل بد افعال نے کہا کہ کیا کرتی مجھے نشہ عشق نے دیوانہ کر دیا تھا میں نے اس حالت دیوانگی میں اسے مار ڈالا۔ اب مجھے بھی مار ڈالو تو مقصود دل کو پہنچوں گی۔ تب تمام یاروں نے کہا کہ عورت ہے تجھے مارنے کی اجازت نہیں اور وہاں اسی رات کو امیر نے خواب میں دیکھا کہ عمر بن حمزہ لہو کے دریا میں تیرتا ہے۔ پس اسی وقت ہوشیار ہوئے اور عمرو کو فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔

عمرو نے عرض کیا کہ اے جہانگیر اگر حکم ہو تو میں خبر لاؤں۔ حمزہ نے حکم دیا اور عمرو اسی وقت دوڑ پڑا اور منازل و مراحل طے کر کے کشمیر میں آ کر سپاہ عرب سے پوچھا کہ حمزہ کا فرزند کہاں ہے؟ سپاہ عرب نے کہا کہ معہ یاران ژوپین کی بہن کے گھر میں مہمان ہیں۔ شہر فرخار میں عمرو جب آئے تو یاروں کے رونے کی آواز سنی اور دل میں کہا کہ کچھ خیر نہیں۔ جب یاروں نے عمرو کو دیکھا تو دوڑ کر پاؤں میں آ گرے اور رو رو کر عمرو کو شہادت کی حقیقت سنائی۔ عمرو اسی وقت واپس ہوئے اور امیر کے پاس پہنچ کر بولے کہ آپ خاطر جمع رکھیے شہزادہ سلامت ہے لیکن تھوڑا زخم ہے اور تمہیں بلایا ہے تب امیر معہ عمرو فرخار آئے تو عمرو بولا ذرا اس باغ میں بیٹھ کر کچھ کھا کر جائیں گے۔ امیر بیٹھے اور بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکرا لا کر ذبح کر کھانا کھایا کہ فرخار کی نظر باغ پر پڑی اور دھواں دیکھا تب فرزندوں کو کہا کہ کوئی اجل رسیدہ متلاشی عزرائیل باغ میں دھواں کرتا ہے اسے پکڑ لاؤ۔ تب وہ باغ میں آ کر دیکھتے ہیں کہ عمرو امیر کباب کھاتے ہیں تب دونوں نے امیر پر لاٹھیاں چلائیں۔ امیر نے ان کو زمین پر پچھاڑا یہ دونوں زمین پر پڑے رہے ادھر فرخار نے دل میں کہا۔ بیٹوں کے آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ تب سات سو من کا گرز ہاتھ میں لے کر باغ میں آیا اور بیٹوں کو مرغ نیم بسمل دیکھ کر نعرہ مارا کہ اجل رسیدہ عزرائیل کے ڈھونڈنے والوں۔ اژدھا کا ڈنک چاہنے والوں۔ تم یہ نہیں جانتے کہ یہ بکری کس کی ہے اور تم کھاتے ہو۔

امیر نے جب فرخاری کو دیکھا تو کہا یہ مرد بہت سخت ہے تو اٹھے اور فرخاری نے امیر پر گرز چلایا امیر نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ اور دوسرے سے اس کا گرز چھین کر گرایا وہ اٹھا اور پوچھا تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے کہ سات سو سال کی عمر میں کسی جوانمرد نے مجھے ایسے جیسا تو نے کدو کی مانند اٹھا لیا۔ امیر نے فرمایا بول خدا ایک ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا دین برحق ہے۔ اس نے اقرار کیا اور معافی مانگی تب فرخاری نے چاہا عمر بن حمزہ کی حقیقت بیان کرے۔ مگر عمرو نے اشارے سے منع کیا پھر امیر سوار ہوئے اور فرخاری دونوں بیٹوں اور عمرو سمیت شہر میں داخل ہوئے۔ تب دیکھا کہ گھوڑوں کی عیالیں اور دمیں کٹی ہیں امیر نے وہیں نعرہ مارا اور زمین پر گرے اور رونا شروع کیا اور یاران پہلوانان آ کر امیر کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگے اور گل قہر کو باندھ لائے اور امیر کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ امیر نے فرمایا اے حرامزادی تو نے میرے گل نونہال کو جڑ سے کیوں اکھاڑا۔ پھر اسے عمر بن حمزہ کی ماں کے پاس لے گئے او راحوال بیان کیا تو وہ رونے لگیں اور ایسا نالہ کیا کہ دیکھنے اور سننے والوں کو بے ہوش کر ڈالا۔

امیر نے چالیس روز تک فرزند کا ماتم کیا۔ پھر عمر بن حمزہ کو تابوت میں رکھ کر کاؤس کے حصار میں بھیجا۔ گل قہر کو اس کی بہن گل چہرہ نے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اس کے بعد کشور گیر کشمیر کو آئے اور جس قلعہ میں کافروں کا لشکر بھاگ کر پناہ گزین تھا اس کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اس جگہ کی شامت سے میرا بیٹا تلف ہوا یہ کہہ کر قلعے کے دروازے توڑ کر اندر آئے اور کشمیریوں اور کافروں کو مارنے لگے کشمیر کے بادشاہ نے معافی مانگی اور وہاں سے کوچ کاؤس کے حصار کو آئے۔

قباد شہریار کی شہادت

جب نوشیرواں کا بیٹا حرمز میدان میں آیا اور حقیقت پوچھی تب سنا کہ نوشیرواں کو شداد حبشی لے گیا ہے۔ تب بزرجمہر نے کہا کہ نوشیرواں کس تدبیر سے رہا ہوگا؟ مجھے بتائیں تاکہ میں وہ تدبیر کروں۔ بزرجمہر نے کہا کہ حمزہ جائے تو نوشیرواں کو خلاصی ہوگی اور وہ آسانی سے لائے گا۔ حرمز نے کہا کہ حمزہ کس طرح سے جائے گا۔ بزرجمہر نے کہا تو اپنی ماں سے کہہ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب حرمز کی ماں زرینہ کفش نے ضرورت جان کر امیر کو لکھا کہ اے فرزند جان! مدت سے نوشیرواں شداد کی قید میں ہے عجب ہے کہ تمہارے ہوتے ہوئے نوشیرواں کو لوگ ایذا دیں۔ جب اس روش کا خط نوشیرواں کی بی بی نے بھیجا تو وہ خط کھول کر حمزہ نے پڑھا اور خط لانے والے کو کہا کہ جا اور زرینہ کفش سے کہہ کہ میں جاؤں گا اور بادشاہ کو لاؤں گا اگر میرے حق میں اس نے بدی کی تو میں اس ظالم کو جو عادل کہلاتا ہے اور عدالت کو تلف کرتا ہے جو چاہوں گا کروں گا اب تو اس کو چھڑانا فرض ہے۔

یہ کہہ کر عمرو کی طرف دیکھا اور کہا کہ حبش کی طرف چلیں اور نوشیرواں کو لائیں۔ عمرو نے عرض کیا کہ اس کے چھڑانے کو میں نہیں جاؤں گا بلکہ ادھر پاؤں بھی نہ رکھوں گا۔ امیر نے فرمایا کہ بھلا تو مت آ مقبل حلبی کو اپنے ہمراہ لیا اور یاروں کو وداع کیا اور روانہ ہوئے۔ تب عمرو نے عرض کی کہ جاتے ہو پر جانے سے پشیمان ہوگے۔ امیر نے فرمایا کہ اے چور تو اپنی ہی کرامات بتاتا ہے۔ جب عمرو نے کہا جاؤ خدا کو سونپا پھر امیر نے مقبل کو اپنے ہمراہ لیا اور منازل طے کر کے حبش میں داخل ہوئے اور ایک باغ میں اترے اور گھوڑے چرنے کو چھوڑے۔ جب رات ہوئی تو امیر نے کہا بہتر تو یہ ہے کہ شداد کے دربار میں عیاری سے جائیں اور نوشیرواں کو لے آئیں۔ شاید کہ شداد مجھ سے پھر گیا ہو اور جب اپنے آپ کو ظاہر کروں گا تو کام بہت بے ڈھب ہوگا۔ مقبل نے کہا جو خاطر میں آئے سو بہتر ہے وہی کرنا چاہیے غرض جب آدھی رات گذری امیر نے کہا کہ کالے کپڑے لاؤ۔

غرض کپڑے پہنے اور حضرت علیہ السلام کی کمند نکالی اور پا پیادہ شہر کے اندر گئے اور قلعہ کے نیچے آ کر کمند کو قلعہ کے کنگرے پر لگایا اور چڑھے اور شداد کی بارگاہ کے اندر اترے تو دیکھا کہ شداد تخت پر سویا ہے اور شراب نقل و میوہ تخت کے نیچے طبق میں بھر کر رکھا ہے اور نوشیرواں کو پنجرے میں ڈال کر تخت کے سامنے لٹکایا ہوا ہے اور ایک کالا سا بچھو شداد کو کاٹنے کا قصد کرتا ہے امیر نے اس بچھو کو مارا اور میوے کھا کر شراب پی کر ایک پرچہ لکھا کہ:

''اے شداد جان کہ میں نوشیرواں کو لینے آیا۔ تو سویا ہوا تھا اگر تجھے نیند سے جگاتا تو پراگندہ خاطر ہوتا یہ سمجھ کر نہیں اٹھایا۔ کالا بچھو جو تجھے کاٹنے آیا تھا اسے مار کر اور میوہ و شراب کھا پی کر نوشیرواں کو لے جاتا ہوں اور تیری اطلاع کے لیے یہ پرچہ لکھے جاتا ہوں۔''

پس نوشیرواں کو مقبل کے پاس لائے اور بولے کہ گھوڑے پر زین کر مقبل نے گھوڑا ڈھونڈا لیکن نہ ملا تب امیر ڈھونڈنے لگے اور وہاں پر شداد نے نوشیرواں کو نہ دیکھا اور بچھو اور لکھے ہوئے مضمون کو دیکھ کر اپنے لشکر کو پکارا کہ حمزہ واحد آیا ہے اس کا کام تمام کرو۔ اس نے مکہ میں مجھے جادو سے باندھا تھا پھر ہزار سوار لے کر باہر آیا اور باغ میں پہنچا اور نوشیرواں سے پوچھا کہ حمزہ کہاں ہے؟ نوشیرواں نے کہا کہ حمزہ اس راہ گیا ہے شداد ڈھونڈتا ہوا آگے گیا تو مقبل گھوڑے کو لیے آتا تھا۔ شداد نے مقبل کو دیکھ کر کہا۔ باندھو! پس شداد کے مقبل اور اشقر پر کمند کے ساتوں حلقے پڑے اور باندھ لیا

لیکن امیر کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔

تب شداد نے کہا میں جانتا ہوں کہ حمزہ ریگستان میں پھنسا ہوگا کیونکہ رنگبار کا بالو مشہور ہے سو حمزہ بالو میں پڑ گیا تو پیاسا مر جائے گا تب شداد معہ نوشیرواں حصار کاؤس روانہ ہوا اس نیت سے کہ مہر نگار اور حمزہ کی اولاد کو جہاں سے اٹھاؤں گا اور امیر گم کئے بالو میں پڑے تھے اور جدھر جاتے تھے ادھر اجاڑ اور ریگستان ہی پاتے تھے۔ تین رات و دن اسی طرح پھرے مگر راستہ نہ پایا۔ بہت حیران ہوئے اور آفتاب کی گرمی اور شدید فاقہ سے قریب نزع پہنچ کر جناب مسبب الاسباب میں دعا کی۔ پھر اسی رات عمرو نے خواب دیکھا کہ حمزہ مٹی میں پھنسے ہیں۔ اس دہشت آلود خواب سے بیدار ہو کر یاروں سے بولا کہ مجھے جانے کی اجازت دو پس اجازت پا کر عمرو روانہ ہوا اور راہ میں لشکر پایا۔ کسی زنگی سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ سننے والے نے کہا کہ یہ لشکر شداد حبشی کا ہے مہر نگار کو لینے جاتا ہے۔ عمرو نے کہا کہ حمزہ نوشیرواں کو لینے گیا تھا سو کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حمزہ ریگستان میں غلطان ہے۔ عمرو وہاں سے بالو پر آیا اور ڈھونڈنے لگا۔ امیر پر پانچ روز تک فاقہ گذرا تھا اور ہتھیار وغیرہ دور کیے تھے اور مانند بے آب بالو پر تڑپتے تھے اور عمرو ہر طرف پکارتا تھا اور حمزہ آواز سنتے تھے لیکن جواب دینے کی طاقت نہ تھی تب عمرو حمزہ کے پاس آیا اور دیکھا کہ بات کرنے کی طاقت نہیں ہے تب اپنی زنبیل سے ایک پیالہ شراب کا نکال کر دیا تب امیر نے آنکھیں پھیریں اور عمرو نے ایک پیالہ ایسا دیا کہ امیر کی تمام ماندگی رفع ہوگئی اور تندرست ہو کر ہتھیار کمر سے باندھے پھر معہ عمرو حبش کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اشقر اور مقبل کو قید میں دیکھا تو اشقر نے امیر کو دیکھتے ہی زور کیا اور کمند کو توڑا اور امیر کی خدمت میں آیا اور امیر کے قدموں پر پڑا۔ پھر امیر سوار ہوئے اور چوکیدار امیر کو دیکھ کر بھاگے پھر مقبل کو چھڑایا اور شہر میں آیا اور وہاں شداد کا بیٹا جو ہزار سوار لے کر باہر آیا تھا پکارا کہ اے عرب تو میرے باپ کے ڈر سے اب تک کہاں رہا۔

امیر نے اشقر کو دوڑایا اور کہا کہ اے کافر ایک بار تیرے باپ کو حلقہ بگوش کیا تھا اب وہ بے ایمان ہو کر بے ادبی کرتا ہے اب کی بار میں اسے جہنم کو روانہ کروں گا۔ شداد کے فرزند نے تلوار امیر پر چلائی امیر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گردن پر ایسا مکہ مارا کہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا۔ امیر نے سینہ پر چڑھ کر بازو باندھ کر عمرو کے حوالے کیا۔ تب اس نے کہا کہ یا امیر مجھے کس واسطے باندھا ہے؟ تب امیر نے فرمایا کہ اگر معافی مانگے گا تو چھوڑوں گا۔ اس نے اقرار کیا امیر نے چھوڑا اور غلامی کا طوق پہنایا۔ تب وہ امیر کے قدموں پر گرا اور کہا کہ شہر میں چل کر غلام کو سرفراز کرو تا حق خدمت گذاری و مہمانداری بجالاؤں۔

امیر نے کہا کہ میرا دل تیرے باپ سے تعلق رکھتا ہے۔ آخر اس نے ہزار تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے جا کر شداد کے تخت پر بٹھایا اور کھانا کھلایا اور پیالہ شراب گردش میں آیا اور اسی طریق سے تین روز تک امیر کی مہمانداری کی پھر امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور کاؤس کے حصار کی راہ لی۔ جب شداد اور نوشیرواں حصار کاؤس کے پاس آئے تو حرمز کو لکھا کہ ژوپین کو لے کر معہ لشکر آؤ۔ تب وہ نوشیرواں سے آملا اور شداد لڑائی کا نقارہ بجا کر میدان میں آیا اور گھوڑا کو دایا۔ اور اس گھوڑے کا نام شیرنگ تھا اور یہ ایسا گھوڑا تھا کہ ایک سو بیس من لوہا اس کی نعل اور میخ کو لگتا تھا غرض کہ اس زمانہ میں ایسا گھوڑا نہ تھا۔

پس میدان میں آئے تب لندھور نے ہاتھی میدان میں ڈالا اور حریف کے مقابل آ کر اور گرز اٹھا کر مارا پھر ان دونوں میں گرز چلتا رہا۔ مگر شداد تلوار کا ہنر خوب جانتا تھا۔ لندھور کے ہاتھ پر ایسی تلوار ماری کہ لندھور زخمی ہوا اور رات

ہوئی۔تب دونوں فوجیں پھریں دوسرے دن شداد پھر میدان میں آیا اور ادھر سے فرہاد گیا تو یہ بھی زخمی ہوا۔

فرخاری نے یہ دیکھ کر گھوڑا میدان میں ڈالا اور سات سو پچاس من کا گرز نکال کر گھوڑے کو دبا کر شداد پر مارا شداد نے ہر چند چاہا کہ فرخاری کو زخمی کرے لیکن وہ زخمی نہ ہو سکا۔ بلکہ فرخاری نے شداد کو بہت تنگ کیا کہ شام ہوئی تب دونوں لشکر پھرے دوسرے روز پھر شداد میدان میں آیا اور فرخاری نے بھی گھوڑا میدان میں ڈالا اور شداد کو بہت تنگ کیا کہ شداد بولا تو جا میں میں تجھ سے نہیں لڑتا دوسرے کو بھیج فرخاری بولا جب تک میں تجھے نہ باندھوں گا۔تب تک کس طرح جاؤں یہ کہہ کر لڑنے لگے حتیٰ کہ دوپہر ہوئی تب شداد نے پیٹھ پھیری اور فرخاری اس کے لشکر کو گرز سے مارتا ہوا چلا گیا پھر دونوں لشکر اترے اور رات گزار کر دوسرے روز شداد نے گھوڑا دوڑایا اور بھاگ کر اپنے لشکر میں گیا اور طبل بازگشت بجوایا اور دونوں اپنے اپنے لشکر میں گئے اور شداد کے علاج میں مشغول ہوئے پھر کئی دن تک لڑائی بند رہی۔

القصہ ایک چور گلیم پوش رات کو عرب کے لشکر میں گیا اور عرب کے سارے لشکر میں پھرنے لگا اور امیر زادہ قباد شہریار کے دو عیار یعنی شکل عیار و فتح عیار پہرہ پر تھے جو بارگاہ کے پاس نیزے ہلا رہے تھے۔سو گلیم پوش بھی ان میں آ کر نیزہ پھرانے لگا اور فرصت پا کر امیر زادہ کے خیمہ کی میخ اکھاڑی اور اندر گیا اور قباد شہریار کو سوتے دیکھا اور خنجر نکال کر امیر زادے کا سر تن سے جدا کیا اور ڈیرے سے باہر نکلا اور جاتے وقت عمرو بن عمیہ عیاروں نے دیکھ کر پکڑنا چاہا وہ نکل گیا اور انہوں نے امیر زادے کا سر جو اس کے ہاتھ میں دیکھا تو سب رونے لگے اور مہر نگار نے یہ خبر سن کر سر پھوڑا اور زمین پر پچھاڑیں کھانے لگیں اور گلیم پوش عیار کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا جب اسے مارا تو کہا جو مرا پھر نہیں آیا۔مہر نگار ماتم کرنے لگی۔نوشیرواں بھی سن کر پشیمان ہوا اور نواسے کا ماتم کیا۔بہت روز لڑائی موقوف رہی اور لشکر یہ سن کر ماتم اور پریشانی و غم کی حالت میں رہے۔

ملکہ مہر نگار کی شہادت

جب پہلوانان عرب قباد شہریار کے ماتم سے فارغ ہوئے تو دونوں لشکروں سے نقارے کی آواز آئی اور دونوں لشکر تیار ہو کر میدان کارزار میں آئے تب شداد نے گھوڑا دوڑایا اور ادھر سے فرخاری نکلا۔غرض عرب کے پہلوان لڑنے لگے کہ یکا یک جنگل میں گرد پیدا ہوئی اور اس گرد میں سے امیر اور عمرو نکلے عرب کے پہلوانوں نے حمزہ کو دیکھا تو یکبارگی دوڑ کر استقبال کیا اور فرخاری نے بھی دوڑ کر امیر کا استقبال کیا۔پس شداد نے اس وقت فرصت پا کر جنگل کی راہ لی۔جب امیر نے یاروں کو دیکھا اور ملاقات کی تو بعد اس کے فرخاری سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ کہا میدان میں چھوڑ آیا تھا۔کہا افسوس زندہ بھاگا۔

تب اس کا پیچھا کیا اور اشقر کو دوڑایا اور نزدیک پہنچے اور پکارے کہ اے کافر میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا۔تب شداد نے دیکھا کہ امیر آئے تو امیر کے ڈر سے بائیں طرف دیکھنے لگا۔غرض سیدھی طرف ایک دیول دیکھا اور اس دیول میں جا چھپا۔امیر نے لندھور کو فرمایا کہ اس کے گلے میں کمند ڈالو اور کھینچو۔امیر کے حکم سے لندھور نے کمند اس کے گلے میں ڈالی اور کھینچا تو دیکھا کہ شداد واصل جہنم ہو گیا۔

پس امیر نے اس کا گھوڑا جو سبز رنگ کا تھا وہ لندھور کو دیا۔لندھور اس پر سوار ہوا پھر عمرو بھی پہنچے اور شداد کا سر کاٹ لیا اور بھالے پر چڑھایا اور فتح و نصرت سے واپس پھرے۔جس وقت امیر نے شداد کا پیچھا کیا تھا تو تمام پہلوان بھی

ایک ایک کر کے امیر کے پیچھے گئے تھے۔ تب ژوپین بے دین نے دیکھا کہ سپاہ عرب کے پہلوان امیر کے پاس گئے یہاں سوائے مہر نگار و فوج و کنیز و غلام کے جو مہر نگار کے گرد کھڑے ہیں اور کوئی سردار نہیں ہے۔

یہ دیکھ کر ژوپین بے دین نے بختک سے کہا کہ مہر نگار کو ہاتھ میں لانے کا وقت یہی ہے۔ کیونکہ حمزہ معہ پہلوان شداد کے پیچھے گئے ہیں اور ان کے آنے تک میں اپنا کام کرتا ہوں۔ بختک نے کہا جلدی کر تب ژوپین بے دین نے اپنے لشکر سے ادھر کا قصد کیا۔ مہر نگار نے دیکھا کہ ژوپین نزدیک آ پہنچا ہے تو کمان پکڑ کر تیر چلایا جو ژوپین کی چھاتی پر لگا۔ تب ژوپین نے غصہ سے خیال کیا کہ یہ عورت میری ہرگز نہ ہوگی۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس کو جہان سے اٹھا دیں یہ قرار دے کر مارنے کا قصد کیا اور مہر نگار پر ایک ضرب تلوار کی ایسی چلائی کہ وہ زخمی ہوئی۔ اسی وقت امیر بھی پہنچے اور ژوپین بے دین کو اس حال میں دیکھ کر جھٹ اسی پر پہنچے اور ژوپین بے دین نے ایک وار امیر پر بھی کیا۔ امیر نے اس کی تلوار کی ضرب ڈھال کے اوپر روکی اور اپنے دونوں پاؤں رکاب میں مضبوط کر کے اور زین کو خالی چھوڑ کر بہ قوت تمام تلوار کی ایک ضرب ایسی ماری کہ ژوپین دو ٹکڑے ہوا۔ جب ژوپین کے لشکر نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو تمام بھاگنے لگے اور امیر بھی پھر کر اپنے لشکر میں آئے اور متوجہ محل خاص ہوئے جب اندر آئے تو مہر نگار کو حالت نزع میں دیکھا۔ امیر نے فرمایا اے عمرو اے دوست جا اور بزرجمہر کو بلاؤ۔

پس بزرجمہر کے آنے تک مہر نگار نے جان دے دی۔ امیر نے مہر نگار کو ایسی حالت میں دیکھ کر نعرہ مارا اور یہاں تک کہ بے ہوش ہوئے کہ حالت دیوانگی آ موجود ہوئی۔ چنانچہ کبھی روتے اور کبھی ہنستے بزرجمہر نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ اے عمرو اکیس روز تک یہ دیوانہ رہے گا اور پھر ہوشیار ہوں گے۔ تم غم مت کرو اور خبرداری رکھو۔ پھر تینوں تابوت ایک مہر نگار، دوسرا قباد، تیسرا عمر بن حمزہ کا تیار کیا اور مکہ معظمہ کی طرف لے چلے۔ امیر برابر روتے اور آہ وزاری کرتے اور تمام لشکر بھی روتا تھا اور راستہ میں قیام و آرام نہ کیا اور مکہ مکرمہ سے چار کوس پر اتر کر قبروں میں تابوتوں کو مدفون کیا اور امیر وہیں رہے۔ القصہ اکیسویں دن امیر نے خواب دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور ایک تخت آسمان پر سے اترا ہے اور اس تخت پر ایک بوڑھا بیٹھا ہے جس نے شربت کا ایک گلاس لا کر امیر کو پلایا۔ امیر نے پوچھا کہ بوڑھے تو کون ہے؟ وہ بولا میں ابراہیم ہوں اور تمہیں پوچھنے کو آیا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اے فرزند تم جو عورت کے واسطے دیوانے ہوئے اور بے ہوشی اختیار کی سو تیرے حق میں ایسا کرنا اچھا ہے۔

سو میں نصیحت کرتا ہوں کہ بدستور قدیم اپنے کاموں میں مشغول رہ اور خاطر جمع رکھ اور زیادہ بے قراری نہ کر تب امیر ہوشیار ہوئے اور دیوانگی چھوڑی اور عمرو سے پوچھا کہ میں کہاں ہوں اور مجھے کیا ہوا تھا۔ تب عمرو نے تمام حقیقت بیان کی اور کہا کہ تم مہر نگار کے واسطے دیوانے ہوئے ہو۔

بعد ازاں امیر نے جو خواب دیکھا تھا سو وہ یاروں سے بیان کیا۔ تب پہلوانوں نے کہا کہ یا امیر تم البتہ ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہو تم کو اتنا رنج نہیں کرنا چاہیے۔ تب امیر نے کہا کہ اے دوستو مجھ میں اور مہر نگار میں مرنے کے بعد قبر پر مجاوری کا اقرار تھا اب تم اپنے وطن کو جاؤ اور وہاں رہو۔ یاران نے کہا یا امیر یہ کیا دیوانگی ہے جو تم ایسا سخن بولتے ہو اور پیغمبروں نے ماتم زاری سے منع کیا ہے۔ امیر نے کہا جو ہونا تھا سو ہوا۔ پر اپنی شرائط ادا کرنی چاہیے ہر چند عمرو نے منع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تب ہر ایک پہلوان کو وداع کیا اور اس دن عمرو کو معہ تخت مصر کی طرف روانہ کیا القصہ سارے پہلوان ناچار ہو کر امیر سے علیحدہ ہوئے اور عمرو مقبل پاس رہے تب حمزہ نے کہا۔ اے عمرو تو بھی جا اور دریا کی

مسافری اختیار کر کیونکہ جو کوئی چور و عیار و رہزن ہوا سے ہاتھ میں لا۔

عمرو نے کہا اے امیر مجھے اپنے سے جدا مت کر۔ امیر نے کہا مقبل میرے پاس ہے آخر بڑی سختی سے امیر جدا ہوا پھر امیر نے سر منڈایا اور گدڑی پہن کر دونوں وقت مہر نگار کی قبر پر جھاڑو کشی کرنے لگے رات کو قبر کی پائنتی سوتے اور مقبل امیر کی خدمت میں رہتا تھا۔

قارون کی ہلاکت

راوی بیان کرتے ہیں کہ امیر صاحب دنیا سے دست بردار ہوئے اور مرقد مہر نگار کی مجاوری اختیار کی تو یہ خبر تمام عالم میں مشہور ہوئی تب دشمنوں نے چاروں طرف سے سر اٹھایا اور امیر کے مارنے کی فکر کرنے لگے۔ القصہ فرید زعکہ جو سعد بن عمر بن حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ قارون نامی اس کا بیٹا اپنے باپ کے بعد دلاور ہوا تھا سو اس نے حمزہ کے نکلنے اور دنیا چھوڑنے اور مجاوری کرنے کی خبر سن کر لشکر جمع کیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ اس کا قصد کروں اور اس کو اس دنیا سے آخرت کو بھیجوں۔ لشکریوں نے کہا کہ تجھے اختیار ہے۔ تب قارون بن فرید زعکہ نے ڈیرا باہر کیا اور ایک یا دو منزلیں کوچ کیا تھا کہ یکا یک جنگل میں گرد پیدا ہوئی اور گرد میں سے ایک پیادہ معلوم ہوا۔ جب وہ لشکر میں آیا تو پوچھا کہ اے مرد تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اور کدھر سے آیا ہے اس نے کہا کہ میں کلیات عیار ہوں میرے باپ کو حمزہ کے لشکر نے مارا ہے اور اس کا نام گلیم پوش تھا اب میں نے سنا ہے کہ وہ اکیلا مہر نگار کی قبر کی مجاوری کرتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر اسے سزا دوں۔

تب قارون نے کہا کہ میں بھی حمزہ کو مارنے کو جاتا ہوں تو میرے ساتھ آ۔ اس نے قبول کیا اور قارون کے ساتھ چلا اور منزل بہ منزل راہ طے کرنے لگے۔ عرصہ بعید کے بعد مکہ کے نزدیک آئے اور اترے۔ تب کلیات عیار نے کہا کہ اے قارون پہلے میں جا کر اسے دیکھتا ہوں پھر تجھے خبر کرتا ہوں قاورن نے کہا جا۔ تب بد بخت نے فقیری لباس لیا اور مہر نگار کے روضہ پر آیا امیر وہاں بیٹھے تھے۔ اس نے سر زمین پر رکھا اور خدمت بجالایا۔ امیر نے کلیات سے پوچھا کہ اے فقیر تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیا مطلب رکھتا ہے بول تو بجالاؤں۔ عیار مذکور نے کہا کہ بیت القدس سے آیا ہوں اور مطلب یہ رکھتا ہوں کہ باقی عمر امیر کی خدمت میں رہوں۔ امیر نے ہر چند عذر کیا۔ مگر اس نے نہ مانا تب امیر نے ناچاری سے رہنے دیا پس اسی وقت مقبل اور اس فقیر نے کھانا کھایا اور امیر نے پانی مانگا اور فقیر اٹھا اور پانی کے کوزے میں بے ہوشی کی دوائی ملا کر لایا اور امیر و مقبل نے پیا اور کلیات کھانا کھا کر اور وہاں سے باہر نکال کر قارون کے پاس گیا اور کہا کہ جلدی کر کہ حمزہ کو بے ہوشی کی دوا پلا کر آیا ہوں۔

قارون معہ لشکر سوار ہو کر مہر نگار کے روضہ پر آیا اور گھبرا گیا اور ہتھیار باندھ کر اندر گیا اور امیر کے مارنے کا قصد کیا۔ تب مقبل تلوار کھینچ کر اس کے مقابل ہوا وہیں سر پھرنے لگا آخر کار گر پڑا۔ تب قارون نے کہا مقبل کو باندھو۔ امیر کو کچھ پکڑے بیٹھے تھے قارون ان کے نزدیک آیا۔ امیر نے چاہا کہ اٹھیں اور قارون کو مکے ماریں اسی وقت بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ قارون نے کہا کہ امیر کو سر سے پیر تک لوہے سے جکڑ کر بند کرو۔ چنانچہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق بغلوں میں لسو بچے کیے۔ تب ہوشیار کیا امیر نے اپنے آپ کو قید میں دیکھا تو خدا کو یاد کیا۔ تب قارون بدزبانی سے بولنے لگا کہ اے عرب تو نے جنگل میں پرورش پائی اور اونٹوں کے دودھ سے اور اس

وجہ سے تیرا کام اس مرتبہ پر پہنچا کہ میرے باپ اور بادشاہوں کو تخت قابوت پر پہنچا اور بازو کے زور سے نوشیرواں کا داماد بنا اب تو میرے ہاتھ میں آیا ہے جان کہاں لے جائے گا۔

امیر نے فرمایا کہ جان دینے والا اور لینے والا خدا ہے ہم سب بندے اس حکم کے ہیں اور میں نے تیرے باپ اور بادشاہوں کو مکر سے نہیں مارا اور تو نے جو میرے مارنے کا قصد کیا تو مار۔ قارون نے کہا کہ اے حمزہ جس کو تو نے چاہا مارا۔ خوب کیا اب تجھ کو ماروں گا۔ امیر نے کہا کہ خدا نے جو چاہا سو کیا اور کرے گا۔ پھر وہ امیر کو لاٹھیاں مارنے لگا۔ امیر نے فرمایا اے قارون اتنا مار کہ جتنی مار تو سہہ سکے قارون نے کہا کہ میں اب تجھے مارتا ہوں پھر مجھے کون مارے گا۔ پھر چمڑا منگوا کر اور اس پر نمک چھڑکا امیر کو پاش پاش کر کے اس میں باندھ کر لٹکایا پھر دوسرے روز بدستور مارا اور دوسرے چمڑے میں باندھ کر لٹکایا اور سنار کو بلوا کر ایک سو بیس گز کا ستون بنا کر امیر کو اس پر لٹکایا اور روایت یوں بھی ہے کہ ایک سو بیس گز گہرے کنوئیں میں قید کیا تھا۔ پھر قارون ملعون نے نوشیرواں کو لکھا کہ میں حمزہ کو اس طرح عذاب دے رہا ہوں بادشاہ اگر اپنے حضور میں ماریں تو بہتر ہے تب نوشیرواں بے ایمان اپنے لشکر سمیت آیا اور قارون کو خلعت وانعام سے سرفراز کیا اور حمزہ کو اپنے روبرو لانے کا حکم دیا۔

دو کلمہ ادھر کی داستان سنو کہ لوگ مکہ سے ہر طرف جاتے اور عمرو جزیرہ عدن میں پہنچے ہوئے تھے خواجہ عبدالمطلب نے یہ خبر عمرو کے باپ کے ساتھ امیر کے یاروں کو بھیجی تھی اور عمیہ ضمیری کا غذ نعلین میں چھپا کر جا رہا تھا کہ کلیات نے دیکھ کر پہچانا کہ یہ کوئی عیار ہے۔ سب کو دوڑایا اور عمیہ کو منگا کر نوشیرواں کے روبرو لے گئے نوشیرواں کے حکم سے اس کا جائزہ لیا تو اس کے پاس سے خواجہ عبدالمطلب کے خط نکلے تب کلیات نے عمیہ ضمیری کا سر کاٹ کر شہید کیا۔ تب بختک نے کہا کہ اے کلیات یہ عمرو کا باپ ہے جو تو نے مارا۔ اب بے فکر مت رہو۔

کلیات نے کہا مجھے کس کا ڈر ہے۔ عمرو دوسرے روز مکہ میں پہنچے اور کلیات نے عمرو کے آنے کی خبر سن کر باہر ایک پہاڑ پر ایک عیار بیٹھایا تھا کہ عمرو نے اپنے کو دور سے ظاہر کیا اور آگے چلا۔ کلیات نے عمرو کا پیچھا کیا تب عمرو نے راہ میں بے ہوشی کی دوا ڈالی سو کلیات نے راہ میں دیکھا کہ ایک پھول سا پڑا ہے اٹھا کر سونگھا اور بے ہوش ہوا۔ عمرو نے اس کا سر کاٹ کر جلدی ستون کے نیچے آیا اور مقبل کو بندھا دیکھ کر سلام کیا۔ مقبل نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ اے اسلام کے لشکر کے چراغ اتنے روز کہاں رہا؟ جو ہماری فریاد کو نہیں پہنچا۔ عمرو نے کہا کہ خاطر جمع رکھ اب پہنچا ہوں۔ یہ کہہ کر کلیات کا سر عقابین کے نیچے باندھ کر آپ ستون پر چڑھنے لگا کہ کافروں نے نیچے سے اوپر تک گھنٹے لٹکائے ہوئے تھے پس عمرو گھنٹوں سے بچتے ہوئے چڑھے اور جا کر امیر کو سلام کیا تو امیر کا دل بہت خوش ہوا اور فرمایا خبردار اگر کافر گھنٹے کی آواز سنیں گے تو ہوشیار ہو جائیں گے مگر عمرو کے سر کے اوپر ایک گھنٹی تھی جس کو عمرو نے نہیں دیکھا تھا۔ اس پر عمرو کا ہاتھ بے خبری میں پڑا اس کی آواز سے تمام کافر ہوشیار ہوئے اور مشعلیں سلگا کر تیروں سے مارنے لگے۔ عمرو اپنے دونوں ہاتھ امیر کی پشت پر رکھ کر جست مار کر زمین پر آیا اور غائب ہوا۔ جب کافر ستون کے نیچے آئے اور کلیات کا سر دیکھا سمجھ گئے کہ یہ کام بے شک عمرو کا ہے۔ پس قارون بہت ڈرا اور کہا اے بختک جب تک عمرو ہمارے ہاتھ نہ آئے تب تک حمزہ کو نہ مارنا اس لیے کہ آج تک عمرو نے کسی کو عیاری سے نہیں مارا۔ اگر حمزہ مرا تو یاد رکھ کہ اول سر نوشیرواں کا پھر تیرا پھر بزرجمہر کا کاٹے گا۔ بزرجمہر نے کہا اے حرامزادے میں نے اسے کبھی نہیں ستایا مجھے کیوں مارے گا اور تم نے ایذا دی ہے تم کو مارنا تعجب نہیں۔

القصہ عمرو دوسرے روز پہلوانوں کی طرف روانہ ہوا اور جا کر امیر کی خبر سنائی تب امیر کے سب یاروں نے مکہ کی راہ لی اور لندھور ہنوز اپنے ملک میں نہیں پہنچا تھا۔ امیر کی خبر سنی اور راہ میں سے پھرا۔ غرض کہ ایک لشکر اسلام جمع ہونے لگا تب قارون ملعون نے نوشیرواں سے کہا کہ اب تک حمزہ کے لشکر کو خبر نہ تھی جب سے عمرو آیا ہے سب کو جمع کر رہا ہے اگر حمزہ کو مار دیا تو بہت خرابی ہوگی اور تم میرے شہر کو چلو اور حمزہ کے سب یار ہاتھ میں لے کر حمزہ کو قید میں رکھو۔ نوشیرواں نے کہا کہ اگر حمزہ کو ماریں تو اس میں شک نہیں ہے کہ عمرو ہم کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ کہہ کر شہر زعکہ کو چلے اور منزلیں طے کرتے ہوئے شہر میں پہنچے اور امیر کو ہر روز مارتے اور ایک کوزہ پانی کا دیتے تھے۔ امیر کا لشکر جمع ہوتے ہی قارون نے کہا کہ اے نوشیرواں میں حمزہ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر قلعہ بند کیا پس ایک روز عمرو قلعہ کے اندر گئے اور وہاں جا کر پارچہ فروش سے دوستی پیدا کی۔ فرزانہ نامی قارون کی ایک بہن تھی اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم نے اسے کہا کہ حمزہ کو قید سے چھڑا کر اس سے نکاح کر خدا تجھے فرزند دے گا۔ وہ نیک بخت خواب سے اٹھی اور بھائی کے دربار میں آئی اور چوکیداروں اور دربانوں کو بہت سا مال دیا اور قصہ خواب سنایا اور انہیں خدمتوں کا امیدوار کیا جب دربان چوکیدار راضی ہوئے تو امیر کو چپکے سے نیچے اتارا اور بند دور کیے اور اپنے گھر میں لا کر تیمارداری کرنے لگی۔

جب صبح ہوئی تو حمزہ کی حقیقت قارون کو معلوم ہوئی تب تلاش کیا نہ پایا۔ اپنے وزیر سے کہا کہ حمزہ لشکر میں تو نہیں کیونکہ وہاں ہوتا تو لشکر میں شادیانے بجاتے لیکن نجوم میں دیکھ کر معلوم کر کہ امیر کہاں ہے؟ وزیر نے رمل دیکھ کر کہا کہ فرزانہ کے گھر میں حمزہ عیش کرتا ہے تب قارون نے اپنی بہن کو پیغام بھیجا کہ حمزہ تیرے گھر میں ہے کہ وزیر نے نجوم میں دیکھ کر کہا ہے اگر ہے تو جلد روانہ کرو۔ تب فرزانہ نے کہلا بھیجا کہ کل وزیر نے مجھ سے وصل کی درخواست کی تھی میں نے قبول نہ کیا اس واسطے دشمنی کرتا ہے میں عورت ذات کہاں میں اور حمزہ کہاں۔ جب قارون نے یہ بات سنی تب تلوار سے وزیر کو مار ڈالا۔

فرزانہ سے امیر نے پوچھا کہ تو نے کچھ سنا ہے کہ میرا لشکر کہاں ہے؟ اور عمرو کہاں ہے؟ تب فرزانہ نے کہا مدت ہوئی کہ عمرو اور تمام پہلوانوں نے آ کر قلعہ کو گھیرا ہے لیکن عمرو وہاں سے غائب ہے۔ امیر نے فرمایا کہ بے شک عمرو قلعہ میں ہے بعد اس کے امیر نے عمرو کی نشانیاں لونڈیوں کو بتلا کر بازار میں روانہ کیا کہ اگر اس نشانی کا کوئی آدمی دیکھو تو بلا لو وہ لونڈیاں بازار میں گئیں اور تلاش کیا تو عمرو کو ایک بزاز کی دوکان پر بیٹھے دیکھا انہوں نے کہا کہ اے سوداگر ہماری بی بی کچھ مال خریدنے کے لیے تمہیں بلاتی ہیں۔

پس عمرو ان لونڈیوں کے ہمراہ آئے اور امیر اندر چھپ گئے اور عمرو کو بلا کر دیکھا اور امیر بھی آئے تب عمرو ان کے پاؤں پر گرے اور بولے کہ تم اس کونے میں بیٹھے ہو باہر چلو۔ امیر نے فرمایا کہاں لے جائے گا کہا کہ آؤ میری دوکان پر چلو۔ امیر نے کہا تیری دوکان کپڑے کی ہے وہاں ہتھیار نہ ہوں گے۔ لوہار کی دوکان پر لے چل جب رات ہوگی تو خدا جہاں لے جائے گا وہاں جاؤں گا غرض رات ہوئی تو امیر اور عمرو باہر نکلے اور لوہار کی دوکان پر آئے اور اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر لوہا ٹھوکنے لگے۔ اسی وقت قارون نے بختک سے کہا تو رمل میں دیکھ کہ حمزہ کہاں ہے۔

اس موذی نے جواب دیا کہ بازار میں ایک لوہار کی دوکان پر لوہا ٹھوکتا ہے۔ تب قارون اور بختک سوار ہو کر لوہار کی دوکان پر پہنچے۔ قارون نے امیر کو دیکھ کر کہا کہ اب میرے ہاتھ سے کہاں جائے گا۔ امیر نے نعرہ مار کر کہا کہ اے کافر میں یہیں منتظر تھا۔ پس وہی ہتھوڑا لے کر مستعد ہوئے اور امیر کے نعرہ سے قلعہ بنیاد سے ہل گیا اور امیر قلعہ کا

دروازہ کھول کر اندر گیا اور نوشیرواں دوسرے دروازے سے نکل کر بھاگ گیا۔ قارون نے تلوار نکال کر امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے تلوار اس ناہنجار کی روک کر اس کے ہاتھ پر ہتھوڑا ایسا مارا کہ ملعون زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ پس امیر نے اس کے سینہ پر بیٹھ کر اسے مضبوط باندھا اور بختک بھاگ گیا۔ امیر کے یار آ کر پاؤں پر گرے اور امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا اور فتح و نصرت کے نقارے بجوا کر اترے پھر قارون کی بارگاہ میں امیر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ قارون کو پیش کرو۔

امیر کے حکم سے قارون کو عمرو نے حاضر کیا۔ تب امیر نے اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر قارون کو مارنا شروع کیا اور لکڑی کے مارنے میں اس موذی کی ہڈیاں توڑتے تھے اور قارون زمین کو دانتوں سے پکڑتا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔ تب امیر نے کہا کہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اتنا مار جتنا سہہ سکے اب کیوں تڑپتا ہے اور فرمایا کہ اگر جو تو معافی مانگے تو ابھی چھوڑ دوں گا۔ کافر نے کہا کہ تم نے مجھے دربار میں بے عزت کیا ہے۔ میں معافی نہ مانگوں گا اور اب یکبارگی مارنے کا حکم کر کہ میں مر جاؤں۔

تب امیر نے عمر معدی کرب کو فرمایا کہ ایک گرز ایسا مار کہ یہ موذی خاک میں مل جائے۔ تب عمر معدی کرب نے گرز مارا کہ وہ مر گیا اور اس کا سر کاٹ کر شہر کے دروازے پر لٹکایا اور شادیانے بجوا کر امیر عیش و عشرت میں رہنے لگے اور نوشیرواں کو رستے میں ایک لشکر ملا سو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لشکر تنون یعنی روئین تن کا ہے ایک کا نام برہنہ تلسی اور دوسرے کا نام دیوانہ تلسی ہے اور وہ نوشیرواں کی مدد کرنے اور حمزہ کو قتل کرنے کو آیا۔ تب نوشیرواں نے خوش ہو کر دونوں کو نوازا۔

روئین تن کی پسپائی

جب امیر حمزہ کا جسم زخموں سے اچھا ہوا تو قارون کی بہن سے نکاح پڑھایا اور امیر نے چالیس روز بعد حرم سے باہر آ کر عمرو سے پوچھا کہ نوشیرواں کی کچھ خبر ہے کہ کہاں ہے۔ عمرو نے عرض کی۔ میں نے سنا ہے کہ دو پہلوان روئین تن نوشیرواں کی مدد کو آئے سو ان کی قوت پر وہ یہاں سے دس کوس پر اترا ہے اور امیر کے آنے کا منتظر ہے تب امیر نے معدی سے پوچھا کہ پیش خیمہ نکالو اور سعد بن عمر کو تخت پر بٹھایا اور کوچ در کوچ کرتے ہوئے نوشیرواں کے لشکر کے قریب جا پہنچے۔

جب نوشیرواں نے سنا تو طبل جنگ بجوایا اور میدان آراستہ کیا۔ سر برہنہ تلسی میدان میں آیا اور امیر کے حکم سے لندھور اس کے مقابلہ میں گیا۔ اس نے کہا کہ اے دراز قد تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں لندھور بادشاہ ہند ہوں۔ اس نے کہا لا کیا ضرب رکھتا ہے لندھور بن سعدان نے کہا کہ میں پیش دستی نہیں کرتا ہوں تو مار۔ تب اس نے لندھور کی ڈھال پر ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی اور لندھور کے ہر بن مو سے شرارے پسینے کے بہے۔ تب لندھور نے بھی سات سو من کا گرز اٹھایا اور سر برہنہ تلسی کے سر پر مارنا چاہا۔ تب سر برہنہ تلسی نے سر آگے کیا تب لندھور نے کہا کہ اے نادان میرے گرج سے برج سراندیپ گر پڑا تھا تیرا سر تو ذرہ بمقدار اڑ جائے گا۔

تب سر برہنہ نے کہا کہ تو بے فکر مار مجھے بھی گرز سے کچھ غم نہیں ہے۔ تب لندھور نے بقوت تمام زور کر کے ایسا گرز مارا کہ اگر پہاڑ پر لگتا تو پہاڑ سرمہ ہو جاتا۔ لیکن اس کو کچھ ضرر نہ ہوا بلکہ ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے پتھر پر گرتا ہے غرض لڑتے لڑتے شام ہو گئی تب دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پر اترے۔ حمزہ نے لندھور سے پوچھا کہ برہنہ تلسی کو کیسا

پایا۔لندھور نے کہا کہ یہ تو آدمی نہیں ہے بلکہ دیو ہے۔امیر نے فرمایا کہ یہ پہلوان روئین تن ہے اور یہ اکثر ایسے ہوا کرتے ہیں جب صبح ہوئی تب دونوں لشکر میدان میں آئے اور سر برہنہ نے حریف کو پکارا تب امیر کے حکم سے معدی کرب نے ہزار محنت سے اس کے گرز کی ضرب کو سنبھالا اتنے میں جنگل سے ایک گرد نمودار ہوئی اور لشکروں کے ہرکارے دوڑے اور دم بھر میں گرد آلود پسینہ میں غرق واپس آئے اور دعائے درازی دے کر کہا۔

شہریار عالم پناہ کی عمر دراز ہے یہ لشکر شہر بربر کا ہے اور اس کا سردار الجو شصت گزی ہے اور وہ بادشاہ ہفت کشور کی مدد کو آیا ہے۔تب نوشیرواں نے اپنے یہاں کے بادشاہوں کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔وہ بڑی تکریم وعزت سے اسے لائے۔نوشیرواں نے بعد ملاقات اس کو خلعت وانعام سے خوش کیا۔اس کے ہمراہ چالیس ہزار سوار تھے لیکن الجو ایک سو بیس گز جست مار کر حریف کو مارتا تھا القصہ اس روز تو سعدی کرب اور سر برہنہ شام تک لڑے اور رات کو اپنے لشکر میں واپس آئے اور لشکریوں نے آرام کیا۔جب رات گذری اور صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور سر برہنہ تلسی نے میدان میں آ کر کہا کہ اے حمزہ خود کیوں نہیں آتا تب امیر نے اپنے ہتھیار بدن پر آراستہ کئے اور اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔

تب سر برہنہ تلسی نے کہا حمزہ تو ہے جو اس قد وقامت سے عالم کو زیر کیا ہے۔فرمایا بفضل خدا امیر نے کہا اب تو نشان جو بہادری کا رکھتا ہے لا۔پس برہنہ نے گرز اٹھایا اور امیر کے سر پر مارا۔تین سو ساٹھ رگیں جو بنجر تھیں سو ہوشیار ہوئیں پس امیر نے فرمایا کہ دو حملے اور دیئے۔سر برہنہ نے بزور دو گرز اور بھی مارے اور بعد ازاں تلواروں سے لڑے جب تلواریں مثل آرے کے ہوئیں تب ایک دوسرے کے کمر بند میں ہاتھ ڈالا اور عمرو سے فرمایا کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔عمرو نے اشارہ کیا اور امیر کا لشکر خبردار ہوا اور موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی امیر نے نعرہ کیا اور اسے اٹھایا اور پھرا کر زمین پر پٹخا اور باندھ کر عمرو کے حوالے کیا۔پھر دیوانہ تلسی تلوار لے کر امیر پر آیا اور حملہ کیا امیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ کافر زمین پر گرا امیر نے اسے بھی باندھ کر عمرو کے حوالے کیا اور فتح کا نقارہ بجا کر اپنے لشکر میں آ کر کے دنگل میں بیٹھے اور تمام عالی وموالی ارکان دولت وامیران عظام حاضر ہوئے اور دربار معمور ہوا اور ساقیان سیمیں ساق ومطربان خوش حاضر ہوئے۔اور مجلس میں دور چلا۔تب امیر نے فرمایا کہ ان کو قید سے لاؤ عمرو نے لا کر حاضر کیے۔

امیر نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کس طرح باندھا انہوں نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو شیر شیروں کو باندھتے ہیں ویسا باندھا۔امیر نے فرمایا کہ کہو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم علیہ السلام کا برحق ہے تب انہوں نے معافی مانگی تب امیر نے اپنے ہاتھوں سے دونوں کو خلعت پہنایا اور وہ دونوں بہت خوش ہوئے امیر نے ان کو جواہر نگار کی کرسیوں پر بٹھایا۔

رابعہ پلاس پوس اور امیر کا نکاح

جب امیر نے سر برہنہ کو باندھا تو دوسرے روز کافروں کے لشکر سے طبل جنگ کی آواز آئی تب امیر نے حکم دیا کہ ہمارے نقار خانہ میں بھی کہو جنگ کے نقارے بجائے جب دونوں لشکر سوار ہو کر میدان میں آئے تو نقیب پکارے کہ کون ہے جو میدان میں آ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اور اپنے سردار کا حق نمک ادا کرے۔

تب الجو صست گزی میدان میں کودا یہاں سے سرکپ ترک امیر کے حکم سے میدان میں گیا تو الجو نے دوڑ کر دو

لاتیں اور ایک چھڑی ماری۔ سرکپ ترک پیچ وتاب کھانے لگا اور گرز اٹھا کر اس پر مارا۔ الجو نے پھر بدستور جست مار کر بطور سابق عمل کیا۔ غرض اس طرح لڑائی میں تھے کہ جنگل میں سے گرد نمودار ہوئی اور لشکر ظاہر ہوا۔ دونوں طرف کے قاصد دوڑے اور پوچھا کہ لشکر کس کا ہے؟ سننے والوں نے کہا کہ یہ لشکر عادیوں کا ہے اور ہزار عادب البرز پہاڑ کے دامن میں رہتے ہیں ان میں سے چار عادی آئے ہیں۔ نام کہوم عادی، سنبا عادی، قباد عادی، معیاد زریں کمرزام ہے۔ اور نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں۔ نوشیرواں نے ان کو بلایا اور ہزار تعظیم وتکریم سے سونے کی کرسیوں پر بیٹھایا اور خلعت دیے اتنے میں ایک گورخر عرب کے لشکر میں آیا اور دانتوں ولاتوں سے عرب کے لشکر کو مارنے لگا۔ امیر نے اشقر کو اس کے اوپر دوڑایا لیکن گھوڑا اس کے نزدیک نہ پہنچ سکا۔ امیر نے غصہ سے رات تک اس کا پیچھا کیا جب رات ہوئی تب اترے اور شکار مار کر کباب بنا کر کھایا۔ جب فجر ہوئی تو امیر نے چاہا کہ اپنے لشکر میں جائیں تو پھر وہی گورخر پیدا ہوا۔ تب امیر نے کہا کہ افسوس ہے یہ میرے ہاتھ سے سلامت جائے اور میری محنت برباد ہو۔

غرض دوپہر تک اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو وہ گورخر ایک باغ میں جا کر غائب ہو گیا۔ وہاں ایک گلا بکریوں کا چرتا تھا۔ امیر نے دل میں اقرار دیا کہ ان میں سے ایک بکرا ذبح کر کے کھاؤں جب مالک آئے گا تو قیمت دے دوں گا۔ یہ کہہ کر ایک بکرا ذبح کیا اور آگ جلا کر کباب بنا کر کھائے۔ اتنے میں قندر شربان کی نظر اس باغ پر پڑی تو دوڑا اور کہا کہ ایسا کون ہے جو اس دلاوری سے میرے باغ میں دھواں کرتا ہے۔ پرندے کا مقدور نہیں کہ میرے باغ پر اڑے۔ مگر یہ کوئی اجل رسیدہ دھواں کرتا ہے کہ اتنی جرات کی ہے۔ یہ کہہ کر سات سو من کا گرز اٹھا کر باغ میں آیا دیکھا کہ امیر کباب کھا رہے ہیں۔ اس نے پیچھے سے آہستہ سے آ کر امیر پر ایسا گرز مارا کہ امیر کے حلق سے گوشت باہر نکلا۔ امیر نے غصے سے اٹھ کر اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر حوض میں ڈال دیا جب وہ حوض سے باہر آیا تو کہا اے پہلوان عالی شان سچ کہہ تو کون ہے؟ جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے تب سے کسی دلاور نے میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی اور تو نے مجھے اٹھا کر گیند کی طرح پھینکا اور بے آبرو کیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں سعد شامی برادرزادہ حمزہ کا ہوں۔

تب اس نے کہا کہ سوائے تمہارے دوسرے کا کیا مقدور ہے کہ مجھے گرائے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ حمزہ دلاور کے برادر ہو۔ قندر نے کہا کہ اب باقی عمر تمہارا ہی غلام رہوں گا۔ اب اٹھو اور میرے گھر چلو۔ امیر اس کے ہمراہ ہوئے۔ اس نے گھر میں لے جا کر کھانا کھلایا اور آرام سے بٹھایا اور بڑی غم خواری وخدمت گذاری کی۔ امیر نے قندر سے پوچھا کہ یہ کون سی سرزمین ہے۔ قندر نے کہا کہ یہ سرحد خورسند کی ہے اور اس ضلع کا بادشاہ فتحوشی ہے اور اس کی ایک دختر نیک اختر ماہ پارہ رشک افزائے زہرہ ہے اور بہت شاہ شہریار اس کی لڑکی سے منسوب ہونا چاہتے ہیں وہ نیک اختر کسی کو قبول نہیں کرتی۔

امیر نے فرمایا ہمیں اس شہر کی سیر کرنا منظور ہے تو قندر نے کہا بہتر ہے۔ دوسرے روز دس بکرے ذبح کر کے توشہ ساتھ لے کر امیر کے ہمراہ چلا۔ تھوڑی دور گئے تو قندر نے کہا کہ اے سعد بن شامی مجھے بھوک لگی ہے تب ایک جگہ وضو کر کے تناول کے لیے بیٹھے۔ امیر نے آہستہ آہستہ آدمیوں کی طرح ایک بکرے کے کباب کھائے اور قندر ان کے ایک بکرا کھانے تک نو بکروں کے کباب کھا گیا۔ امیر نے اس کے کھانے سے متعجب ہو کر فرمایا کہ کھانے میں تو معدی کرب کو پہنچتا ہے۔ پھر سوار ہوئے اور چلے پھر ذرا دور چل کر قندر نے کہا کہ اے سعد شامی مجھے بھوک لگی ہے۔ امیر نے فرمایا اس جنگل میں شکار بھی نہیں ذرا صبر کر آگے جا کر شکار مار دیتا ہوں۔

اتنے میں ایک جگہ پر پہنچے۔ وہاں کاروان اترے تھے۔ قندر نے کہا کہ اے کاروان کھانا لا۔ تب اس کا مالک اٹھ کر

خدمت بجالایا اور کھانا کھلایا۔امیر نے کاروان سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم مال و متاع رکھتے ہیں۔روم سے مال خریدا ہے اور شہر خورسند کو لے جانے کا ارادہ ہے۔لیکن اب سننے میں آیا ہے کہ قیصر روم کا ایک غلام فولاد رہزنی کرتا ہے اور نزدیک کی راہ وہی ہے اور دوسری راہ دراز ہے۔اس راہ سے جانے کے لیے ایک مدت چاہیے۔فرمایا کہ نزدیک کی راہ جاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔کاروان سالار نے کہا۔اے جوان عالی شان تو کون ہے؟

امیر نے فرمایا کہ اے کاروان میں حمزہ کا برادر سعد شامی ہوں۔پھر حقیقت گور خر کہی۔مالک نے فرمایا کہ مجھ میں اور عبدالمطلب میں دوستی ہے اب تم میرے فرزند کی بجائے ہو اور کاروان تمام تمہارے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے کرم سے سلامتی سے چلیں گے تو پانچواں حصہ مال کا تمہاری نذر کروں گا۔امیر نے فرمایا جب تم نے مجھے فرزندی میں قبول کیا اور میں نے بجائے والد کے جانا یہ کاروان جائیں اور میں جانوں۔اب تم خاطر جمع رکھو اور پانچواں حصہ مال کا لینا کیا ضرورت ہے۔

تب قندر نے کہا۔اے امیر اتنا مال کس لیے چھوڑتے ہو؟ فرمایا تم چپ رہو۔القصہ دوسرے روز امیر کشور گیر معہ کاروان خورسند کی طرف روانہ ہوئے اور فولاد قیصر کا غلام جور ہزنی کرتا تھا اس نے سنا کہ ایک بڑا کاروان آتا ہے وہیں معہ اپنی فوج کے باہر آیا۔کاروانیوں نے انہیں آتے دیکھا تب کھڑے ہوئے اور قندر امیر کے حکم سے میدان میں آیا اور ادھر سے ایک چور قندر کا مقابلہ کرنے لگا۔قندر نے اسے گرز مارا کہ وہ چور دوزخ کا اسباب چرانے چلا گیا۔تب کاروان سالار بہت خوش ہوا پھر دوسرا چور آیا تو وہ بھی پہلے کے پیچھے چلا گیا۔پھر تیسرا تو کوئی اور بے خوب اجل باہر نہ نکلا۔آخر فولاد ہی باہر آیا قندر نے اس پر بھی گرز چلایا۔فولاد نے چھین لیا تب پکارا کہ اے سعد شامی میرا گرز فولاد نے پکڑ لیا۔تب امیر کشور گیر نے اشقر قبل زور کو دوڑایا اور نعرہ مارا کہ امیر کے نعرے سے اس چور کا ہاتھ سست ہوا اور اس نے چھوڑ دیا اور تلوار نکال کر امیر پر چلائی۔امیر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ کمر بند میں ڈال کر مضبوط پکڑا اور اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ وہ اس کے نیچے سے نکل کر دور جا پڑا اور فولاد امیر کے ہاتھ میں آیا۔امیر نے اٹھا کر اسے پھرایا اور زمین پر دے مارا اور قندر نے اس کے پاس آ کر ایسا گرز مارا کہ چوروں کا سردار مردار ہو گیا۔

امیر نے فرمایا کہ اے وحشی تو نے کس لیے مارا اگر یہ مسلمان ہوتا تو تیرا یار ہوتا۔قندر نے کہا کہ سعد شامی وہ بڑا حرامزادہ تھا کہ میرا گرز چھین کر لے گیا تھا۔میں نے جو کیا سو خوب کیا آپ فکر نہ کریں۔امیر نے فرمایا کہ میرے حکم کے بغیر پھر ایسا کام نہ کرنا۔پھر امیر نے کاروان سے فرمایا چوروں کا تمام مال باہر نکالو۔تب کاروان سالار نے ان چوروں کا مال و متاع زر و جواہر نکالا۔امیر نے فرمایا کہ یہ مال خورسند تک پہنچا دو۔تیسرا حصہ تم لو۔کاروان نے کہا کہ یہ حکم امیر کا بسر و چشم منظور ہے اور تمام مال لدوا کر امیر کے ہمراہ چلے اور بعد کئی دن کے خورسند میں پہنچے امیر نے وہاں پہنچ کر جشن کیا اور فقیروں و غریبوں میں مال صرف کرنے لگے اور امیر کی بخشش کا آوازہ تمام عالم میں منتشر ہوا۔غرض تمام خلقت امیر کی داد و دہش سے مالا مال ہوئی۔غرض یہ کہ فتحوش کی ایک بیٹی رابعہ پلاس پوس نام کی تھی اور امیر کی جوانمردی سن کر مدت سے عاشق صادق ہو کر بحالت فراق امیر کی تلاش میں رہتی تھی اور امیر کی تصویر بنوا کر ہمیشہ اپنے سامنے رکھتی تھی اور اپنے دل کا سوز اس تصویر بے نظیر سے ظاہر کر کے خون جگر پیتی اور باندیوں سے کہتی کہ اگر اس شکل کا آدمی دیکھو تو اسے بلا لاؤ کیونکہ میں اس سے شادی کروں گی۔شاہ فرنگ اس لڑکی فتحوش سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر وہ عورت نیک سیرت اس کافر کو قبول نہ کرتی تھی اور اس شہر میں جو مسافر آتا باندیوں کے ہاتھ سے بلا کر دیکھتی اور نجومیوں سے سنتی تھی کہ میں امیر سے یہیں ملوں گی اور اس امیدواری پر امیر کے وصال کی امید اور تھی۔اس نے جب امیر کی بخشش کی آواز سنی تو لونڈیوں کو امیر کی تلاش کے لیے بھیجا۔

جب انہوں نے امیر کی صورت دیکھی تو یقین کیا کہ حمزہ یہی ہے۔ تب جا کر اس لڑکی سے بولی مبارک ہو کہ حمزہ آیا ہے۔ کیونکہ جو صورت تو نے بتائی ہے اس کے مطابق ہے۔ تب وہ لڑکی شاد ہوئی اور خدا کا شکر بجالائی۔

پس انہی دنوں میں فرنگی لشکر بھی آیا تب تمام خلقت قلعہ میں آئی اور فتحوش سے کہا کہ فرنگی نے اپنا لشکر اس ملک پر نامزد کیا ہے اور اس کا بڑا بیٹا تیشام لشکر کا سردار ہے۔ لشکر نزدیک پہنچا امیر کے کان میں جونہی لشکر کے آنے کی خبر ہوئی تو امیر نے کہا اے قندر اشقر پر زین کرو کہ فرنگیوں کو جہاں سے اٹھاؤں۔ قندر نے زین باندھا اور آپ نے ہتھیار باندھے اور امیر کے ہتھیار بھی لایا۔ امیر نے تمام اسلحہ بدن پر آراستہ کیے اور اشقر پر سوار ہو کر دروازہ کے پاس آئے اور دربانوں سے فرمایا کہ دروازہ کھولو تو میں باہر جاؤں۔ لوگوں نے کہا یہ مرد دیوانہ ہے کہ جو باہر جاتا ہے امیر نے ہر چند کہا لیکن کوتوال نے دروازہ نہ کھولا۔ تب قندر نے اس کو ایک مکا سے مردار کیا اور دروازہ کھول کر امیر کے ساتھ باہر آیا۔ امیر نے فرمایا اے بدبخت تو نے اس ضعیف کو کیوں مارا؟ قندر نے کہا کہ کیوں نہ مارتا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ جب یہ خبر فتحوش کو ہوئی ایک مسافر مرد ایک وحشی آدمی کے ساتھ لڑائی کے واسطے باہر جاتا ہے تب فتحوش آپ سوار ہو کر آیا اور امیر سے بہت معذرت کی اور کہا اے جوان تو نے ہمارا کچھ کھایا پیا نہیں اور نہ تیرے ساتھ لشکر ہے تو مرنے کو کیوں جاتا ہے؟ اگر تو کہے تو ہم بھی تیرے ساتھ چلیں اور سارا لشکر منگائیں۔ لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ تو باہر نکلے اور مارا جائے کیونکہ ہم تھوڑے اور فرنگی بہت ہیں۔

امیر نے فرمایا کہ تم کچھ نہ کرو اور باہر بھی نہ آؤ مگر قلعہ پر کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو اور جب ان کو بھاگتے ہوئے دیکھو تو تم لوٹنے کو آؤ اور مارو اور گھوڑوں کو پکڑو۔ فتحوش نے قبول کیا۔ پس امیر حمزہ اور قندر قلعہ سے باہر آئے۔ فتحوش کی بیٹی جو عاشق امیر تھی یہ خبر سنی کہ وہ شخص اکیلا لڑنے کو آیا ہے تو اس نے بہت سا مال خیرات کیا اور قلعہ کے دروازے کے بالا خانہ پر دیکھنے کے لیے کھڑی ہوئی۔

جب فرنگیوں نے امیر اور قندر کو آتے دیکھا تو سمجھا کہ یہ دونوں صلح کے لیے آئے ہیں۔ جب نزدیک پہنچے تو قندر نے پکارا کہ اے کافرو تم میں سے جس کو آرزوئے مرگ ہے وہ میدان میں آئے تب نیستان فرنگی ہنسا اور کہا جاؤ دیکھو کہ کیا کرتا ہے۔ تب فرنگیوں کا ایک سوار آیا اور آ کر ابھی تک اچھی طرح کھڑا نہ ہوا تھا کہ قندر نے ایسا گرز مارا کہ وہ معہ گھوڑے کے چت ہوا۔ تب ایک سوار آیا اور آ کر ابھی تک اچھی طرح کھڑا نہ ہوا کہ قندر نے اسے بھی مارا۔ تب فرنگی حیران ہوئے کہ یہ کیا بھید ہے اور خورسند کے لوگ ہنسنے لگے اور بہت خوش ہوئے۔

تب فتحوش نے کہا کہ اے وزیر یہ دونوں کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں؟ وزیر نے کہا کہ اب تک ہم ان کو کاروانی جانتے تھے لیکن کاروانوں سے ایسی مردمی ہونا عجب بات ہے۔ تب فتحوش نے کاروانوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ جوان جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ سعد شامی برادر حمزہ ہے اور قندر وحشی کا رفیق ہے۔ برادر حمزہ ہم کو چوروں کے ہاتھ سے بچا کر یہاں لایا ہے کہ گویا ہم کو خریدا ہے تب فتحوش نے کہا کہ سوائے ان کے ایسا کام کون کر سکتا ہے؟ اگرچہ جوان ایسی بہادری نہ کرے تو کون اس کو برادر امیر کا جانے اب تک ہم اس سے بے خبر اور غافل تھے۔ اس لیے کچھ خدمت نہ کی۔ اگر وہ سلامتی سے زندہ آیا تو انشاء اللہ ہم خدمت گذاری بجالائیں گے۔ تب سالار کاروان نے کہا کہ تم تماشہ دیکھو کہ وہ فتح کر کے پھرتا ہے اور فولاد کے گرز کا تماشہ بیان کیا۔ اس عرصہ میں ایک فرنگی میدان میں آیا قندر نے اس کو بھی جہنم میں بھیجا۔

روایت ابن عباس سے یوں ہے کہ قندر نے چالیس روز تک فرنگیوں کو دوزخ میں روانہ کیا تب نیستان فرنگی کو

طاقت نہ رہی اور گھوڑا میدان میں چلایا اور نعرہ مارا کہ سولہ کوس تک زمین و زمان کوہ و بیابان جنبش میں آئے اور اس کافر کا ہاتھ معہ تلوار زمین پر گرا۔ تب وہ بھاگ گیا۔ پھر امیر نعرہ مار کر کافروں پر پڑے اور بہت سے کافروں کو مردار کیا اور کافر طاقت نہ لا کر بھاگ گیا۔ امیر نے ان کا پیچھا کیا اور قندر بھی مارنے لگا۔

فتحوش نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھولا اور لشکر سمیت امیر کے ہمراہ ہو کر کافروں کو مارنے لگا اور تمام کافروں کے مال و اسباب کو لوٹ کر جمع کیا۔ تب دختر فتحوش نے اپنا خزانہ نکال کر غریبوں کو تقسیم کیا۔ پھر امیر نے چار کوس تک کافروں کا مارا اور ان کا تعاقب کر کے فتح و نصرت سے واپس آئے اور اسے گلے لگایا۔ فتحوش نے گھوڑے، اسباب مال و متاع فرنگیوں کا امیر کے آگے لا کر رکھا اس وقت امیر نے فرمایا کہ میں کیا کروں گا یہ تمام سامان اپنے لشکر میں بانٹ دو۔ فتحوش امیر کو شہر میں لے گیا اور اپنے دربار میں لے جا کر کہا کہ اے پہلوان تخت پر بیٹھ۔ امیر نے فرمایا کہ بھائی میں تخت پر کیونکر بیٹھوں۔ پھر امیر نے ہاتھ پکڑ کر فتحوش کو تخت پر بٹھایا اور آپ کرسی پر بیٹھے اور مجلس آرائی کا حکم کیا اور خاصہ تناول فرمایا اس کے بعد شراب کا دور ہوا۔ تب ہر شخص شراب پی کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگے۔ فتحوش کے ایک پہلوان نے جو اوپر نظر کی تو قندر کو بلند مرتبہ پر دیکھ کر کہا تو اپنے سے بڑے مرتبہ پر بیٹھا تو غلام ہے تیرے صاحب کو بلند مرتبہ پر بٹھانا لائق ہے۔ قندر اس کے کہنے پر جوش میں آیا اور ہاتھ لمبا کر کے اس کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر کرسی سے اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھا۔ تب پہلوان نے قندر کو مکے مارے پھر قندر پکارنے لگا اس وقت امیر دوڑے اور کہا اے فرنگی مکے کیوں مارتا ہے؟

تب پہلوان نے قندر کو چھوڑ دیا اور امیر کی طرف پھرا اور کہا اے سعد شامی اگر مرد ہے تو جلد آ کر مجھ سے پنجہ کر۔ امیر نے دو انگلیوں سے زور کیا تو پہلوان چیخنے لگا۔ امیر ہنسے اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنی کرسی پر بیٹھے۔ القصہ امیر چند روز فتحوش کے پاس جشن میں رہے ایک روز فتحوش نے اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اگر یہ شخص میرا داماد بنے تو خوب ہے لیکن پہلے یہ بات ہے کہ میری لڑکی کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک جوان حمزہ کے بھائیوں سے آیا ہے اگر تو قبول کرے تو اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا جائے۔ تب وزیر بادشاہ کے حکم سے اس لڑکی کے پاس گیا اور اس کا نام سنتے ہی قبول کیا۔ وہیں شادی کی بنیاد ڈالی اور جشن میں بیٹھے اور تمام شہر کو آراستہ کیا۔ جب نکاح کا دن آیا تو اس وقت امیر نے عمرو کو یاد کیا اور کہا کہ میرا اور میرے یاروں کا نکاح عمرو پڑھاتا ہے اب اسے کہاں سے لاؤں؟

امیر یہ کہہ ہی رہے تھے کہ ادھر عمرو بھی لشکر سے نکل کر امیر کو تلاش میں تھے یہاں تک کہ وہ قندر میں پہنچے اور پوچھا کہ یہاں حمزہ آیا تھا؟ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ حمزہ تو نہیں آیا مگر اس کا بھائی جو اپنے لشکر سے آیا تھا اور اپنے آپ کو سعد شامی کہلاتا تھا جو قندر کو ساتھ لے کر خورسند کو گیا ہے۔ تب عمرو نے اسی وقت خورسند کی راہ لی اور تھوڑے عرصے کے بعد فتحوش کے دربار میں آیا اور دربانوں نے جب عمرو کو دیکھا تو ہنستے ہنستے بے ہوش ہوئے اور کہا کہ یہ مرد عجیب ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ عمرو نے کہا کہ تمہارے شہر میں کیا ہے جو آئینہ بند کر کے زینت کی ہے۔ تب وہ بولے کہ حمزہ کا بھائی یہاں آیا ہے اور بادشاہ کی لڑکی کی شادی اس سے قرار پائی ہے۔ سو آج اس کا نکاح ہے۔ تب عمرو نے کہا کہ جاؤ فتحوش سے کہو کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں اور وہ میرا غلام ہے جو مجھ سے بھاگ کر یہاں آیا ہے اور تم نے اسے دامادی میں کیا ہے تم پہلے میرے مال کا مول دو۔ دربانوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک عجیب وضع کا آدمی آیا ہے جو رنگ کا کالا، قد تیرہ گز لمبا اور سر پر پانچ گز نمدے کی ٹوپی اور اس پر لومڑی کی دم کا طرہ لگایا ہے اور وہ دم ہمیشہ ہلتی رہتی ہے اور نمدے کی قبا پہنے ہوئے اور زنبیل و توبڑہ گلے میں ڈالا ہوا ہے۔ اٹھارہ من کی ایک چھری کمرے سے باندھے اور

بارہ من کی چھری ہاتھوں میں لیے باہر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں۔ امیر نے جب یہ باتیں سنیں تو جلدی سے دربانوں کے ہمراہ باہر آئے اور عمرو کو لے کر اندر گئے تو وہاں کے لوگ عمرو کو دیکھتے اور ہنس ہنس کر بے ہوش ہوتے اور کہنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ تب امیر نے عمرو کو اپنے پاس بٹھایا۔ آخر فتحوش کو ضبط نہ رہا پوچھا یہ کون ہے؟ امیر نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا مسخرہ ہے میری خبر سن کر یہاں آیا ہے۔

عمرو نے سن کر کچھ نہیں کہا۔ جب نکاح کا وقت آیا تو امیر نے کہا۔ اے مسخرے جا اور ایک دانش مند مرد پیدا کر کے لا جو ابراہیم کی سنت دین پر نکاح باندھے۔ عمرو وہاں سے ایک کونے میں گیا اور اپنا لباس چھپایا اور ایک جبہ کہ جس کی آستینوں میں ایک ایک اونٹ چھپ رہے پہن کر اور گیند کی طرح پگڑی باندھ کر اور عصا ہاتھ میں لے کر لنگڑاتے ہوئے آیا۔ حاضرین مجلس اٹھے اور تعظیم و تکریم سے بٹھایا وہاں کے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ایسا شخص تو ہمارے شہر میں ہرگز نہیں ہے نہ معلوم یہ کہاں سے پیدا ہوا پھر فتحوش ہزار درم ہدیہ نکاح خوانی کا لایا۔ دانش مند نے کہا کہ میں یہ ہرگز نہیں لوں گا اگر پانچ ہزار درہم دے گا نکاح پڑھوں گا۔ تب قندر نے کہا کہ بوڑھے اگر ہزار درہم تیرے کام کے نہیں تو مجھے دے عمرو نے اسی وقت ہزار درہم کو اٹھا کر اس پر ایسا پھینکا کہ قندر کا منہ پکارنے لگا اور ساری مجلس ہنسی۔ تب قندر نے شرمندہ ہو کر کہا کہ اے بوڑھے ذرا صبر کر جب تو دربار سے باہر نکلے گا تو تجھے سمجھوں گا اور چاشنی دکھاؤں گا۔

تب فتحوش نے کہا کہ اے سعد شامی یہ کہاں سے پیدا ہوا؟ امیر نے کہا کہ مردان غیب کے مردوں میں سے ہے۔ تب قندر نے کہا کہ وہ مسخرہ کہاں گیا کہ میں اسے سمجھوں گا کہ اس مجاور کو کیوں لایا ہے۔ غرض دانش مند نکاح پڑھا کر باہر گیا اور قاضیانہ لباس دور کر کے عمرو عیاری کے لباس میں مجلس میں کودے اور قندر کے سر پر رکھ کر پاؤں اوپر کو کر کے عیاری کا ہاتھ دکھایا اور مجلس ہنستے ہنستے بے ہوش ہوئی اور فتحوش عمرو کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تعریف کرنے لگے اور اس کے امیروں نے کہا کہ عجیب آدمی ہماری مجلس میں آیا ہے۔ بعد اس کے شراب کے پیالے بھرنے لگے۔ تب عمرو مجلس میں ناچنے لگے۔

تب قندر نے کہا کہ سعد شامی یہ مسخرہ نہیں ہے کیونکہ ایسا گانا بجانا انسان کا کہاں ہے؟ پھر کتنے روز بدستور گذر گئے۔ تب امیر نے عمرو کو فرمایا کہ تو لشکر میں جا اور میں بھی چند روز میں آتا ہوں تب عمرو امیر سے وداع ہوئے اور امیر یہاں رابعہ پلاس سے عیش میں رہے۔ خدا کی قدرت کاملہ سے رابعہ حاملہ ہوئی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے رابعہ تمہارے فرزند تولد ہوگا تو میں دیکھ کر جاؤں گا۔ تب رابعہ بولی کہ اے امیر البتہ اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے گا کیونکہ میں عنایت خدا کی بہت منتظر تھی اور تمہارے فراق میں پلاس پہنتی تھی۔ اس صبر کے عوض خدا تعالیٰ نے مجھ کو فرزند عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

الجو کا قبول اسلام

جب رابعہ سے امیر عیش میں تھے تو فتحوش کا ایک بھائی خورسند کے قریب کسی شہر میں رہتا تھا اور رابعہ کی اپنے فرزند کے ساتھ شادی کرانا چاہتا تھا اور رابعہ کو انکار تھا۔ فتحوش کے برادر نے سنا کہ ایک مسافر جو خود کو حمزہ کا بھائی کہتا ہے اس کے ساتھ رابعہ کی شادی کر دی گئی۔ تب اس نے فتحوش کو خط لکھا کہ آپ کے داماد کو دیکھنے کی مجھے آرزو ہے مہربانی فرما کر انہیں ادھر روانہ کریں تو عین نوازش ہوگی۔

جب فتحوش کے پاس بھائی کا خط آیا تو امیر سے کہا۔ امیر نے قبول کیا اور قندر کو ہمراہ لے گئے وہ استقبال کو آیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے امیر کو دربار میں لے جا کر بڑی عزت سے بٹھایا اس شہر کے نزدیک اژدھا رہتا تھا جو ہر برس کے بعد غار سے سر اٹھاتا اور اس کی پھونک سے سات کوس تک آگ جا لگتی اور سب کچھ جل جاتا اور جب سانس اندر کھینچتا تو اس میدان میں جو چرند پرند یا آدمی وجھاڑ وغیرہ ہوتے تمام اس کے منہ میں جا پڑتے تھے۔ اس روز شہر میں بڑا شور تھا تو امیر نے ان سے پوچھا کہ یہ شور غوغا کیسا ہے تب انہوں نے اژدھا کی حقیقت بیان کی۔

امیر نے فرمایا کہ میں جو خورسند میں تھا مجھ کو خبر کیوں نہ کی یہ کہہ کر اسی وقت قندر کو ہمراہ لے کر ادھر کو گئے فتحوش کا بھائی اور تماشائی تماشہ دیکھنے کے لیے باہر نکلے جب امیر نے دیکھا کہ اژدھا سانس کھینچتا ہے تو اشقر کو قندر کے حوالے کیا اور آپ تلوار کھینچ کر اس کی طرف چلے اور نزدیک پہنچ کر ایک ایسی تلوار ماری کہ اژدھا کٹ کر برابر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا دھواں اٹھا کہ امیر کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب ہوا نے دھوئیں کو دور کیا تو امیر سلامت باہر آئے تب اس نے تمام حقیقت فتحوش کو لکھی۔ فتحوش نے شادیانے بجوائے امیر چند روز وہاں رہے اور پھر خورسند کو تشریف لائے اور عیش میں رہے۔ ایام معمور کے بعد رابعہ کے بطن سے فرزند ارجمند چہرہ خورشید مہ پارہ پیدا ہوا۔ امیر نے اس فرزند کا نام عالم شاہ رومی رکھا اور فرزند کے دیدار فرحت آثار سے مسرور ہوئے اور جشن کرائے اور فتحوش نے خزانہ کھول کر غریبوں کو تقسیم کیا۔ چالیس روز کے بعد امیر نے فتحوش کو فرمایا کہ تمام کا فر جمع ہو رہے ہیں۔ اس لیے میں جاتا ہوں اور جب یہ فرزند خدا کے کرم سے جوان ہو تو حمزہ کے لشکر کو روانہ کرنا۔ اس کے بعد فتحوش نے بعد مایوسی کہا کہ اب فرمائیں کہ آپ حمزہ ہی ہیں یا کہ نہیں۔ امیر نے اقرار کیا کہ میں ہی حمزہ ہوں پھر فتحوش بہت خوش ہوا اور قندر تو مارے خوشی کے ناچنے لگا اور کہا کہ سوائے حمزہ کے دوسرے کا کیا مقدور کہ مجھے باندھے۔

جب رابعہ نے یہ حقیقت سنی تو شکرانہ خدا کا ادا کیا اور شادیانے بجوانے کا حکم دیا۔ امیر رابعہ سے وداع ہو کر معہ قندر کے روانہ ہوئے اور منزل و مراحل طے کرنے لگے ادھر امیر کے لشکر میں لڑائی کے نقارے ہر روز بجتے اور امیر کے یاروں، عادیوں، اور الجو اشصت سے ہر روز جنگ کرتے تھے۔ القصہ ایک روز دونوں لشکر میدان میں کھڑے تھے اتنے میں گرد نمودار ہوئی سب اس گرد کی طرف متوجہ ہوئے جب بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ حمزہ معہ قندر آتے ہیں۔ تب عرب کا تمام لشکر دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا۔ اور امیر نے بھی ہر ایک کو گلے لگایا اور علم اژدہا کے نیچے کھڑے ہوئے۔ الجو اشصت گزی میدان میں آیا اور امیر کے حکم سے قندر بھی میدان میں آیا۔ الجو شصت نے بدستور جست مار کر اترتے وقت ایک زخم چھڑے کا مارا۔ قندر اس کے درد سے سانپ کی مانند تڑپا اور ہر چند چاہا کہ اسے پکڑے۔ لیکن کچھ نہ ہو سکا اور شام تک یہ دونوں جنگ کرتے رہے اور مغرب کے بعد یہ دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اترے اور دوسرے روز پھر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ تب الجو آ کر میدان میں پکارا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔

پس امیر ہتھیار باندھ کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ الجو اپنی عادت کے موافق اڑا اور امیر کو لاتیں ماریں۔ امیر نے کچھ نہ کہا بلکہ کہا کہ دو حملے اور بھی تجھ کو دیئے۔ دوسری مرتبہ الجو نے پھر امیر کو دو لاتیں ماریں مگر امیر نے کچھ نہ کہا۔ پھر الجو تیسری بار بدستور سابق اڑا اور اڑتے وقت امیر کو لاتیں ماریں امیر کو غصہ آیا اور اس کے پاؤں پکڑ کر ایسا پھرایا کہ الجو بے ہوش ہوا اور اس کو زمین پر دے مارا اور عمرو نے دوڑ کر فوراً باندھا اور لشکر میں لانے کے واسطے اٹھانے لگا تو الجو ہرگز نہ اٹھا۔ تب عمرو نے کہا اٹھ نہیں تو آپ ہی دوڑ کر جائے گا۔

الجو نے کہا مجھے کون بھگا سکتا ہے۔ تب عمرو نے توبرہ میں سے سوا نکال کر اس کے چوتڑوں پر چھویا پھر تو اٹھ کر

بھاگنے لگا۔اور تمام لشکر ہنسا اور دونوں لشکروں میں شور ہوا پھر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے اور رات کو آرام کیا۔

امیر مجلس آراستہ کر کے پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور الجو کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تجھے کیوں کر باندھا۔اس نے کہا جیسا انصاف تھا ویسا باندھا۔تب امیر نے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم برحق ہے الجو نے صدق دل سے معافی مانگی۔امیر نے اس کے بند دور کئے اور خلعت مرحمت فرمایا اور عمرو نے حلقہ غلامی کا نشان اس کے کان میں ڈالا۔الجو نے عمرو عیار سے کہا کہ میرے لشکر کو بلاؤ یہ سن کر عمرو اس کے لشکر کو لایا اور آتے وقت یہ سپاہی بہت کافروں کو مار کر آئے اور امیر جہانگیر عیش میں رہنے لگے۔

عالم شاہ رومی فرزند امیر حمزہ

جب امیر الجو کو قابو کر کے فارغ ہوئے تو چند روز عیش میں رہے ایک روز خواجے خبر لائے کہ آپ کے ہاں فرزند ارجمند پیدا ہوا۔امیر نے خوشی کی نوبت کا حکم دیا اور جشن کیا اور بی بی نے فرزند ارجمند کے گلے میں ایک من سونے کی ہنسلی ڈالی اور سعد طوطی نام رکھا اور نہایت خوشی اور کوشش سے پرورش کرتی رہی ایک روز امیر معہ لشکر میدان میں آئے اور کافر بھی اپنا لشکر میدان میں لائے اور صفیں آراستہ کیں اور کافروں میں سے عادی میدان میں آیا ادھر بحکم امیر استفتانوش پہلوان میدان میں لائے اور صفیں آراستہ کیں۔اتنے میں ایک لشکر نمودار ہوا دونوں طرف سے جاسوس دوڑے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لشکر روم کے شہزادے کا ہے اور حمزہ سے لڑنے کو آیا ہے تب وہ لشکر ان دونوں لشکروں کے درمیان آ کھڑا ہوا تو سب نے دیکھا کہ چالیس ہاتھی ہیں جن کی سونڈیں رنگی ہوئی ہیں۔لشکر کفار یہ رنگ دیکھ کر دنگ ہو گیا۔

اس عرصہ میں شہزادے نے نوشیرواں سے آ کر کہا کہ پہلوان کو بھیج تب وہاں سے ایک عادی نوشیرواں کے حکم سے آیا اور گرز چلایا۔شہزادے نے ایک ہاتھ سے اس کا گرز پکڑ کر دوسرا عادی کے کمر بند میں ڈال کر اٹھا کر ایسا مارا کہ اس کی کمر کی ہڈی ثابت نہ رہی تب دوسرا عادی بدستور مردار ہوا۔راوی نے لکھا ہے کہ سات عادی اس وقت آئے اور سب نے جہنم کی راہ لی۔تب اس شہزادے نے عرب کے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے حمزہ کوئی اپنے لشکر کا پہلوان بھیج۔تب امیر کے حکم سے فرہاد بن لندھور میدان میں آیا۔شہزادے نے ایسا گرز مارا کہ فرہاد بن لندھور کا ہاتھی گر کر مر گیا۔اور فرہاد بن لندھور نیچے گرا اور گرتے ہی چاہا کہ شہزادے کا گھوڑا ٹکڑے کرے۔شہزادے نے فی الحال اتر کر گھوڑا پشت کے پیچھے کر لیا۔تب فرہاد نے دوسرا ہاتھی منگایا اور سوار ہو کر سامنے آیا۔تب شہزادے نے دوڑ کر ہاتھی کا تنگ پکڑ کر اٹھایا اور اوندھا مارا۔تب تو لشکر حمزہ میں شور و غل ہوا لیکن فرہاد سلامت رہا۔تب شہزادے نے کہا کہ اے فرہاد اب تو جا اور عمر معدی کرب کو بھیج۔تب پسر لندھور نے آ کر امیر سے کہا کہ وہ شہزادہ معدی کو بلاتا ہے۔جب امیر کے حکم سے عمر معدی کرب میدان میں آیا تو شہزادے نے اسے زمین پر دے مارا اور کہا کہ تو بھی جا اور سعد بن حمزہ کو بھیج۔عمر نے آ کر امیر سے عرض کیا۔امیر نے فرمایا وہ لشکر کا بادشاہ ہے وہ کیونکر جنگ کرے گا۔

یہ خبر سعد بن حمزہ کو پہنچی تب ہر چند امیر نے منع کیا۔مگر امیر کا کہنا نہ مانا اور میدان میں آیا اور دونوں شہزادوں نے اتنا زور کیا کہ دونوں کے گھوڑوں نے زانو زمین پر لگائے۔تب رستم پلیتن نے ہاتھ کمر سے چھوڑ کر فرمایا کہ تو جا اور حمزہ کو بھیج۔سعد بن حمزہ آیا اور حمزہ سے بولا کہ دادا جان وہ پہلوان آپ کو بلاتا ہے۔تب امیر میدان میں آئے۔شہزادے نے امیر کو دیکھ کر گھوڑا دوڑایا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اتنا زور کیا کہ دونوں گھوڑے چلائے اور زانو زمین پر لگائے۔

تب امیر نے نعرہ مار کر اللہ اکبر کہا اور رستم پیلتن کو اٹھایا اور زمین پر ڈالا اور ذبح کرنا چاہا تب رستم پیلتن بولے کہ حمزہ میں تیرا فرزند ہوں۔ اگر تو مارے گا تو پچھتائے گا۔ تب امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا کہ عالم شاہ رومی کہتے ہیں۔ تب امیر نے اس کو رستمی کا خطاب دیا اور کہا کہ تم نے بے ادبی کیوں کی؟ تب رستم پیلتن نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ آپ کے فرزند میں جو آتا ہے وہ زور آزمائی کرتا ہے اس واسطے میں نے بھی اپنی مردانگی کا نشان ظاہر کیا۔

غرض امیر نے نوبت خوشی کی بجائی اور سب کو جشن میں داخل کیا اور تمام رات گذاری جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ایک عادی سوار ہو کر معرکہ میں آ کھڑا ہوا اور ادھر سے رستم پیلتن باپ کا حکم لے کر میدان میں آئے اور جب عادی نے حملہ کیا تو عالم شاہ نے اس کی ضرب روکی اور تلوار سے اس عادی کو لکڑی کی طرح کاٹ کر دو ٹکڑے کیا اور پھر گھوڑے پر چڑھ کر کافروں کو مارنے لگا۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا تو یاروں کو فرمایا کہ تم ان کے ساتھ میدان جنگ میں جاؤ۔ تب عرب و عجم کے لشکر نے شامل ہو کر اتنی جنگ کی کہ کافروں کو جنگ کی تاب نہ رہی۔ آخر بھاگنے لگے اور عربوں نے چار کوس تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر فتح و نصرت سے رستم معہ لشکر واپس آ کر باپ کے حضور میں آداب بجالائے امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور تمام روز جشن میں رہے اور نوشیرواں بھاگ کر قیمار خاوری کے گھر گیا اور وہاں کا بادشاہ معہ لشکر باہر آیا اور آ کر بادشاہ کا استقبال کیا اور لے جا کر تخت پر بٹھایا اور بولا کہ اب تو بے فکر رہ۔ حمزہ یہاں آیا تو جان سے مارا جائے گا۔

قیمار خاوری کا قید ہونا

جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور نوشیرواں خاور شاہ کی پناہ لے کر منتظر امیر کے آنے کا رہا تب امیر نے دوسرے روز کوچ کیا اور منزل و مراحل طے کر کے حامد کی سرحد میں پہنچے اور عباس کو فرمایا کہ خاور شاہ کو نامہ رقم کرو اور عباس نے خط اس مضمون ہدایت کا لکھا کہ۔

''بعد حمد خداوند نعت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے شاہ مردان در شیر مردان حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف سے بادشاہ خاوری کو معلوم ہو کہ نوشیرواں میرا جانی دشمن ہے اور کتنی مرتبہ میں نے اس کا گناہ بخشا ہے اور وہ اپنے اقرار سے ہمیشہ پھرا ہے اور میرے حق میں دشمنی کرتا ہے اور تیرے پاس آیا ہے اگر بھلا چاہتا ہے تو یہ خط دیکھتے ہی نوشیرواں کو باندھ کر اور اپنے ملک کا خراج لے کر حضور ہدایت معمور میں حاضر ہو تو میں تجھے معاف کر کے بڑے سے بڑا سرفراز دوں گا اور اگر اس حکم سے سرتابی کی تو اس طرح سے ماروں گا کہ ماہیان دریا و مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ وزاری کریں گے۔''

یہ خط رقم ہو چکا تو عمرو کو دیا۔ عمرو نامہ لے کر قیمار خاوری کے دربار میں آیا اور اس کا خط دیا۔ قیمار نے خط لے کر عمرو کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور خط پڑھ کر ٹکڑے کیا اور کہا پکڑو اس چور کو غلاموں نے پکڑنے کا قصد کیا تب عمرو نے خنجر عیاری سے مارنا شروع کیا اور کئی ایک کو مار کر جست کر کے باہر چلا گیا اور وہاں سے امیر کے حضور میں آ کر قصہ گذشتہ مفصل عرض کیا جب دوسرا روز ہوا تو قیمار نے طبل جنگ بجوایا اور میدان آراستہ کرنے کا حکم دیا کہ یہ خبر جاسوسان اسلام نے امیر کو سنائی۔ امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقار خانہ سلیمانی میں کہہ دو کہ تکیہ فضل ایزدی طبل جنگ بجوائیں۔ امیر کے حکم سے جنگی طبل بجا اور تمام لشکر میں خبر ہوئی۔ صبح ہوتے ہی دونوں لشکر میدان میں آئے۔ بیلداروں نے جھاڑ بوٹے صاف کیے اور سقوں نے آبپاشی کی۔ تب میمنہ میسرہ اور قلب جناح اور سکاؤ کمین گاہ اندیمن و یسار اور اگلا و پچھلا چنڈول غرض چودہ صفیں آراستہ کیں۔

تب تاجدار امیر نے پیغمبروں کے تمام اسلحہ بدن پر آراستہ کیے اور اشقر دیوزاد کو طلب کیا اور بادشاہ نے تاج شاہی

سر پر رکھا اور قبائے تخت ہوا پر سوار ہو کر دائیں اور بائیں لشکر کا مجرا لیتے ہوئے کسی سے دست بستہ اور کسی کو اشارے سے سلام کا جواب دیتے قلب لشکر میں آ کھڑے ہوئے۔ تب قیمار خاوری کی ایک بہن نشان بلند شان میدان میں آئی اور پکاری کہ اے خدا پرستان وزیر ستان از عیاں شاہر کہ آرزوئے مرگ داشہ باشد باید بمیدان مردان کہ ارادہ دست دیا آوری وارم۔

خسرو نے یہ سن کر دائیں بائیں دیکھا تو شیر بایک نے مجرا کر کے امیر سے حکم حاصل کیا اور میدان میں آیا اور خورشید خاوری کے مقابل کھڑا ہوا۔ تب خورشید نے کہا۔

تب شیر بایک نے کہا کہ ہم حریف پر پیشدستی نہیں کرتے۔ تب خورشید خاوری نے نیزہ اٹھایا اور سینہ بے کینہ بایک پر مارا۔ شیر بایک نے نیزہ روکا لیکن گھوڑے کی گردن میں ایسا لگا کہ گھوڑا مر گیا اور شیر بایک زمین پر گرا۔ تو خورشید خاوری نے دوسرا نیزہ مار کر اس کو زخمی کیا۔ عمرو گھوڑا دوڑا کر اس کو لشکر میں لائے اور شاہ کاؤس کو طاقت ضبط کی نہ رہی اور اجازت لے کر میدان میں آیا مگر خورشید نے اسے بھی زخمی کیا۔ تب رستم پیلتن میدان میں آیا مگر خورشید خاوری نے ان پر نیزہ چلایا تو شہزادے نے اس کا نیزہ چھین لیا اور وہی نیزہ پھرا کر ایسا مارا کہ وہ زمین پر گرا تب رستم پیلتن اس کے سینہ پر بیٹھا اور بستان نرم معلوم کر کے سمجھا کہ یہ عورت ہے تب گود میں اٹھا کر لائے اور امیر کے پاس پھرا دیا۔ امیر نے فرمایا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ قیمار خاوری کی بہن ہوں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اسے پیلتن کی والدہ کے پاس بھیجو۔

القصہ رستم پیلتن پھر میدان میں آئے اور پکارے کہ اے کافرو تم عجب بے شرم ہو کہ عورتوں کو لڑانے کے لیے بھیجتے ہو اور آپ کھڑے ہو کر تماشہ دیکھتے ہو اگر کوئی مرد ہے تو میدان میں آئے تب قیمار خاوری کا باپ میدان میں آیا اور گرز نکال کر کہا کہ اے عرب زادے تو میری دختر کو آسانی سے لے گیا اب کہاں جائے گا۔

یہ کہہ کر عالم شاہ پر گرز مارا عالم شاہ نے اس کا ہاتھ معہ گرز کے پکڑ لیا اور ایک مکا اس کی گردن پر ایسا مارا کہ کافر زمین پر گرا۔ عمرو نے دوڑ کر اسے باندھا اور لشکر میں لایا تب ہومان قیمار خاوری کا چھوٹا بھائی میدان میں آیا اور رستم پیلتن نے اسے بھی باندھا۔ تب قیمار خاوری نے کہا کہ امیر نے خوب فرزند رکھا ہے اس نے اسی وقت تین پہلوانوں کو باندھا ہے اگر اسے باندھا جائے گا تو جانیں گے کہ رستم پہلوان تھکان میں تھا آج اس وجہ سے قیمار نے اسے باندھا ہے بہتر ہے کہ وہ اتریں۔ صبح پھر لڑائی ہوگی غرض اس روز دونوں لشکر اترے اور امیر خوشی کے نقارے بجو کر اپنی بارگاہ میں کرسی پر آ بیٹھے اور ان تینوں قیدیوں کو پیش کر کے فرمایا کہ میرے فرزند نے تم کو کیونکر باندھا بولے جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہیں اور شیر شیروں کو۔ امیر نے فرمایا کہ ان کو قید میں امانت رکھنا اور خورشید خاوری کو کہلا بھیجا میں اپنے فرزند سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں تجھے قبول ہے یا نہیں اس نے عرض کی اے جہانگیر! باندی اس کو بجان و دل سے منظور کرتی ہے کیونکہ اگر تمام دنیا میں ڈھونڈوں گی بھی مجھے ایسا بہادر اور دلاور شوہر نہ ملے گا۔ میری زہے قسمت پھر ساعت سعید میں امیر نے خورشید کا نکاح عالم شاہ سے کر دیا اور جشن و عشرت و خوشی و خرمی میں سب نے رات گذاری اور صبح دونوں لشکروں میں جنگ کے نقارے بجے اور مردان دلاور مستعد ہوئے اور قیمار خاوری آٹھ سو من کا گرز اٹھا کر میدان میں آیا اور رستم پیلتن بھی اپنے باپ کے حکم سے میدان میں آیا۔ تب قیمار نے کہا کہ اے عرب زادے اب میرے ہاتھ سے کہاں جائے گا۔

یہ کہہ کر امیر زادے پر گرز چلایا اور ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی اور امیر زادے کے گھوڑے کی کمر پھٹ گئی تب امیر زادے نے بھی پیدل ہو کر قیمار کے گھوڑے کے پاؤں قلم کیے تب دونوں کے عیاروں نے گھوڑے

لاکر حاضر کیے اور دونوں سوار ہوئے اور رستم پیلتن نے ہزار من کا گرز اٹھا کر ایسا مارا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہو جاتا لیکن قیمار کو کچھ نہ ہوا اور ہنسا اور پکار کر کہا کہ اے عرب اسی زور پر مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔ پس چلا جا نہیں تو مارا جائے گا۔ جا کر حمزہ کو بھیج کیونکہ سنا ہے کہ پہلوان جہاں کا دعویٰ رکھتا ہے۔

تب امیر زادے نے اس سے کہا کہ میرے سے برسر نہ آیا پھر میرے باپ کو کیوں بلایا ہے تب گرز اگرز اتنا لڑے کہ آفتاب آسمان پر چھپا اور قیمار نے تلوار اٹھائی اور امیر زادے نے بھی تلوار اٹھائی اور آپس میں اتنا لڑے کہ تلواریں آرے کی مانند ہوئیں۔ آخر شام ہوئی تب تک نہ اسے فتح نہ اسے ظفر۔ پھر دونوں لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں اترے تب امیر نے کہا کہ اے عالم شاہ قیمار کو کیسا پایا۔ عالم شاہ نے کہا کہ اے امیر اگر دنیا میں آپ کے بعد مرد ہے تو قیمار خاوری ہے۔

القصہ ساری رات عیش میں رہے جب فجر ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور قیمار نے آکر میدان میں پکارا کہ کون پہلوان ہے جو میدان میں آئے تب لندھور امیر کی اجازت حاصل کر کے شیر نک پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور قیمار کے سامنے گھوڑا دوڑایا۔ قیمار نے کہا کہ میں تیرے نام کی آواز بہت سنتا ہوں لیکن تیری لڑائی نہیں دیکھی۔ لندھور نے کہا پہلا حملہ تمہارا ہے تب قیمار نے گھوڑا دوڑا کر گرز اٹھا کر لندھور کی ڈھال پر مارا اور لندھور نے سات سو پچاس من کا گرز اٹھا کر قیمار کے سر پر مارا تب لندھور کو قیمار نے کہا اے لندھور تیرے قدموں کے موافق یہ زور نہیں ہے لندھور نے کہا کہ اے قیمار اسی گرز سے سراندیپ کے برج کو بنیاد سے گرایا تھا اب تو یوں بولتا ہے۔

پھر دونوں پہلوان گرز اگرز اتنا لڑے کہ شام ہوئی اور طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اترے اور رات کو آرام کر کے فجر کو میدان میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سو چالیس گز کا لمبا سوار جنگل سے پیدا ہوا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا وہ دونوں فوجوں کے درمیان آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ اے نوشیرواں کوئی پہلوان بھیج تب وہاں سے ایک عادی آیا اس عادی کو سوار نے کمر بند سے پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر مارا کہ عادی کو دوزخ نصیب ہوئی پھر ایک آدمی اور آیا اور وہ بھی وادی جہنم میں گیا پھر تو نوشیرواں کی طرف سے میدان میں کوئی نہ آیا پھر وہ صحرائی سوار لشکر عرب کی طرف متوجہ ہوا تو کہا کہ کوئی مرد ہے تو آئے۔

تب سرکپ امیر کے حکم سے اس کے مقابلہ میں آیا تب سوار نے سرکپ کو گھوڑے پر سے اٹھا کر زمین پر پٹخا اور اس کے سینے پر بیٹھا تب سرکپ نے اس کے سینہ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ تب سرکپ امیر کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے امیر یہ سوار صحرائی بہت سخت ہے اور وہ دوسرے کو بلاتا ہے تب قندر امیر کے حکم سے میدان میں آیا تب سوار نے قندر کو گھوڑے پر سے اٹھا کر کہا کہ جا تجھ کو زمین پر کیا ٹپکوں اور امیر کے فرزندوں میں سے کسی کو بھیج۔ تب قندر نے امیر کے حضور میں آکر عرض کی کہ یا امیر وہ تمہارے فرزندوں میں سے کسی کو بلاتا ہے اور مجھے آپ کے تخم کا اثر نظر آتا ہے امیر نے فرمایا اے قندر اس کی شکل وصورت تیرے سے بہت مشابہ ہے شاید تمہارا فرزند ہوگا۔ قندر نے کہا کہ یا امیر میرا فرزند ہوا تو میں اسی وقت اس کو جان سے مار ڈالوں گا۔

امیر نے فرمایا کس واسطے جان سے مارتا ہے قندر نے کہا کہ اس نے مجھے بے آبرو کیا ہے۔ غرض یہ کہ پھر رستم پیلتن کو میدان میں روانہ کیا اور عالم شاہ کے آتے ہی وہ سوار صحرائی دوڑا اور عالم شاہ نے زور کیا کہ گھوڑے کے گھٹنے ٹکنے لگے آخر دونوں سوار پیادہ ہوئے۔ امیر نے عمرو سے کہا کہ یہ پہلوان بہت سخت ہے میں نعرہ مارتا ہوں عمرو نے ٹوپی ہوا میں پھینکی اور عرب کے سارے لشکر نے موزوں سے روئی نکال کر اپنے گھوڑوں کے کانوں میں ڈال دی۔ تب نعرہ مارا اور عالم شاہ اپنے لشکر میں آئے اور بیٹھنے کے لیے کرسی مقرر کی اور اس کی پہلوانی کی تعریف کی اور جب رات ہوئی

امیر نے اس رات حمزہ کو چک کے نام مجلس آرائی کی اور جشن کیا۔

دوسرے دن دونوں طرف سے پھر لڑائی کا نقارہ بجا اور دونوں لشکر میدان میں آئے تب قیمار نے میدان میں آ کر نعرہ مارا اور کہا اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آؤ۔ تب امیر حمزہ ہتھیار باندھ کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ جبکہ حمزہ قیمار کے برابر آ کھڑے ہوئے۔ تب قیمار نے کہا کہ اے کوتاہ قد کون ہے؟ میں نے حمزہ کو بلایا تھا تب امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں قیمار نے کہا تو نے اس کوتاہ قد پر سے دنیا کو حلقہ بگوش کیا ہے اور اپنی مدد پر کافروں سے فتح دلائی اور دلاتا ہے اور پھر بھی دلائے گا اور حمزہ نے ڈھال عدو ہال کے آگے رکھی اور وار اس کا روکا اور ایک گرز ایسا مارا کہ قیمار کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی اور مر گیا۔

تب قیمار نے چاہا کہ امیر کے گھوڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کرے لیکن حمزہ نے جلدی کی اور اتر کر گھوڑے کو پشت کے نیچے کر لیا اور گرز اٹھا کر ایسا مارا کہ قیمار زانو تک زمین میں گڑ گیا۔ تب وہ بولا کہ اے امیر حمزہ ہزار تحسین تجھ پر ہے کہ ایسی قوت اور بازوؤں کے زور سے تمام عالم کو مطیع کیا ہے یہ کہہ کر تلوار امیر پر چلائی اور امیر نے ڈھال سے اس کی تلوار روکی۔ تب قیمار نے کمند ڈالی۔ امیر نے اس کی کمند چھین لی پھر نیزہ چلایا امیر نے اس کا نیزہ بھی چھین لیا اور پھر آ کر اس کی کمر میں ایسا مارا کہ نیزہ کے پرزے ہوئے اور پھر دونوں پہلوان پیادہ لڑنے لگے۔ تب امیر نے نعرہ مار کر اسے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا اور باندھ کر عمرو کے حوالے کیا اور طبل بازگشت بجوایا ہر چند امیر نے نرمی گرمی سے فرمایا۔ لیکن وہ مطلق نہ مانا تب امیر نے لندھور اور معدی کرب سے فرمایا کہ مارو اس رند کو۔ تب دونوں پہلوانوں نے اس کو گرزوں سے مارا لیکن اس کو کوئی ضرر نہ ہوا۔ تب اس نے کہا کہ اے حمزہ ایک بار گردن مارنے کو فرماتا کہ آسانی سے مروں۔

تب امیر نے انواع و اقسام کی نعمتوں کا خاصہ منگا کر قیمار کو کھلایا پھر اس نے شراب طلب کی امیر نے شراب شیریں منگوا کر اس پر صحیفے حضرت ابراہیم کے پڑھ کر لحن داؤدی سے گانے لگے۔ نوشیرواں نے یہ حال دیکھ کر بختک سے پوچھا کہ اب کیا علاج کرنا چاہیے۔ اس موذی نے کہا کہ اب اجان کو جانا چاہیے اگر حمزہ وہاں آیا تو یہ سمجھو کہ اس کو اس کی قضا لائی ہے۔ تب نوشیرواں نے کافروں سمیت اجان کی طرف کوچ کیا اور منزلیں و مراحل طے کر کے اجان پہنچے۔

جب کیوس نے سنا کہ نوشیرواں بادشاہ ہفت کشور آیا ہے تب استقبال کے لیے خود آ کر تعظیم و تکریم سے اپنے دربار میں لے جا کر تخت پر بٹھا کر اور بہت تسلی دے کر کہا کہ اے بادشاہ ہفت کشور خاطر جمع رکھ۔ اگر وہ عرب یہاں آیا تو ہزار جان سے اس کو مار ڈالوں گا کیونکہ نیزہ زہر آلود کروں گا اور ایسا عرب کے سینہ میں ماروں گا کہ وہ مر جائے گا۔ تب نوشیرواں نادان و بے ایمان نے کہا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی کرے گا اور یہ کہہ کر خاطر جمع سے رہنے لگے اور عیش میں مشغول تھے۔ جب نوشیرواں کی یہ خبر امیر نے سنی تو وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ تو رستم پیلتن نے آ کر عرض کیا۔ یا امیر قیمار کی بہن حاملہ ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے امیر نے فرمایا کہ حاملہ کو سفر میں ہمراہ لے چلنا فقط تکلیف دینا ہے۔ پس اس کو اس کے ماں باپ کے پاس چھوڑو۔ یہ فرما کر آپ معہ قیمار اور لشکر عرب و فوج قندر بساعت سعید اجان کی طرف روانہ ہوئے۔

امیر حمزہ کا اغوا

راویان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب امیر نے خاور سے کوچ کیا اور راہ اجان کی لی اور بعد قطع منازل و مراحل طے کر کے اس سرزمین پر پہنچے۔ جب ایک منزل کے قریب رہا تو وہاں اترے اور دوسرے روز کاؤس کے قلعہ سے چار کوس کے فاصلے پر آنے کا ارادہ کیا کہ یہ خبر کیوس کو پہنچی تو اس نے کہا اے نوشیرواں سوار ہو اور نقارہ لڑائی کا بجوا اور

میدان میں چل کر کھڑا رہ۔ تب نوشیرواں معہ عادیوں کے لڑائی کا نقارہ بجوا کر شہر سے باہر آیا اور میدان میں کھڑا رہا اور امیر بھی معہ لشکر ادھر سے سوار ہو کر آئے۔ گرد اٹھی۔

اور لشکر کا نشان لے کر عمر معدی کرب کہ جس کا قد چون گز لمبا تھا۔ اپنے چوالیس بھائیوں اور چودہ ہزار سوار مسلح و مکمل غرق آہن پیدا ہوا۔ جب کیوس شاہ نے اسے دیکھا تو بولا کہ اے بختک حمزہ یہی ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ حمزہ کے لشکر کا سردار عمر معدی کرب ہے پھر لندھور سات سو ہاتھی داہنی طرف بیٹھنے والا ہے اور جزیرہ سراندیپ کا بادشاہ ہے اس کے بعد بن شہپال شاہ دو چھتر مراقب کے نیچے آیا پھر اس کے بعد کورنگ آیا۔ پھر دو شہزادے یونان کے آئے کیوس نے کہا یہ کون ہیں؟

بختک نے کہا کہ یہ دونوں شہزادے یونان کے ہیں ایک کا نام استفنا نوش اور دوسرے کا نوش ہے۔ اور یہ دونوں فرزند حدیث یونانی ہیں۔ بعد اس کے استفلان بڑی فوج کے آئے۔ پھر شاہ ناصر مصری آیا۔ پھر سات بھائی زابلی کے آئے۔ کیوس اسے پوچھنے کو تھا کہ حلب کے شہزادے آئے ان کے بعد شیر بایک شیروانی آیا کیوس نے کہا یہ کون ہیں بختک نے کہا کہ نوشیرواں کا سپہ سالار ہے اور حمزہ سے ملا ہوا ہے اور نیز یہ نوشیرواں کا شہزادہ ہے پھر مثال مغربی آیا پھر ریحان بلخی پھر خاوری پھر قندری سرشیان طاغی پھر مرکب ترک پھر برہنہ تلسی اور دیوانہ تلسی پھر الجوگزی پھر سعد طوطی پندرہ گز کے قد کا جوان جو ایک من کا طوق گلے میں ڈالے تھا اور اس کے جمال کی تابش سے آفتاب شرمندہ ہوتا تھا۔ کیوس نے پوچھا یہ کون ہے؟ بختک نے کہا یہ حمزہ کا بیٹا ہے پھر قارون کی بہن سمیت رستم پیلتن اور پیل کن آئے۔ اس کے بعد سعد بن عمر بن حمزہ آئے تب تمام لشکر پیادہ ہوا اور سعد بن عمر بن حمزہ کے آگے سر زمین پر رکھا۔

پھر قیمار آیا اور اس کے بعد دور باش کی آواز اور عیاران عمرو آئے۔ کیوس نے پوچھا کہ آواز کیسی ہے؟ بختک نے جواب دیا کہ یہ آواز عیاران کی ہے پھر جناب آب شیخ الاحجاب خواجہ عمرو بن عمیہ نامدار چراغ لشکر اسلام جست مارتے ہوئے نمدے کا کرتہ کاغذ کی ٹوپی رسی سے بندھی ہوئی چن تیر و پیکان بازو سے لگے ہوئے اور بجائے سپر کے ٹوکری پشت کے پیچھے لگی ہوئی شکل مبارک لائق تصویر ناریل کا سر سر کا سی گردن زیرہ سی آنکھیں چھوٹی سی ناک بادام سے کان طباع سا پیٹ رسی سے ہاتھ اور ایسے پاؤں زنبیل اور توبرہ گلے میں پڑا چلا آتا ہے اس کے پیچھے یاران ہزار تازی ترکی گھوڑوں کو ساتھ لیے ہوئے پیادہ آتے ہیں۔ کیوس نے پوچھا کہ یہ پیادہ کون ہیں اور جو آگے ہیں؟ بختک نے کہا یہ تمام عیار ہیں چونکہ ان کا سردار پیادہ ہے اس وجہ سے اس کا لشکر بھی پیادہ ہے۔ اس کے بعد بختک نے کیوس سے کہا سنو قلم پیکر کی آواز آنے لگی۔ کیوس نے کہا وہ کیا چیز ہے کہا یہ حمزہ کا نشان ہے۔ کیوس نے کہا یہ کس نے بنایا ہے بختک نے کہا بزرجمہر نے بنایا ہے۔ تب کیوس نے کہا اے بزرجمہر نشان مجھے بھی بنا دو۔ بزرجمہر نے کہا کہ اگر حمزہ پر فتح پائے گا تو یہی نشان تجھ ملے گا۔ خاطر جمع رکھ۔

اتنے میں وہ نشان دکھائی دینے لگا اور اس کے نیچے آفتاب اہل عرب حمزہ بن عبدالمطلب اور ان کے پیچھے طالب اور حارث و حاشم اور دوسرے بھائی آئے۔ بعد ازاں تیس ہزار ترک و رومی و چینی و زنگی و ہمندی و زرین قبا و زرین پگڑی پہن کر تازی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ تب سارے پہلوانوں نے بلند آواز سے امیر کو دعا دی اور پھر میدان میں صف آراستہ کی اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان کا قصد کرے گا اور اپنا ظاہر کرے گا۔ تب کیوس نے اپنا نیزہ پھرایا اور میدان میں آیا اور نعرہ مار کر کہا کہ تم سے اس واسطے لڑتا ہوں کہ نوشیرواں نے تم سے تنگ آ کر مجھ سے فریاد کی ہے کہ حمزہ مجھے شہر بشہر پھرا رہا ہے۔ تب قیمار نے امیر کے آگے آ کر سر زمین پر رکھا کہ اے امیر جہانگیر اگر حکم ہو تو میں میدان

میں جاؤں اور اس کافر کو ابھی باندھ کر آپ کے سامنے لاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ تب قیمار گھوڑے پر سوار ہو کر کیوس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا۔ کیوس نے کہا اے بوڑھے نامرد تجھے کیا ہوا کہ تو نے حمزہ کی غلامی کا حلقہ پایا ہے اور بادشاہ اور تاجدار نہیں ہیں قیمار نے کہا کہ حمزہ کی مانند کوئی مرد دنیا میں نظر نہیں آتا۔ تب کیوس نے اپنا زہر آلود نیزہ ایسا پھرایا کہ اس کی چمک سے قیمار کی آنکھیں بند ہو گئیں اور نیزہ دکھائی دینے سے رہا تب قیمار نے سپر منہ پر کی اور کیوس نے نیزہ چلایا اور قیمار نے ڈھال کے جھٹکے سے نیزہ روکا۔ مگر قیمار کی ران میں ذرا سا لگا پس لگتے ہی اس کا زخم سوج گیا اور قیمار پھر کر اپنے لشکر میں آیا اور بے ہوش ہوا۔ عمرو نے دوا لگا کر محکم پٹی باندھی اور عمرو خود میدان میں آیا کیوس نے کہا کہ اے نادان دیوانے مسخرے دیکھا تو نے ایسے پہلوان کو ایک ہی نیزہ میں مارا۔ عمرو نے کہا وہ تو اچھا ہے اسے کیا ڈر ہے۔ کیوس نے کہا اے نادان دیوانے تو جانتا ہے ابھی دیکھنا کیا تندرست ہوتا ہے تب عمرو نے کہا اگر مرد ہے تو مجھے مار۔ یہ کہہ کر آپ نے بھی گوپھن عیاری نکالی اور کیوس نے نیزہ ہلایا اور عمرو پر آیا اور ادھر سے عمرو نے گوپھن کا پتھر چلایا اور کیوس کے گلے کی رگ میں تاک کر ایسا مارا کہ کیوس کی آنکھیں پھرنے لگیں اور دیوانہ ہوا دوسرا پتھر مارا کہ اس کے ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا پس عمرو نے دوڑ کر وہ نیزہ اٹھا لیا کیوس پکارا کہ اے عیار میری جنگ تجھ سے نہیں ہے تو میرا نیزہ دے اس کے جواب میں عمرو نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ آئے وہ تو کیا تیرا باپ بھی نہیں لے سکتا۔ پس اسی ردوبدل میں رات ہوئی اور لشکر اترے اور عمرو وہ نیزہ لے کر امیر کی خدمت میں آئے اور امیر کو دکھایا۔ امیر نے فرمایا کہ اس نیزہ کا زہر دور کرو اور سعد یمانی کو دو کہ وہ بھی نیزہ لے کر جائے تب ایک قاصد نے خدمت میں آ کر عرض کی اے بادشاہ عورت کا آنا تجھے مبارک ہو تو نوشیرواں نے پوچھا کہ کس کی عورت ہے قاصد نے کہا کہ بادشاہ مور کی یہ ایک بیٹی ارزاں انگیز نام ہے پس اس بیٹی کو شاہ موراں نے ہزار کنیز پری پیکر اور ہزار غلام مرتاں اور بہت سے خواجے ساتھ دے کر آپ کے واسطے بھیجا ہے تب نوشیرواں نے کہا وہ کب پہنچے گی قاصد نے کہا کہ یہاں سے چار کوس کے فاصلہ پر اتری ہے۔ پس بادشاہ نے بزرجمہر کو بہت تحفے دے کر بھیجا اور بزرجمہر استقبال کر کے لائے اور بادشاہ کے دولت خانہ میں لیجا کر بیٹھایا اور نوشیرواں اس کا جمال دیکھ کر خوش ہوا حاصل کلام ارزاں انگیز نے حمزہ کی جوانمردی اور حسن وخوبصورتی کی تعریف سنی تو غائبانہ عاشق ہوئی وہ نوشیرواں کے گھر میں یہ بات ڈھونڈ رہی تھی کہ موقعہ ملے تو باہر جاؤں اور امیر کی خدمت میں پہنچوں۔ غرض ایک رات موقعہ پا کر چوروں کے کپڑے پہنے اور گھوڑے پر سوار ہو کر امیر کے لشکر کی طرف گئی اور تلاش کرتے کرتے امیر کے دولت خانہ پر پہنچ کر خیمہ کی ایک میخ کو اکھاڑ کر اندر آئی اور امیر کو خواب استراحت میں پایا تب دل میں کہا کہ اس عرب کو اگر میں اس وقت جگاؤں گی اور اپنے عشق کا حال ظاہر کروں گی تو نہ معلوم کہ وہ مجھے قبول کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو قید کر کے اس کے لشکر سے باہر لے جا کر اس کو قبضہ میں کروں تب میری مراد پوری ہو یہ تدبیر دل میں کر کے سات مثقال دوا بے ہوشی کی نکالی اور امیر کے نتھنوں کے آگے رکھی۔ جب امیر نے دم اوپر کیا تو اس دوا کی تاثیر دماغ میں پہنچی اور چھینک مار کر بے ہوش ہوئے۔ تب ارزاں انگیز نے امیر کو جکڑ کر خیمہ سے باہر کیا اور جنگل کی راہ لی اور وہاں ایک غار تلاش کر کے اس غار میں لا کر چراغ جلایا اور امیر کو کھولا اور روغن بادام اور سرکہ امیر کی ناک میں ڈالا اور امیر کو چھینک آئی اور ہوشیار ہوئے اور اپنے آپ کو غار میں پایا اور اس بدکار سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے اپنے عشق کا قصہ بیان کیا امیر نے کہا کہ اول تو نوشیرواں کی بیوی ہے اور میں اس کا بیٹا کہلاتا ہوں اور دوسرے نوشیرواں میرا سسر ہے اور اس کی عورت میری ساس ہے اور تم اس کی جگہ ہو میں تم سے کیونکر صحبت کر سکتا ہوں۔ امیر نے ہر چند ایسی باتیں کیں لیکن اس نے نہ مانا اور کہا کہ اگر تو مجھ سے صحبت نہ کرے تو میں تجھے مار ڈالوں

گی۔امیر نے کہا کہ جو حکم خدا کا ہے سو میں اس پر راضی ہوں جو خدا نے چاہا اور جو چاہے گا لیکن یہ کام میں ہرگز نہ کروں گا۔غرض اسی تکرار میں صبح ہوئی اور ارزاں انگیز امیر کو وہاں چھوڑ کر آپ سوار ہو کر اپنے دولت خانہ کو آئی اور ادھر جب صبح ہوئی تو امیر کے لشکر میں مقبل امیر کے خیمہ میں گیا اور امیر کو نہ پایا تو ہر طرف تلاش کرنے لگا امیر کا پتہ کہیں نہ لگا۔رفتہ رفتہ یہ خبر کافروں کو لگی کہ حمزہ کو کوئی ڈیرے میں سے لے گیا ہے تو سب متعجب ہوئے اور کیوس نے کہا کہ میرے ڈر سے بھاگ گیا ہے کہ میں نیزہ زہر آلود رکھتا ہوں۔یہ کہہ کر طبل جنگ بجوایا اور میدان میں آیا اور عرب کے لشکر نے رستم پیلتن کو بجائے امیر کے کھڑا کیا اور لندھور نے میدان میں جانے کی اجازت لی اور میدان میں آیا کیوس نے اسے زخمی کیا پھر سرکپ ترک میدان میں آیا۔کیوس نے اسے بھی زخمی کیا۔تب رات ہوئی اور دونوں لشکر اترے تو ارزاں انگیز بھی اپنے گھر سے نکل کر غار میں گئی اور امیر سے کہا کہ اے عرب آج کیوس نے تیرے تین پہلوان زخمی کیے ہیں۔امیر نے یہ سن کر سانپ کی مانند پیچ و تاب کھائے اور زور کر کے کمند کو توڑنا چاہا لیکن نہ ٹوٹ سکی اور وہ نابکار اپنے مطلب کی باتیں کرتی رہی اور انہوں نے قبول نہ کیا تب صبح ہوئی تو ارزاں انگیز نکل کر اپنے محل میں پہنچی اور امیر کو غار میں چھوڑا اور فجر ہوتے ہی لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور کیوس نے میدان میں آ کر پکارا کہ اے عربوں کے سردار لڑنے والوں تم میں سے جس کو مرنے کی آرزو ہے وہ میدان میں آئے۔تب مرد افگن زابلی میدان میں آیا۔کیوس نے اس پر نیزہ چلایا اور اسے بھی زخمی کیا اور جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اترے اور عمرو امیر کی تلاش میں پھرتا تھا اور ان کا کہیں پتہ نہ لگتا تھا اور لشکر کفار بہت خوش تھا عمرو کئی بار اس غار کے آس پاس پھرا مگر امیر کو نہ دیکھتا تھا۔

غرض اس رات ارزاں انگیز آئی اور یاروں کے زخمی ہونے کی خبر دی امیر نے صبر کیا اور کہا اے نادان مجھے یہاں قید رکھنے سے کیا فائدہ ہے مجھے چھوڑ کہ میں اپنے یاروں کے پاس جاؤں اور اس زہر آلود نیزہ سے انہیں ختم کروں۔ارزاں انگیز نے کہا کہ جب میری بات مانے گا تب چھوڑوں گی۔امیر نے فرمایا اے عورت تو میری ماں کی جگہ ہے یہ بری باتیں اور بدخیال چھوڑ دے کہ میں تیری یہ بات نہ مانوں گا۔جب رات آخر ہوئی تو یہ امیر کو چھوڑ کر محل میں گئی، اور صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے تب کیوس نے لڑنے کے لیے بہادر طلب کیا تب سعد یمانی مقابل آیا۔پس کیوس نے موقعہ پا کر سعد کو بھی زخمی کیا اور اس عرصہ میں رات ہوئی دونوں لشکر اترے اور ارزاں انگیز بھی امیر کے پاس آئی اور سعد کا حال بھی ظاہر کیا اور عمر معدی کرب بھی پھرتے پھرتے وہاں جا نکلا اور تمام باتیں سنیں اور غار کے اندر جا کر امیر کو دیکھا اور اسی وقت غار سے نکلا اور بولا اے امیر اس عورت کے مارنے کا حکم دو۔امیر نے فرمایا کہ یہ نوشیرواں کی عورت ہے اسے نہ مارنا چاہیے اور دوسرے یہ کہ عورت کو مارنا مناسب نہیں۔تب معدی کرب چپ ہو رہے اور امیر کے پاس جا کر کہنا چاہا کہ کمند کے بند کھولے مگر امیر نے آپ ہی نعرہ مار کر کمند توڑی عمر نے کہا کہ اب تک کمند کیوں نہ ٹوٹی تھی۔امیر نے فرمایا کہ میں ہر چند زور کرتا تھا لیکن یہ نہ ٹوٹتی تھی۔القصہ امیر اس غار سے باہر آئے۔عمر جلدی سے دوڑتے ہوئے گئے اور یاروں کو خوشخبری سنائی اور امیر کا تمام لشکر خوش ہوا اور عمرو ہتھیار اور گھوڑا پاس لایا۔امیر نے ہتھیار باندھے اور پہلوانان عرب آ کر امیر کے پاؤں پر گرے اور امیر نے ہر کو گلے لگایا اور گھوڑا پھرا کر کیوس کے مقابل آ کھڑے ہوئے تب کیوس نے پوچھا کہ عرب میرے ڈر سے کہاں جا چھپا تھا؟ امیر نے فرمایا بکواس مت کرو جو نشان مردمی کا رکھتا ہے وہ لا۔کیوس نے امیر کے سینہ پر نیزہ چلایا۔

امیر نے چستی سے اس کا نیزہ درمیان سے پکڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور نیزہ کی نوک دور کر کے کہا اے

کیوس تو اب تک نیزہ چلانا بھی نہیں جانتا مجھ سے سیکھ یہ کہہ کر وہ لکڑی نیزہ کی ایسی پھرائی کہ اس کی چمک سے کیوس کی آنکھیں بند ہوئیں اور امیر نے بھی لکڑی پھیر کر کیوس کی گردن پر ایسی ماری کہ مرغ نیم بسمل کی طرح کیوس زمین پر گرا اور امیر اشقر سے اتر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور اسے باندھ کر یاروں کے حوالہ کیا۔ نوشیرواں یہ خبر سن کر گیلان کو بھاگا اور جب گیلان کے قریب پہنچا تو گنجان شاہ گیلان نے نوشیرواں کی آمد کی خبر سن کر استقبال کیا۔ روایت ہے کہ گنجان شاہ کی ایک بیٹی نہایت خوبصورت اور صاحب جمال تھی۔ جس کی جوانمردی اور نیزہ اور تلوار مارنے میں کوئی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اب دو کلمے داستان امیر کے سنیے جب کیوس کو باندھا اور طبل بازگشت آسائش کا بجوا کر اپنے لشکر کو واپس آئے اور کیوس کو بلوا کر فرمایا کہ میں نے تجھے کیسا باندھا۔ کیوس نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو اور بہادر بہادروں کو۔ تب امیر نے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے کیوس نے صدق دل سے معافی مانگی۔ امیر نے اس کے بند کھولے اور خلعت پہنایا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور عمرو نے اس کے کان میں غلامی کا حلقہ ڈالا پھر کھانا منگوایا اس وقت کیوس دست بدستہ ہو کر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا امیر آپ اجان چلیں تا کہ خدمت گزاری کا شرف حاصل کروں۔ امیر نے قبول کیا اور اجان میں آئے۔

نوشیرواں کی دربدری

جب امیر مدت تک اجان میں رہے تو عمرو سے پوچھا کہ کچھ خبر ہے کہ نوشیرواں کہاں ہے کہا کہ ہاں! میں سنتا ہوں کہ گیلان کو گیا ہے تب امیر نے فرمایا کہ اجان سے کوچ کرو۔ غرض بعد قطع منازل و مراحل طے کر کے گیلان کی سرحد میں پہنچے اور چار کوس پر اترے جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی لشکر سمیت شہر سے باہر آئے اور طبل جنگ بجوایا اور نقیب پکارے کہ کون بہادر میدان کا قصد کرتا ہے اور کون دلاور باپ دادا کا نام روشن کرتا ہے؟ اتنے میں پردہ غیب سے یکایک گرد اٹھی اور اس میں سے ایک سوار ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے پیدا ہوا میدان میں کھڑا ہو کر سپاہ عرب سے ایک پہلوان طلب کیا تب شیر بایک نوشیروانی امیر کے آگے آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ تب وہ میدان میں آ کر حریف کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پس سوار غیبی نے قدم آگے بڑھایا اور میدان میں آ کر نیزہ پھرایا اور شیر بایک کی کمر میں ایسا مارا وہ زمین پر گرا۔ اس سوار نے دونوں ہاتھوں سے تاترک کی کمر پکڑ کر کھینچا اور زمین سے اٹھایا اور زمین پر مارا اور کہا کہ جاؤ دوسرے کو بھیجو تب واپس آیا اور کیوس شیروانی میدان میں آیا اس سوار نے اسے بھی گرایا اور دیکھا کہ رات ہونے والی ہے تب اس نے گھوڑے کی باگ پھیری اور جنگل کی راہ لی۔ امیر نے کہا کہ میں اس سوار کا پیچھا کرتا ہوں اور خبر لاتا ہوں۔ غرض کہ امیر نے معہ عمرو اس سوار کا پیچھا کیا تو اس سوار نے دونوں لشکروں کو پھر کر دیکھا اور اپنے باغ میں گیا وہ باغ بے نظیر تھا اور اس میں بلند محل اور حوض پر آب تھے وہ سوار اس حوض کے پاس کھڑا ہوا تو محل سے باندیاں اور خوجے دوڑے اور اس سوار کے آگے سر زمین پر رکھا امیر نے جب دور سے یہ حال دیکھا تو عمرو سے کہا کہ یہ سوار عورت معلوم ہوتی ہے عمرو نے کہا کہ میں نے میدان ہی میں سمجھ لیا تھا کہ یہ عورت ہے القصہ اس عورت نے دور سے امیر کو دیکھ کر ایک خوجے کو بھیجا کہ جا کر خبر لاؤ کہ وہ سوار کون ہے تب وہ خواجہ آیا اور امیر کو سلام کیا اور کہا اے گیلان سوار بادشاہ ماژندران کی بیٹی جس کا نام گیلی سوار ہے تم کو پوچھتی ہے کہ تم کون ہو؟ اور اپنا نام و پتہ بتاؤ۔

امیر نے فرمایا کہ میرا نام حمزہ بن عبدالمطلب ہے اور یہ عمرو میرا عیار ہے خواجہ نے حمزہ کا نام سنا اور جلدی سے دوڑا اور گیلی سوار سے حقیقت بیان کی۔ تب گیلی سوار نے ہتھیار کھولے اور عورتوں کے کپڑے پہنے اور امیر کا استقبال کیا اور

آداب بجالائی اور بہت ہی تکریم سے لاکر بٹھایا پھر کھانا منگوایا اور تناول کیا اور شراب کا دور شروع ہوا۔ جب کئی ایک دور چل چکے تو گیلی سوار مست ہوئی اور امیر کے زانو پر آ بیٹھی اور اپنی رغبت دکھائی۔ تب امیر نے عمرو سے کہا کہ نکاح پڑھو عمرو نے بموجب حکم کے امیر سے عقد پڑھا۔ تب گنجال شاہ سوار لے کر آیا اور آ کر محل کے پاس کھڑا رہا اور گیلی سوار کو خبر کی۔ گیلی سوار نے حمزہ سے کہا کہ میرا باپ ہے اگر حکم ہو تو باہر جاؤں اور اس کا سر تن سے اتار کر لاؤں۔ امیر نے کہا وہ آخر تیرا باپ ہے تجھے اس کا سر کاٹنا مناسب نہیں۔ یہ فرما کر امیر اٹھے اور آپ بالا خانہ سے نیچے اترے۔ جب گنجال شاہ نے امیر کو دیکھا تو پکارا کہ اے عرب تیرا دماغ یہاں تک پہنچا ہے کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کو بازو کے زور سے اپنے نکاح میں لاتا ہے۔ میں کوئی نوشیرواں ہوں کہ اس بات کا تحمل کروں گا۔ یہ کہہ کر امیر پر تلوار چلائی امیر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی گردن میں کمان ایسی ماری کہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا۔ اور امیر کود کر اس کے سینے پر بیٹھے اور کہا کہ کہو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے گنجال شاہ نے اقرار کیا۔ یہ خبر ارزاں انگیز نے سنی کہ امیر گیلی سوار کے ساتھ عیش میں ہے تب وہ مکارہ رات کو اٹھی اور گھر سے ہتھیار باندھ کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر گیلی سوار کے محل کے پاس پہنچی اور گھوڑے پر سے اتر کر محل کے اندر گئی اور دیکھا کہ امیر اور گیلی سوار مل کر سوئے ہیں۔ تب اس نے جل کر دل میں کہا کہ دیکھو عرب مجھے قبول نہ کر کے اس کے ساتھ سوتا ہے اب میں بھی ایسا کام کرتی ہوں کہ ان دونوں کو دونوں جہانوں سے اٹھاتی ہوں۔ پس یہ عہد کر کے کمان ہاتھ میں لی اور تیر کو چلے میں لگا کر چاہا کہ تیر مارے تب خدا کے حکم سے کمان کا چلہ ٹوٹ گیا اور تیر زمین پر گرا۔ غرض کہ کمان کے ٹوٹنے کی آواز گیلی سوار نے سنی تو ہوشیار ہوئی اور ارزاں انگیز کو دیکھا پس امیر کو نہ جگایا اور آپ آہستہ سے اٹھی اور ڈھال تلوار میں لی ارزاں انگیز نے جب اسے دیکھا تو بالا خانہ سے نیچے اتر کر جنگل کی راہ لی اور گیلی سوار نے بھی گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر سوار ہو کر اس کا پیچھا کیا اور اس وقت امیر بھی ہوشیار ہوئے اور اپنی عورت کو دیکھا کہ ایک سوار کا پیچھا کیے چلی جاتی ہے تب امیر بھی اشقر پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چلے۔ جب ارزاں انگیز کچھ فاصلے پر گئی تو گھوڑے کو پھرا کر گیلی سوار کو پکارا کہ شوخ و گیسو بریدہ امیر کے ڈر سے میں تجھے یہاں لائی ہوں اب میرے ہاتھ سے تو جان کہاں لے جائیگی؟ کب روا ہے کہ میں اس فراق میں جلتی ہوں اور تو اس کے ساتھ عیش کرتی رہے۔

یہ کہہ کر گیلی سوار پر حملہ کیا۔ امیر نے دیکھا کہ یہ دونوں آپس میں لڑتی ہیں تب امیر دور کھڑے ہوئے تماشہ دیکھتے رہے جب یہ دونوں جنگ میں تھیں تو ارزاں انگیز نے گیلی سوار پر تلوار چلائی گیلی نے یہ تلوار ڈھال کے جھٹکے سے روکی اور قابو پا کر ارزاں انگیز کی کمر پکڑ کر اور اوپر اٹھا کر زمین پر ایسا مارا کہ ارزاں انگیز جہنم کو گئی۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا تو گیلی سوار کو پکارا کہ محل چلو۔ تب اپنے محل میں تشریف لائے کہا بد بخت کو کیوں مارا کہ یہ نوشیرواں کی عورت تھی اس کو تھوڑی سزا دے کر چھوڑ دینا چاہیے تھا جان سے ہلاک کرنا مناسب نہ تھا۔ جب فجر ہوئی تو یہاں نوشیرواں نے اپنی عورت کو پلنگ پر نہ دیکھا تو حکم دیا کہ دوڑو اور ڈھونڈو۔ پس ہرکارے اور عیار دوڑے اور ڈھونڈتے ہوئے گیلی سوار کے محل کے نیچے آئے اور ارزاں انگیز کو مردہ پایا اور اٹھا کر نوشیرواں کے پاس لائے اور کہا کہ گیلی سوار کے محل کے نیچے مری پڑی تھی۔ تب بادشاہ نے دل میں کہا کہ یہ بدکار بے شک حمزہ کے پاس گئی ہوگی تو حمزہ نے اسے مارا ہوگا۔ تب شرمندہ ہوا اور یقین کیا کہ یہ کام یہاں تک ابتر ہوا ہے کہ میری عورت دوسرے کی عاشق ہو کر مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر باہر نکل گئی اس سے میرا منہ ایسا کالا ہوا ہے کہ کسی کو دکھا نہیں سکتا پس اسی وقت اپنے غلاموں کو بلا کر کہا کہ تم میرے ساتھی ہو یا نہیں کہ کچھ دن سوداگری کرنا چاہتا اور بادشاہی کو چھوڑ دیتا ہوں تب تمام غلاموں نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ جو حکم

ہو۔ پس آدھی رات کو اٹھ کر مال واسباب اور یاقوت ومروارید اور ہر قسم کے جواہر لے کر غلاموں سمیت گیلی سوار کے شہر سے باہر نکلا اور چین کی راہ لی۔ جب چوکیداروں نے نوشیرواں کو رخصت پرواز دیکھا تو شور وغل مچایا۔ تب تمام امیر وزیر اور اسی کے ساتھ کے بادشاہ جمع ہوئے اور آپس میں کچھ کہنے لگے۔ ہرمز اور بختک نے کہا کہ حمزہ اور عمرو بادشاہ کو لے گئے ہوں گے۔

تب بزرجمہر نے کہا کہ بھلا نوشیرواں کو عمرو لے گیا لیکن یہ کہو کہ اتنے ہزار غلام اور اتنا مال واسباب کون لے گیا؟ تب ہرمز اور بختک چپ ہو رہے پھر ہرمز نے بختک سے کہا کہ بادشاہ اپنی عورت کی شرمندگی کی وجہ سے ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ تب تمام امیروں اور وزیروں نے مل کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا اور آپ نوشیرواں کو تلاش کرنے لگے مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ نوشیرواں جو سوداگری کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ قضائے کار خطا وختن کے راستہ میں بہرام نام کا ڈاکو چوری اور رہزنی کرتا تھا اور بہرام آپ بھی سخت پہلوان تھا۔ اس نے سنا کہ ایک قافلہ آ رہا ہے پس وہ وہیں کھڑا رہا۔ جب نوشیرواں نے سنا کہ آگے چور ہیں تب پیچھے ہٹا اور وہاں اترا۔ جب رات ہوئی تو بہرام نے ڈاکہ ڈالا نوشیرواں کو زندہ پکڑا اور تمام مال واسباب لوٹ لیا اور کئی مارے گئے اور کئی پکڑے گئے باقی بھاگ گئے نوشیرواں کو باندھ کر اپنے ہمراہ لے گیا کئی ایک روز بعد نوشیرواں سے بہرام نے پوچھا کہ اے بوڑھے تو کون سی سوداگری کرتا ہے۔

نوشیرواں نے کہا کہ میں قباد شہریار کا بیٹا ہوں یہ کہہ کر اپنی حقیقت کما حقہ بیان کی۔ بہرام نے کہا۔ اے بوڑھے گدھے کیوں جھوٹ بولتا ہے اور بادشاہ کو بدنام کرتا ہے۔ جا میرے سامنے سے دور ہو۔ تب نوشیرواں وہاں سے بے سروسامان فقیروں کی طرح نکل کر روانہ ہوا اور خطا کی راہ لی اور چند روز کے بعد شہر خطا میں پہنچا اور خطا کے بازار میں ایک جگہ رہائش اختیار کی۔ ایک روز ایک شخص نے نوشیرواں سے پوچھا کہ اے فقیر تو کون ہے اور کون سی سوداگری کرتا تھا۔ جواب دیا کہ میرا نام نوشیرواں ہے اور مجھے اس چرخ بیداد نے گردش میں لا کر خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ خطا میں پھیلی کہ ایک بوڑھا اس شکل کا آیا ہے جو کہتا ہے کہ میں نوشیرواں ہوں تب خطا کا بادشاہ نوشیرواں کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہا اے فقیر تو نوشیراں کا نام کیوں بدنام کرتا ہے؟ اگر پھر ایسا کہے گا تو شہر سے نکال دوں گا۔ نوشیرواں یہ سن کر دربار سے باہر آیا اور ایک بھٹیارے کے ہاں گیا اور خدمت گار رہنے کی آرزو کی بھٹیارے نے کہا کہ اے بوڑھے تو کون ہے؟ تب اس نے کہا کہ میں نوشیرواں ہوں بھٹیارے نے سن کر کہا کہ اے بوڑھے گدھے تو نوشیرواں کا نام کیوں بدنام کرتا ہے۔ دور ہو۔ نوشیرواں نے خطا سے نکل کر ختن کی راہ لی اور شہر ختن میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تب ان لوگوں سے بھی کہ میں نوشیرواں ہوں جب یہ خبر ختن کے بادشاہ کو پہنچی کہ اس شہر میں اس شکل کا ایک بوڑھا آیا ہے اور وہ اپنے آپ کو نوشیرواں کہہ کر بادشاہ ہفت کشور کو بدنام کرتا ہے یہ سن کر بادشاہ نے کہا ایسے شخص کو شہر سے نکال دو۔ تب نوشیرواں وہاں سے بھی نکلا اور آتش کدہ نمرود میں آیا۔ نوشیرواں کے غلام لکڑہاروں کے ساتھ لکڑیاں لایا کرتے تھے اور ان کو کھانے کیلئے روٹی ملتی تھی وہ آگ ہمیشہ جلا کرتی تھی اور کبھی نہ بجھتی تھی۔ پس نوشیرواں اپنے غلاموں کے پاس آیا اور کسی غلام نے ان کو نہ پہچانا تب اس نے کہا کہ میں نوشیرواں ہوں اور مجھے گردش فلک نے اس حال کو پہنچایا۔ جب غلاموں نے یہ سنا تو مار مار کر منہ لال کر دیا۔ غرض نوشیرواں اس کے بعد کبھی زبان پر اپنا نام نہ لایا اور فقیروں میں رہنے لگا جب کئی روز گزارے تو وہاں کے خادموں نے کہا کہ اے بوڑھے یہاں تین روز تک کھانا خیرات ملتا ہے اور بعد تین روز کے سوا لکڑیاں لانے والے کسی کو کھانا نہیں ملتا۔ تو بھی جا کر لکڑیاں لایا کر اور لکڑیاں لانے والے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح اکٹھا کھانا کھایا اور جو کچھ جھوٹا پڑا رہتا وہ کھا لینا۔ اسی طرح وہاں کئی روز

گذرے اور ہر روز اپنی طاقت کے موافق لکڑیاں کاٹ کر اٹھالاتا اور اسی کے مطابق آتش کدہ کے خادم اس کو کھانا دیتے جس سے نوشیرواں کا پیٹ نہ بھرتا مگر صبر کر لیتا۔ پس ایک مدت یونہی گذری لیکن ہرمز کو نوشیرواں کی خبر نہ ملی کہ وہ کہاں ہے۔ بزرجمہر نے کہا کہ ختن کی طرف ہے۔ ہرمز نے کہا کہ کوئی وہاں جا کر بادشاہ کی خبر لائے جو نہایت مناسب ہے پس بزرجمہر نے کہا کہ اگر حمزہ جائے تو خبر کیا خود نوشیرواں کو لے آئے گا اور تخت پر بٹھائے گا اور اگر ایسا نہ ہوگا تو نوشیرواں تمام عمر سرگردان ہو کر مر جائے گا ہرمز نے اپنی ماں زرینہ کفش کی طرف سے امیر کو لکھا کہ

''اے فرزند امیر حمزہ معلوم ہو کہ ایک سال کی مدت گذری ہے کہ نوشیرواں غائب ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے کہ کہاں ہے اور بزرجمہر ایسا کہتے ہیں کہ اگر حمزہ جائے گا تو بادشاہ کو لا کر تخت پر بٹھائے گا نہیں تو بادشاہ کو مرا ہوا جانو۔''

جب یہ نامہ مرقوم ہوا تو امیر کو پہنچایا اور امیر نے نامہ لیا اور لفافہ کھول کر پڑھا اور کہا کہ اے عمرو جاؤ بزرجمہر سے پوچھو کہ کس طرف کو جاؤں جو بادشاہ کو لاؤں۔ عمرو بزرجمہر کے خدمت میں گئے اور پوچھا تو بزرجمہر نے کہا کہ اگر حمزہ تن تنہا پیادہ خطا و ختن کا سفر کرے گا تو وہ بادشاہ کو پائے گا اور اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو خدا جانے اس کا حال کیا ہوگا؟ عمرو نے آ کر بزرجمہر کا تمام حال بیان کیا۔ امیر نے ساعت سعید دیکھ کر ہتھیار کمر سے باندھے اور یاروں سے وداع ہو کر روانہ ہوئے۔

امیر حمزہ نوشیرواں کی تلاش میں

جب امیر اپنے یاروں سے رخصت ہو کر باہر آئے اور خطا و ختن کی راہ لی اور رات دن چلے جاتے تھے تو نوشیرواں کی خبر پوچھتے تھے تب ایک مرد نے کہا کہ ایک سوداگر بہت مال و اسباب لے کر اس راہ سے جاتا تھا سو بہرام چور نے اسے لوٹ لیا لیکن میں نہیں جانتا کہ چھوڑا یا نہیں چھوڑا۔ جب یہ حقیقت آپ نے سنی تو اس قلعہ کے پیچھے آ کر ایسا نعرہ مارا کہ سارا گاؤں تھرانے اور ہلنے لگا۔ بہرام نے سنا تو ہزار سوار لے کر باہر آیا اور امیر کو اکیلا دیکھ کر گھوڑا میدان میں کودایا اور امیر پر گرز چلایا اور امیر نے ہاتھ کی لکڑی سے اس کا گرز روکا اور لکڑی بہرام کی گردن پر ماری کہ لگتے ہی زمین پر گرا۔ بہرام نے جب حمزہ کا نام سنا تو حیران ہو کر انگلی دانتوں میں پکڑی اور امیر نے کہا کہ میں امیر بن حمزہ عبدالمطلب ہوں۔ امیر نے اپنا اور نوشیرواں کا حال بیان کیا۔ امیر نے کہا اے بہرام تجھے نوشیرواں کی کچھ خبر ہے کہ کس طرف کو گیا ہے۔ سنا ہے کہ خطا میں ہے تب امیر نے رخصت چاہی بہرام نے کہا کہ مجھے یہاں چھوڑے جاتے ہو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے۔ یہ دونوں خطا میں پہنچ کر شہر میں گئے اور نوشیرواں کی تلاش میں پھرتے رہے۔ تب ایک شخص نے کہا کہ جس بوڑھے کے گم ہونے کا پوچھتے ہو وہ یہاں آیا تھا اور بھٹیاری کے ہاں رہتا تھا۔ امیر نے اس بھٹیاری کی دوکان پر پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا اور کھانا مول لیا پھر بھٹیاری سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ کئی روز ہوئے وہ ہمارے یہاں آیا تھا اور ایسی باتیں سن کر ہم نے اسے دور کیا تو وہ ختن کی طرف گیا۔ تب امیر نے ختن کی راہ لی اور منزلیں طے کر کے وہاں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ آتش کدہ نمرود میں گیا ہے۔ امیر اور بہرام آتشکدہ میں پہنچے اور لنگر خانہ میں اترے جب وہاں کے حوالداروں نے دیکھا کہ آدمی آئے ہیں تو کھانا پانی لا کر انہیں دیا۔ امیر و بہرام کھا کر بیٹھے کہ عصر کا وقت ہوا اور تمام لکڑہارے لکڑیاں لے کر آئے ہیں۔ ایک ایک روٹی اور ایک پیالہ سالن کا لیا پھر نوشیرواں بھی تھوڑی سی لکڑیاں لے کر آیا اور لکڑیاں آتش کدہ میں ڈالیں تو ایک غلام نے تھوڑی سی روٹی اور پانی دیا اور کہا کہ اے بوڑھے تو لکڑیاں نہیں لا سکتا تجھے روٹی کیونکر ملے گی۔

پس نوشیرواں نے وہ روٹی اور پانی کھا کر صبر کیا اور ایک گوشے میں بیٹھا۔ امیر یہ حال دیکھ کر بہت روئے اور کہا خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اسے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے خوار کرتا ہے۔ یہ نوشیرواں ہے کہ جس کے آگے زربفت کا فرش بچھایا جاتا تھا سو آج ایک نوالہ کھانے کا محتاج ہے۔ تب امیر نے کہا کہ تم جا کر نوشیرواں کو بلا لاؤ۔ اپنے آپ کو ظاہر مت کرنا اور اسے بھی نوشیرواں کے نام سے نہ پکارنا۔ بلکہ یہ بولو کہ اے بوڑھے میرے ساتھ آ۔ بہرام اٹھ کر نوشیرواں کے پاس گیا اور کہا کہ اے بوڑھے ساتھ کھانے کو چل۔ پس نوشیرواں کو دیکھا تو اٹھ کر امیر نے سلام کیا اور گلے لگایا اور مل کر بہت روئے تب نوشیرواں نے کہا کہ اے جوان تو کیوں روتا ہے اور ایسی غریب نوازی کرتا ہے۔ امیر نے کہا کہ میرا باپ تیری صورت کا ہے اس واسطے روتا ہوں۔ پھر امیر نے اسے برابر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے کھانے کے نوالے بنا کر اس کے منہ میں دیئے۔ نوشیرواں نے کھانا کھایا اور پیٹ بھر گیا تو پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ امیر نے کہا کہ میں سپاہی مرد ہوں اور ہمیشہ مسافری کرتا ہوں لیکن اے بوڑھے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اے جوان اگر میں نام بولوں گا تو تو مجھے اسی وقت اپنے پاس سے دور کرے گا۔ امیر نے قسم کھا کر کہا کہ میں تجھے ہرگز کبھی دور نہ کروں گا۔ بلکہ دس حصے زیادہ غمخواری کروں گا۔ مگر تو سچ سچ کہہ دے۔ تب نوشیرواں نے اپنی حقیقت بیان کی۔ امیر نے کہا کہ اے بادشاہ اپنی بادشاہی سے جدا ہو کر اپنے آپ کو کیوں پریشانی میں ڈالا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ بدبخت عرب کے ظلم سے میں اپنا ملک و مال و تخت و تاج چھوڑ کر سوداگری کر کے گذارا کرنا چاہا تھا لیکن چور نے آ کر یکا یک راہ پکڑ لی اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اب اس پریشانی میں پڑا ہوں۔ تب امیر نے کہا کہ حمزہ نے تیرے اوپر ظلم کیا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ وہ اول میرا مطیع تھا پھر میری لڑکی پر عاشق ہو کر مجھ سے پھرا۔ امیر نے کہا کہ وہ بادشاہی کا ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر تم ہی ہر بار اس کے دشمن ہوئے اس کو رنج دیتے تھے۔ نوشیرواں نے کہا اے جوان سچ ہے کہ جو تو نے کہا مگر حمزہ میری جان کا دشمن نہ تھا اور مجھ سے ملک بھی نہ چھینتا تھا۔ لیکن میرے بادشاہوں اور وزیروں نے اس کے درمیان مخالفت ڈال کر مجھے شہر بہ شہر اور ملک بہ ملک پھراتے رہے۔ امیر نے کہا کہ اگر میں حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالے کروں تو تو اس کو کیا کرے گا اور مجھے کیا انعام دے گا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند وہ دن کہاں کہ اس کی گردن کس کر باندھ کر میرے ہاتھ میں دے گا۔ امیر نے کہا کہ خاطر جمع رکھ میں حمزہ کو پکڑ کر تیرے سپرد کروں گا۔ تب نوشیرواں بولا کہ قسم ہے مجھ کو اگر تو حمزہ کو پکڑ کر مجھے دیگا تو میں تجھے چھوٹی بیٹی مہر افروز دوں گا اور تجھے اپنی دامادی میں قبول کروں گا۔

القصہ امیر نے نوشیرواں سے شرائط کر کے اس کا قول لیا اور نوشیرواں کی ہر طرح سے غم خواری کرنے لگے۔ امیر نے اس خوبی سے سلوک کیا کہ ہر روز بیس یا تیس مرتبہ نوشیرواں کی خاطر داری کی لیکن منافی سے نہ گذرا۔ یعنی اس طرح کہتا تھا کہ افسوس میں مروں گا تو اس عرب کو کون سزا دے گا۔ یہ سن کر امیر نے جواب دیا کہ اے بادشاہ تو خاطر جمع رکھ کہ میں اس عرب کو جلد باندھ کر تیرے حوالے کروں گا۔ غرض جب وہاں تین دن گذارے تو مہمانی موقوف ہوئی۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند یہ سب آدمی میرے ہیں اور مال بھی میرا ہی تصرف ہوتا ہے۔ امیر نے کہا کہ تو اپنے آپ کو ان پر ظاہر کیوں نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اپنا حال ان کے سامنے ظاہر کیا تھا تو انہوں نے میرے منہ پر اتنے طمانچے مارے تھے کہ میرا منہ سوج گیا۔ امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں اس آتش کدہ کے تمام حوالداروں کو مار ڈالتا ہوں اور آتشکدہ کو خراب کرتا ہوں۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ ایسا ہی کرو تب امیر اور بہرام دونوں آتشکدہ کے اندر آئے اور دروازے بند کئے اور کئی آدمیوں کو مارا اور ان لوگوں نے معافی مانگی۔ امیر بولے کہ اے

بدبختو ساری دنیا کا بادشاہ یہاں آیا ہے اور تم نے اس کو کھانا پانی نہ دیا اور اس کی کچھ تکلیف دور نہ کی۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم نے بادشاہ کو نہ پہچانا تھا اب ہمارا قصور معاف کرو۔ بعد اس کے نوشیرواں بڑے دبدبے اور شان وشوکت سے روانہ ہو کر ختن پہنچے۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند اس حرامزادے کو مار اس نے میری بے عزتی کی تھی۔ جب ختن کے بادشاہ نے امیر سے پناہ مانگی اور کہا۔ میں نے پہچانا نہ تھا کہ یہ نوشیرواں ہے یہ گناہ مجھ سے نادانستہ ہوا ہے آپ بخشیں۔ امیر نے فرمایا کہ اے بادشاہ جس حال سے تم آئے تھے۔ یقین ہے کہ کسی نے نہ پہچانا ہوگا اس لیے اطاعت نہ کی ہوگی۔ اب آپ بخشیں تو میں حمزہ کو باندھ کر لاتا ہوں تمہارا جو جی چاہے کرنا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور خطا کی حد میں پہنچے تو خطا کے بادشاہ نے آ کر استقبال کیا اس وقت ہرمز کا تمام لشکر خطا میں پہنچا۔ امیر نے نوشیرواں سے کہا کہ آؤ ہم اور تم مل کر تمہارے لشکر میں چلیں اور دیکھیں کہ تمہیں کوئی پہچانتا ہے یا نہیں۔ غرضیکہ اپنا لشکر وہاں چھوڑا اور نوشیرواں کے لشکر کے بازار میں آئے اور ایک بھٹیارے کی دوکان سے کھانا خریدا اور کھانے کو بیٹھے۔ قضارا مقبل اشقر دیوزاد کو پانی پلانے کے لیے جاتا تھا۔ سو اشقر دیوزاد نے امیر کی بو پائی اور وہیں کھڑا رہا۔ مقبل نے ہر چند اشقر کو چلایا لیکن وہ وہاں سے نہ ہلا اور بہت سی خلقت وہاں تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہوئی۔ اتنے میں عمرو بھی وہاں آیا اور تماشا دیکھا کہ اشقر نے امیر کی بو پائی اس لیے یہاں سے نہیں ہلتا۔ پس عمرو اسی وقت بھٹیاری کے بالا خانہ پر گیا اور دیکھا کہ امیر اور نوشیرواں و بہرام تینوں کھانا کھاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہی پکارا کہ امیر کا آنا مبارک ہو۔ اس وقت نوشیرواں نے عمرو کو پہچانا اور اپنے دل میں معلوم کیا کہ اتنے دنوں تک میرا مددگار حمزہ ہی تھا۔ سو اب تک میرے ساتھ ہے۔ پس بلاشک یہ حمزہ ہے۔ القصہ جب امیر اور عمرو آپس میں ملاقات میں رہے تو نوشیرواں کوٹھے سے دوسری راہ سے اتر کر اپنے لشکر میں جا ملا۔ تمام لشکر میں شور پڑا کہ حمزہ نوشیرواں کو لے آیا ہے۔ پس بادشاہ کو اسی وقت تخت پر بٹھایا گیا اور امیر بھی اپنے لشکر میں تشریف فرما ہوئے اور تمام یاروں دوستوں سے ملاقات کی اور تمام حقیقت نوشیرواں کی بیان کی۔

نوشیرواں کی وعدہ خلافی

جب امیر مسافری سے واپس ہوئے تو یاروں سے کہا کہ میں نے نوشیرواں سے اقرار کیا تھا کہ اپنے آپ کو باندھ کر تیرے حوالے کروں گا۔ پس اے سعد بن عمر اب تم باندھ کر مجھے نوشیرواں کے پاس لے چلو کہ وہ کیا کرتا ہے۔ پس نوشیرواں کے دربار میں جانے کے واسطے امیر نے اپنے آپ کو باندھا اور سعد بن عمر امیر کو لے کر روانہ ہوئے اور لے جا کر نوشیرواں کے دربار میں کھڑا کیا۔ امیر نے کہا کہ میں نے بادشاہ سے شرط کی تھی کہ حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالے کروں گا سو بندہ حاضر ہے جو تیرا جی چاہے کر۔ نوشیرواں نے سر نیچا کیا۔ تب بختک سوچ کر آگے ہوا اور کہا کہ اے بادشاہ تو ایسا قابو نہیں پا سکے گا اب حکم دے کہ اس عرب کی گردن اڑا دیں۔ تب نوشیرواں نے دم نہ مارا اور امیر اپنے دل میں سمجھے کہ بادشاہ بھی میرا دشمن ہے۔ تب زور کیا اور کمند توڑی اور سعد بن عمر کو فرمایا کہ بختک کو ابھی پکڑو اور دوسرے کافروں کو بھی مارو۔ تب سعد بن عمر دوڑے اور بختک کو پکڑا۔ امیر نے فرمایا مار ڈالو۔ جب اسے مارنے لگا تو وہ غلام زادہ بھاگ کر بادشاہ کے گھر میں گیا۔ امیر نے کئی کافروں کو جہنم میں بھیجا اور آپ باہر آئے اور اپنے لشکر میں گئے۔ پس دوسرے روز عمرو سے کہا کہ تم نوشیرواں کے پاس جاؤ اور کہو کہ حمزہ بولتا ہے کہ جو شرط میں نے تم سے کی تھی میں نے اس کو پورا کیا جو شرط تم نے کی تھی وہ بجالاؤ یعنی اپنی بیٹی اب مجھے دے۔ عمرو نے نوشیرواں کے پاس جا کر امیر کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے جواب دیا

کہ اے عزیز تم حمزہ سے بولو کہ جو شرط میں نے کی تھی وہ بجالاؤں گا۔ عمرو وہاں سے پھر آئے اور آ کر امیر سے حال بیان کیا پھر بادشاہ نے امیروں وزیروں اور بادشاہوں کو بلا کر مجلس مقرر کی اور مشورہ کرنے لگے تب بادشاہ نے حاضرین سے ظاہر کیا کہ میں نے امیر سے اقرار کیا تھا کہ اپنی بیٹی تجھے دوں گا سو تمہاری رائے کیا ہے؟

سب کافر مل کر بولے کہ ایک بیٹی دے کر سارے جہاں میں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا۔ اب دوسری بھی دیتا ہے۔ اس زمانے کے بادشاہ تجھے کیا کہیں گے۔ نوشیرواں نے کہا کہ ایک بار وہ میرا داماد ہو چکا ہے اب شرم کیا ہے اور اس زمانہ میں اس سے بہتر داماد کون ہوگا۔ یہ کہہ کر شادی کی مجلس تیار کی اور امیر کو مبارکباد دی اور نیک ساعت میں مہر افروز کا کار خیر شروع کیا۔ ادھر امیر حمزہ نے بھی جشن و عشرت کا شروع کیا اور مبارک و ہمایوں وقت میں نوشیرواں کی بیٹی کا عقد کر کے اپنے گھر میں لائے اور بختک نے چاروں طرف خط لکھ کر روانہ کئے اور خطوط میں یہ مضمون لکھا کہ

''اے بادشاہان و شہزادگان کیا تم خواب غفلت میں ہو کہ حمزہ بازو کے زور سے نوشیرواں کی دو بیٹیاں اپنے نکاح میں لایا اور بادشاہ کا داماد ہوا۔ اگر تم زور کرو گے تو یہ دختر ابھی واپس لے سکتے ہو۔''

پس بختک کی برانگیخت سے تمام کافر بادشاہ صلاح و مشورہ کر کے ہرمز کے پاس آئے۔ ہرمز نے کہا کہ تم سب جو باتیں کہو میں اس پر راضی ہوں۔ کافروں نے مل کر اتفاق سے کہا کہ تو اگر نوشیرواں کو البرز پہاڑ پہ لے جائے تو وہاں سے اتنے عادی پہلوان پیدا ہوں گے کہ حمزہ کو ہتھیاروں سمیت گھوڑے پر سے اٹھا لا دیں گے اور اب بادشاہ کو مدائن بھیج کر تخت پر بٹھاؤ اور تو البرز پہاڑ پر چل اور دیکھ کہ کیسا تماشہ نظر آتا ہے۔ تب ہرمز نے قبول کیا اور نوشیرواں کو بلا کر کہا کہ تمام لشکر تجھ سے پھرا ہے اگر تو حمزہ کے قتل پر کمر باندھے تو بہتر ہے ورنہ تمام لشکر نکل جائے گا اور تمہیں مار ڈالیں گے۔ نوشیرواں نے کہا کہ میں حمزہ کو مارنے میں کوتاہی اور قصور کرتا ہوں مجھ سے اور کیا چاہتے ہو اس نے کہا کہ عرب کا سر چاہتے ہیں۔ آخر بعد مشورہ کے البرز پہاڑ پر جانا مقرر کیا اور تمام بادشاہوں کو بلا کر اپنا ارادہ سنایا اور وہ سب سن کر چپ ہو رہے۔

رستم پیلتن کے بیٹے کی آمد

جب دوسرا روز ہوا تب نوشیرواں نے کوچ کر کے البرز پہاڑ کی راہ لی اور امیر حمزہ کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ تو اگر ہزار جان رکھتا ہوگا مگر البرز پہاڑ پر آ کر ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔ جب امیر کو یہ خط ملا تب کوچ کر کے نوشیرواں کے پیچھے روانہ ہوئے اور منزل و مراحل طے کر کے البرز پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ نوشیرواں کے آنے کی خبر سن کر نوشیرواں کے وزیر اور بادشاہ ہر طرف سے آ کر حاضر ہوئے اور عادی بھی آئے ان عادیوں میں سے ایک کا نام چوب گرداں اور دوسرے کا عادیوں چوب گرداں تھا۔ یہ دونوں پہلوان نامدار اور سخت تھے۔ وہ بادشاہ کے پاس آئے تو نوشیرواں کی طاقت بڑھ گئی۔ پس دوسرے دن نوشیرواں اپنے غلام اور عادیوں کو ہمراہ لے کر باہر آیا اور امیر حمزہ بھی سوار ہو کر ان کافروں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور نقیب پکارے کہ کون بہادر میدان کا قصد کرتا ہے؟ وہ میدان میں آئے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اتنے میں عادی چوب گرداں آیا اور حریف کو بلایا کہ امیر کو خبر کرو۔ امیر کو یہ خبر دی گئی اتنے میں قیمار خاوری کے ملک کا بادشاہ امیر کی خدمت میں آیا اور چوب گرداں سے لڑنے لگا۔ اتنے میں جنگل سے گرد پیدا ہوئی اور اس میں سے ایک سوار نکلا اور دونوں جوانوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ تب قیمار اور چوب گرداں میدان سے پھرے تو اس سوار نے اپنا منہ کافروں کی طرف پھیرا اور کہا کہ اے نوشیرواں کسی پہلوان کو بھیج تب ایک عادی میدان میں آیا اور گرز نکالا اور اس سوار کو مارا اور سوار نے اس کا گرز ڈھال پر روکا اور اپنا ہاتھ عادی کی کمر میں ڈالا

اور خوب مضبوط پکڑ کے زور کیا اور زمین سے اٹھایا اور سر پر اٹھا کر زمین پر ایسا مارا کہ چاروں شانے چت گرا پھر دوسرا عادی آیا وہ بھی پست ہوا۔ پس اس طرح سات عادی مارے گئے پھر رخ اپنا غازی نے عربوں کی طرف پھیرا اور دیکھ کر پکارا کہ تمہارے لشکر میں جو رستم پیلتن ہے وہ میدان میں آئے یہ سن کر رستم پیلتن میدان میں آئے تو وہ سوار دوڑا اور اس کی کمر پکڑی اور رستم پیلتن نے بھی اس کی کمر پکڑی اور آپس میں زور کرنے لگے اور اتنا زور کیا کہ گھوڑے چار زانو ہو گئے۔ تب سوار نے رستم پیلتن کی کمر چھوڑی اور کہا کہ تو جا اور سعد طوتی کو بھیج۔ رستم نے واپس آ کر سعد طوتی کو کہا اور وہ میدان میں آیا۔ سوار صحرائی بھی اس سے زور کرتا رہا لیکن نہ اس کو فتح نہ اس کو ظفر وہ بولا کہ تو بھی جا اور سعد بن عمر کو بھیج دے۔ جب سعد بن عمر واپس آیا تو امیر کی خدمت میں اظہار کیا کہ اے جہانگیر وہ آپ کو بلاتا ہے۔ امیر یہ سن کر تیار ہوئے اور اپنے ہتھیار بدن پر پہنے اور میدان میں آ کر اس کے مقابل کھڑے ہوئے تب وہ سوار آیا اور ایک ہاتھ سے اشقر دیوزاد کا تنگ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے امیر کی کمر پکڑی اور نعرہ مار کر اپنی طرف کھینچا۔ امیر نے بھی نعرہ مارا اور تمام لشکر میں غل پڑا اور کئی ایک مارے دہشت کے مر گئے۔ امیر دوڑے اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر ایسا پھرایا کہ تمام مردان عالم نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور اس کے سینے پر بیٹھے اور خنجر نکال کر ایسا پھرایا کہ اس کے گلے پر چلائیں امیر نے فرمایا کہ اے جوان سچ کہہ تو کون ہے؟ تب اس نے کہا میں رستم پیلتن کا بیٹا ہوں اور شہزادہ ملک لال خفقان پوش ہوں خون زبر خاوری میرا نام ہے۔ امیر نے کہا اگر تو رستم کا بیٹا نہ ہوتا تو میں تجھے اسی وقت مار ڈالتا۔ امیر اٹھے اور اسے گلے لگایا اور عمرو سے کہا کہ یہ رستم پیلتن کا بیٹا ہے، اسے لے جا۔ عمرو نے خوشی سے اپنی ٹوپی پھرائی اور پکارا کہ اے رستم پیلتن تمہارا بیٹا آیا ہے تم کو مبارک ہو۔ اچانک چالیس گز لمبے قد کا ایک سوار جنگل سے آیا اور میدان میں آ کر کھڑا ہوا اور امیر نے قاسم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ سوار کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے۔ قاسم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ وہ سوار بلند قد سپاہ عرب کی طرف پھرا اور پکارا کہ اے ہومان خاوری اگر مرد ہے تو میدان میں آؤ۔ تب ہومان خاوری میدان میں آیا امیر نے قاسم سے کہا کہ تو اس کا نام جان بوجھ کر چھپاتا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیمار خاوری کا بیٹا ہے۔ ہومان مقابل کھڑا ہوا۔ تب اس سوار نے دوڑ کر ہومان کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور گھوڑے پر سے اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا کہ تو جا اور قیمار خاوری کو بھیج۔

ہومان پھرا اور قیمار میدان میں آیا تب وہ سوار دوڑا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچا قیمار نے اس کی کمر بھی پکڑی اور دونوں زور کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں بے حال ہوئے پھر سوار نے قیمار کی کمر چھوڑ کر کہا کہ تم جاؤ اور حمزہ کو بھیجو۔ قیمار پھرا اور امیر کے پاس آیا اور کہا کہ یا امیر وہ آپ کو بلاتا ہے۔ امیر یہ سن کر میدان میں آئے اور اس کے مقابل کھڑے ہوئے۔ اس سوار نے امیر پر حملہ کیا اور امیر کی کمر پکڑی تب امیر نے بھی اس کی کمر پکڑی اور زور سے زین سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ کر پوچھا کہ اے جوان سچ کہہ کہ تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ اس سوار نے کہا کہ میں قیمار خاوری کا بیٹا ہوں اور مجھے قیس بن قیمار کہتے ہیں تب امیر پکارے کہ اے قیمار یہ تیرا بیٹا تجھے مبارک ہو۔ تب قیمار نے کہا کہ اس بے ادب کو مارو کہ اس نے نہایت بے ادبی کی ہے۔ کیونکہ باپ سے لڑنے کو آیا ہے۔ امیر نے کہا یہ بے ادبی نہیں ہے بلکہ یہ پہلوان کا بیٹا ہے جو اپنی پہلوانی جتاتا ہے۔ تب نوشیرواں کی طرف سے چوب گرداں پہلوان میدان میں آیا اور چوب گرداں کے مقابل لندھور بن سعد آیا اور گرز بازی کرنے لگے۔ پھر نیزہ بازی۔ پھر اس کے بعد تلواروں سے لڑتے لڑتے رات ہوگئی اور دونوں لشکر پھرے اور اپنے اپنے مقاموں پر اترے اور اگلے دن دونوں فوجیں میدان میں آئیں اور چوب گرداں بھی نکل کر میدان میں آیا اور پکارا کہ

اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ امیر نے سنتے ہی ہتھیار بدن پر آراستہ کیے اور اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ چوب گرداں نے اپنی چوب پھرائی اور امیر پر چلائی امیر نے اس کی لاٹھی روکی اور دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑی اور چوب گرداں نے اتنا زور کیا کہ اس کا سارا بدن کانپا لیکن لاٹھی نہ چھوڑی پھر امیر نے آہستہ سے اس کی لاٹھی پکڑی اور چھین لی اور پھر آ کر گھوڑے سے نیچے گرایا اور عمرو نے دوڑ کر اسے باندھا۔ جب بہرام چوب گرداں نے یہ حال دیکھا تو فوراً گھوڑے کو میدان میں چلایا اور لاٹھی پھرا کر امیر پر ماری امیر نے اس کی لاٹھی چھین لی اور نہ دی اور پھر آ کر اس کے دونوں شانوں پر ماری کہ وہ بھی گرا اور عمرو نے اسے بھی باندھا پھر طبل بازگشت بجوا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اترے۔ امیر نے فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں کو پیش کرو تب امیر کے حکم سے ان کو حاضر کیا گیا۔ امیر نے فرمایا کہ بولو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے تب ان دونوں نے معافی مانگی۔ امیر نے اپنے ہاتھ سے خلعت فاخرہ مرحمت فرمائی اور قید سے رہا کیا اور سونے کی کرسیوں پر بٹھایا۔ اور عمرو نے امیر کی غلامی کا حلقہ ان کے کانوں میں ڈالا۔ تب دونوں پہلوانوں نے عیار بھیج کر اپنے لشکر کو کہلا بھیجا کہ آدھی رات کو ایک طرف سے نوشیرواں کے لشکر میں ڈاکہ مار کر عرب کے لشکر میں جا ملے۔

فرزند امیر حمزہ شہزادہ بدیع الزمان

جب امیر گیلان سے کوچ کر کے کوہ البرز گئے تو اس وقت گیلی سوار حاملہ تھی اور امیر نے اسے گنجال شاہ کے حوالے کیا تھا اور بڑی تاکید سے گیلی سوار سے کہا کہ حاملہ ہونے کے سبب سے تجھے یہاں چھوڑتے ہیں اور گنجال شاہ سے کہا تھا کہ اس کی اچھی طرح سے حفاظت کرنا اور جب اس کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہو تو اس کی پرورش اچھی طرح کرنا۔ تب گنجال شاہ نے قبول کیا لیکن دل میں بغض رکھتا تھا لیکن چند روز کے بعد اس نے دائیوں اور خدمت گاروں کو تاکید کی کہ اگر گیلی کے بیٹا پیدا ہو تو میرے پاس لے آنا مگر گیلی سوار کو یہ خبر نہ ہو کہ میرا باپ مجھ سے دل میں کینہ رکھتا ہے۔ غرض جب مدت حمل پوری ہوئی تو چودھویں رات کے چاند جیسا لڑکا پیدا ہوا گویا کہ زمین پر ماہتاب اتر آیا جہاں میں یوسف ثانی پیدا ہوا۔ تب گنجال شاہ کے حکم بموجب دائیاں اس بچے کو اٹھا کر گنجال شاہ کے پاس لے گئیں۔ اس نے فرمایا کہ اس کو زمین پر ٹپکو۔ اس وقت وہاں ایک نیک عورت اس کے پاس بیٹھی تھی اس کو اس بچہ پر رحم آیا اور کہا اے بادشاہ اس بچہ کو کیوں مارتا ہے اس نے تیرا کیا گناہ کیا ہے اس کو کہیں رکھ دے۔ تب اس نے ایک صندوق میں رکھ کر مقفل کر کے دریا میں ڈال دیا۔ صندوق دریا میں تیرتا ہوا جا رہا تھا کہ اسماء پری اور قریشیہ سلطانہ آسمان پر اڑتے ہوئے وہاں سے گذریں اور ان کی نظر صندوق پر پڑی تو اسماء پری نے کئی پریوں کو صندوق لانے کے واسطے بھیجا۔ وہ صندوق اٹھا لائیں جب کھول کر دیکھا تو اس میں چاند سے چہرے کا خوبصورت بچہ سوتا ہے جس کی پیشانی پر ایک خال دکھائی دیا۔ پریوں نے کہا کہ یہ خاندان ابراہیم علیہ السلام سے ہے القصہ یہ آپس میں ابھی باتیں ہی کر رہی تھیں کہ اسی وقت خواجہ خضر علیہ السلام وہاں پہنچے۔

خواجہ نے فرمایا کہ اے قریشیہ سلطانہ اور اسماء یہ بچہ امیر کا ہے اسے اچھی طرح سے پرورش کرو اور جب یہ بڑا ہو تو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا اور اس کا نام بدیع الزمان رکھا اور غائب ہوئے۔ تب اسماء پری بدیع الزماں کو لے کر کوہ قاف چلی گئی اور پریوں کے دودھ سے پرورش کرنے لگی۔ یہاں تک کہ بدیع الزماں سات برس کا ہوا تو قریشیہ نے اسے گھوڑے پر سوار ہتھیار باندھنا سکھایا اور دیوؤں کو مارنے کے لیے ہمیشہ اپنے ہمراہ لے جایا کرتی تھی۔ غرض یہ کہ جب امیر زادہ تمام ہنروں میں طاق ہوا تو اس وقت امیر زادے کی عمر دس سال تھی ایک دن بدیع الزماں نے قریشیہ

سلطانہ سے پوچھا کہ میری ماں کا پتہ مجھے بتا کہ کون ہے کہا کہ تیری ماں کا پتہ ہمیں بھی معلوم نہیں۔ کیونکہ ہم نے تجھے ایک صندوق میں بند اور فلاں دریا میں سے بہتا ہوا اٹھا کر لائے تھے اور خواجہ خضر علیہ السلام سے پتہ پانے کی حقیقت ظاہر کی۔ بدیع الزماں نے کہا کہ مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دو۔ پریوں نے تحفے لیے اور بدیع الزماں کی کمر سے پریوں نے ہتھیار جواہر نگار باندھے اور گھوڑے پر سوار کر کے البرز پہاڑ پر لے آئے اور امیر کے بیٹوں کو بتلایا اور سارے پہلوانوں کا حال بیان کیا کہ تم جاؤ اور بھائیوں کے ساتھ رہو کیونکہ تمہارے سب بھائی اور امیر کے سب یار امیر سے لڑ کر ملا کرتے ہیں اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ پس تو بھی جا کر زور آزمائی کر یہ کہہ کر اسے وہیں چھوڑا اور آپ اپنے مقام کو گئیں۔

اب داستان دونوں لشکروں کی سنو کہ کتنے دنوں کے بعد دونوں لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور صفیں آراستہ ہوئیں اور نقیب پکارے کہ کوئی ہے جو میدان میں آئے تب ایک کمسن نوجوان بڑے ٹھاٹھ سے کھڑا ہوا اور دونوں فوجوں کے سپاہی امیر زادہ کے ہتھیار اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوئے امیر زادہ نے اپنا رخ عربوں کے لشکر کی طرف کر کے پکارا کہ اے عزیزوں تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہے وہ میدان میں آئے۔ تب کیوس نیزہ دار امیر کی اجازت لے کر میدان میں آیا اور کھڑا رہا۔ بدیع الزماں نے اس سے پوچھا کہ اے عرب تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے کیوس نیزہ دار کہتے ہیں پس بدیع الزماں نے کہا کہ جو نشان بہادری کا رکھتا ہے وہ لا۔ کیوس نے کہا کہ پیشدستی کرنی ہمارے ہاں طریقہ نہیں۔ بدیع الزماں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی کمر پکڑی اور گھوڑے پر سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر پچھاڑا اور کہا کہ تو جا اور کسی کو بھیج۔ کیوس پھرا اور قیمار امیر سے اجازت لے کر آیا تب بدیع الزماں نے پوچھا کہ اے دراز قد تو کون ہے؟ اس نے نام بتایا تو بدیع الزماں نے اسے بھی زمین پر پٹکایا اور کہا کہ تو جا اور دوسرے کو بھیج تب قیمار پھرا اور لندھور میدان میں آیا۔ بدیع الزماں نے اس کی بھی کمر میں ہاتھ ڈالا اور زور کرنے لگا مگر جنبش نہ ہوئی ناچار ہو کر چھوڑ دیا اور کہا کہ تو جا اور حمزہ کو بھیج یا اس کے فرزندوں میں سے کسی کو بھیج۔ لندھور واپس آیا اور امیر سے کہا کہا امیر تیرے فرزندوں میں سے معلوم ہوتا ہے امیر نے کہا کہ غیب کا حال خدا جانے یہ کہہ کر ملک قاسم خفقان کو بھیجا۔ پس شہزادہ قاسم میدان میں کودا۔ بدیع الزماں نے اس کی کمر پکڑ لی اور قاسم نے اس کی کمر پکڑی اور زور کرنے لگے۔ آخر بدیع الزماں اور قاسم کے زانو زمین پر لگے تو دونوں پیادہ ہوئے اور کشتی لڑنے لگے آخر بدیع الزماں قاسم کو زانو پر لائے اور قاسم نے بھی زور کیا مگر ذرا نہ ہلا سکے تب بدیع الزماں نے قاسم کو چھوڑ دیا اور کہا کہ تو جا اور رستم پیلتن کو بھیج۔ قاسم آیا اور رستم کو بھیجا اور بدیع الزماں نے دوڑ کر اس کی کمر پکڑ لی اور گردن میں ہاتھ ڈالا او ردونوں آپس میں زور کرنے لگ گئے۔

یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زانو بیٹھے پھر تو دونوں پیادہ ہو کر لڑنے لگے آخر بدیع الزماں غالب ہوئے اور رستم کو چھوڑ دیا اور کہا کہ سعد طوق کو روانہ کر۔ رستم روانہ ہوئے اور سعد طوق میدان میں آیا۔ بدیع الزماں اور سعد طوق لڑائی کرنے لگے تو دونوں برابر رہے پھر بدیع الزماں نے کہا کہ تو جا اور سعد بن عمر کو بھیج۔ جب سعد طوق پھرا اور سعد بن عمر میدان میں آیا اور یہ دونوں پیادہ ہوئے۔ آخر بدیع الزماں نے سعد کو ایک زانو پر بٹھایا اور چاہا کہ پھینکے۔ مگر دل میں رحم آیا اور چھوڑ کر کہا کہ تم جاؤ اور حمزہ کو روانہ کرو۔ تب امیر ہتھیار لگا کر میدان میں آئے اور گھوڑے کو جولان کیا۔ بدیع الزماں امیر کو دیکھ کر دوڑا اور امیر کی کمر پکڑی اور امیر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور باپ بیٹا آپس میں زور کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر گرے اور دونوں پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ امیر نے عمرو سے کہا کہ میں نعرہ مارتا

ہوں یہ سن کر عمرو نے اپنی ٹوپی اچھالی تو امیر کے لشکر نے معلوم کیا کہ امیر نعرہ مارنے لگے تب سب نے اپنے اپنے موزوں سے روئی نکال کر اپنے اپنے گھوڑوں کے کانوں میں رکھی اور امیر نے نعرہ مارا مگر بدیع الزماں مطلق نہ ہلا یہ دیکھ کر امیر کے لشکر نے شور کیا اور حیران ہوئے۔ اس وقت امیر اپنے دل میں کھسیائے اور غصہ ہو کر صمصام ہاتھ میں لی اور چاہتے تھے کہ اس کے سر پر ماریں کہ اتنے میں قریشیہ سلطانہ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور جا کر امیر کا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ فرزند تمہارا ہے۔ امیر نے فرزند کا نام سنتے ہی ہاتھ کھینچ لیا اور کھڑے رہے اور صمصام ہاتھ سے رکھی اور فکر میں مبتلا ہوئے۔ تب قریشیہ سلطانہ نے بدیع الزماں کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے قدموں میں جھکایا۔ امیر نے اس کا سر اٹھا کر گلے سے لگایا اور شکر بجالائے اور عمرو سے کہا کہ اے عمرو یہ فرزند میرا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ بیٹا مجھے اس لیے دیا ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں میری مدد کرے گا۔ طبل بازگشت بجوایا اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے۔ تب امیر معہ پہلوانان آرام کرنے لگے اور بدیع الزماں کے آنے کا جشن کیا اور چالیس روز تک جشن جاری رہا۔

سمند دیو اور امیر حمزہ

روایت کرنے والے یوں روایت کرتے ہیں کہ سمند نام دیو ہزار ہاتھ لمبے قد کا دیو دیوستان سے بھاگ کر البرز پہاڑ کے دریائے جوشنی کے قلعہ میں آرہا۔ جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ امیر اور نوشیرواں کے لشکر البرز کے دامن میں آرہے ہیں تو اس کے سینہ میں کینہ پیدا ہوا تب اپنے مقام سے باہر آکر عرب کے لشکر میں آیا اور ہر جگہ ٹہلتا رہا اور خیمہ بڑا دیکھ کر اندر چلا گیا اور سعد بن عمر کو سوتے پایا پس دم مار کر سعد کو بے ہوش کیا اور تخت پر سے اٹھایا اور ہاتھ پاؤں مضبوط باندھے۔ جب فجر ہوئی اور لوگ سعد بن عمر کے خیمے میں آئے تو سعد بن عمر کو نہ پایا تب شور و غل مچایا کہ بادشاہ غائب ہوا۔ تمام فوجی حیران ہوئے اور عمرو اور دوسرے پہلوان سعد کی تلاش میں ہر طرف پھرنے لگے لیکن کہیں پتہ نہ لگا۔ تب امیر غم سے حیران و پریشان ہوئے اور عمرو سے فرمایا کہ تم بزرجمہر کے پاس جاؤ اور تمام حقیقت ظاہر کرو۔ عمرو بزرجمہر کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا بزرجمہر نے کہا کہ سعد بن عمر کو سمند دیو البرز پہاڑ کے دریائے جوشنی میں لے گیا ہے۔ اگر امیر وہاں اکیلے جائیں تو سعد کو لے آئیں گے اگر نہ جائیں گے تو چند روز میں وہ دیو سعد کو ہلاک کر دے گا۔ پس عمرو نے تمام حال سے امیر کو آگاہ کیا۔ امیر اسی دن یاروں سے رخصت ہو کر سوار ہوئے اور البرز پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ تب سمند دیو ایک ہزار دیو کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر آیا اور میدان میں کھڑا رہا۔ اس وقت امیر پیادہ تھے۔ امیر نے دیو کی فوج کو دیکھا تو نعرہ مار کر تنہا میدان میں کھڑے رہے اور پکارے کہ اے ملعون یہ کیا حرکت ہے۔ اب اگر ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔

تب سمند دیو نے ایک دیو سے کہا کہ میدان میں جا۔ دیو نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور امیر کے مقابل آیا اور بولا کہ اے عرب ہوشیار ہو۔ امیر نے کہا کہ میدان میں آ۔ اس دیو نے پتھر پھینکا اور امیر نے گھوڑے کو پیچھے کیا اور پتھر کو ٹال دیا اور تلوار کھینچ کر اسے ایسی ماری کہ دیو زمین پر گر کر تلملانے لگا اور بولا کہ اے امیر دوسرا وار بھی کرتا کہ میں اس عذاب سے چھوٹوں۔ امیر نے کہا اے ملعون میں نے اٹھارہ سال کوہ قاف کے دیو مارے ہیں اور تو مجھے دھوکہ دیتا ہے میں ہرگز تجھے دوسری چوٹ نہ ماروں گا۔ پس دیو نے اپنا سر پتھر پر مار مار کر جان دے دی پھر دوسرا دیو آیا اسے بھی امیر نے مارا۔ غرضیکہ اسی طرح اس دن سات دیو مارے اور ڈر کے مارے باقی دیو نہیں آئے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور سمند نے سب سے کہا لیکن کسی کو میدان میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ آخر لاچار ہو کر سمند کو خود ہی میدان میں آنا پڑا اور سومن کا

پتھر اٹھا کر امیر پر پھینکا۔ امیر نے اس کو روکا اور اس پر شمشیر ماری جس سے دیو کے سات ہاتھ کٹ گئے اور سمند زخم کھا کر بھاگ گیا اور تندرست ہو کر پھر آیا اتنے میں رات ہوگئی تو سب کے سب دیو غائب ہو گئے اور قلعہ میں جا کر اترے۔ تب امیر بھی ایک جھاڑ کے سایہ کے نیچے سو رہے۔ خواب میں امیر کو حضرت ابراہیمؑ نظر آئے انہوں نے کہا کہ اے فرزند ہمت مت ہار یہ دیو تیرے ہاتھ سے مر جائے گا۔ پس اسی وقت امیر کی آنکھ کھلی اور کوہ البرز کے قلعہ میں گئے اور وہاں جا کر دیکھا تو ایک حوض پانی کا بھرا ہوا ہے تو امیر نے اپنے دل میں یقین کیا کہ اس دیو کا آب حیات یہی ہے تب اس حوض کو توڑ کر پانی بہا دیا اور حوض میں سوکھی مٹی بھر دی اور حوض میں تمام پانی خشک کر کے وہاں سے اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔ جب فجر ہوئی تو سمند اپنے دیوؤں کو لے کر قلعہ سے باہر آیا اور صف باندھ کر کھڑا رہا۔ تب امیر میدان میں آئے اور کھڑے رہے۔ امیر کو دیکھتے ہی پکارے کہ اے امیر ابھی تو نہیں بھاگا۔ امیر نے کہا کہ جب تک تم کو دوزخ میں نہ بھیجوں گا تب تک میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ سمند دیو نے یہ سن کر ایک بڑا بھاری پتھر امیر پر چلایا۔ امیر نے اپنی ڈھال پر روکا اور تلوار کا ایک وار اس پر ایسا مارا کہ اس کی آدھی گردن کٹ گئی تب وہ دیو نعرہ مار کر گرم ہوا اور امیر بھی اس کے پیچھے چلے اور کیا دیکھتے ہیں کہ سمند اس حوض کے پاس پہنچا اور پانی نہ دیکھا تو بہت تلملایا اور بڑی حسرت سے جان دے دی۔ امیر نے اس کا سر کاٹ کر اپنے شکار کے ساتھ باندھا اور قلعہ کے پاس آئے اور سعد بن عمر کو تلاش کرنے لگے اور کتنی دیر کے بعد جب ایک کوٹھری میں پہنچے تو سعد بن عمر کو بے ہوش پڑے پایا۔ تب حضرت ابراہیمؑ کا صحیفہ پڑھ کر اس کے منہ پر دم کیا اور سعد بن عمر ہوش میں آئے اور آنکھیں کھول کر دیکھا تو دادا ہیں۔ خدا کا شکر بجالائے۔ امیر نے سمندر کے بند سے خلاص کیا اور قلعہ سے باہر آئے اور ایک ہرن شکار کر کے کباب بنا کر دادا پوتے نے مل کر کھائے۔ پھر سعد کو اشقر پر سوار کیا اور آپ پیادہ چلے اور اپنے لشکر کی راہ لی۔ آخر امیر اپنے لشکر میں پہنچے تو تمام فوج آپ کے استقبال کے لیے آئی اور خدا کا شکر بجالائے۔

اعجل بن عبدالمطلب کی امیر حمزہ سے ملاقات

جب چند روز گذرے تو امیر جشن سے فارغ ہوئے۔ کافروں کے لشکر سے طبل جنگ شروع ہوا تب امیر نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی جنگی طبل بجے جب دونوں میں جنگی طبل بجنے لگے اور میدان صاف کر کے صفیں آراستہ کیں اور دونوں طرف کے بادشاہ اور سردار آ کھڑے ہوئے اور امیر بھی سوار ہو کر میدان میں آئے اور سرداری کے چالیس قدم آگے کھڑے رہے اور سمندر دیو کا سر میدان میں پھینکا اور نوشیرواں کے لشکر کو بتایا کہ اے کافروں یہی دیو سعد کو لے کر گیا تھا سو خدا کے حکم سے اسے چھڑا لایا ہوں۔ یہ انہی باتوں میں تھے کہ جنگل کی طرف سے گرد پیدا ہوئی اور اس میں سے ایک لشکر ظاہر ہوا دونوں طرف سے جاسوسوں نے دوڑ کر پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے؟ اس لشکر میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ لشکر نجفہ شتریان کا ہے اور دونوں نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں۔ نوشیرواں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے بیٹے ہرمز کو استقبال کے لیے بھیجا اور اسے بڑی تعظیم سے لایا اور جب وہ خیمہ میں داخل ہوئے تو نوشیرواں نے خلعت دیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور مالک اشتر کو پہلوانی کی کرسی دی اور دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اترے۔

اب یہ داستان یہاں چھوڑ کر دو کلمہ داستان معجزہ غم رسول آخری الزمان کے سنو۔ یعنی امیر جب اپنے ماں باپ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ سے باہر نکلے تو چند روز کے بعد خواجہ عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا اور خواجہ عبدالمطلب نے اس کا نام اعجل رکھا اور اس کی پرورش میں اس قدر کوشش کی کہ اعجل بارہ سال کا ہوا تو ایک دن خواجہ عبدالمطلب اور ان کے یار بیٹھے تھے کہ یکا یک ترکستان سے ایک لشکر آیا اس کا سردار قلمان غور تھا۔ قلمان مکہ کی تباہی کا ارادہ کر کے قلعہ

کے پاس آیا گو مکہ کی خلقت قلعہ بند کر کے لڑنے لگی غرض لڑتے لڑتے وہ غالب آیا اس کو یہاں تک زور ہوا کہ حصار مکہ چھین لیا۔ اتنے میں یہ خبر اعجل کو پہنچی اس وقت اعجل یاروں کے ساتھ بیٹھے تھے اعجل تمام دوستوں کو لے کر اٹھے اور باپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے بابا جان اگر گھوڑا اور ہتھیار ملیں تو میں باہر جاؤں اور کافروں کو ماروں۔ تب باپ بولا کہ جو بات بولتا ہے یہ خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حمزہ کو ہی زور آور کیا ہے اور جیسا وہ لڑنا جانتا ہے تو کیا جانے اور اگر تو لڑنا جانتا ہے تو اکیلا کیا کرے گا۔ تو جا اور اپنے کام میں مشغول ہو اور ہمارا مددگار خدا ہے۔ اعجل نے یہ سن کر کہا کہ بس اگر مرد ہے تو حمزہ ہی ہے اور تمہارا زندہ رہنا بھی اس سے ہی ہے مجھ سے نہیں۔ تب خواجہ عبدالمطلب نے کہا کہ تیرے جیسے بہت بیٹے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے جو زور حمزہ کو بخشا ہے وہ دوسرے کو نہیں۔ یہ کہہ کر بیٹے کو ہر چند منع کیا اور اعجل ہرگز نہ مانا۔ لوگوں نے خواجہ عبدالمطلب سے کہا کہ اس کو جانے دو اور ہتھیار بھی دو۔ بھلا دیکھو تو یہ کیا کرتا ہے۔ خواجہ عبدالمطلب نے اعجل کی کمر پر ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار کیا اور سب دوستوں نے اعجل سے کہا کہ ہم بھی ہمراہ چلتے ہیں یہ کہہ کر وہ بھی ساتھ راہی ہوئے اور قلعہ کے پاس آ کر دروازہ کھولا اور یاروں سمیت باہر نکلے اور میدان میں آ کھڑے ہوئے۔

کافروں نے دیکھا کہ ایک سوار اور کئی پیادہ قلعہ سے باہر آ کر میدان میں صف باندھے کھڑے ہیں۔ تب کافروں نے قلمان کو خبر دی۔ قلمان نے کہا کہ صلح کے واسطے آئے ہیں۔ کوئی جائے اور ان کے آنے کا سبب معلوم کرے۔ تب ایک سوار گھوڑا دوڑا کر ان کے پاس آیا اور پکارا کہ تم کیا کہتے ہو۔ اگر صلح کے واسطے آئے ہو تو بادشاہ کے پاس لے چلتا ہوں تب اعجل نے کہا کہ اے کافر صلح کیا چیز ہے میں اعجل خواجہ عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور امیر حمزہ کا بھائی اور میں تم کو مارنے کو آیا ہوں اگر تم مرد ہو تو آگے آؤ۔ یہ سنتے ہی ترک سوار دوڑا اور تلوار کھینچ کر اعجل پر ماری اور اعجل نے اس کا وار ڈھال پر روکا اور اپنا ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اور پکڑ کر گھوڑے پر سے کھینچ کر اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر پٹخا۔ سوار اوندھے منہ زمین پر گرا۔ اعجل کے یاروں نے اس سوار کو باندھا۔ اس وقت قلمان پکارا کہ اے سپاہیان غوری یہ عرب میرے سپاہیوں کو جوانمردی سے لیے جاتا ہے تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اسے پکڑ کر میرے پاس لائے۔ پس دوسرا سوار آیا اور اعجل پر تلوار کا وار کیا تب اعجل نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور اس کی گردن پر ایسا مکا مارا کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گرا اور اعجل کے یاروں نے اسے بھی باندھا۔ آخر قلمان ناچار ہو کر گھوڑا منگا کر سوار ہوا اور آپ میدان میں آیا اور پکارا کہ او عرب! اگر ہزار جان رکھتا ہو گا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔ یہ کہہ کر اپنا گرز اعجل پر اس زور سے مارا کہ اس کے گرز کی آواز تمام جنگل اور پہاڑوں پر گئی۔ اعجل کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ غرض جب اعجل کی باری آئی تو اعجل نے گرز ہاتھ میں لے کر قلمان کے سر پر مارا کہ قلمان نے جو ڈھال سامنے کی تھی وہ ٹوٹ گئی اور گرز گھوڑے کی پیٹھ پر سے اترا اور قلمان گر کر پیادہ ہوا اور چاہتا تھا کہ تلوار کھینچ کر اعجل کے گھوڑے کو مارے۔ اعجل یہ سمجھ کر گھوڑے سے اترا اور اس کے مقابل جا کر اس کے بازو پکڑ کر اس کو اٹھایا اور سر پر چکر دے کر زمین پر دے مارا۔ اعجل اس کی چھاتی پر سوار ہوئے اور اس کے لشکر نے ایک دم حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر قلمان نے اشارے سے منع کیا پھر اعجل نے فرمایا کہ اے ترک بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیمؑ برحق ہے۔ اگر تو معافی مانگے گا تو تجھے امیر کے پاس لے جا کر کوئی جگہ بادشاہی کی دلوا دوں گا۔ تب قلمان نے معافی مانگی۔ اعجل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں امیر کی خدمت میں جاؤں۔ قلمان بولا کہ میری بھی آرزو امیر کی قدمبوسی کی ہے۔ غرض کہ نیک ساعت دیکھ کر اعجل اور قلمان کوہ البرز کی طرف روانہ ہوئے جب ایک یا دو منزل آئے تھے کہ خدا کی قدرت سے معدی کرب کافر زند جو گستم کی بیٹی سے پیدا ہو کر جوان ہوا تھا اور ماں نے اس کا نام کرب معدی رکھ دیا تھا اس وقت سخت پہلوان ہوا تھا اور اس کی

قوت کی برابری کوئی بھی نہ کرسکتا تھا وہ باپ کے کہنے کے شوق سے ماں کی خدمت میں گیا اور کہا کہ اماں جان میں چاہتا ہوں کہ حمزہ کے لشکر میں جاؤں اور حمزہ کو دیکھوں۔ ماں نے کہا۔ اول تو مکہ جا اور کعبہ کی زیارت سے فارغ ہو آ۔ اور خواجہ عبدالمطلب سے اجازت طلب کر کے باپ کو دیکھنے جا۔ کرب معدی اپنے لشکر کو لے کر کعبہ کی طرف روانہ ہوا اور راستہ میں اعجل سے ملاقات ہوئی اور اعجل کے لشکر کے لوگوں نے کرب معدی کے سپاہیوں سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ کرب معدی کے لشکر کے سپاہی ہیں اور کعبتہ اللہ کی زیارت کو جاتے ہیں جب یہ خبر اعجل کو پہنچی تو استقبال کر کے معدی کو ملا اور گلے لگایا اور حقیقت بیان کی اور حال پوچھا۔ تو اس نے تمام حال اپنا ظاہر کیا اور کہا کہ تم ایک دو روز اسی جگہ قیام کرو تو میں کعبتہ اللہ کی زیارت کر کے اور خواجہ عبدالمطلب سے مل کر جلد آتا ہوں پھر تم ہم مل کر چلیں گے۔ تب اعجل نے وہاں قیام کیا اور کرب معدی مکہ میں گیا اور کعبتہ اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر خواجہ عبدالمطلب سے ملاقات کر کے واپس آیا اور پھر دونوں لشکر مل کر روانہ ہوئے اور منزل طے کر کے کوہ البرز کے پاس پہنچے۔ جب نزدیک آئے تو اعجل نے کرب معدی سے کہا کہ تم یہیں رہو اور میں اکیلا میدان میں جاتا ہوں میں جب تک امیر کے ساتھ زور آزمائی نہ کرلوں گا تم سب اپنے آپ کو ظاہر نہ کرنا۔

کرب معدی نے کہا کہ جب تک امیر سے زور آزمائی نہ کرلو گے تب تک میں میدان میں نہ آؤں گا اور تب تک تم میرا نام کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اعجل نے قبول کیا اور نوشیرواں کے لشکر میں گیا وہاں سے نکل کر میدان میں آیا اور کھڑا رہا اور پکارا کہ اے حمزہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بھیج۔ پس رستم پیلتن امیر کی خدمت میں آئے اور قدمبوس ہو کر رضا مانگی اور امیر کی اجازت سے میدان میں آیا۔ تب اعجل نے دوڑ کر رستم کی کمر پکڑی اور رستم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور آپس میں زور کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر بیٹھے اور وہ دونوں پیادہ ہو کر زور کرنے لگے اعجل نے رستم کی کمر سے ہاتھ نکالا اور کہا کہ تم جاؤ اور بدیع الزمان کو روانہ کرو تب رستم پھرے اور بدیع الزمان میدان میں آئے اور کھڑے ہوئے تب دونوں زور کرنے لگے لیکن بدیع الزمان زور میں بڑھ گئے۔ پس اعجل نے کہا کہ اے پسر حمزہ اب تو جا اور سعد بن عمر کو بھیج دے۔ پھر بدیع الزمان واپس آئے جب سعد بن عمر نے سنا تو میدان میں آیا اور اعجل سے زور کیا اور دونوں برابر رہے نہ اسے فتح اور نہ اسے ظفر۔ تب اعجل نے کہا کہ تو جا اور امیر کو بھیج۔ تب سعد واپس آیا اور حمزہ سے کہا تو حمزہ نے اشقر کو منگوایا اور ہتھیار پہنے اور سوار ہو کر میدان میں آ کر گھوڑا دوڑایا اور اعجل کے مقابل ہو کر کھڑے رہے۔ اس وقت امیر نے اعجل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین پر سے اٹھایا اور سر پر پھرا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا سچ بول تو کون ہے؟ اعجل نے کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میرا نام اعجل ہے۔ جونہی امیر نے بھائی کا نام سنا تو اس کی چھاتی سے اترے اور گلے لگایا اور کہا کہ اے برادر یہ نادانی ہے لازم تھا کہ آگے سے کہلا بھیجا ہوتا اور مجھے تیرے آنے کی خبر ہوتی تو سارا لشکر اور پہلوان لے کر تیرے استقبال کو بسر و چشم آتا۔ تو اس حال میں کس واسطے آیا اور مجھ کو آگاہ نہ کیا اور اعجل نے کہا کہ اے برادر میں نے سنا تھا کہ تمہارے فرزند اسی طرح زور آزمائی کر کے ملتے ہیں سو میں نے بھی اسی طرح کیا اب یہ تقصیر معاف کرو۔

غرض امیر اور اعجل انہی باتوں میں تھے کہ ایک سوار شیر غراں کی طرح میدان میں آیا اور امیر کو پکارا امیر یہ سنتے ہی سامنے ہوئے تو اس نے گرز ہاتھ میں پکڑا اور امیر کے پاس آیا۔ امیر نے اعجل سے پوچھا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ اعجل نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کرب معدی نے امیر پر گرز مارا اور امیر نے اس کا وار سر پر لیا اور اس وار کی ضرب سے تمام مردان عالم حیران ہوئے اور امیر کے تمام بدن سے پسینہ جاری ہوا۔ سوار کے پھرتے وقت امیر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور رقاب سے نکال کر سر سے اوپر اٹھایا تب کرب معدی نے کہا کہ میں عمر معدی کرب کا فرزند

ہوں۔تب امیر ہنسے اور عمر معدی کرب کو پکارا اور کہا کہ اے عمر یہ تیرا فرزند ہے۔تو عمر معدی ایسا خوش ہوا کہ جامہ میں پھولا نہ سمایا اور دوڑ کر آیا اور اپنے فرزند کو گلے لگایا اور امیر کے قدموں پر آ گرا یا اور کہا کہ اے بے ادب تو نے امیر پر گرز کیوں چلایا؟ تب امیر نے کہا کہ میں نے اسے بخشا کیونکہ ہر پہلوان کا فرزند اپنی پہلوانی جتاتا ہے۔اس کو کچھ نہ کہو۔

شاہ فرنگ کی شکست

کئی روز کے بعد دونوں فوجیں میدان میں کھڑی ہوئیں اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان میں اپنا نام ظاہر کرے؟ اتنے میں نجعہ اشتربان میدان میں آیا اور پکارا کہ اے خدا پرستوں جو مرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ میدان میں آئے۔امیر کی طرف سے قیس بن قیمار سوار ہو کر نکلا اور قیس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور کشتی لڑنے لگے۔نجعہ نے قیس کو زین پر سے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ کر بیٹھا تب قیس بن قیمار نے اپنے دونوں پاؤں جھاڑے اور نجعہ کے سینے پر لگے پاؤں لگتے ہی نجعہ زمین پر چت گرا تو قیس بن اوندھا زمین پر گرا اور گرتے ہی دونوں کھڑے ہو گئے اتنے میں شام ہوئی اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر اتریں۔جب صبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں طبل جنگ بجے اور فوجیں میدان میں آئیں اور نجعہ نے میدان میں آ کر حریف کو پکارا تو بدیع الزماں میدان میں آیا۔نجعہ نے پوچھا تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اور بتا کہ تو حمزہ ہے یا کوئی اور ہے۔بدیع الزماں نے کہا کہ میں حمزہ کا بیٹا ہوں اور بدیع الزماں میرا نام ہے۔نجعہ نے کہا کہ اے لڑکے میں نے سنا ہے کہ تو بھی زور باپ کے برابر رکھتا ہے سو خبردار ہو۔یہ کہہ کر سات سو من کا گرز اٹھایا اور بدیع الزماں کے سر پر مارا۔امیر زادہ نے اپنے ہنر سے اس کا گرز روکا اور کہا کہ تجھے دو وار اور بھی دیئے۔تب نجعہ نے جتنی قوت اس کو خدا نے دی تھی اتنی قوت سے گرز مارا اور اس کا یہ وار بھی امیر زادہ نے روکا اور کچھ ضرر نہ اٹھایا۔جب بدیع الزماں کی باری آئی تو ہزار من کا گرز ہاتھ میں لے کر گھوڑا دوڑایا اور وہ گرز نجعہ کے سر پر مارا اور نجعہ نے یہ وار ٹال دیا تب بدیع الزماں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر زمین سے اٹھایا اور معلق سر پر لائے کہ تمام خلق اللہ نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور ہاتھ پاؤں اس کے باندھ کر عمرو کے حوالے کیا۔اس وقت مالک اشتر نے یہ تمام تماشہ دیکھ کر کہا کہ اے بادشاہ امیر حمزہ کا بیٹا خوب زور رکھتا ہے کہ اس نے میرے چچا کو جوان مردوں کی طرح باندھا۔

اس واسطے مجھے لازم ہے کہ میں اس سے جنگ کر کے اس پر فتح پاؤں۔مگر لڑوں گا کیونکر۔اگر آج لڑوں تو مردان عالم کہیں گے کہ بدیع الزماں تھکا ہوا تھا اس لیے مالک اشتر نے اس پر فتح پائی پس کل لڑنا مناسب ہے۔القصہ طبل بازگشت پر چوٹ لگی سب اپنی اپنی جگہ پر اترے۔اتنے میں ایک قاصد آ کر دروازے پر کھڑا ہوا اور پکار کر فریاد کی۔تب عمرو قاصد کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا چاہتا ہے قاصد نے کہا کہ فریاد کرتا ہوں اور انصاف چاہتا ہوں۔عمرو نے کہا کہ تو کہاں سے آیا ہے اور تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے جو فریاد کرتا ہے؟ قاصد نے کہا کہ خرسند سے آیا ہوں اور فتحوش کا خط لایا ہوں تب وہ خط لے کر عمرو امیر کے پاس آیا اور امیر کی خدمت میں وہ خط پیش کیا۔امیر نے وہ خط بلند آواز سے پڑھا جس میں یوں لکھا تھا کہ۔

''میں بندہ نوش فتح غلام کا ہوں۔خاندان حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے پہلوان جہانگیر کی خدمت میں وہ خط پیش کیا کہ مرزوق فرنگی جو فرنگستان کا بادشاہ ہے اس نے بہت لشکر لے کر خرسند پر چڑھائی کی ہے اور میں مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔اس واسطے سب لوگ قلعہ میں بند ہیں اور قلعہ میں دانہ اور ذخیرہ کم ہے اس سبب سے قلعہ کے لوگ بہت تنگ ہو رہے ہیں اگر تم آؤ یا رستم پیلتن کو جلدی سے مدد کے واسطے بھیجو تو بہتر ہے کیونکہ اس زور آور فرنگی کے ہاتھ سے یہ نہایت

کمزور اور ضعیف اور مسکین لوگ رہائی پائیں گے اور اگر آپ اس کے واسطے کوئی بندوبست نہ کریں گے تو وہ ہم پر غالب آ کر قلعہ اور ملک چھین لے گا۔"

جب امیر نے یہ خط پڑھ کر تمام حال معلوم کیا تو رستم پیلتن کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے فرزند تم یہاں میری جگہ پر رہو اور میں خرسند کو جاتا ہوں اور فرنگی کو سزا دیتا ہوں۔ تب رستم پیلتن اٹھے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اگر میں آپ کا حکم حاصل کر کے جاؤں تو یہ مہم انشاء اللہ تعالیٰ نہایت آسانی سے سرانجام ہوگی۔ امیر نے فرمایا کہ تمہارا اکیلے وہاں جانا مصلحت نہیں کیونکہ فرنگی کا لشکر بہت ہے۔ اگر تم نے ضروری جانا ہے تو چند زبردست پہلوان اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ رستم نے کہا کہ میں ایک پہلوان بھی ساتھ لے جانا نہیں چاہتا کیونکہ فرنگی کے سارے لشکر کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ میں امیر کے اقبال سے فتح حاصل کروں گا۔ تب امیر لاچار ہو کر بولے کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ پس رستم پیلتن رخصت لے کر اسی وقت سوار ہوئے اور خرسند کی راہ لی اور رات دن چلے اور کہیں مقام نہ کیا اور چند روز کے بعد شہر خرسند کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ فرنگی کا تمام لشکر قلعہ کے گرد پڑا ہے۔ تب رستم پیلتن نے نعرہ مارا اور بعد نعرہ کے پکار کر کہا کہ کافرو تم اب میری ضرب سے کہاں جا سکو گے۔ جب رستم کے نعرہ کی آواز فرنگستان کے بادشاہ نے سنی تو پوچھا کہ کیا یہ حمزہ آیا ہے؟ مرزوق شاہ فرنگ کا قد نو گز لمبا تھا اور اس کے بہت سے بیٹے اور پوتے چالیس گز لمبے تھے۔ مرزوق نے اپنی اولاد کو پکارا اور کہا کہ اس کو پہچانو کہ یہ کون ہے؟ آیا یہ حمزہ ہے یا رستم پیلتن ہے۔ تب فرنگی کا بڑا بیٹا باپ کے سامنے آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں اور جنگ کروں۔ یہ سن کر مرزوق نے اس کو اجازت دی اور وہ میدان میں آیا اور رستم پیلتن کے مقابل آ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے آنے والے اپنا نام بول تا کہ بے نام نہ مارا جائے۔

تب عالم شاہ رومی نے کہا کہ میں فرزند حمزہ کا ہوں اور میرا نام رستم پیلتن ہے تب مالیا نے کہا کہ اے رستم تو اگر ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک جان بھی سلامت نہ لے جائے گا یہ کہا اور عالم شاہ رومی پر تلوار چلائی اور عالم شاہ رومی نے اس کا ہاتھ بڑے داؤں سے پکڑا اور مالیا نے بڑا زور کیا اور کچھ فائدہ نہ ہوا اور رستم پیلتن نے اس کی تلوار چھین لی اور گھوڑے کو چمکا کر وہی تلوار مالیا کو ماری اور مالیا نے اس وار کے سامنے ڈھال کی مگر تلوار کے لگتے ہی سپر کے دو ٹکڑے ہو گئے اور سپر کو کاٹ کر خود پر پہنچی اور سر کو کاٹ کر صدر و سینہ سے گذرتی ہوئی کمر کی ہڈی کو کاٹ گردگاہ سے نکل کر فاش دائیں کے دو ٹکڑے کیے اور گھوڑے کی کمر کاٹ کر زمین کو بوسہ دیا۔ تب مالیا فرنگی دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔

تب رستم پیلتن حملہ کرتے ہوئے فرنگی کے لشکر میں جا پڑے اور مارنے لگے اور تلوار جس کے سر پر ماری اسے کھیرے کی مانند کاٹا اور جس کے شانے پر ماری تو اسے ترچھا کاٹ کر یہ ساق چھپاتی القصہ تھوڑے عرصہ میں کشتوں کے پشتے باندھے اور خون کے نالے بہائے جب فتحوش نے یہ حقیقت دیکھی تو اپنے لشکر سے باہر نکلا اور رستم پیلتن کے پیچھے کھڑا ہوا اور رستم نے پھر مارنے کا قصد کیا۔ تب فتحوش نے کہا کہ اے رستم پیلتن اب بس کرو۔ مگر رستم پیلتن نے نہ مانا اور قسم کھا کر کہا جب تک فرنگیوں کو نہ مار لوں گا اور فرنگ پر فتح نہ پاؤں گا تب تک واپس نہ پھروں گا۔

تب فتحوش نے کہا کہ میں بھی تجھ سے نہ پھروں گا اور تمہارے برابر رہوں گا۔ مرزوق فرنگی نے اس کی تلوار کاٹ دیکھ کر کہا کہ حمزہ یہی ہے وہ فی الحقیقت پیٹھ دکھا کر بھاگا اور اس کا لشکر بھی بھاگنے لگا اور رستم پیلتن نے ان کا پیچھا کیا اور مارتے ہوئے چار کوس تک پہنچے اور فتحوش سے کہا کہ تو جا اور شہر کو سنبھال کیونکہ شہر خالی نہیں رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ شہر خالی دیکھ کر کوئی چڑھ آئے تو ملک ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لیے تیرا جانا بہتر ہے تو جا کر شہر کی نگہبانی کر اور میں اکیلا ہی ان کے لیے کافی ہوں۔ تب فتحوش نے اس کی نصیحت قبول کی اور ضروری جان کر خرسند کو لوٹ آیا اور فراغت سے بیٹھ کر

ساری حقیقت امیر حمزہ کو لکھی اور خط ایک قاصد کے ہاتھ امیر کی خدمت میں روانہ کیا اور ادھر رستم نے رات تک ان کافروں کا پیچھا کیا اور اتنے کافر مارے گئے کہ ان کا حساب خدا کو معلوم ہے۔

غرض جب تاریکی چھائی تو رستم پیلتن نے اپنے گھوڑے پر سے اتر کر ایک حوض کے پاس پہنچ کر اپنا تمام بدن اور کل ہتھیار اور گھوڑے کو دھویا اور زین اتار کر گھوڑے کو چھوڑا اور آپ سو رہے اور فرنگی کی فوج رستم کے ڈر سے ساری رات بھاگتی رہی۔ جب دن چڑھا تو امیر زادہ ہوشیار ہوئے اور گھوڑے مرزوق کے جو آوارہ ملے تھے وہ ہمراہ لے کر فرنگیوں کے لشکر کی راہ لی۔ جب منزل طے کر چکے تو گھوڑے چھوڑ کر گئے اور اپنا گھوڑا دوڑا کر ان کافروں کا پیچھا کیا اور فتحوش نے لکھ کر بھیجا تھا کہ رستم پیلتن نے میری بات سن کر کافروں کا پیچھا کیا ہے۔

پری شاہ کی پیدائش

جب امیر نے رستم پیلتن کو خرسند کی طرف روانہ کیا تھا تو اسی رات کو نیک ساعت میں مبارک خوشخبری آئی کہ افروز دختر نوشیرواں کے بطن سے امیر کے ہاں فرزند چودھویں رات کے چاند کی مانند خوب صورت پیدا ہوا ہے۔

امیر یہ سنتے ہی باغ باغ ہوئے اور پھولے نہ سماتے تھے۔ اس خوشی میں کتنا ہی خزانہ خیرات کیا اور فرزند کا نام پری شاہ رکھا اور چالیس روز تک جشن میں رہے اور عیش و عشرت سے جب فارغ ہوئے تو اسی دن کافروں نے طبل جنگ بجوایا اور پہلوان کفار اپنا لشکر لے کر سوار ہوئے اتنے میں قاصد خرسند سے آیا اور فتحوش کا خط امیر کو دیا۔ اس خط کا تمام مطلب مطالعہ فرما کر امیر بہت متفکر ہوئے اور یاروں سے فرمایا کہ میرے بھائیوں اور پہلوانوں! رستم اگرچہ میرا بیٹا ہے مگر ابھی لڑکا ہے اس نے یہ قصد کیا ہے کہ تنہا فرنگیوں کو ماروں گا اور فتح کر کے آؤں گا۔ سو حق سبحانہ تعالیٰ اس کو فتح نصیب کرے اور ظفر دے کیونکہ فرنگیوں کا لشکر بہت ہے۔ پس اس واسطے اب میں خود جاتا ہوں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے جانے تک رستم کا کیا حال ہوگا۔

یہ کہہ کر امیر نے بدیع الزمان کو پہلوانی کی کرسی دی اور عمرو کے حوالے کیا اور کہا کہ اے عمرو! میں پانچ پہلوانوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں اور میری جگہ پر خبرداری سے رہنا۔ پس دوسرے روز لندھور و استفتا نوش و کرب معدی و قیمار خاوری کو ہمراہ لے کر امیر خرسند کی طرف روانہ ہوئے اور دن رات چلنے لگے اور خرسند میں پہنچے اور فتحوش کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ استقبال کے واسطے آیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے گیا اور مجلس آراستہ کی۔

تب امیر نے کہا کہ اے فتحوش مجھے رستم پیلتن کا بڑا غم ہے۔ اس واسطے شراب کا پینا بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ تب تمام حاضرین مجلس خاموش ہو رہے امیر نے رات کی رات وہاں قیام کیا اور فجر کو فرنگستان کی راہ لی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب رستم سے فرنگیوں کا مقابلہ تھا تو اس وقت مرزوق فرنگی نے کہا کہ اے فرزند یہ امیر حمزہ نہیں معلوم ہوتا شاید یہ رستم پیلتن ہے۔ یہ نسیانا مرزوق، حمزہ کو خوب پہچانتا ہے کیونکہ اس نے حمزہ سے لڑائی کی تھی اور اس لڑائی میں نسیانا اپنا ہاتھ کھو آیا تھا۔

مرزوق نے نسیانا سے کہا کہ کیا تو نے پہچانا ہے کہ یہ حمزہ ہے یا رستم پیلتن؟ اس نے کہا کہ بلاشک یہ رستم ہے حمزہ نہیں ہے۔ کیونکہ میں امیر کے گھوڑے کو پہچانتا ہوں اور امیر کو بھی بخوبی جانتا ہوں یہ فتحوش کا نواسہ ہے۔ جلدی پہنچ اور اسے مار۔ پس مرزوق فرنگی نے میدان آراستہ کیا اور میدان میں آیا اور کہا اے عرب میں خوب جانتا ہوں کہ تو حمزہ نہیں ہے۔ پہلے تو میں نے سمجھا تھا کہ تو حمزہ ہے اس واسطے چپ ہو رہا تھا۔ یہ کہہ کر تلوار نکالی اور گھوڑا دوڑایا اور امیر زادہ

پر وار کیا۔ امیر زادے نے اس وار کو روکا اور جوابی وار کیا۔ غرض کہ دونوں تلوار سے دیر تک خوب لڑے اور رستم نے مرزوق پر ایسی تلوار ماری کہ مرزوق کے بازو پر لگی اور عالم شاہ بھی دو دستی تلواریں مارنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے منہ پھیر دیئے۔ اور ان کے سروں کے چبوترے باندھے اور رستم کے بدن پر بھی اتنے زخم لگے کہ ان کا حساب خدا جانے۔

آخر چوتھے روز رستم پیلتن کا گھوڑا مرا اور رستم پیادہ ہوئے جنگ کرتے رہے۔ سپاہ فرنگ نے رستم کے پکڑنے کا بہت قصد کیا۔ لیکن مارے ڈر کے کوئی نزدیک نہ آیا بلکہ کتنے ہی ڈر سے مر گئے۔

جب رستم پیلتن تھکے تب ایک ٹھکانے کا آسرا لیا اور ترکش میں سے تیر نکال کر کافروں کو مارتے رہے اور ایک ایک تیر میں دو دو چار کافروں کو مارتے تھے مرزوق فرنگی نے اپنے کافروں کو پکارا کہ زور کرو۔ اور اس عرب زادے کو مارو غرض اس لشکر نے رستم کو بھی تنگ کیا اور عالم شاہ کے تیر بھی تمام ہونے کو آئے کہ رستم پیلتن نے خدا کو یاد کیا۔

خدا تعالیٰ کے حکم سے امیر بھی یاروں سمیت وہاں پہنچے اور سپاہ فرنگ نے جب سواروں کو آتے دیکھا تو بھاگنے لگے کہ اتنے میں امیر رستم کے پاس پہنچے اور رستم کو اس حال میں دیکھا تو اپنے پانچوں سواروں سمیت فرنگیوں کے لشکر میں جا پڑے اور نعرہ مارا انا حمزہ بن عبدالمطلب۔ مرزوق نے جب حمزہ کا نام سنا تو یکبارگی لشکر سمیت بھاگا اور قلعہ میں گیا اور دروازے محکم باندھے اور خندق کو پانی سے بھر دیا۔

تب امیر نے رستم پیلتن کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اور زخموں پر مرہم لگا کر باندھا اور آپ پہلوانوں سمیت قلعہ کا قصد کر کے قلعہ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ توڑنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کافر نزدیک آئے اور یہ خبر مرزوق کو بھیجی تو وہ معہ فرزندان اور پوتوں اور دیگر متعلقین کے دانتوں میں تلواروں کو پکڑ کر اور پگڑیاں ہر ایک کے گلے میں ڈال کر الامان۔ الامان بولتا ہوا باہر آیا اور امیر کے پاؤں پر گر پڑا۔ امیر نے جب اس کو اس عاجزی میں دیکھا تو اس کا غصہ اترا اور اس کا گناہ معاف کر دیا اور کہا کہ غلامی کا حلقہ اپنے گلے میں ڈال لے اور اپنی بیٹی میرے فرزند کو دے۔

مرزوق نے یہ تمام قبول کیا اور امیر کو شہر میں لے گیا اور تخت پر بٹھایا اور مجلس آراستہ کی اور مال و خراج لا کر سامنے رکھا اور اپنی بیٹی کا نکاح رستم پیلتن سے باندھا اور رستم پیلتن محل میں داخل ہوئے اور امیر یاروں سمیت مدت تک عیش و عشرت میں رہے پھر امیر اور مرزوق وہاں سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے خرسند میں پہنچے اور مرزوق کو فتحوش سے ملایا اور صلح کر لی اور پہلوانوں کو کوہ البرز پر بھیجا اور کوئی اس پر غالب نہ ہوا۔

مالک اشتر کی شکست

روایت اس طرح ہے کہ ایک روز عادت قدیم کے مطابق دونوں سپاہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑی رہی اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان کا قصد کرے گا اور کون مرد ہے جو اپنا نام ظاہر کرے گا۔ اتنے میں بیابان کی طرف سے ناگہاں گرد پیدا ہوئی جب گرد کا دامن چھٹا تو اس میں سے امیر اور بادشاہ فرنگستان نظر آئے۔

پہلوانوں نے جب امیر کو دیکھا تو نہایت ہی خوش ہوئے اور سب کے سب دوڑ کر پاؤں میں گرے اور امیر نے اٹھا کر گلے سے لگایا اور بہت نوازش فرمائی۔ جب امیر کے آنے کی خبر نوشیرواں کو پہنچی اور مالک نے بھی سنا تو میدان میں آ کر نعرہ مارا اور کہا کہ اے حمزہ تو میرے ڈر سے اتنے دنوں تک کہاں بھاگ گیا تھا۔ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ امیر دیوزاد اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور مالک اشتر نے گرز ہاتھ میں لیا تو امیر نے ڈھال سر پر لی۔ تب مالک اشتر نے ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی ڈھال اور گرز کے ٹکر سے آگ کا شعلہ نکل کر

آسمان پر گیا امیر نے فرمایا کہ مالک اشتر میں نے دو حملے اور بھی دیئے۔ تب مالک اشتر نے جتنا کہ زور خدا نے اسے دیا تھا۔ سب خرچ کر کے دو گرز اور بھی مارے اور امیر نے ڈھال کے جھٹکے سے روکے۔

جب امیر کی باری آئی تب امیر نے اپنا گیارہ سومن کا گرز نکال کر مالک اشتر کے سر پر مارا کہ اس گرز کے بوجھ سے مالک اشتر کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مالک اشتر زمین پر گرا اور چاہا کہ امیر کے گھوڑے کو گرائے۔ امیر نے فوراً گھوڑے سے اتر کر گرنے سے بچایا اور دوسرا گرز مارا۔ مالک اشتر نے اس کو ہزار محنت و مشقت سے ٹالا۔ پھر دونوں میں دو پہر تک اسی طرح گرز اگرزی رہی بعد ازاں مالک اشتر نے گرز زمین پر ڈالا اور ہاتھ میں تلوار پکڑی اور امیر پر چلائی۔ امیر نے اس کا وار روکا لیکن ڈھال چار انگل تک کٹ گئی اور ڈھال کی گردش سے تلوار ٹوٹی اور قبضہ مالک اشتر کے ہاتھ میں رہا پھر امیر نے قبضہ اس پر ایسا مارا کہ مالک اشتر گھٹنوں تک زمین میں گڑ گیا۔

یہ دیکھ کر مالک اشتر نے کہا۔ اے حمزہ تیرے دست بازو پر آفرین۔ پھر امیر نے تیسرا گرز بھی مارا۔ مالک نے نیزہ اٹھا کر امیر کے سینے پر مارا۔ امیر نے ہاتھ سے نیزہ پکڑ کر زور کیا اور نیزہ چھین لیا اور اس کا بھالا نکال کر نیزہ کا سونٹا مالک اشتر کی پیٹھ پر ایسا مارا کہ سونٹا ٹکڑے ٹکڑے ہوا مگر مالک اشتر زمین سے نہ ہلا۔ پھر کمندوں پر ہاتھ ڈالے اور ایک پر ایک نے کمندیں پھینکیں اور گھوڑوں کو تڑاق تڑاق مارتے تھے۔ یہاں تک کہ کمندیں بھی ٹوٹیں اور پھر دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زور کرنے لگے تو مالک نے گھٹنے تک کھینچا اور زور کیا اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوا۔ جب رات نزدیک آئی تو امیر نے کہا کہ خبردار ہو میں نعرہ مارتا ہوں۔ تب عمرو نے اپنی ٹوپی ہوا میں اڑا دی اور لشکر عرب نے جانا کہ امیر نعرہ مارتے ہیں۔ تب انہوں نے اپنے اپنے موزوں میں ہاتھ ڈال کر روئی نکال اور اپنے کانوں اور اپنے گھوڑوں کے کانوں میں دی۔ غرض امیر نے نعرہ مار کر مالک کو اٹھایا اور سر پر لے جا کر اتنا پھرایا کہ تمام عالم نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر چڑھ بیٹھے اور ہاتھ پاؤں باندھے اور فرمایا کہ معافی مانگ۔ تب اشتر نے اقرار کیا اور امیر اس کے سینہ پر سے اترے اور گلے سے لگایا اور امیر اپنے لشکر ظفر پیکر میں آئے اور بارگاہ گردوں پناہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور مالک اشتر کو خلعت دیا اور نجعہ کو بھی بلایا اور پہلوانی کا عہدہ اور خلعت عطا کیا۔

جب دن ہوا تو نوشیرواں کے لشکر سے طبل جنگ کی آواز آئی۔ امیر نے یہ سن کر حکم دیا کہ ہمارے نقار خانے میں بھی طبل جنگ بجائے جائیں۔ تب امیر کے لشکر سے طبل جنگ کی آواز شروع ہوئی اور میدان آراستہ کر کے دونوں فوجیں میدان میں آئیں تب ژوبین فولادتن آیا۔ یہ ایسا مرد تھا کہ اس کی قوت اور پہلوانی کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ خبر نوشیرواں کو ہوئی تو اس نے دوسرے بادشاہوں کو استقبال کے واسطے بھیجا اور بہ ہزار تعظیم پہلوانی کی کرسی پر بٹھایا اور خلعت خاص مرحمت فرمایا یعنی اپنے پہنے ہوئے کپڑے اتار کر اپنے ہاتھوں سے پہنائے اور ژوبین کے آنے سے خوش ہوئے اور دعا کی۔

ہر دم پہلون پر امیر کی فتح

جب امیر مالک اشتر کی لڑائی سے فارغ ہوئے اسی روز ناگہاں دروازے پر سوداگر آیا اور دربانوں کو کہا کہ امیر کو جا کر خبر دو کہ تمہارا منہ بولا باپ آیا ہے۔ امیر یہ خبر سنتے ہی اندیشہ میں ہوئے کہ یا الٰہی وہ کون سا باپ ہے کہ جسے میں نے باپ بولا تھا۔ اتنے میں قندر نے عرض کی کہ یا امیر ایک روز میں اور تم خرسند کو جاتے تھے کہ راہ میں ایک قافلہ ملا تھا جو ہمارے ساتھ ہوا تھا اور امیر نے اس قافلہ کے سردار کو باپ بولا تھا تب امیر نے کہا کہ سچ کہتا ہے اگر وہی سوداگر ہے تو

تم خوب پہچانو گے پس جاؤ اور بلا لاؤ۔ تب قندر باہر آیا اور دیکھا تو وہی سوداگر ہے پس قندر نے اسے گلے لگایا اور امیر کے پاس لے آیا امیر نے اسے پہچان لیا اور اٹھ کر بغل گیر ہوئے اور اپنے برابر بٹھا لیا اور احوال پرسی کی۔ جب امیر نے اس کے منہ پر نظر کی تو کہا کہ اے باپ اول تمہارا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا اور اب زردی مائل ہے۔

یہ سن کر سوداگر نے کہا اے فرزند قصہ میرا بہت بڑا ہے اور درد بموجب اس کے لا دوا ہے۔ امیر نے فرمایا جب تک نہ بتلائے گا تب تک دریافت کرنا نہ چھوڑوں گا۔ تب سوداگر نے ابتداء سے انتہا تک اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ میں سوداگر ہوں کہ تجارت کے واسطے تری اور خشکی میں پھرتا ہوں پھر اپنے مقام پر آتا ہوں اور کہیں بھی اپنا دل نہیں لگاتا ہوں۔

اب قضائے کردگار سے یکا یک میرا گذر پروع کے ملک میں ہوا اور بادشاہ کے محل کے نیچے اترا اس بادشاہ کو ہردم پروعی کہتے ہیں اور یہ ہردم ایسا پہلوان ہے کہ دنیا میں ویسا کوئی نہیں ہے اور ہردم کی بہن ہے اس کی نسبت ہردم کے باپ کی وصیت کی تھی کہ جو شخص ہردم کی پیٹھ زمین پر لگائے گا میری بیٹی کا نکاح اس سے کر دینا۔ غرض میں وہاں بیٹھا تھا کہ ہردم کی بہن بالا خانہ پر آئی اور جنگل کا تماشہ دیکھتی رہی۔ اس وقت میری نظر اس پر پڑی اور دیکھتے ہی عشق کا تیر میرے جگر میں لگا۔ اب کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ میں اس تک پہنچوں۔ پس اسی سبب سے میں زرد ہوں اور اس کی تصویر کھچوا کر میں نے اپنے پاس رکھی ہے اور اس تصویر کو دیکھ کر صبر کرتا ہوں۔ امیر نے فرمایا وہ تصویر مجھے دکھاؤ تب سوداگر نے وہ تصویر امیر کو دکھائی اور اسے تمام پہلوانوں نے بھی دیکھا اور وہ اسے دیکھ کر بے ہوش ہوئے تب ان سب نے کہا کہ اے سوداگر تیرا عاشق ہونا بیجا نہیں بلکہ صحیح اور بجا ہے۔ سعد بن عمر یہ دیکھ کر ہردم کی بہن پر عاشق ہوئے اور دل میں فیصلہ کیا کہ جب رات ہوگی تو یہاں سے نکل کر باہر جاؤں گا شاید میری قسمت یاوری کرے اور سعادت مند دکھائے تو پروعی معشوق کا وصل میسر آئے۔ جب رات ہوئی تو سعد بن عمر نے ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر سے باہر نکلے اور پروعی شہر کی راہ لی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس روز امیر کے لشکر گرداور رنگ اور کورنگ کا طلایہ تھا اور یہ دونوں لشکر کے گرد پھر رہے تھے۔ انہوں نے یکا یک دیکھا کہ ایک سوداگر لشکر سے باہر جا رہا ہے۔ تب دونوں بھائی دوڑے اور سعد بن عمر کو دیکھا اور شرط خدمت بجا لائے اور عرض کیا کہ بادشاہ زادے خیریت تو ہے کہ تم اکیلے باہر آئے ہو۔ سعد نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھی ہوگے تو میں تم سے تمام حقیقت بیان کروں گا۔ بولے کہ تم پر قربان ہیں اور ہرگز روادار نہیں ہے کہ تم اکیلے باہر جاؤ۔ تب سعد بن عمر نے اپنے عشق میں تمام قصہ ان دونوں سے ظاہر کیا۔ تب بہ امر ناچار دونوں بھائی سعد کے ہمراہی ہوئے اور یہ تینوں سوار راہ میں دم نہ لے کر اور کہیں مقام نہ کر کے چند روز میں پروع شہر میں پہنچے اور باغ میں اترے اور اس وقت ایک گلہ بکریوں کا وہاں آیا۔ سعد نے کہا کہ یہ بکریاں ہردم کی ہوں گی۔ پس اس گلہ میں سے تین بکریاں لے کر کباب بنائیں اور کھائیں تا کہ ہماری فریاد ہردم کے پاس پہنچے اور وہ ہم پر آئے۔ تب اورنگ اور کورنگ اٹھے اور تین بکریاں اس گلہ میں سے پکڑ کر ذبح کر کے کباب بنائے۔

جب چرواہے نے باغ میں دیکھا تو وہ اندر آیا اور دیکھا کہ سیخیں بنتی ہیں وہ حیران ہوا اور تعجب میں رہا اور پکارا کہ اے نادان کیوں اپنے لیے موت لیے بیٹھے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ یہ باغ کس کا ہے اور بکریاں کس کی کاٹی ہیں۔ سعد بن عمر نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ تب چرواہے نے کہا کہ یہ بکریاں ہردم کی ہیں اور یہ باغ خاص اس کا تماشہ گاہ اور سیر کی جگہ ہے۔ سعد نے کہا کہ جا اور ہردم سے بول کہ حمزہ کا پوتا آیا ہے اور تجھے لڑنے کے لیے بلاتا ہے۔ چرواہا یہ سنتے ہی جلدی سے دوڑا اور تمام حال عرض کیا۔ ہردم نے جب حمزہ کا نام سنا تو کہا اے چرواہے حمزہ خود ہے یا کوئی دوسرا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا وہ تین سوار ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور ہردم

کے پکڑنے کے لیے آیا ہوں۔ ہردم قہقہہ مار کر ہنسا اور سات زرہ داؤدی بدن پر آراستہ کیا اور سات سومن کا سانگ ہاتھ میں لے کر کمر سے شمشیر حمائل کی اور شہر سے پا پیادہ آیا۔ جب ہردم چلا جا رہا تھا تو جو جھاڑ اپنے سے اونچا دیکھتا تھا اسے ایسا مارتا کہ وہ جھاڑ پیوند زمین پر ہوتا اور ہردم کا قد چالیس گز لمبا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ مجھ سے اونچا کوئی کیوں رہے۔ اس دیوانگی میں وہ باغ میں آیا تو اس کی گڑگڑاہٹ ان تینوں جوانوں نے سنی کہ ہردم آیا ہے۔ تب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کھڑے رہے کہ اتنے میں ہردم آ پہنچا اور پکارا کہ آنے والو سچ کہو کہ تم کون ہو؟ سعد بن عمر نے کہا کہ میں سعد نامی امیر کشور گیر جہاں کا پوتا ہوں اور حمزہ نے تیرے پکڑنے کے لیے مجھے بھیجا ہے تب ہردم بہت ہنسا اور کہا۔ اے بچے فضول کیوں کہتا ہے؟ کیا حمزہ نے میرے نام کا آوازہ نے سنا جو تجھے بھیجا ہے اور آپ نہیں آیا۔ سعد نے کہا اول مجھے جواب دے پھر امیر کی بات کر اور اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ ادھر سے سعد نے چاہا کہ میدان میں جائے اورنگ نے آ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ یہ کب درست ہے کہ ہمارے ہوتے تو میدان میں جائے پہلے ہم دونوں بھائی میدان میں جاتے ہیں جب ہم فنا ہو لیں گے تو پھر تم جانا۔ ناچار سعد کھڑے رہے۔ اورنگ میدان میں آیا اور ہردم کے مقابل ہوا۔ ہردم نے سانگ اٹھا کر پھرائی۔ اورنگ پر نظر ڈالی اورنگ ڈھال آگے لایا۔ ہردم نے سانگ ایسا مارا کہ اس کی آواز بیابان میں گئی اور ڈھال اورنگ کے سر پر لگی اور اورنگ شہید ہوا اور کورنگ نے جب یہ حال دیکھا تو گھوڑے کو ڈپٹ کر مقابلہ میں جا کھڑا ہوا تب ہردم نے اس کو بھی سر و کیا۔

اس کے بعد سعد میدان میں آیا اور ہردم نے سانگ پھرا کر اس کو مارا۔ سعد نے سانگ کو روکا اور ہاتھ کمان پر لے گیا اور ہردم پر تیر چلایا اور اس تیر نے چھ زرہ توڑے اور ساتویں زرہ میں رہ گیا۔ ہردم یہ حالت دیکھ کر غصہ میں آیا اور دوڑا اور سعد نے ڈھال آگے کی اور ہردم نے سانگ بائیں ہاتھ میں لی اور داہنا ہاتھ لمبا کر کے سعد کو اٹھایا اور زمین پر پھینکا اور کہا۔ اے بچے تجھے کیا ماروں جا اور حمزہ کو بھیج۔ یہ کہکر آپ شہر کی طرف پھر گیا اور بہن کو ساری حقیقت سنائی اور کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ حمزہ ہوگا مگر وہ حمزہ کا پوتا تھا اور دو پہلوان اس کے ساتھ تھے ان کو مار آیا ہوں۔ یہاں سعد بن عمر اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر اور یاروں کو جنت میں گیا ہوا دیکھ کر حیران و غمگین ہو کر آبدیدہ ہوئے اور بہت افسوس کیا اور باغ سے باہر نکلے اور چلے تو دل میں خیال گذرا کہ میں لشکر میں جا کر امیر کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ جنگل میں کہیں نکل جاؤں جہاں میرا کوئی نشان بھی نہ پائے۔ تب گھوڑے کی لگام لشکر کی راہ سے پھیری اور بیابان کی راہ لی۔ کتنے کوس چلے ہوں گے کہ ایک نہایت خوبصورت باغ نظر آیا۔ سعد بن عمر اس باغ میں گئے اور وہاں ایک پر آب حوض دیکھا جو گلاب جیسے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ سعد نے گھوڑے کو پانی پلایا اور زین اتار کر چرنے کو چھوڑا اور آپ ہتھیار کھول کر حوض میں نہائے اور حوض کے کنارے پر سر رکھ کر غم ناک ہوئے۔ اس باغ کا یہ حال تھا کہ ہردم کی ایک بڑی بہن بھی تھی کہ جس نے اپنا علیحدہ باغ بنا کر اپنی سکونت اختیار کی ہوئی تھی اور اس کا خاوند مر کر دوزخ میں پہنچا ہوا تھا اور اس کی ایک جوان بیٹی تھی کہ جس کی شادی نہیں ہوئی تھی اور وہ لڑکی پہلوانی کا دعویٰ رکھتی تھی کہ جو مرد میری پیٹھ زمین پر لگائے گا میں اس کے ساتھ شادی کروں گی۔ قضا کار وہ لڑکی باندیاں لے کر شکار کو گئی۔ جب شکار کر کے واپس آئی تو آتے ہی وہ باغ میں آئی اور سعد کو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت دیکھا۔ تب لونڈیوں سے کہا کہ اسے اٹھاؤ تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ آدمی ہے یا پری۔ باندیوں نے کہا کہ البتہ یہ آدمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہتھیار بھی ہیں اور گھوڑا بھی چرتا ہے۔ تب وہ لڑکی آپ نزدیک آئی اور پکارا اے سونے والے تو کون ہے اور یہاں کیوں سوتا ہے۔ سعد ہوشیار ہوئے اور دیکھا کہ ایک سوار ہتھیار باندھے کھڑا ہے تب سعد جلدی سے اٹھے تو اس لڑکی نے فوراً نیزہ کو پھرایا اور سعد

کے سینے پر مارا اور سعد نے اس کا نیزہ پکڑ کر زور کر کے چھین لیا اور اس کی پھال دو ٹکڑے کر کے نیزہ کی لکڑی اس کی کمر پر ایسی ماری کہ وہ لڑکی زمین پر گری اور سعد دوڑ کر اس کے سینے پر چڑھے تو سینہ نرم پایا۔ پھر اس کے منہ پر سے برقعہ دور کر کے دیکھا کہ وہ رشک قمر ہے جب سعد نے اس کی صورت دیکھی تو ہردم کی بہن کی صورت کا نقشہ بھول گیا اور کہا کہ سچ بول کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں ہردم کی بھانجی ہوں۔ سعد نے کہا کہ ہردم کی بہن کا بیاہ تو نہیں ہوا اس کی بیٹی کہاں سے آئی تب اس نے کہا کہ میں ہردم کی بڑی بہن کی بیٹی ہوں۔ تب سعد اس کے سینہ پر سے اترے اور کہا کہ جب تم نے ہم غریبوں پر آنے کی مہربانی کی ہے تو ایک گھڑی بیٹھو۔ اس لڑکی نے کہا کہ میں ساری عمر تیری باندی ہوں۔ لیکن تو اپنا نام بتا۔ سعد بن عمر نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور میرا نام سعد بن عمر ہے۔ پس وہ لڑکی سعد کا نام سن کر نہایت شاد ہوئی اور سعد کو اپنے محل میں لے جا کر بٹھایا۔ سعد نے اس سے نکاح کیا اور خلوت میں لے جا کر رات دن عیش میں رہے۔ القصہ رات کو سعد اپنے خیمہ سے غائب ہوئے تھے تو فجر کو گھر میں چاروں طرف تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ نہ پایا۔ تب امیر کو خبر کی۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ وہ ہردم کی بہن کا عاشق ہو کر گیا ہے۔ اتنے میں لندھور نے کہا کہ اورنگ اور کورنگ جو رات میں طلایہ میں تھے وہ غائب ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ وہ بھی اس کے ساتھ گئے ہوں گے۔ عمرو نے کہا یا امیر! ہردم بڑا سخت پہلوان دیوانہ ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے تو بہت بری بات ہے۔ امیر نے کہا تو سچ کہتا ہے امیر نے رستم پیلتن کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور عمرو کو اپنے ہمراہ لیا اور سب یاروں سے وداع ہوئے اور پروعی کی راہ لی اور پروع میں پہنچے اور اسی باغ میں اترے اور اورنگ اور کورنگ کو مرا پایا۔ تو امیر نے کہا کہ سعد بھی مارا گیا ہوگا۔ عمرو نے امیر سے کہا کہ اگر مرا ہوتا تو انہیں میں ہوتا شاید ہردم نے اپنے پاس رکھا ہوگا۔ امیر اورنگ اور کورنگ کے واسطے آبدیدہ ہوئے۔ پس ان ہی باتوں میں مصروف تھے کہ بکریوں کا گلہ آیا اور عمرو نے دو بکریاں پکڑیں اور امیر کے پاس لا کر ذبح کیں اور آگ سلگا کر کباب بنانے لگا۔ امیر نے کہا اے عمرو خدا جانے یہ بکریاں کس کی ہیں۔ مالک کی رضامندی کے بغیر کیوں لایا ہے؟

عمرو نے کہا یہ ہردم کی ہیں۔ اگر مالک پیدا ہوگا تو ان کی قیمت اسے دے دیں گے۔ عمرو نے بھی سیخیں تیار کی تھیں کہ اتنے میں بکریوں کا چرواہا آیا اور پکارا کہ اے دیوانے یہ کیا کیا۔ حمزہ نے پوچھا کہ حمزہ کے پوتے سے کیا ہوا؟ چرواہے نے کہا کہ اس کے ساتھ والوں کو ہردم نے مارا اور اسے زندہ چھوڑا پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ امیر نے کہا کہ زندہ ہے۔ پھر امیر نے کہا کہ ہردم کو جا کر خبر دے کہ حمزہ آیا ہے۔ یہ سن کر چرواہا دوڑا اور سر پر خاک اڑا کر فریاد کی اور ہردم سے کہا کہ اے بادشاہ تیرے باغ میں حمزہ آیا ہے۔ ہردم نے ہتھیار باندھے اور سانگ ہاتھ میں لے کر باہر آیا اور اچھلتا کودتا باغ میں پہنچا۔ تب امیر نے کہا اے عمرو ہردم آتا ہے۔ امیر جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوئے اتنے میں ہردم آ پہنچا اور امیر کو دیکھ کر ہنسا اور کہا کہ اے حمزہ برسوں گذارے کہ تجھ سے لڑنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ خوش آمدید اور خبردار رہو یہ کہہ کر حمزہ پر سانگ چلائی۔ امیر نے گرز آگے کیا سانگ کی زنجیریں گرز میں الجھیں اور دونوں نے زور کیا تو زنجیریں تڑاق تڑاق ٹوٹیں۔ ہردم سانگ کی مہر پر ہاتھ لے گیا اور امیر پر چلائی۔ امیر نے سپر کی اور جھٹ سے اسے روکا۔ جب ہردم نے دیکھا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو اس وقت واپس آیا اور باغ میں جا گھسا اور ایک جھاڑ جڑ سے اکھاڑ کر اپنا ہتھیار بنا لیا اور امیر کی طرف بڑھا۔ امیر نے سوچا اگر میں سوار ہوں گا تو گھوڑے کو ضرب پہنچے گی تب وہ بھی فوراً پیادہ ہوئے اور سرو کا ایک جھاڑ اکھاڑا اور جب ہردم نے امیر پر جھاڑ سے حملہ کیا تو امیر نے بھی جھاڑ سے روکا اور عمرو کھڑے ہوئے یہ تماشہ دیکھتے رہے اور حیران تھے کہ کیسی لڑائی ہے اور ان کو لڑتے لڑتے شام ہوگئی۔ تب ہردم نے کہا آفرین ہے اے حمزہ آفرین

تیرے باپ کو جس نے تجھے پالا اور آفرین ہے تیری ماں پر کہ جس نے تجھے جنا۔ نقاب منہ پر سے اتار کر میں تیرے منہ کو دیکھوں کہ تو بوڑھا ہے یا جوان؟ امیر نے جب خود کا دامن اٹھایا اور ہردم نے امیر کے چہرے پر نظر کی اور دیکھا تو ڈاڑھی سفید ہے مگر چہرہ آفتاب کی مانند ہے۔ تب ہردم نے کہا اے حمزہ اب تو رات ہوئی اور رات کے واسطے شراب اور کھانے کے واسطے میں بکرے بھیجتا ہوں۔ تو بھی آرام کر اور چند روز لڑائی نہ کر کہ میں اور سانگ بنواتا ہوں کیونکہ یہ خراب ہو گیا ہے۔ یہ سن کر امیر نے کہا تجھے اختیار ہے میں نے دوسرا سانگ بنانے تک تجھے فرصت دی لیکن یہ بول کہ میرا پوتا جو آیا تھا وہ کہاں ہے۔ ہردم نے کہا اے امیر تمہارا پوتا دیوانہ ہو کر مجھ سے لڑنے کو آیا تھا سو تمہاری خاطر میں نے زندہ چھوڑا خدا جانے اب وہ کہاں ہے؟ لیکن تمہارے یار مفت میں مارے گئے میں بھی افسوس کرتا ہوں۔ امیر نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا خدا کا حکم یونہی تھا اور ہردم چلا گیا۔ امیر نے عمرو سے کہا کہ ہردم کا تماشہ دیکھا۔ عمرو نے کہا کہ ایسا سخت آدمی دنیا میں کم ہیں۔ امیر نے کہا خدا کی خدائی آباد ہے۔ ایک سے ایک زبردست پہلوان دنیا میں موجود ہیں۔ جب ہردم لڑائی سے پھر کر گیا تو اپنی بہن سے کہا کہ میں تیرے واسطے مرد پیدا کر کے لایا ہوں۔ پھر ہردم نے لوہاروں کو بلا کر کہا کہ نو سو من کا سانگ بناؤ انہوں نے پہلے سے دو سو من زیادہ کر کے بنایا۔

جب سانگ تیار ہو گیا تو ہردم فجر سے ہی باغ میں آیا۔ امیر نے جب دیکھا کہ ہردم آیا ہے تو ہتھیار باندھے اور اشقر پر سوار ہوئے۔ ہردم نے کہا کہ میں پیادہ ہوں یہ لڑائی ٹھیک نہیں ہے۔ تب امیر بھی پیادہ ہوئے اور گیارہ سو من کا گرز ہاتھ میں لے لیا۔ ہردم نے کہا اے حمزہ میں سوائے سانگ کے اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہیں رکھتا اور تو اس کا وار گرز پر لیتا ہے اور سانگ توڑ دیتا ہے اور جب ٹوٹی تو پھر کتنے ہی دنوں میں بنتی ہے۔ یہ سن کر امیر نے گرز ہاتھ سے رکھا اور ڈھال سر پر لی اور دوسرے ہاتھ سے گرز کا سہارا ڈھال کے نیچے دیا۔ ہردم نے امیر پر سانگ ماری تو مہر سے ایک طرف ہوئی اور امیر کے سر پر لگی دوسری بار ہردم نے پھر سانگ پھرائی۔ امیر نے بدستور لے کر گرز کا سہارا دیا اور ہردم مہری خدا خدا کر کے سانگ ماری تو اس کی زرہیں کٹیں اور اس کے بدن پر بھی تھوڑا زخم ہوا۔

ہردم نے آہ کی اور کہا اے حمزہ تو نے مجھے زخمی کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اچھا ہو آؤں اور تو بھی سر کو مرہم لگا کر اچھا کر لے امیر نے کہا کہ تیری مرضی چاہے سو کر۔ تب ہردم گیا اور کہا اے بہن آج امیر نے مجھے اور میں نے اسے زخمی کیا ہے۔ یہاں حمزہ کو زخم نے بہت بے ہوش کیا۔ پس عمرو نے یہ کیا کہ وہاں کے بال استرے سے مونڈے اور مرہم پٹی کی۔ مگر امیر کو تین روز تک ہوش نہ آیا۔ چوتھے روز امیر کی آنکھ کھلی اور اٹھ کر بیٹھے اور کھانا کھایا اور پانی پیا۔ ہردم نے جو زخم بند ہوایا تھا وہ کتنے دنوں بعد اچھا ہوا۔ تو امیر کے ساتھ لڑنے کے لیے پھر گیا۔ اس وقت دونوں درست تھے۔ ہردم سانگ لے کر امیر پر آیا اور سانگ پھراتا۔ تب عمرو نے عربی زبان میں کہا کہ یا امیر اس سانگ سے تم کو ضرر پہنچے گا۔ خبردار رہو۔ ہردم امیر پر سانگ چلانی چاہتا تھا کہ امیر دوڑے اور ہردم کے دونوں بازو پکڑ کر ایسا نعرہ مارا کہ سولہ کوس تک زمین و زمان اور کوہ و بیابان گونج اٹھا اور امیر نے ہردم کو اٹھایا اور زمین پر پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھے ہردم نے معافی مانگی اور امیر اس کے سینہ پر سے اترے اور ہردم کو گلے لگایا۔ پھر ہردم امیر اور عمرو کو شہر میں لے گیا اور بارگاہ میں بٹھایا اور شہر و مجلس کو آراستہ کر کے آپ خدمت میں کھڑا رہا۔ امیر نے فرمایا کہ کیا کچھ مطلب ہے بیٹھ کر بول۔ تب ہردم نے کہا کہ میرے باپ نے مرتے وقت مجھ سے وصیت کی تھی کہ جو شخص تیری پیٹھ زمین پر لگائے گا اپنی بہن اسے دینا۔ سو دو برس ہوئے ہیں کہ کسی نے میری پیٹھ نہیں لگائی اور میں نے تیرے سوا کسی کو بڑا پہلوان نہیں پایا۔ سو تو اب میری بہن کو قبول کر۔

امیر نے فرمایا کہ ہزار بار قبول کیا اور عمرو نے اسی وقت ان کا نکاح کیا اور امیر کچھ مدت وہاں رہے۔ امیر کا یہاں

آنا اور ہردم کو اپنے تابع کرنا۔ رفتہ رفتہ سعد بن عمر نے بھی سن لیا۔ تب ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر وداع پروع شہر کے دروازے پر آ کر نعرہ مارا اور ہردم کو پکارا۔ یہ نعرہ مجلس والوں کے کانوں تک پہنچا تو حیران ہوئے اور کہا کہ اے ہردم یہ کون پہلوان ہے۔ تب ہردم سانگ لے کر اٹھا اور باہر آیا تو سوار کو لڑائی پر تیار دیکھا تو سانگ پھرا کر مارنا چاہا۔ تب سعد جھٹ گھوڑے پر سے اتر کر دوڑا اور ہردم کے دونوں بازو پکڑ کر خدا کا نام زبان پر لیا اور ہردم کو اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر پچھاڑ کر اس کے سینے پر بیٹھے۔ تب ہردم نے کہا کہ اے مرد اپنا نام بول کہ تو کون ہے؟ سعد نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں۔ ہردم نے کہا اب اٹھ تجھے تیرے دادا سے ملاتا ہوں۔ تب سعد بن عمر اٹھے اور ہردم کے ساتھ امیر کی خدمت میں آئے امیر نے جب اپنے پوتے کو دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور نوازش فرمائی۔ تب ہردم نے کہا میں بہت متعجب ہوں۔ امیر نے پوچھا کیا ہے؟ ہردم نے کہا کہ جب تیرا پوتا پہلے یہاں آیا تھا تو میں نے اسے اٹھالیا اور اب مجھے اس نے بڑی آسانی سے اٹھایا ہے اور پچھاڑ کر میرے سینہ پر بیٹھا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اسے سینہ پر سے دور کروں لیکن دور نہیں کر سکا۔ امیر نے ہنس کر کہا کہ اے ہردم اس کا زور زحمت عشق سے اس وقت سست ہو گیا تھا اور آج اپنی عادت پر ہے تو اس کے برابر کب ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر کھانا منگوایا اور کھایا۔

عمرو اور امیر کی لڑائی

جب امیر سے سعد بن عمرو ملے۔ تب ہردم سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو جاؤں تو کیا کہتا ہے میرے ہمراہ چلے گا یا نہیں۔ ہردم نے کہا کہ تم سے میری دوستی ہوئے ابھی کچھ عرصہ بھی نہیں گذرا کہ تم سے جدا ہوں۔ پس امیر ہردم کی بہن سے رخصت ہوئے اور امیر و سعد بن عمر اور ہردم لشکر ظفر پیکر کی طرف روانہ ہوئے۔ اب لشکر عرب کا حال سنو کہ ایک روز جو طبل بجا اور دونوں لشکر میدان میں آ کھڑے ہوئے اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو ارادہ میدان کا کر کے اپنا نام ظاہر کرے۔ تب ژوپین نوشیرواں کی خدمت میں آیا اور میدان کا حکم لے کر میدان میں آیا اور پکارا کہ اے پہلوان عرب جسے مرنے کی آرزو ہو وہ میدان میں آئے۔ تب مرزوق فرنگی رستم کی خدمت میں گیا اور حریف کے سامنے آ کر کھڑا رہا۔ پس ژوپین فولادتن تربوس سے گرز نکال کر مرزوق پر حملہ آور ہوا۔ تب مرزوق نے سر پر سپر لی اور ژوپین نے گرز چلایا غرض گرز کے بوجھ سے مرزوق کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی اور مرزوق زمین پر گرا اور اٹھتے ہی تلوار کھینچ کر ژوپین کے مارنے کا قصد کیا اور اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں قلم کئے۔ ژوپین فولادتن بھی پیادہ ہو کر دوڑا اور مرزوق کی کمر کی پیٹی پکڑ کر زمین سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا کہ اے ست فرنگی تجھے جان سے کیا ماروں گا جا اور دوسرے کو بھیج تب مرزوق میدان میں سے پھر آیا۔ تو پہلوانوں میں شور پڑا۔ مالک اشتر میدان میں آیا اور پکارا کہ اے ژوپین مجھ سے جان بچا کر کہاں لے جائے گا؟ جو ضرب تو رکھتا ہے وہ لا۔ ژوپین فولادتن نے مالک اشتر پر گرز چلایا اور مالک کے ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ پھر مالک اشقر نے اس پر گرز مارا اس نے سر آگے کیا تب ایک ایسی آواز آئی کہ جیسے کالتی کا برتن کسی کے ہاتھ سے گر پڑا اور ژوپین کو کچھ ضرر نہ ہوا اسی طرح یہ دو پہر تک گزروں سے لڑتے رہے۔ تب ژوپین نے گرز ڈال دیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر مالک اشتر کے سر پر ماری۔ مالک نے اس کی تلوار ڈھال کی چھڑ سے روکی مگر مالک اشقر کی ایک انگلی کٹی اور کاندھا بھی کچھ زخمی ہوا مگر مالک اشتر نے غصہ میں آ کر ژوپین پر تلوار چلائی لیکن اس کا ایک بال بھی نہ کٹا لیکن مالک زخم کے درد سے بے چین ہوا۔

اس کے بعد ژوپین فولادتن نے لندھور کو بھی زخمی کیا۔ جب اندھیرا ہوا تو دونوں لشکر اپنے مقام پر اترے تو بختک نے نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ یقین ہے کہ حمزہ کا حریف ژوپین فولادتن ہوگا نوشیرواں نے کہا کہ دلیل سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر دوسرا روز ہوا تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ژوپین فولادتن میدان میں آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ جس کو آرزوئے مرگ ہو وہ جلدی سے میدان میں آئے۔ تب بدیع الزمان رستم پیلتن کی خدمت میں آیا اور رضا میدان کی چاہی اور میدان میں آ کھڑا ہوا تب ژوپین نے کہا کہ اے کوتاہ قد تو کون ہے اپنا نام بتا کہ بے نام نہ مارا جائے امیر زادہ نے کہا میں بدیع الزمان حمزہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ تب ژوپین فولادتن نے کہا کہ خبردار ہو۔ پس بدیع الزمان نے ڈھال سر پر لی اور ژوپین فولادتن نے اس کے سر پر گرز مارا کہ تین سو ساٹھ رگ جنبش میں آئیں اور ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ پھر بدیع الزمان نے کہا کہ اے ژوپین فولادتن دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ تب ژوپین فولادتن نے ایسا گرز مارا کہ جس سے سخت آواز پیدا ہوئی۔ پھر گرز و گرز دونوں میں دوپہر تک ہوئی۔ تب پہلوان تلواروں پر ہاتھ لے گئے اور اتنے لڑے کہ دونوں کی تلواریں آرہ کے مانند ہوئیں۔

اس وقت دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور آپس میں زور کرنا شروع کیا۔ کبھی وہ پچاس قدم پیچھے بدیع الزمان کو ہٹا دیتا اور کبھی بدیع الزمان اس کو سو قدم پیچھے دھکیل دیتا۔ تب امیر زادہ نے ژوپین کو زانو تک اٹھایا۔ پھر ژوپین نے زور کیا اور بدیع الزمان کے ہاتھ سے چھوٹ کر مقابل میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح کئی بار امیر زادہ نے زور کیا اور ژوپین کو زانو تک کھینچا اور ژوپین زور کر کے چھوٹا اور مقابل کھڑا ہوا۔ غرض جب رات ہوئی تو دونوں لشکر لڑائی کی جگہ پر آئے اور ژوپین نے گھوڑا میدان میں ڈالا اور پکارا کہ کون پہلوان میدان میں آ کر لڑتا ہے۔ یہ ایسا ہی پکار رہا تھا کہ یکا یک جنگل سے گرد نمودار ہوئی اور اس گرد میں سے دو سوار اور ایک پیادہ نمودار ہوئے۔ سپاہ عرب نے جب امیر کو دیکھا تو استقبال کے لیے دوڑے اور قدم بوس ہوئے۔ امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا اور ہردم سے کہا کہ تمام پہلوانوں سے ملو۔ تب ہردوم سب پہلوانوں سے ملے۔ غرض جس سے بغل گیر ہوا وہ مرنے کے نزدیک ہوا۔

بعد ازاں امیر میدان میں آئے۔ ژوپین نے جب امیر کو دیکھا تو کہا کہ اے عرب میں تجھے چاہتا تھا۔ امیر نے کہا کہ میں بھی آ پہنچا ہوں۔ جو نشان بہادری کا رکھتا ہے لا۔ یہ سنتے ہی ژوپین دوڑا اور کمر امیر کی پکڑی اور امیر نے اس کی کمر کو پکڑا اور زنجیریں مضبوط پکڑیں اور اتنا زور کیا کہ گھوڑے گھٹنوں تک زمین میں گڑے اور دونوں پہلوان پیادہ ہوئے۔ امیر نے اللہ اکبر کہہ کر نعرہ مارا اور ژوپین کو سر پر اٹھایا اور اتنا پھرایا کہ مردان عالم نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور ہاتھ پاؤں محکم باندھے اور عمرو کے حوالے کیا۔ تب امیر نے عمرو سے کہا کہ اے عمرو میں اپنے فرزندوں سے جا کر ملتا ہوں تم یہاں بیٹھو۔ غرض امیر بیٹھے تھے کہ عرب کے سارے پہلوان وہاں گئے اور کہا کہ اے عمرو اس ژوپین فولادتن نے ہماری آبرو لی اور ہم اب اسے کیا منہ دکھائیں گے کیونکہ ہم میں سے کوئی اس پر غالب نہیں آیا۔ تب عمرو نے اس کے مارنے کی تدبیر کی کہ قلعی گلا کر اس کے گلے میں ڈالی۔ جس سے وہ مر گیا جب امیر محل سے رونق افروز بارگاہ ہوئے اور پہلوان کی کرسی پر بیٹھے تو حکم کیا کہ ژوپین فولادتن کو لاؤ۔ اس وقت عمرو نے کہا کہ ہردم نے اسے مار دیا۔ امیر نے غصہ میں آ کر ہردم کی طرف دیکھا۔ ہردم نے کہا کہ میں کیا جانوں اس دیوانہ نے مجھے کہا کہ ژوپین فولاد کا منہ کھولا۔ سو میں نے اس کا منہ کھولا اور عمرو نے قلعی اس کے منہ میں ڈال دی جس سے وہ مر گیا۔

یہ سن کر امیر کرسی پر سے اٹھے اور عمرو کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ ایسے نامور پہلوان کو تو نے کیوں مار ڈالا؟ تب عمرو نے کہا کہ اس نے تمام پہلوانوں کی آبرو دور کی اس واسطے مارا ہے تب امیر نے کہا تیرے علاوہ کسی اور نے مارا ہوتا تو اسے

جان سے مار دیتا یہ کہہ کر عمرو کو سات کوڑے مارے اور کہا کہ بغیر حکم کرنے کی سزا یہی ہے تب عمرو باہر نکلا اور کہا کہ ان سات کوڑوں کے بدلے ستر کوڑے نہ ماروں تو مجھے عمیہ ضمیر نہ کہنا۔ ایک دن امیر خیمے میں سو رہے تھے اتنے میں عمرو آیا اور قابو پا کر بیہوشی کی دوا ہاتھ میں لی اور یہ سوچ کر دور کھڑا رہا کہ اگر میں پاس گیا تو امیر میرے کان پکڑے گا۔

پس یہ سوچ کر بے ہوشی کی دوا تفنگ میں ڈال کر امیر کی ناک میں پھونکی اور امیر کو چھینک آئی اور بے ہوش ہوئے تب عمرو نے کمند سے باندھا اور جنگل میں لے جا کر درخت سے باندھا اور ہوشیار کیا۔ امیر اپنی حالت پر حیران ہوئے۔ عمرو نے ستر لکڑیاں گن کر امیر کو ماریں تب امیر نے کہا کہ کعبہ کی قسم اور پروردگار کی قسم ہے کہ تیرا خون ضرور کروں گا۔ یہ کہہ کر زور کیا تو کمند ٹوٹی تب عمرو دیکھتے ہی بھاگے آپ نے فرمایا کہ تو کہاں تک بھاگے گا آخر تو تیرا خون کروں گا۔ تب عمرو ڈرا اور کئی قدم پھر کر بولا کہ امیر ایک بات تو ذرا سن لو کہ میں ایک حکمت بتاتا ہوں۔

امیر نے فرمایا کہ کیا بتاتا ہے؟ عمرو نے کہا تمہاری قسم کے واسطے ایک نشتر مار لیتا ہوں جس سے زمین پر خون گرے گا تو خون کیے کے مانند ہوگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے چور چل حکمت کر نہیں تو کام دشوار ہوتا ہے تب عمرو نے نشتر امیر کو دی اور امیر نے عمرو کو نشتر مار کر لہو زمین پر گرایا پھر دونوں مل کر لشکر میں آئے اور خوشی سے رہنے لگے۔

امیر حمزہ اندھے ہو گئے

راویان اخباریوں روایت کرتے ہیں کہ ایک حکیم مروک نامی بختک کا پیغام پڑھ کر آیا اور نوشیرواں سے مل کر کہا کہ میں نے نجوم میں دیکھا ہے کہ امیر اپنے یاروں سمیت میرے ہاتھ سے اندھا ہوگا کہ نوشیرواں نے کہا کہ بس پھر کیا چاہیے۔ القصہ حکیم عمرو بن عمیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں غریب ہوں لیکن طبابت و حکمت خوب جانتا ہوں اگر تمہاری مہربانی ہوگی اور سفارش کرو گے تو البتہ چند روز امیر کے زیر سایہ رہوں گا۔ تب عمرو نے اس کی تمام کیفیت امیر سے بیان کی اور کہا کہ یہ اچھا حکیم ہے اور غریب ہے تمہاری خدمت میں رہنے کو کہتا ہے امیر نے فرمایا کہ بہتر ہے رہنے دو۔ تب وہ حکیم عمرو اور امیر کے پاس رہنے لگا اور اپنی حکمت دکھانے لگا رفتہ رفتہ امیر اس پر اعتبار کرنے لگا ایک روز امیر کی آنکھوں میں درد تھا تو حکیم سے کہا کہ میری آنکھوں میں درد ہے اس نے سرمہ لا کر دیا اور امیر نے آنکھوں میں لگایا اور بہت فائدہ ہوا۔ تب سارے یاروں اور پہلوانوں نے امیر سے وہ سرمہ لیا۔ اور آنکھوں میں لگایا اور بہت فائدہ ہوا۔ جب حکیم کا اعتبار خوب جم گیا تو اندھا کرنے والی دوا سرمہ میں ملائی اور امیر کے پاس لایا۔ ہر روز کے اعتبار پر امیر کے یاروں نے سرمہ آنکھوں میں لگایا اور وہ حکیم اسی وقت نوشیرواں کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ کے اقبال سے امیر اور عمرو اور امیر کے یاروں کو اندھا کر دیا۔ تب بختک نے اٹھ کر حکیم کو گلے لگایا اور کہا کہ کیونکر پہچانیں کہ وہ اندھے ہوئے ہیں حکیم نے کہا کہ جنگ کا نقارہ بجے اور ابھی تمام حال معلوم ہوتا ہے۔ تب نوشیرواں نے طبل جنگ بجوایا تب امیر نے نقارہ کی آواز سنی تو فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ بے وقت طبل جنگ بجا ہے؟ پس وضو کے لیے پانی مانگا اور منہ ہاتھ اور آنکھیں خوب دھوئیں بصارت جاتی رہی تب امیر نے کہا کہ اے یارو مجھے دکھائی نہیں دیتا انہوں نے کہا کہ ہم بھی اندھے ہوئے ہیں تب امیر نے کہا کہ خدا کا حکم یونہی تھا اب شور سے کچھ فائدہ نہیں۔ القصہ سوار ہو کر میدان میں آ کھڑے ہوئے تب نوشیرواں نے کہا اگر وہ اندھے ہوتے تو میدان میں آ کر کیوں کھڑے ہوتے حکیم نے کہا کہ اے بادشاہ ایک پہلوان کو میدان میں روانہ کرو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کیا حال ہے۔ تب ایک عادی پہلوان میدان میں آیا اور اس نے ہردم پر حملہ کیا۔ ہردم نے سانگ سے اس کا ہتھیار روکا اور زور کیا اور آنکھوں والوں کی طرح لڑتا رہا اور ہردم نے

عادی کو ایسا مارا کہ وہ خاک میں ملا تب نوشیرواں نے کہا اگر وہ اندھے ہوتے تو آنکھوں والوں کی طرح کیوں لڑتے۔

غرض دوسرا عادی آیا ہردم نے اسے بھی مارا غرض اس روز ہردم نے سات عادی مارے۔ تب عادیوں کے سردار نے حکم دیا کہ ہردم پر سب مل کر یکبارگی حملہ کرو۔ تب عادیوں نے گھوڑے اٹھائے اور ہردم کو گھیر لیا تب ہردم چوطرفی سانگ پھرا کر چھوڑنے لگا جسے وہ مارتا تو گھوڑے سمیت مارتا پھر ہردم پر تیر مارنے لگے۔ بختک نے کہا کہ اس کی پیٹھ پر مارو تب ہردم نے نعرہ مارا کہ امیر یہ مجھے مارتے ہیں۔ امیر نے گھوڑے کو ڈپٹا اور وہاں گئے تب عادی بھاگے امیر نے ہردم کو فوج میں روانہ کیا اور کہا اے کافرو نہ جانو کہ میں اندھا ہوں پس اسی حالت میں بھی کئی کافروں کو ماروں گا کہ جس کا حال خدا کو معلوم ہوگا۔

تب نوشیرواں نے کہا کہ تمام لشکر ایک دفعہ حملہ کرو۔ تب سارا لشکر امیر پر ٹوٹا امیر اپنے دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے تب امیر کے لشکر کے پہلوانوں کا زور اور گرزوں کی تڑاتڑ اور تلواروں کی چھاچھ سے پکار ہونے لگی اور کافروں کے سر گیندوں کی طرح دھڑوں پر سے گرتے اور دھڑوں کے چبوترے بنتے تھے۔ تب نوشیرواں نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ تم پر غالب نہیں آسکتے۔ امیر نے کہا کہ کافروں نے ہمارا اندھا ہونا معلوم کر لیا ہے اس لیے ہمیں کسی قلعہ میں داخل ہونا چاہیے۔ اوویل کے بادشاہ نے کہا کہ یہاں سے اوویل تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں جانا بہتر ہے۔ تب امیر کے حکم سے لڑتے ہوئے چل دیئے جب رات ہوئی نوشیرواں نے کہا کہ اب لڑائی بند کرو۔ امیر نے آدھی رات کو وہاں سے کوچ کیا۔ چوتھے روز وہ ملک اوویل میں پہنچے اور قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کے دروازے بند کیے اور خندقیں پر آب کیں پس امیر اور تمام پہلوان خدا کی یاد میں تھے اور باقی لشکر فصیلوں پر چڑھ کر کافروں سے لڑتا تھا اور نوشیرواں نے اس قلعہ کو گھیر رکھا تھا۔

بختک کی ہلاکت

جب امیر کشور گیر شہر اوویل میں جا کر قلعہ میں بند ہو کر رہنے لگے تو یہ تمام ملکوں میں خبر مشہور ہوئی کہ حمزہ کو مروگ حکیم نے دوا دے کر اندھا کیا اور اس نا ہنجار نے امیر کے تمام یاروں کا یہی حال کیا۔ چنانچہ یہ خبر شہر پروع میں پہنچی اور وہاں ہردم کی بہن کو امیر سے لڑکا ہوا اور والدہ نے اس کا نام قاسم جگر خونخوار رکھا تھا اور وہ لڑکا جنگل میں ہمیشہ شکار کھیلتا تھا اور ہردم کی بھانجی کو بھی سعد بن عمر سے لڑکا پیدا ہوا تھا اور اس کا نام حارث رکھا گیا تھا اور یہ دونوں لڑکے وہاں ایک جگہ رہتے تھے ان دونوں لڑکوں نے جب امیر کی مصیبت کی خبر سنی تو دونوں نے لشکر لیا اور پروع سے روانہ ہوئے اوویل میں پہنچے اور آ کر امیر سے ملے۔ امیر معہ یاران بہت خوش ہوئے۔ سب کی مل کر یہی صلاح ہوئی کہ اگر یہاں سے پروع کی طرف چلے چلیں گے تو آرام پائیں گے تب امیر اپنا لشکر لے کر اوویل سے پروع کی طرف روانہ ہوئے اور کافروں نے ان کا پیچھا کیا غرض کہ امیر کافروں سے لڑتے بھڑتے پروع کے قلعہ میں داخل ہوئے اور کافروں کا لشکر قلعہ کے گرد گھیرا کر کے اترا۔

راوی یوں بیان کرتا ہے کہ جب چھ مہینے گذرے تو امیر بہت تنگ دل ہوئے اور یاروں کو بلا کر فرمایا کہ تم تمام میرے واسطے کیوں ہلاک ہوتے ہو مجھے نوشیرواں کے حوالے کرو اور تم جہاں چاہو خوشی سے رہو۔ تب سب یار وفادار یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ اگر ہماری ہزار جان ہوگی تو بھی ہم سب تمہارے قدموں پر فدا کریں گے اور کوئی بڑا ہی کم بخت اور بے وفا ہوگا جو تم سے جدا ہوگا اور جب تک ہمارے تن میں جان ہے ہم تم کو نہ چھوڑیں گے۔ یہ ان ہی باتوں میں تھے کہ پردۂ غیب سے خواجہ خضر علیہ السلام خدا کے امر سے ایک ہزار پتہ لے کر وہاں پہنچے اور اس کا عرق نچوڑ کر امیر کی آنکھوں میں ٹپکایا عرق ڈالتے ہی امیر کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ حضرت خضرؑ نے کہا اے فرزند یہ کام خدا کی طرف

سے تم پر ہوا ہے اب سب یاروں کی آنکھوں میں رگڑ کر لگاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔ یہ کہہ کر خضرؑ تشریف لے گئے اور امیر نے وہ پتہ سب یاروں کی آنکھوں میں لگایا۔ قدرت حق سے سب کی آنکھیں روشن ہوئیں اور سب شکر خدا تعالیٰ کا بجالائے۔ عمرو کرسی پر سے اٹھا اور کہا کہ یہ کام بختک نے کرایا ہے پس اب اسے بھی ایذا دیتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ مرضی خدا کی یہی تھی۔ عمرو نہ مانا جب رات ہوئی تو عمرو شہر سے باہر نکلا اور باورچی کی صورت بنا کر بختک کے پاس گیا اور دربانوں سے کہا کہ ایک باورچی روم سے آیا ہے بختک کو خبر دو۔ بختک نے خبر پاتے ہی بلوایا عمرو اندر گئے آداب بجالائے اس نے سر سے پیر تک خوب دیکھا اور دل میں کہا کہ عمرو تو اندھا تھا وہ کیونکر آیا ہوگا؟ جاسوس کو بلا کر قلعہ میں روانہ کیا کہ عمرو کو دیکھ آؤ۔ جاسوس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر عمرو کو قلعہ میں بتائیں گے تو اسے مار ڈالے گا اگر امیر کے پاس بتائیں گے تو کچھ قباحت نہ ہوگی جاسوس نے مشورہ کیا اور وہاں سے واپس آئے اور بختک سے کہا کہ عمرو اس وقت امیر کے پاس ہے۔ بختک نے اس بات کو سچ جانا اور چپ رہا اور عمرو کو ہریسہ پکانے کا اسباب دلایا۔ عمرو نے ہریسہ پکایا تو بختک نے پسند کیا اور نوشیرواں سے ہریسہ اور عمرو کی تعریف کی۔ نوشیرواں نے پسند کیا تب ہر روز ہریسہ پکا کر کھلاتا اور اپنا اعتبار خوب جمایا اور ایک رات دیگ میں گھی ڈالا اور جوش دینے لگے۔ باورچی خانہ کے ملازم بولے کیا سبب ہے کہ دیگ میں گوشت نہیں ڈالا۔ عمرو بولے کہ ایک موٹے تازے بکرے کا گوشت قصاب آدھی رات کو لائے گا اس لیے خالی گھی کو جوش دیتا ہوں۔ وہ ملازم چپ رہے اور عمرو آدھی رات کو بختک کے گھر گیا اور بختک کو سوتا پایا تو ساڑھے سات مثقال بے ہوشی کی دوا نکال کر اس کی ناک میں ڈالی۔ بختک نے جب اوپر دم کھینچا تو چھینک آئی اور بے ہوش ہو گیا تب عمرو معہ بچھونے کے لپیٹ کر اسے اٹھا کر لے آیا اور باورچی خانہ میں اوندھا ٹانگا۔ جب دوسرے باورچیوں نے یہ حال دیکھا تو اپنی جان کے ڈر سے سوتوں کی مانند پڑے رہے اور عمرو نے بختک کا گوشت کاٹ کر اور گھی میں ڈال کر ہریسہ پکایا چمڑہ اور ہڈیاں زمین میں گاڑیں۔ جب صبح ہوئی تو نوشیرواں کے سامنے وہ ہریسہ لایا تب بادشاہ نے دوسرے بادشاہوں سمیت کھا کر بہت تعریف کی۔ بزرجمہر نے نجوم میں دیکھا تھا کہ عمرو نے یہ کام کیا ہے اس واسطے بزرجمہر نے نہ کھایا۔ نوشیرواں نے کہا تو بزرجمہر نے کہا کہ اے بادشاہ میں کھا کر آیا ہوں اور کھانے پر کھانا حرام ہے بلکہ زہر ہلاہل ہے۔ نوشیرواں نے چپ رہ کر ہریسہ کھایا۔ اپنے آگے بختک کی انگوٹھی برتن میں سے نکلی تو نوشیرواں نے کہا کہ کس نے یہ انگوٹھی ہریسہ میں ڈالی ہے۔ تب عمرو جست مار کر بارگاہ سے باہر آیا اور امیر کے حضور گیا اور تمام حقیقت بیان کی امیر نے فرمایا۔ اے چور آدمی کا گوشت آدمی کو کھلانا منع ہے پھر نوشیرواں کو وہم ہوا اور نفر بھیجے کہ بختک کو لاؤ۔ نوکر دوڑے اور بختک کے غائب ہونے کی خبر لائے۔ تب نوشیرواں نے سمجھ لیا کہ یہ گوشت بختک کا تھا اور مطبخی عمرو تھا یہ کہہ کر نوشیرواں نے قے کرنا شروع کیا اور بیمار ہو گیا۔

آدم خوروں سے امیر حمزہ کا مقابلہ

جب نوشیرواں بیمار ہو گیا تو دوسرے روز تخت پر بیٹھ کر بزرجمہر کو کہا کہ اے مکار تجھے معلوم تھا کہ عمرو مجھے بختک کا گوشت کھلاتا ہے کیوں خبر نہ کی۔ بزرجمہر نے کہا کہ اگر تجھے میں خبر کرتا ہوں تو عمرو اسی وقت مجھے مار ڈالتا اس واسطے تجھے خبر نہ کی اور بادشاہ شہریار اور حکیموں اور وزیروں سے پوچھنے کے سوا نہیں کھاتے تو نے میرے پوچھے بغیر کیوں کھایا؟

نوشیرواں نے کہا تو نے یہ بڑی خطا کی۔ البتہ تجھے سزا دوں گا۔ پس جلاد کو بلا کر نوشیرواں نے حکم دیا کہ بزرجمہر کی دونوں آنکھیں نکال دو اور آپ بادشاہی چھوڑ کر اور ہرمز کو تخت پر بٹھا کر مدائن کو چلا گیا اور بزرجمہر دونوں آنکھیں کھو کر حمزہ کے پاس گیا اور کہا کہ اے فرزند اب مجھ کو مکہ میں پہنچا دے کہ پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں جو کہ چالیس روز کے ہوئے ہیں۔ اس روز بزرجمہر مکہ میں آئے خواجہ عبدالمطلب سے ملاقات کی۔ تب بزرجمہر کو خانہ کعبہ میں لائے اور حضرت محمد ﷺ کے روبرو کھڑا کیا اور حضرت کے دونوں قدموں کے نیچے کی خاک بزرجمہر کی آنکھوں میں لگا کر پٹی باندھی اور مناجات کرائی کہ قاضی الحاجات اپنے محبوب کے قدموں کی برکت سے میر آنکھیں روشن کر۔ تب مجیب الدعوات نے حضرت محمد ﷺ کے نام شفاء الیتام کی برکت سے بزرجمہر کی آنکھیں مرحمت فرمائیں اور ہاتف نے ندا دی کہ اے بزرجمہر اگر محمد ﷺ کی برکت سے دعا کرتا تو مشرق سے مغرب تک مردہ زندہ ہوتے لیکن تو نے بہت تھوڑی حاجت چاہی۔ تب بزرجمہر نے چہرہ منور آنحضرت ﷺ کا دیکھ کر بوسہ دیا اور قدم مبارک پر پڑے اور یہ معجزہ تمام دنیا میں مشہور ہوا اور جو توریت کے قائل تھے وہ خوب سمجھے اور بوجھے اور پکارے کہ آخری زمانہ کا پیغمبر پیدا ہوا۔ جب نوشیرواں نے ہرمز کو تخت پر بٹھایا تو داہنے ہاتھ بزرجمہر کے فرزند پوش اور بائیں طرف بختک کے بیٹے بختیار کو وزیر مقرر کر کے بٹھایا اور یہ موذی بختیار باپ سے سو حصہ حرامزدگی میں زیادہ تھا اور ہرمز کی دولت اور ملک کو اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا وہ مکار نابکار جو کچھ کہتا تھا ہرمز اس پر عمل کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے وزیر ایسا کام کر کہ اس عرب کا سر کٹے۔ بختیار نے کہا کہ اے بادشاہ خاطر جمع رکھ کہ میں نے باختر کے بادشاہوں کو لکھا ہے اور وہ پہلوان آدم خور ہیں۔ اگر وہ آئیں تو حمزہ کے لشکر کو زندہ نگل جائیں گے اتنے میں گرگ سوار کا لشکر آ پہنچا اور اس کا سردار مرزباں زردشت گاؤلنگی تھا۔ جب نوشیرواں کا فریاد نامہ گاؤلنگی رخام کے بادشاہ کو پہنچا تو اس میں یہ مضمون تحریر تھا کہ۔

''اے بادشاہ رخام گاؤلنگی تجھے معلوم ہے کہ حمزہ نام بن عبدالمطلب ایک عرب سے پیدا ہو کر اٹھارہ سال کوہ قاف میں رہا اور انسان و ہاتھی و گھوڑے و کتے و بیل کے سر والے ہزار ہا دیوؤں کو فنا کر کے اور سلامتی سے واپس آ کر بادشاہوں اور پہلوانوں کو اور گردن کشوں کو تخت و دولت پر سے تختہ تابوت پر سلایا ہے اور جو معافی مانگتا ہے اس کو معاف کر کے حلقہ غلامی کا پہنا کر رکھتا ہے اور مجھے نہایت ذلیل کیا ہے۔ اگر رخام کا بادشاہ آئے تو اسے دنیا سے اٹھائے نہیں تو رخام کو معلوم ہو کہ وہ باخطر آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

جب نوشیرواں کا خط گاؤلنگی کے پاس پہنچا تو اپنے فرزندوں اور دامادوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ اس مہم عظیم کو کون اختیار کرتا ہے تب اس کے بڑے داماد زردشت نے کہا کہ اگر حکم ہو تو حمزہ کو باندھ کر لاؤں۔ تب گاؤلنگی نے تیس ہزار سوار دے کر زردشت کو روانہ کیا جب مرزبان شہر پروع کے قریب پہنچا تو ہرمز نے استقبال کیا اور ہزار تعظیم سے بلایا پھر دوسرے روز طبل جنگ بجوا کر مقابلے کیلئے میدان میں آیا۔ تب امیر کشور گیر بھی لڑائی کا نقارہ بجوا کر میدان میں آ کھڑے ہوئے اور اس وقت ایک گھوڑا سوار میدان میں آیا تو اس وقت سارے پہلوان بولے کہ یا امیر ماندگی کی وجہ سے ہمارے گھوڑوں میں آگے جانے کی طاقت نہیں ہے اگر حکم ہو تو پیادہ جا کر کافروں سے جنگ کریں۔ تب ہردم نے فرمایا کہ تمہیں پیادہ جا کر مرنے کی ضرورت نہیں میں خود جاتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ تمہیں خدا کو سونپا۔ تب وہ بھی شیر کی طرح غراتا ہوا میدان میں آیا اور کافر کے حریف کے مقابل کھڑا ہوا۔ تب گرگ سوار نے مچھلی کانٹا ہردم پر چلایا ہردم نے اس کا وار اسی سانگ میں لپیٹ لیا اور زور کر کے چھین لیا اور سانگ پھرا کر ایسا مارا کہ وہ کافر زمین میں پست ہوا تب عمرو نے کہا کہ اے ہردم لاندگی کو ہلاک مت کر۔ ہردم نے کہا کیا کرے گا۔ عمرو نے کہا اپنے گھوڑوں میں باندھوں

گا کہ دہشت گھوڑوں کے دلوں سے نکل جائے۔

میدان میں چالیس سوار جہنم کو روانہ کیے۔ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر مستعد ہو کر میدان میں آئے اور کافروں میں سے ایک لاندگی سوار میدان میں آیا اور ہردم نے بدستور جہنم میں پہنچایا۔ اس وقت اسی طرح ہردم نے دس کافروں کو جہنم میں داخل کیا پھر کوئی کافر میدان میں نہ نکلا۔ تب زردشت نے کہا اے بہادروں کیوں میدان میں نہیں جاتے؟ سواروں نے کہا کہ اے شہزادے ہم کو ہماری جان پیاری ہے ہم نہیں جائیں گے کیونکہ جو رفیق جاتا ہے وہ میدان سے واپس نہیں آتا۔ تب زردشت آپ ہی سوار ہو کر میدان میں آیا اور ہردم پر حربہ چلایا۔ ہردم نے سانگ پر لپیٹ دیا۔ زردشت نے زور کیا تو ہردم نے سمجھا کہ وہ سانگ چھین لے گا تب امیر کو پکارا امیر نے گھوڑا دوڑا کر نعرہ مارا اور اس نعرہ سے زردشت کے ہاتھ پاؤں سست ہو گئے اور ہردم نے سانگ چھین لی۔ تب زردشت نے کہا کہ اے حمزہ تو نے ناحق شکار کو چھڑایا۔ امیر نے فرمایا کہ اے کافر جو نشان مردمی کا رکھتا ہے لا۔ اس کافر نے امیر کے سر پر ایسا حربہ مارا کہ اگر سچ سکندری ہوتا تو بھی نہ بچتا۔ مگر حمزہ کو ذرا بھی خطرہ نہ ہوا تب اس نے کہا کہ اے حمزہ ابھی تو زندہ ہے۔ فرمایا اے کافر بفضل خدا زندہ ہوں مگر دو حملے اور بھی تجھ کو دیے۔ پس اس نے بزور دو حربے ایسے مارے کہ اگر پہاڑ ہوتا تو وہ سرمہ ہو جاتا۔ پس جب امیر کی باری آئی تو امیر نے گیارہ سو من کا گرز ایسا مارا کہ بے ہوش ہو گیا اور دل میں کہا کہ میں حمزہ کے مقابل کا نہیں ہوں یہ کہہ کر واپس ہوا۔ تب امیر نے پھرتے وقت اس کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اس کے حلق سے لہو زمین پر گرا اور وہ بھاگ کر چلا گیا۔ تب آسائش کے نقارے بجوائے اور زردشت نے کہا کہ اے ہرمز میں حمزہ کے مقابل کا نہیں ہوں۔ ہاں اگر بادشاہ یہاں سے قضا و قدر میں میرے ساتھ چلے تو وہاں سرسال بن وال آدم خور بادشاہ بخت پہلوان ہے اور اس کی پناہ لے کر اگر حمزہ یہاں آیا تو یقین ہے کہ اپنی زیست سے ہاتھ دھوئے گا۔ تمام کافر ایک مشورہ سے بولے کہ البتہ جس کام میں حمزہ کا ضرر ہو وہی کرنا چاہیے۔ تب سیاوش سے ہرمز نے پوچھا۔ اس نے کہا اے بادشاہ جانا مناسب نہیں ہے اگر جاؤ گے تو البتہ پشیمان ہو نگے۔ بختیار کے ناہنجار نے کہا کہ جانا بہت ضروری ہے۔ تب سیاوش نے کہا کہ بادشاہ مختار ہے۔ القصہ دوسرے روز ہرمز نے اپنے لشکر سمیت زردشت کی رہبری میں کوچ کیا اور چند روز میں قضا و قدر پہنچے۔ تب زردشت نے آگے جا کر سرشال کو خبر کی اور سرشال بن وال نے استقبال کیا اور بڑی تعظیم سے لیجا کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا اور بہت دلاسہ و دلیری دی اور کہا کہ اے بادشاہ تو فکر نہ کر حمزہ کو مارنا میرا کام ہے۔ جب امیر کو قضا و قدر میں ہرمز کے جانے کی خبر ہوئی تو امیر بھی قضا و قدر سے چار کوس کے فاصلے پر اترے۔ سرشال بن وال نے کھانا منگوایا اور ہرمز کے روبرو رکھا اور کافروں کو بھی دیا۔ ہرمز نے دیکھا کہ گوشت سور کا ہے تب ہرمز نے کھانے سے انکار کیا۔ پس زردشت نے کہا کہ اے بادشاہ اس مجلس میں تم بیٹھے ہو جو آیا تو کھانا ضروری ہے اگر سرشال سے یہ بات ظاہر ہو گی تو مشکل ہے۔ تب ہرمز نے صورت کے موافق ایک نوالہ سور کے گوشت کا کھایا پھر وہیں قے کی۔ پھر سرشال اور اس کے ہم جنسوں نے یہ صلاح کی بڑے لات نے ہم پر مہربان ہو کر ہمارے واسطے یہ بکریاں بھیجی ہیں ان کے کھانے میں کمی نہ کرنا چاہیے۔ یہ فرمان دے کر سرشال کے سپاہی ہرمز کے لشکر سے ہر روز آدمیوں کو پکڑ کر لے جاتے اور کھاتے ہرمز نے یہ بات سن کر بختیار کی عقل پر ہزار نفرین اور لعنت کہہ کر سیاوش سے کہا کہ اے خواجہ زادے بختیار ملعون کی صلاح سے ہم اس مصیبت میں پھنسے ہیں۔ اب تم دستگیر ہو کر ایسی تدبیر کرو کہ سرشال شیطان کے پنجے سے رہائی ہو۔ تب سیاوش نے کہا کہ حمزہ کی پناہ کے سوا رہائی مشکل ہے۔ ہرمز نے کہا کہ اول تم جا کر ہماری سفارش کرو۔ پھر جیسا تم کہو گے ویسا کروں گا۔ تب سیاوش نے تمام حقیقت جا کر حمزہ سے عرض کی۔ حمزہ نے فرمایا کہ اگر ہرمز معافی مانگے

گا تو میں اسے پناہ بخشوں گا۔ سیاوش نے امیر کا پیغام ہرمز کو بھیجا اور اس گیرزادہ نے صبر سے باطن میں نفاق رکھ کر ظاہر میں معافی مانگی اور آدھی رات کو معہ فوج امیر کے لشکر میں جا کر شامل ہوا۔ امیر نے ہرمز کو تعظیم سے لا کر تخت پر بٹھایا اور کھانا کھلایا۔ ہرمز نے کہا یا امیر میں مدائن کو جاؤں گا اور والدین کو دیکھوں گا۔ امیر نے فرمایا کہ تو مختار ہے جا اور وہ مدائن کو روانہ ہوا اور امیر وہیں تھے کہ ایک روز فجر ہوتے ہی سرشال نے طبل جنگ بجوایا اور میدان میں آ کر پکارا کہ بکریوں! تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہے وہ میدان میں آئے۔ تب لندھور امیر کے روبرو آیا اور اجازت چاہی۔ پس امیر نے فرمایا کہ جاؤ خدا کے حوالے کیا تب لندھور میدان میں آیا۔ سرشال نے کہا کہ اے دراز قد تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام لندھور ہے تاجدار ہند سراندیپ کا ہوں۔ سرشال نے کہا کہ اے لندھور تو مردانہ ہے اب تو مار۔ تب لندھور نے کہا کہ یہ طریقہ ہمارا نہیں ہے۔ سرشال نے گرز اٹھایا اور لندھور نے سپر لی اور خدا کی پناہ مانگی۔ اس نے گرز مارا۔ اس کو ہزار سختی سے روکا تب سرشال نے کہا کہ اب تو مار۔ یہ سن کر لندھور نے اپنا گرز اس پر مارا۔

غرض شام تک دونوں لڑتے رہے اور رات کو دونوں اپنے اپنے لشکر میں اترے۔ تب لندھور آیا تو امیر نے کہا سرشال کو کیسے پایا کہا کہ ژوپین فولاد تن کے برابر۔ اس وقت امیر نے ژوپین کے واسطے افسوس کیا اور جب صبح ہوئی تو پھر دونوں لشکر تیار ہو کر میدان میں آئے اور امیر کی اجازت سے مالک اشتر میدان میں آ کھڑا ہوا۔ تب سرشال نے کہا اے کوہ تاہ قد کل باوجود اس دراز قد کے لندھور مقابلہ نہ کر سکا اب تو کیا کر سکے گا۔ تب مالک نے کہا کہ قد تو میرا چھوٹا ہے لیکن خدا میرا بڑا ہے کہ ابھی تیرا مغز نکالوں گا۔ جو نشان بہادری کا رکھتا ہے وہ لا۔ تب سرشال نے گرز اٹھایا مالک نے سپر سر پر رکھی اور روکا۔ جب مالک نے گرز مارا تو سرشال نے بڑی دلاوری سے روکا اور کہا ہزار آفرین ہے تیرے بازو پر کیا ہوا جو قد چھوٹا ہے لیکن قوت بڑی رکھتا ہے۔ پھر بدستور شام تک لڑے جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اترے اور تمام رات آرام کیا جب فجر ہوئی تو سرشال نے آ کر میدان میں پکارا کہ اتنے میں قیمار خاور سامنے آ کھڑا ہوا اور سرشال نے قیمار کی ڈھال پر گرز مارا اور ڈھال پر آگ جیسا شعلہ نکل کر آسمان کی طرف گیا اور قیمار نے سرشال پر تلوار ماری اور اس نے روکی مگر پھسل کر گھوڑے پر پڑی اور وہ مر گیا اور سرشال زمین پر گرا اور قیمار کے گھوڑے پر وار کرنا چاہا۔ تو قیمار پیادہ ہوا اور گھوڑے کو پشت کے پیچھے کر لیا۔ تب سرشال نے دونوں بازو پکڑ کر قیمار کو اٹھایا اور زمین پر پچھاڑا۔ اتنے میں امیر نے نعرہ مارا اور اس کے مقابل آئے اور سرشال قیمار کو چھوڑ کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہوا اور کہا اے کوہ تاہ قد تو کون ہے؟ جو میرے شکار کو چھڑایا۔

امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ سرشال نے امیر پر گرز چلایا امیر نے سپر کی آڑ سے روکا اور فرمایا اے ملعون میں نے دو حملے اور بھی تجھے دیے تب اس موذی نے گرز چلایا۔ جب سرشال نے تیسرا وار چلانا چاہا تو امیر نے گرز کا قبضہ پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر گرا اور امیر نے کمند دیو بند اس کے گلے میں ڈالا اور کھینچ کر اسے زمین پر گرایا اور جست مار کر سرشال کے سینہ پر بیٹھے۔ تب اس کے لشکر نے چاہا کہ امیر پر حملہ کریں۔ لیکن سرشال نے منع کیا وہ کھڑے رہے اور امیر نے اس کے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھے اور عمرو کے حوالے کیا اور سرشال کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے تجھے کیونکر باندھا اس نے کہا جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہیں ویسے باندھا ہے۔ تم مجھ کو مت مارو جو کہو گے سو سنوں گا امیر نے کہا تو مردار اور حرام کا کھانا چھوڑ دے تو تجھے نہ ماروں گا۔ اس نے قبول کیا۔ سرشال نے کہا کہ تمہارا خدا بزرگ ہے جس نے تجھ کو مجھ جیسے ہاتھی پر غالب کیا اگر کرنی ہے تو آپ کے خدا کی بندگی کرنی ہے۔ تب امیر نے اپنے ہاتھ سے اس کے بند دور کیے اور خلعت سے سرفراز کر کے لندھور سے کم مرتبہ پر بٹھایا۔

سفید دیو کی ہلاکت

جب امیر سرشال کو باندھ کر مسلمان کیا تو وہ امیر کو پہلوانوں سمیت شہر میں لے گیا اور شرائط مہمانداری کی بجا لایا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے سرشال تیرے ملک میں کیا تماشہ ہے وہ دکھا اس نے کہا اے جہانگیر یہاں سے تین منزل پر جمشیدی ہے اور کیفیت یہ ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے شہر کو خالی اور طلسم کے سوار اور پیادے بنا دیئے اور دولت سے اسباب تیار کر کے شہر میں رکھا اور شمشیر داروں کو نگہبانی کے لیے بٹھایا کہ کوئی آدمی شہر کے اندر نہ آئے۔ اور قبر بنا کر آپ زندوں کی طرح سو رہا اب اس بیابان کو بادیہ کہتے ہیں۔ اس بادیہ میں اب دیو سفید نے رہائش کی ہے امیر نے کہا وہ دیو کوقاف سے بھاگا ہوا ہے تب امیر اپنا لشکر قضا وقدر چھوڑ کر آپ معہ سرشال وعمرو طلسم جمشیدیہ کو گئے اور گو ناگوں آواز سنی تو پوچھا اے سرشال یہ آواز کیسی ہے اور کہا کہ یا امیر یہ وہی طلسم ہے امیر نے سوچا کہ دروازے کے اندر جائے مگر سوار تلواریں لے کر امیر پر دوڑے تب امیر سمجھے کہ یہ لڑائی کے لیے آتے ہیں۔

سرشال نے کہا کہ امیر میں نے دادا سے سنا ہے کہ یہ تمام کام حکمت کے طلسم کا ہے اور اس گنبد پر ایک جلا سا جانور پھرتا ہے اور اس ساری کھیل کی بنیاد وہی جانور ہے اگر اس مرغ کو تیر سے ماریں تو تمام طلسم ٹوٹ جائے گا اور پکار ہوگی اور دروازہ کھلے گا۔ تب امیر نے مرغ کو مارا اور جمشید کے ہنر پر آفرین کی اور کنجیاں خزانوں کی دیکھ کر امیر نے فرمایا کہ اے عمرو یہ سب طلسم اس خزانہ کی نگہبانی کے لیے بنایا تھا۔ تب امیر نے خدا کا نام لے کر اس طلسم کے قفل کو توڑا اور اندر جا کر دیکھا کہ سب جگہ سانپ اور بچھو پھر رہے ہیں۔

تب امیر نے فرمایا کہ اے سرشال اب مجھے دیو کی جگہ پر لے چل۔ تب بادیہ علم کے بیابان کو لے گیا امیر نے دیکھا کہ تمام جنگل پھولوں سے بھرا ہے۔ تب امیر نے خدا کو یاد کر کے اسم اعظم کی تسبیح پڑھی اور دیو مذکور کے کنوئیں پر پہنچے اور گھوڑے پر سے اتر کر سرشال کو فرمایا کہ کنوئیں پر پتھر نکال سرشال نے بہت زور کیا لیکن نہ نکال سکا۔ امیر نے وہ پہاڑ ٹھوکر سے دور کیا اور سرشال اور عمرو سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں تم باہر سے کسی دیو کو مت چھوڑو کہ اندر آئے اور اشقر کو کہا کہ تو کنوئیں کے منہ سے مت دور ہو۔

یہ کہہ کر امیر کنوئیں کے اندر گئے اور اندر کے پتھر کے سوراخ میں سے دیکھا کہ دیو سفید متفکر بیٹھا ہے۔ اور دوسرے سارے دیو تخت کے سامنے سر نیچے ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کتنی دیر کے بعد دیو سفید نے سر اٹھایا اور کہا کہ اے جاسوسو ایسی بلا کون ہے اور اسے کہاں دیکھا ہے تب ایک دیو نے عرض کیا کہ میں جنگل میں تھا کہ دو سوار اور ایک پیدل پیدا ہوئے جس میں ایک حمزہ ہے اس لیے میں آپ کو خبر کرنے کے لیے دوڑا ہوا آیا ہوں دیو نے کہا کہ میں نے اس کے ڈر سے کوہ قاف چھوڑا تھا تو بھی وہ بلا ہم کو نہیں چھوڑتی۔ اتنے میں امیر وہ پتھر نکال کر اندر آئے وہ دیو امیر کو دیکھ کر پکارا کہ اے حمزہ تو یہاں آیا ہے اب جان کہاں لے جائے گا یہ کہہ کر ایک پہاڑ سا پتھر اٹھایا اور امیر پر چلایا امیر اسے ٹال کر اور جست مار کر الگ ہوئے اور وہ پتھر زمین پڑا اسے اٹھانے کو جھکا تو امیر نے تلوار سے اس کی آدھی کمر کاٹی اور وہ موذی سر کو پتھر مار کر مر گیا۔

جب سب دیو مارے گئے۔ تب انہوں نے معافی مانگی۔ امیر نے فرمایا کہ تم آدمیوں کی عداوت سے ہاتھ اٹھا کر قریشیہ کی خدمت میں رہو تو معاف کروں گا۔ انہوں نے قبول کیا تب امیر پکارے کہ اے دیو باہر آؤ۔ وہ دیو باہر آئے اور امیر کی خدمت میں سر رکھ کر سلام کر کے سب کے سب غائب ہوئے اور کوہ قاف کی راہ لی۔ امیر نے کہا کہ یہاں

چندروز شکار کھیلنا چاہیے۔ رستم پیلتن نے سوچا کہ امیر کو مدت بعید گذری ہے تو یاروں کو بلا کر کہا کہ اے یارو یہاں بیکار کس لیے بیٹھے ہو؟ بہتر یہ ہے کہ ہم بھی طلسمات میں پہنچیں اور جمشیدہ میں جائیں یاروں نے قبول کیا اور سرشال کے دو بیٹے رہبر ہوئے۔

رستم پیلتن کی شہادت

القصہ چندروز میں طلسمات میں پہنچے تو ٹوٹا ہوا دیکھا تو وہاں کا خزانہ لوٹا اور جو سانپ اور بچھو دیکھے تو مارے اور جمشید کو دیکھا کہ تخت پر پاؤں پھیلائے سوتا ہے اور تخت بھی ٹوٹا ہے اور سرشال کے فرزندوں نے کہا کہ رستم باختر کا بادشاہ شیر گرزاں ہے اور اس کا قد ایک سو پچیس گز کا ہے اور وہ سب آدمیوں کو کھاتے ہیں اور جب وہ ہمارے ملک میں آیا کرتا ہے تو سرشال اس سے ڈر کر بھاگ جایا کرتا تھا وہ بڑا زور آور ہے تب رستم پیلتن نے کہا کہ گاؤلنگی کا آنا ہرمز کی مدد کو آنا تھا۔ جو بے عزت ہو کر بھاگ آیا اب وہ کہاں ہے؟ سرشال کے بیٹوں نے کہا کہ جس روز امیر نے سرشال کو باندھا تو اس نے اسی روز بھاگ کر شیر گردان کی پناہ جا کر لی۔ تب رستم نے اپنے بھائیوں اور پہلوانوں سے مشورہ کیا کہ اگر امیر سے پہلے جا کر اسے ماریں تو فتح ہمارے نام ہوگی۔ تب پہلوان راضی ہوئے پس رستم نے جمشید یہ سے کوچ کیا اور چندروز میں شیر گردان کے پاس پہنچے اور زردشت نے پہلے ہی جا کر حمزہ کے تمام حقیقت شیر گردان سے کہہ دی تھی۔ جب شیر گردان نے شیطان کی طرح گرز مارنا چاہا کہ قندر نے اپنے گھوڑے کے منہ پر بڑے زور سے تلوار ماری۔ لیکن اس کو ذرا زخم نہ لگا اور اس موذی نے اجل رسیدہ مومن کو گھوڑے پر سے اٹھا کر پھرایا کہ ایسا مارا کہ قندر کی روح قفس تن سے روضہ رضوان کی طرف پرواز کر گئی اور آدم خور کفار دوڑ کر قندر کو کھا گئے اتنے میں الجو اجل رسیدہ میدان میں آیا اور ہر بار جست مار کر دستے تک چھری اس کے بدن میں چبھا دیتا لیکن اس کافر کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا۔ اس خونخوار نے اسی طرح کئی چھریاں کھائیں مگر الجو اس کے ہاتھ نہ لگا۔ ناگہاں اس موذی نے الجو کو پکڑ لیا اور ہتھیار دور کر کے اس سے اڑ گیا۔ تب رستم کو سر سے پاؤں تک آتش غضب بھڑکی اور گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں آیا اور شیر گردان نے ایسا گرز مارا کہ رستم کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی تب رستم نے دوڑ کر اس کافر کے بازو پکڑ کر زور کیا مگر اس کو نہ اٹھا سکا اور رستم کی انتڑیاں ٹوٹیں۔ اتنے میں قاسم خاوری نے گھوڑا دلاوری سے میدان میں ڈالا اور اپنے والد کی پشت کے لیے اس کے مقابل میں کھڑے رہے۔

شیر گردان نے کہا کہ اے پہلوان یہ کون ہے؟ قاسم نے کہا کہ یہ حمزہ کا فرزند ہے اور میرا باپ ہے حمزہ یہاں نہیں ہے وہ دیو سفید کو مارنے کے لیے بادیہ علم میں گیا۔ تب شیر گردان نے کہا کہ اگر حمزہ نہیں ہے تو اس کے فرزندوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ یہ کہہ کر طبل بازگشت بجوایا اور چلا گیا اور عیاروں نے رستم کو لا کر تخت پر سلایا اور رستم پیلتن کی روح مبارک جنت کو پرواز کر گئی اور لشکر میں محشر بپا ہوا اور پہلوانوں نے ماتمی لباس پہن کر رستم کا تابوت تیار کیا۔

سعد بن عمرو کا اغوا

جب امیر شکار سے فارغ ہوئے تو جمشید یہ کو آئے اور شہر ٹوٹا پایا تب عمرو نے سراغ دیکھ کر کہا کہ رستم نے لشکر سمیت یہاں آ کر جمشید یہ کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ کہہ کر جمشید یہ کو زمین میں دفن کیا اور

وہاں چراغ روشن کیا جواب تک موجود ہے۔ تب سرشال نے امیر کے حکم سے اپنے شہر کی خلقت کو بلوا کر وہاں آباد کرایا اور امیر بھی چند روز کے بعد اپنے لشکر میں پہنچے دور سے گریہ وزاری کی آواز سنی۔ اتنے میں سر و پا برہنہ پہلوان آ کر امیر کے قدموں پر گر کر روئے اور رستم والجود قندر کی شہادت کی حقیقت بیان کی امیر یہ سنتے ہی گھوڑے سے زمین پر گرے اور ماتم کیا اور یاران کی شہادت دریافت کی اور چند روز ماتم میں رہے جب یاروں اور فرزندوں کو غم میں مبتلا دیکھا تو فرمایا کہ یہاں جنگل میں شکار بہت ہے جا کر شکار کرو کہ غم دلوں سے دور ہو۔

غرض امیر کے حکم سے یار اور فرزند تیار ہوئے اور مشغول تھے کہ مرزبان نے جو حمزہ کی آنے کی خبر سن کر شہر گردان سے رخصت ہو کر اپنے شہر کو جا رہا تھا یار و فرزند حمزہ اس جنگل میں شکار کھیل رہے تھے۔ تب ایک جادوگر کو بلا کر کہا کہ تو جادو سے ایک گھوڑا بنا کر اسے زیور و جواہر لگا کر اس جنگل میں کھڑا کر۔ تب اس جادوگر نے ویسا ہی کیا اور مرزبان نے اپنے کافروں کو دور نگہبانی کے لیے بٹھا دیا۔ اتنے میں سعد بن عمرو ایک گورخر کے پیچھے گھوڑا دوڑائے یاروں سے جدا ہو کر اس گھوڑے کے نزدیک آ پہنچے تو دیکھا کہ زرد جواہر پہنے ہوئے خوب صورت گھوڑا زمین پر کھڑا ہے۔ تب اپنے گھوڑے سے اتر کر جادو کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور بلا توقف وہ گھوڑا ہوا پر اڑنے لگا تب سعد سمجھے کہ اس میں ضرور کوئی دغا ہے تب اسی وقت اس کی گردن ماری تب وہ گھوڑا زمین پر گرا تو سعد پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔

اتنے میں ہی مرزبان نے لشکر میں سے سعد کو باندھا اور ساتھ لیکر اور لشکر سے کہا کہ میں حمزہ کو بھی اس طرح لاؤں گا اور گاؤلنگی سے بھی یہی اقرار کیا تھا اب حمزہ تو ہاتھ نہیں آیا لیکن اسکا پوتا جو لشکر کا بادشاہ ہے وہ ملا ہے یہی کہہ کر کتنے دنوں میں دخام پہنچا۔ گاؤلنگی نے مرزبان کو کہا کہ میں نے تجھے کب کہا تھا کہ پہلوان کو لاؤ۔ وہ ملعون بولا کہ یہ حمزہ کا پوتا ہے میں اس کو بڑی بہادری سے باندھ کر لایا ہوں۔ گاؤلنگی نے کہا کہ مجھے سچ اور جھوٹ کیونکر معلوم ہو۔ تب سعد نے کہا کہ یہ ہتھیار باندھ لے اور میں بے ہتھیار لڑتا ہوں۔ تب اس کا جھوٹ سچ ظاہر ہوگا۔ گاؤلنگی نے کہا کہ اے شہزادے تو نے سچ کہا۔ پھر سعد کے بند کھولے اور مرزبان کو ہتھیار لگا کر میدان میں کھڑا کیا۔ تب مرزبان نے گرز پھرایا اور سعد نے اسے جھٹ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور باندھنا چاہو تو گاؤلنگی نے اپنا ہزار من کا گرز اس ملعون پر ایسا مارا کہ وہ مر گیا اور گاؤلنگی نے سعد کو گلے لگایا اور کہا کہ اے بادشاہ تو جیسے وہاں بادشاہی کرتا تھا ویسے ہی یہاں بھی کر اور خاطر جمع رکھ کہ تجھ کو ذرا تکلیف نہ دوں گا بلکہ ہزار درجے وہاں کی نسبت خوش رکھوں گا۔ لیکن حمزہ کی ملاقات کی آرزو ہے۔ اس کی ملاقات کے بعد تجھ کو بخوشی روانہ کروں گا۔ اگر تو یہاں رہا تو البتہ حمزہ یہاں تشریف لائیں گے یہ کہہ کر سعد کو اپنے تخت پر بٹھا لیا۔ پس اس کی شفقت و مروّت دیکھ کر سعد بخوشی وہاں رہنے لگا اور وہاں بدیع الزمان اپنے یاروں سمیت اس جنگل میں شکار کھیلنے آیا تو دیکھا کہ سعد کا گھوڑا خالی ہے اور وہ جادو کا گھوڑا ٹوٹا پڑا ہے۔ تب یاروں سے کہا کہ اے یاروں سعد کو وہ موذی جادوگر لے گئے ہیں اور حمزہ ابھی تک رستم کا غم نہ بھولے تھے کہ یہ تازہ داغ ہو گیا۔ پس آپ کو ان کافروں کا پیچھا کر کے سعد کو چھڑا کر، واپس لانا چاہیے۔ یاروں نے کہا اور وہاں سے آگے چلے۔ یہاں ایک شہر میں گاؤلنگی کا داماد طاؤس یا ختری نام کا رہتا تھا وہاں آ پہنچے۔ بدیع الزمان نے فرمایا کہ البتہ سعد اسی شہر میں ہوگا یہ سمجھ کر طاؤس کو لکھا کہ بدیع الزمان فرزند حمزہ کا ہوں۔ اے یہاں کے بادشاہ تجھے معلوم ہو کر مرزبان شیطان ہمارے بادشاہ کو جادو سے باندھ کر لایا ہے۔ پس تجھے لازم ہے کہ اگر ہمارا بادشاہ تمہارے پاس ہے تو اسے بلا کر ہم سے ملا اور اس شیطان مرزبان کو ساتھ لائے تو بہتر ہے۔ نہیں تو قسم پروردگار کی کہ ہم تیرا ملک درہم برہم کر دیں گے۔ ہردم پروی نے کہا کہ یہ خط میں لے جاتا ہوں۔ اگر اس نے نہ سنا تو سانگ سے اس کا دماغ اس کے سر سے دور کروں گا اور اگر وہ لڑا تو میرا شور سن کر

آپ میری پشت پناہ کرنا۔ تب بدیع الزمان نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا پس ہردم خط لے کر شہر میں آیا اور کہا کہ طاؤس کو خبر کردو کہ بدیع الزمان کا خط لے کر ہردم پروعی آیا ہے اس نے اس کو بلوایا۔ ہردم نے اندر جا کر خط دیا اس نے تعظیم سے خط لیا اور بعد مطالعہ موذی نے پھاڑ ڈالا۔

ہردم نے غصے میں آکر سانگ پھرائی ایسا مارا کہ موذی تخت سے گر کر پتھر جیسا ہو گیا۔ تب کافروں نے ہردم کو گھیر لیا اور ہردم قضا الزوم سے انہیں مارنے لگا اور شہر میں شور پڑا۔ تب بدیع الزمان معہ پہلوان دوڑے آکر بہت کافر مارے اور باقی کافروں نے معافی مانگی۔ پھر بدیع الزمان نے امان دی اور کافروں کے کٹے ہوئے سروں کا برج بنا کر اس پر طاؤس کا سر رکھ کر دوسرے شہر کو گئے۔ وہاں گاؤلنگی کا ایک داماد تھا۔

گاؤلنگی اور عمرو کی ملاقات

راوی کا بیان ہے کہ گاؤلنگی کے فرزند اور داماد پانچ سو سے زیادہ تھے۔ جب بدیع الزمان آیا تو سنا کہ اس شہر کے بادشاہ کا نام عنقا باختری ہے تب اسے بھی ہردم کے ہاتھ خط بھیجا تو اسے بڑا غصہ آیا اور خط لے کر پھاڑا اور ہردم نے بدستور سابق اس کو واصل جہنم کیا اور اس کا لشکر لڑنے لگا۔ بدیع الزمان نے جو ہردم کی آواز سنی اور غوغا سن کر دور سے اور کافروں کا مارا اور باقی لوگوں نے معافی مانگی۔ ان کو معافی دی اور آگے بڑھے اور کتنے دنوں کے بعد رخام میں پہنچے۔ تب بدیع الزماں نے اپنا خط ہردم کے ہاتھ گاؤلنگی کے پاس بھیجا جب ہردم پروعی اس کے دروازے پر گیا تب دربانوں نے خبر کی ایک خونخوار قاصد تیرا کنبہ مار کر اور شہر ویران کر کے حمزہ کے فرمان کا خط لایا ہے۔ تب گاؤلنگی نے ہردم کو بلایا۔ ہردم نے جا دیکھا کہ سعد لنگی کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے لیکن ہردم نے اس شکل کا آدمی پہلے نہ دیکھا تھا۔ اس کو ایک سو چالیس گز کا قد دیکھ کر ہردم دل میں ڈرا تب گاؤلنگی نے دیکھا ہردم ڈرتا ہے کہا کہ دوست کو نہ ڈرنا چاہیے۔ مگر تو نے میرے دامادوں کو ناحق مارا۔ القصہ ہردم گاؤلنگی کی مہربانی دیکھ کر خوش ہوا۔ بدیع الزماں نے خط دیا۔ گاؤلنگی نے تمام خط پڑھا اور سعد کو کہا میں نے تم سے کیا بے ادبی کی ہے جو تمہارے چچا نے ایسا خط لکھا ہے۔ سعد نے کہا اس کو تیرے الطاف کی خبر نہیں۔ اس وجہ سے ایسا خط لکھا ہے۔ گاؤلنگی نے ہردم سے کہا کہ تم میرا سلام بدیع الزماں کو کہو کہ اے پہلوان میں نے سعد کو یہاں فراغت سے رکھا ہے کہ حمزہ سعد کے لیے یہاں آئے تو میں امیر سے ملوں کیونکہ اس کی ملاقات کی آرزو ہے جب حمزہ آئے گا تو میں سعد کے ہمراہ جا کر ملاقات کروں گا اور امیر کے آنے تک مجھ سے خیال جنگ نہ کرو اور حمزہ کے آنے تک آرام کرو۔ اگر میرا کہنا نہ مان کر کچھ حرکت کرو گے تو پشیمان ہو جاؤ گے اور ہردم کو خلعت دیکر روانہ کیا۔ ہردم نے بدیع الزماں کی جناب میں آکر کہا اور کھانا پینا و شراب و کباب یہاں سے بھیجتا ہوں کھاؤ اور خوشی سے رہو اور سنا ہوا تمام حال بیان کیا۔ تب بدیع الزماں نے طبل جنگ بجوایا۔ طبل جنگ کی آواز سن کر گاؤسولنگی نے سعد سے کہا کہ بدیع الزماں محض نادانی کرتا ہے۔ سوسوائے جنگ کے چارہ نہیں ہے میں اکیلا جاتا ہوں اور اس کی گوشمالی کرتا ہوں تو یہاں بالا خانہ پر بیٹھ کر تماشہ دیکھ۔ تب گاؤلنگی نے اپنے نوکروں سے کہا کہ میرے بیل پر زین لگاؤ اور آپ نے چودہ ہتھیار مردمی کے باندھے اور چودہ سو من کا گرز کاندھے پر رکھا اور بیل پر سوار ہو کر شہر سے باہر آیا جب لشکر عرب نے اس کو دیکھا تو حیران ہوئے اور کہا کہ اے بدیع الزماں اس سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ تب بدیع الزماں نے کہا کہ میں نے تمہاری ہمت پر طبل جنگ نہیں بجوایا میں بھی پہلوان زادہ ہوں یہ کہکر گھوڑا بڑھایا تب لندھور نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ اے بادشاہ زادے ہزار جان تجھ پر قربان میں جاتا ہوں یہ کہکر لندھور میدان میں آیا تو گاؤ

لنگی نے کہا کہ اے پہلوان نام اپنا بتا کہ تو بڑی دلاوری سے آیا ہے کہ بے نام نہ مارا جائے کہا میرا نام لندھور بن سعدان اور بارہ ہزار جزیرہ سراندیپ کا بادشاہ ہوں۔ تب گاؤلنگی نے کہا کہ میں نے تیری دلاوری کا آوازہ سنا ہے جو نشان دلاوری کا رکھتا ہے لا۔ لندھور نے کہا کہ حمزہ اور یاران حمزہ کا قاعدہ حریف پر پیشقدمی کا نہیں ہے پہلا حملہ تو کر تب گاؤلنگی نے گرز اٹھایا۔ لندھور نے خدا کی یاد سے سپر سر پر لی۔ تب گاؤلنگی نے ایسا گرز مارا کہ لندھور کے ہاتھ سست ہوئے۔ گاؤلنگی نے لندھور کو پھر تازہ دم کر کے محبت اور شفقت سے باتیں کرتا رہا اور کہتا رہا کہ آپ بڑے شہہ زور معلوم ہوتے ہیں اور میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ آپ واپس ہی چلے جائیں۔ اب میں پھر کہتا ہوں کہ لندھور آفرین ہے جو تو نے میری ضرب سہی۔ جب سے میں گرز چلاتا ہوں تب سے کوئی مار کھا کر زندہ نہیں رہا۔ لندھور نے کہا کہ اگر مرد ہے تو تھوڑی دور واپس جا۔ تب گاؤلنگی نے اس پر ایسا گرز مارا کہ سست کھڑا رہا۔ تب برہنہ تلسی میدان میں آیا اس وقت لندھور لشکر میں آیا اور گاؤلنگی نے کہا اے پہلوان سر پر ڈھال لے کر میری گرز تیری گرز کے برابر نہیں ہے۔ تب برہنہ اجل رسیدہ نے کہا کہ تجھ کو اس بات سے کیا غرض ہے تو بے تکرار مار اور میں ہمیشہ ایسا ہی لڑتا رہوں گا۔ تب سر پر اس نے ایسا گرز مارا کہ اس کا سر سینہ میں جا چھپا۔ یہ حال دیکھ کر دیوانہ تلسی بھی میدان میں آیا۔ گاؤلنگی نے اس پر بھی ایسا گرز مارا کہ شہید ہوا اور گھوڑا بھی مرا۔ تب گاؤلنگی نے بیل پر سے اتر کر ہتھیار کھولے اور دونوں پہلوان شہید ہوئے ہیں۔ اب میں حمزہ کو کیا جواب دوں گا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اور حمزہ کے آنے تک صبر کر۔ کیونکہ حمزہ سے مجھے کام ہے اگر تیرا ارادہ میرے مارنے کا ہے تو میں بے ہتھیار ہوں۔ بدیع الزماں نے کہا کہ بے ہتھیار کو کیا مارنا ہتھیار باندھ کر آؤ۔ گاؤلنگی نے شہیدوں کو وہاں چھوڑا اور میدان میں آیا۔ ہتھیار باندھے اور بیل پر سوار ہوا اور بدیع الزماں کے مقابلہ میں آیا اور بدیع الزماں نے فرمایا کہ جو نشان مردمی رکھتا ہے وہ لا۔ گاؤلنگی نے گرز اٹھایا اور بدیع الزماں نے ڈھال سر پر لی گاؤلنگی نے گرز مارا۔ امیر زادہ نے روکا اور کہا کہ اے گاؤلنگی دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ گاؤلنگی نے کہا آفرین تیرے اوپر اب تو مار۔ امیر زادہ نے ہزار من کا گرز ایسا مارا کہ گاؤلنگی کے بدن سے پسینہ ٹپکا اور دوسرا گرز بڑی محنت سے سہا تب وہ دونوں بدستور لڑتے رہے۔ اب ادھر کی سنئے کہ جب تمام یاران امیر شکار کو گئے ہوئے واپس نہ آئے تو امیر متفکر ہوئے اور عمرو نے فرمایا کہ میں شیر گرداں سے لڑتا ہوں تم جاؤ اور یاروں کو لاؤ۔ تب عمرو نے بجلی کی طرح ایک روز صبح دشام کا دھاوا مارا اور وہاں پہنچا۔ جب یاروں نے عمرو کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور تمام کیفیت گاؤلنگی کی اور بدیع الزماں کی عمرو سے کہی۔ عمرو نے کہا کہ اے گاؤلنگی یہ کیا کہ امیر کی غیبت میں اس کے فرزندوں سے لڑتا ہے اس کے یاروں کو شہید کرتا ہے تب گاؤلنگی نے قسم کھا کر کہا کہ اے عمرو یہ خطا مجھ سے نہیں ہوئی اب بھی خدا کے واسطے بدیع الزماں کو منع کریں کہ اگر کچھ ضرر ہوا تو امیر کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تب عمرو نے بدیع الزماں کو واپس کیا پھر گاؤلنگی نے کہا کہ اے عمرو آج تو میرا مہمان ہے اور میں تیرا تماشہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں عمرو نے قبول کیا تب گاؤلنگی نے عمرو کو لے جا کر سعد سے ملایا۔

گاؤلنگی کی ڈاڑھی مونڈھ دی گئی

جب گاؤلنگی نے عمرو کو اپنے پاس بٹھایا اور کھانا اور شراب کھلایا۔ تو باتوں ہی باتوں میں کہا کہ اے عمرو تیری عیاری کی بہت صفتیں سنی ہیں سو ڈرتا ہوں کہ تو ڈاڑھی مونڈتا ہے عمرو نے کہا کہ اگر تو اپنی عمر کے سال کے حساب سے سات سو درہم دے تو ڈاڑھی معاف کروں گا نہیں تو تیری معہ ارکان دولت کے مونڈوں گا۔ گاؤلنگی نے کہا کہ اے لوگوں میری ڈاڑھی مونڈی تو سچ جانوں گا۔ عمرو نے اسی وقت سر پر ٹوپی پہنی اور غائب ہوا۔ تب تمام رات جاگے اور آپ بیٹھے رہے

جب تمام سو گئے تو اپنے چوکیداروں کو تاکید نگہبانی کی کی اور شراب و کباب لے کر بیٹھے اور خنجر آبدار رکھ کر شراب نوشی میں تھا کہ اس وقت عمرو دربار میں آیا اور شراب میں بے ہوشی کی دوا ڈالی۔ گاؤلنگی وہ شراب نامعلوم ہو کر پی گیا اور بے ہوش ہوا تب عمرو نے استرا نکال کر آدھی ڈاڑھی اور ایک مونچھ مونڈ کر اس کی ناک میں روغن بادام اور سرکہ پرانا ڈالا اور گاؤلنگی چھینک مار کر ہوشیار ہوا اور گھبرا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو آدھی ڈاڑھی اور ایک مونچھ نہ پائی۔ تب عمرو ٹوپی اتار کر روبرو گاؤلنگی کے آیا۔ گاؤلنگی نے کہا کہ اے عمرو تجھ سے شرط کر کے بڑی نادانی کی۔ اب کچھ ایسا کر کہ پھر برابر ہو جائے نہیں تو صبح کو دربار میں شرمندگی ہوگی۔ تب عمرو نے باقی ڈاڑھی اور مونچھ مونڈ کر اپنی زنبیل سے بالوں کی ایسی ڈاڑھی لگائی۔ گاؤلنگی نے عمرو کو گلے لگایا اور کہا کہ اے عمرو میں نے جو سنا اس سے بھی ہزار حصہ زیادہ پایا اور مجھ کو ممنون کیا۔ غرض جب صبح ہوئی تو گاؤلنگی نے دربار میں بیٹھ کر سات لاکھ درہم منگا کر دیئے تب عمرو وہاں سے وداع ہوا اور پھر بدیع الزماں سے رخصت ہوا اور امیر کے دربار میں آ کر حقیقت تمام عرض کی اور تمام رات آرام کیا جب صبح ہوئی تو زہر شیر گردان معہ لشکر پہلوانان میدان میں آیا اور امیر نے اپنے ہتھیار باندھے اور گرز اگر زتین روز تک لڑے۔ چوتھے روز امیر نے اس کا کمر بند پکڑ کر اللہ اکبر کا نام زبان پر لا کر نعرہ مارا اور شیر گردان کو اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور عمرو کے حوالے کیا اور آپ صمصام و مقام نکال کر اس کے لشکر پر جا پڑے اور بہت سے کافروں کو مار کر مردار کیا اور ان سب کو جلا دیا اور کچھ قلعہ میں بھاگ گئے۔ امیر نے بھی آدم خوروں پر فتح پائی اور واپس آ کر شیر گردان کو طلب کیا تو عمرو نے کہا کہ اس کو آدم خوری سے منع کیا اور وہ جب نہ مانا تو میں نے اسے جلا دیا۔ امیر نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا کیا لیکن اس قلعہ کو بھی آگ لگانا چاہیے تب عمرو نے بموجب حکم کے جلا دیا۔

امیر حمزہ اور گاؤلنگی کا مقابلہ

جب امیر آدم خوروں سے فتح کر کے فارغ ہوئے تو رخام میں آئے جب امیر کے آنے سے لشکر میں شادیانے بجے تو گاؤلنگی نے آواز نقاروں کی سنی۔ سعد کو فرمایا اے سعد شاید تمہارا دادا آیا ہے۔ خلعت سعد کو پہنا کر اور اچھے گھوڑے پر سوار ہو کر تحفہ ساتھ لے کر بڑے کروفر و جاہ چشم سے جلوس وغیرہ سے روانہ کیا جب آپ کے لشکر میں سعد آئے تو امیر نے باہر آ کر فرزند کو گلے لگایا اور اندر لیجا کر کہا کہ گاؤلنگی مرد مردانہ ہے اور مجھ کو شرمندہ کیا۔ القصہ اس رات کو آرام کیا۔ فجر ہوئی تو گاؤلنگی طبل جنگ بجوا کر میدان میں آیا اور امیر بھی ہتھیار باندھ کر میدان میں آئے۔ گاؤلنگی نے امیر کو دیکھ کر کہا کہ اے پہلوان تیرا نام کیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اس نے کہا کہ اے حمزہ میں سمجھتا تھا کہ خدا جانے تو کتنے بڑے قد و قامت کا ہوگا۔ فرمایا کہ جو نشان مردمی کا رکھتا ہے لا۔ تب گاؤلنگی نے چودہ سو من کا گرز اٹھا کر امیر کی ڈھال پر مارا اور امیر کی سپر سے نیزہ کی طرح شعلہ آگ کا نکلا۔ امیر نے اس وار کو جھیل کر کہا کہ اے گاؤلنگی دو حملے اور تجھ کو دیئے وہ بھی مار۔ گاؤلنگی نے دو گرز ایسے مارے کہ امیر کا گھوڑا زانو تک زمین میں غرق ہوا جب امیر کی باری آئی تو امیر نے گھوڑا دوڑا کر گیارہ سو من کا گرز گاؤلنگی کے سر پر مارا۔ لگتے ہی بیل کی کمر ٹوٹی اور گاؤلنگی زمین پر گرا اور چاہا کہ اٹھ کر امیر کے گھوڑے کو دور کرے پس امیر نے جلدی سے جست مار کر اشقر کو پشت کے پیچھے کیا۔ گاؤلنگی نے تلوار سر پر ماری۔ امیر نے سپر پھرا کر روک لیا مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ تب گاؤلنگی نے دوڑ کر امیر کا کمر بند پکڑا اور امیر نے اس کا کمر بند پکڑا اور زور کیا کہ رات ہوگئی۔ تب گاؤلنگی نے نے کہا کہ اے حمزہ پھرتا ہے یا لڑتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اختیار تیرا ہے گاؤلنگی نے کہا جب تک میں اور تو ایک طرف نہ ہوں گے تب تک میں میدان سے

پھر ونگا۔ پس وہیں کھانا منگا کر کھایا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ امیر اور گاؤلنگی اکیس روز تک لڑتے رہے اور تمام ہنر مردمی کے آزمائے۔ امیر نے فرمایا کہ میں کھڑا رہتا ہوں تم زور کرو اور کھڑا رہوں گا۔ میں زور کروں گا۔ تب گاؤلنگی نے کہا کہ اے عرب تو مجھ سے زور آور نہ ہوگا۔ میں بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑتا ہوں کیا تو درختوں سے زور کرتا ہے۔ امیر نے فرمایا حکم الٰہی یہی ہے جلد آزما۔ گاؤلنگی نے امیر کی کمر سے ہاتھ چھوڑا اور آپ کھڑا رہا۔ امیر نے اس کی کمر پکڑ کر کہا کہ اے لنگی میں نعرہ مارتا ہوں اس نے کہا کہ میں بچہ نہیں ہوں کہ تیری آواز سے ڈروں گا۔ جتنا جی چاہے تو اتنا پکار۔ القصہ امیر نے نعرہ مار کر گاؤلنگی کو اٹھایا اور پھر کر زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر بیٹھ کر بولے کہ اگر معافی مانگے گا تو تجھ کو چھوڑوں گا۔ گاؤلنگی نے معافی مانگی۔ امیر اس کے سینہ سے اترے اور گلے لگایا اور تمام پہلوانوں کو فرمایا کہ گاؤلنگی سے ملو امیر کے حکم سے تمام یار اس سے ملے۔ گاؤلنگی امیر کو شہر میں لے گیا اور کئی روز تک جشن وخوشی میں رہے۔

کاخ آدم خور

ایک روز گاؤلنگی نے عرض کیا کہ اے جہانگیر آگے باختر ہے اور وہاں کا بادشاہ کاخ آدمخور کا ایک سو ساٹھ گز کا قد ہے۔ جب وہ کبھی ہمارے شہر میں آتا ہے تو ہم پہاڑوں میں جا چھپتے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ جب تک میں آدم خوروں اور زردشت جادوگر کو آگ سے نہ جلا دوں اور طلسمات کو دیکھوں گا۔ تب تک نہ پھروں گا کیونکہ بزرجمہر نے فرمایا تھا کہ تم فراش دین محمدی آخر الزماں ہو۔ فراش کا کام یہی ہے کہ تمام خاور خس کو صاف کر کے اس پر فرش بچھائے تو اس فرش پر بادشاہ رونق افروز ہو۔ سو میں بھی تمام بلاؤں کو دور کر کے دنیا صاف نہ کروں تو فراشی کا خطاب کب ملے گا۔ امیر نے فرمایا کہ اے گاؤلنگی تم یہاں رہو اور میں باختر کو جاتا ہوں پھر واپس آ کر تجھ کو حضرت محمد ﷺ کے حضور میں لے جاؤں گا۔ گاؤلنگی نے کہا جب تک دم ہے تب تمہاری خدمت کروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے بڑے فرزند کو شہر خام کی بادشاہی دے کر چار کوس پر اترے۔ پھر کاخ آدمخور کو خط لکھوایا کہ۔

''خط دیکھتے ہی خراج گال گردن پر اٹھا کر بارگاہ گردوں اساس میں حاضر ہو اور آدم خوری ترک کر کے توبہ کرو تو بہتر ہے ورنہ تجھ کو ایسی خرابی سے ماروں گا کہ ماہیان دریا اور مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ وزاری کریں گے۔''

یہ خط عمرو کے ہاتھ روانہ کیا عمرو نے عیاروں کا لباس بدن پر آراستہ کیا اور کاخ کے دربار میں آئے اور دربانوں سے کہا کاخ کو خبر دو کہ حمزہ کا قاصد آیا ہے کاخ نے اندر بلوایا عمرو اندر گئے اور کاخ نے تخت پر بٹھایا اور دوسرے روز امیر گاؤلنگی معہ لشکر آگے چلے اور باختر کی راہ لی اور قلعہ سے باہر خدا کو یاد کیا اور خط دیا اور کاخ نے پڑھ کر پھاڑا اور پھینک دیا اور کہا کہ پکڑو اس چور کو۔ عمرو نے یہ سنتے ہی ٹوپی سلیمانی سر پر رکھی اور نظروں سے غائب ہوا۔ کفار یہ حال دیکھ کر حیران ہوئے اور عمرو نے امیر کی خدمت میں آ کر عرض کیا جب دوسرا روز ہوا کاخ نے طبل جنگ بجوایا اور سوار ہو کر میدان میں آئے۔ کاخ نے کہا میں نے حمزہ کو بلایا ہے تو کون ہے۔ امیر نے کہا کہ میں حمزہ ہوں۔ کاخ نے کہا اے حمزہ شاید تو جادوگر ہے کہ جس کے سبب تو نے ساری دنیا کو فرمانبردار کیا ہے امیر نے فرمایا لعنت ہے جادوگر پر اور جو نشان مردمی رکھتا ہے لا۔ تب کاخ نے گرز اٹھایا اور حمزہ کو ایسا مارا کہ حمزہ زانو تک زمین میں گڑ گئے۔ وہ کافر بولا کہ کوئی ہے جو خاک چھان کر امیر کی کسی ہڈی کے پرزہ تک زمین دکھائے تب امیر نے جست ماری اور اس کے بازو کے پاس جا کر تلوار ایسی ماری کہ کاخ کا بازو اتار ڈالا۔ وہ موزی مثل درخت کے گر کر مردار ہوا۔ اسی خون آلود تلوار سے کافروں پر جا پڑے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنا شروع کیں جب بہت کافر مارے گئے تو باقی جا کر قلعہ میں بند ہوئے۔ اسی وقت عمر نے

شیشہ لفت نکال کر تمام کافروں کو قلعہ سمیت جلا دیا اور چند روز وہاں ٹھہر کر پھر از خاش خونخوار کے شہر کو گئے۔ اس نے حمزہ کی خبر سن کر میدان میں آ کر امیر کو پکارا تب امیر پیادہ ہو کر میدان میں گئے اور از خاش کو ایک سوا سی گز لمبا دیکھا اور خدا جانے اس کے گرز کا کتنا وزن تھا غرض جب اس نے گرز اٹھایا تو امیر نے خدا کو یاد کیا اور ڈھال لے کر سر کھڑے رہے جب اس نے گرز مارا تو امیر جست مار کر دوسری طرف جا کھڑے ہوئے اور گرز زمین پر گر پڑا۔ جس سے تمام زمین جنبش میں آئی پھر وہ گرز اٹھانے کو جھکا تو امیر نے تلوار خونخوار کو ایسی ماری کہ وہ کافر لکڑی کے مانند دو ٹکڑے ہوا تب امیر وہی خون آلود تلوار لے کر لشکر کفار میں جا گھسے اور کفار بھاگ کر قلعہ میں بند ہوئے اور عمرو نے امیر کے حکم سے شیشہ لفت نکال کر اس قلعہ کو کافروں سمیت جلا دیا اور چند روز رہ کر نیستان کا قصد کیا۔

خونخواروں پر فتح

جب امیر آدم خوروں کو مار کر فارغ ہوئے تو گاؤلنگی سے کہا کہ اس سے آگے کون سا شہر ہے؟ اس نے کہا کہ نیستان ہے اور وہاں کے بادشاہ کا ایک سو نوے گز قد ہے اور تمام سپاہ سمیت بادشاہ پتھر مارتے ہیں تب امیر نیستان کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جنگل کے سبب تین روز کی راہ ایسی سخت اور تنگ تھی کہ سوائے ایک سوار کے گزرنا محال تھا جب اس جنگل میں داخل ہوئے تو اس خونخوار نے جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی۔ تب امیر کا لشکر جلنے لگا اور رونے پیٹنے کا شور ہوا۔ امیر نے حضرت الیاس اور حضرت خضر کا جامہ اور کمند پہن کر فرمایا کہ اس کو پکڑو غرض اس کی برکت سے اکہتر پہلوان اور تین سو سپاہی بچے اور وہ جنگل سے باہر نکلے ادھر خونخوار معہ لشکر کفار کے جنگل سے باہر نکلے اور وہ خونخوار معہ لشکر کفار کے جنگل میں لڑائی کے لیے تیار کھڑا تھا اور ہر ایک گلے میں پتھر کا توبڑا ڈالے ہوئے تھا۔ جب امیر کو دیکھا تو پتھر مارنے لگے تب تین سو سوار مارے گئے تو صرف ستر پہلوان بچے تب امیر معہ پہلوان لشکر کفار میں گھسے اور اتنے کافروں کو مارا کہ ان کا حساب خدا ہی جانتا ہے اور مارتے مارتے اس خونخوار تک پہنچے اس موذی نے گرز امیر پر چلایا امیر جست مار کر دوسری جگہ پر جا کھڑے ہوئے اور گرز زمین پر گرا جب اس خونخوار نے گرز اٹھانا چاہا تو امیر نے اس کی کمر میں صمصام ایسی ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر درخت کی مانند زمین پر گرا اور امیر نے باقی کافروں کو مارنا شروع کیا کافر بھاگ کر قلعہ میں بند ہوئے اور عمرو نے معہ کفاروں کے قلعہ کو جلا دیا۔ امیر نے خدا کا شکر ادا کیا۔

طلسم زردشت کی تباہی

جب امیر نے یاروں اور فرزندوں کو پردہ عدم میں چھپایا تو گاؤلنگی کو بلایا اور فرمایا کہ اے دوست سات لاکھ اسی ہزار سور فنا ہوئے اور بہت سے فرزندوں نے موت کا شربت چکھا اب آگے کیا ہے کہا ارودیل پیل دندان و مرزبان ہیں اور اس کے آگے زردشت کا طلسمات ہے تب ارودیل پیل دندان ہاتھی مست کی طرح پکارتا ہوا آیا اور امیر پر دانتوں سے حملہ کیا تو امیر نے اسے بھی دنیا سے جدا کر کے جہنم میں پہنچایا اور باقی کافر قلعہ میں بند ہوئے۔ امیر نے سب کو شیشہ لفت سے جلایا اور وہاں طلسمات کو آئے تو چہار دیواری کے درمیان ایک گنبد نظر آیا جس میں سے قسم قسم کا راگ گانا بجانا، ناچنا سنا۔ امیر نے کہا کہ اے گاؤلنگی شاید یہاں آدمی گاتے ہیں۔ گاؤلنگی نے کہا کہ یہاں آدمیوں کا کیا کام ہے یہ تو زردشت جادوگر نے ہزاروں ہنر سے طلسمات تیار کیا ہوا ہے کہ جو سب سے بلند قد ہے اول تو دیوار پر سے دیکھ

کر بتا کیا نظر آتا ہے۔ تب گاؤلنگی نے دیکھتے ہی دیوار کے اندر گیا اور ہنستے ہنستے آگے گر پڑا۔ اسی طرح جو گیا وہ ہنس کر گر پڑا۔ آخر عمرو اپنا منہ بند کر کے اندر گیا تو ہنس کر اندر گر پڑا۔ تب امیر اکیلے رہ گئے۔ مناجات کے واسطے مجیب الدعوات کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے کہ یا عالم الغیب یہ کیا راز ہے سو مجھ پر ظاہر کر تب تیر دعا قبولیت کے نشانہ پر پہنچا۔ پس شام ہوئی تو تنہا رہنے کے باعث متفکر تھے اور خواب دیکھا کہ آسمان کا دروزاہ کھلا ایک تخت آیا اور اس پر بزرگ بیٹھے ہیں۔ امیر نے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا تمہارا دادا ابراہیم ہوں تب امیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگے۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند تو کیوں روتا ہے؟ امیر بولے کہ میرا تمام لشکر معہ یاروں کے فنا ہو کر صرف ستر تن یہاں آئے سو وہ بھی گم ہوئے حضرت ابراہیم نے امیر سے فرمایا کہ وہ ستر تن بخیریت تم سے ملیں گے۔ مگر یہ طلسم طلسم جمشید ہی کی طرح توڑنا چاہیے جیسے وہاں سفید مرغ مارا۔ یہاں بھی سفید مرغ کو مار کر تمام معلوم ہو جائے گا۔

تب امیر خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے جسم ولباس کو معطر کیا پس اسی وقت تیر کمان سے لگا کر مرغ کو مارا اور اللہ کے فضل سے وہ جانور ایک ہی تیر سے مر کر گرا اور تمام آوازیں جاتی رہیں اور جادو ٹوٹ گیا اور امیر کے یار اٹھ کر دوڑے اور امیر کے قدم بوس ہوئے اور امیر نے تمام کو گلے لگایا اور فرمایا کہ اے یاروں وہاں کیا دیکھ کر ہنس پڑے تھے، انہوں نے کہا کہ اب کچھ یاد نہیں۔ تب امیر اس دیوار کو توڑ کر اندر گئے اور گنبد کا قفل کھولا اور دیکھا کہ گنبد خالی ہے پھر اس کے اندر کوئی بار زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹی۔ تب اللہ اکبر کہہ کر زور کیا اور قفل توڑا اور دیکھا کہ وہ بھی خالی ہے۔ تب عمرو سے کہا کہ جادوگر کا کوئی نشان معلوم نہیں ہوتا کہاں گیا۔

جب عمرو نے آنکھ اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک تابوت لٹک رہا ہے۔ تب عمرو تابوت پر سوار ہوئے تو دیکھا کہ اس میں زردشت زندہ آدمی کی طرح سو رہا ہے۔ پس امیر نے کہا وہ جادوگر یہی ہے جو سو رہا ہے امیر نے کہا دیکھو وہاں کچھ لکھا ہوگا عمرو نے جب غور کیا تو ایک کتاب جادو آب اس کے سرہانے رکھی ہے عمرو نے اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لی۔ اور اس پلید کا تابوت زمین پر گرایا۔ تب امیر یاروں سمیت گنبد سے باہر آئے اور عمرو نے دو تین ورق نکال کر رکھے اور باقی کتاب امیر کے حوالے کی۔ امیر نے کتاب لے کر سب جگہ کو آگ لگا دی اور سب کو اچھی طرح جلایا اور وہ تین ورق جو عمرو نے رکھ لیے تھے اس کا جادو اب تک دنیا میں جاری ہے جب زرشت معہ کتاب جل گیا تو امیر نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر درگاہ ایزدی میں مناجات کی۔

زردشت جادوگر کی ماں

جب امیر نے معہ زردشت، کتاب کو جلایا تو امیر نے کہا کہ اب طلسمات کو دیکھنا چاہئے۔ گاؤلنگی نے کہا کہ امیر تمام طلسمات میں اندھیرا ہے وہاں جانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تب امیر نے طلسمات کے کنارے کھڑے رہ کر دیکھا کہ وہاں کچھ اور بلائیں ہیں پہرہ دینا چاہیے۔ تب عمر معدی نے کہا دنیا کا آخری کنارہ ہے میرا ہے۔ مالک اشتر نے کہا کہ دوسرا میرا ہے۔ لندھور نے تیسرا اختیار کیا اور امیر نے کہا میں آخر ہوں پہرہ دوں گا۔ پس پہلے پہرے پر معدی کرب بیٹھے تو شکار کا گوشت بہت ملا جس میں تھوڑا دیگ میں ڈال کر جوش دیتے تھے کہ اتنے میں ایک رانڈ بوڑھی آئی تو معدی کرب نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے عورت تو کون ہے؟ اس نے کہا میں کاروان کی عورت ہوں۔ میں نہایت بیمار تھی مجھے مردہ جان کر میرے خویش واقربا یہیں چھوڑ گئے۔ مگر میری تقدیر کی یاوری سے ذرا سی جان میرے جسم میں

باقی تھی۔ سو خدا نے دوبارہ زندگی بخشی اب کتنے روز سے کھانا تو کیا اس کی بو بھی نہیں سونگھی اور اس وقت گوشت کی بو آنے سے میرے جسم میں کچھ توانائی پیدا ہوئی۔ اس لیے آئی ہوں کہ تیرے صدقہ تھوڑا گوشت ملے تو کھاؤں اور دعا کروں گی۔ غرض اس بڑھیا نے عمر معدی کرب کو ایسا طمانچہ مارا کہ وہ بے ہوش ہوا اور تمام گوشت کھا کر غائب ہوگئی۔ جب عمر معدی ہوش میں آئے تب دیگ کو خالی پایا پھر مالک کو بیدار کیا۔ دوسرے دن مالک نگہبانی پر بیٹھا مگر اس کو معدی کرب نے عورت کی حقیقت نہ سنائی مالک نے کہا کہ یا عمرو گوشت پکا کر تمام تو ہی کھا گیا۔ میرے واسطے تھوڑا بھی نہ رکھا۔ تب عمرو معدی کرب نے کہا کہ میں بہت بھوکا تھا پکایا اور تمام کھایا تو بھی پکا کر کھا۔

پس مالک بھی دیگ میں پکا کر کھا رہا تھا اور معدی کرب مثل سوئے ہوئے کے لیٹا ہوا تھا کہ وہ بوڑھی پھر آئی اور مالک سے التجا کی اور مالک نے دیگ میں ہاتھ ڈال کر گوشت دینا چاہا کہ اس حرامزادی نے مالک کو طمانچہ مار کر تمام گوشت کھا گئی۔ جب مالک ہوشیار ہوئے تو عمر معدی سے چپکے سے کہا کہ شاید تیرا بھی ہی حال ہوگا اور مجھے بھی خبر نہ ہوئی۔ کہا کہ چپ رہ لندھور بھی طمانچہ کھائے، لندھور کو مالک نے اٹھایا اور آپ سوئے ہوئے کی طرح پڑ رہے۔ لندھور دیگ کو خالی کر کے تھوڑا گوشت ڈال کر پکانے لگے کہ اتنے میں وہ عورت آئی اور اپنا حال بولی۔ تب لندھور نے بھی برائے مہربانی گوشت دینے کے لیے دیگ میں ہاتھ ڈالا۔ پس وہ بدذات اس کو طمانچہ مار کر تمام گوشت کھا گئی۔ جب لندھور ہوش میں آیا تو عمر معدی اور مالک دونوں ہنسے تب لندھور نے کہا کہ اے دوست تم پر بھی یہی حال گذرا ہوگا۔ مگر مجھے خبر نہ کی۔ پس عمر معدی نے کہا کہ چپ رہ امیر کا بھی تماشہ دیکھیں۔ لندھور نے کہا کہ میں تو امیر کو ضرور یہ خبر کروں گا کہ وہ بھی کہیں دھوکہ نہ کھائیں۔ مالک نے کہا اے لندھور امیر کبھی دغا نہ کھائیں گے۔ بلکہ ہمارا بدلہ بھی لیں گے۔ ان کی یہ باتیں امیر لیٹے ہوئے سن رہے تھے۔ غرض امیر بھی دیگ میں گوشت پکانے لگے کہ اتنے میں وہ رانڈ اجل رسیدہ پھر آئی اور اپنا حال بیان کیا۔ امیر نے یہ سمجھ کر کہ یہاں طلسمات ہے آدمی تو رہتے ہی نہیں بلاشک یہ کوئی دغاباز ہے ایک ہاتھ تلوار میں رکھ کر دوسرا گوشت نکالنے کو ڈالا اور کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے اور اس کمبخت نے دوسروں کی مانند امیر کو بھی مارنا چاہا پس امیر نے اس مردار کی گردن پر ایسی تلوار ماری کہ سر تن سے جدا ہو کر دور بھاگا۔ تب امیر بھی اس کے پیچھے بھاگے۔ وہ کنوئیں میں گرا اور امیر نے وہاں کھڑے ہو کر یاروں کو بلا کر کہا کہ اس کنوئیں میں سر گرا ہے تم اس کنوئیں میں اترو۔ تب عمرو ڈھال پر بیٹھ کر نیچے اترے تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکی اس سر کو سونے کے طبق میں آگے رکھ کر ایک حجرے میں بیٹھی روتی ہوئی یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے کہا تھا حمزہ کے روبرو نہ جانا تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ آخر جان سے ماری گئی۔ تب عمرو نے اس لڑکی سمیت امیر کے روبرو لا رکھا امیر نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ بوڑھی کون تھی؟ اس نے کہا کہ میں زردشت جادوگر کی بیٹی ہوں اور یہ میری دادی ہے۔ امیر نے فرمایا تو ہی ہے یا کوئی اور بھی ہے۔ اس نے کہا کہ میری دو بہنیں اور بھی جو معہ لشکر طلسمات میں ہیں۔ تمہارے آنے کی خبر پا کر تم پر آئیں گی۔ تب امیر نے اس کو عمرو کے حوالے کیا۔

بدیع الزماں کی ہلاکت

دوسرے دن جادوگر کا لشکر بیابان میں اترا اس لشکر کی سردار زردشت کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام گل رخ اور دوسری کا نام گل فرخ جادو تھا اور ان کے جادو میں نہایت استاد ان کے ہمراہ تھی۔ امیر کی جماعت کو ڈبونے کے لیے

اس دائی کو مقرر کیا۔ دائی بارش باران کے دو تین شیشے تیار کر کے لشکر عرب کے پیچھے آ کھڑی ہوئی امیر نے لڑکی کو بلوا کر نرم زبان اور میٹھی باتوں سے کہا کہ یہ لشکر جو لڑنے آیا ہے کیا رخ ہے؟ اس نے کہا کہ تم پر ہوا کے ساتھ آ کر بارش میں غرق کرے گی۔ عمرو نے اس کو کنارے پر لے جا کر اپنے نکاح کا لالچ دے کر نرمی سے حقیقت دریافت کی پھر لشکر جادو گر کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں ایک ساحر ملا۔ عمرو نے اس کو مارا اور اس کے کپڑے آپ پہنے اور اس کی شکل بن کر گل رخ کے سامنے اس کے آدمیوں میں جا کھڑے ہوئے ایک جادوگر نے گل رخ کے سامنے عرض کیا کہ دو روز سے وہ دائی حمزہ کے لشکر پر جادو کرنے کو گئی مگر ابھی تک اس کا اثر معلوم نہیں ہوا تب گل رخ نے کہا کہ شام کو جادو تمام ہوگا اور عربوں پر آفت آئے گی۔ عمرو نے اسی وقت امیر کے روبرو آ کر حقیقت بیان کی۔ امیر نے کہا اب کیا کرنا چاہیے۔ عرض کی میں ان کا جادو یہیں بیکار کر دوں گا۔ یہ کہہ کر اس روز چپ رہا اور دوسرے روز عصر کے وقت شراب میں داروئے بے ہوشی ملائی اور دائی کے پاس آ کر کہا اے دائی دونوں شہزادیوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور کہا تین روز ہوئے کہ عربوں کا مغز اب تک نہیں نکالا۔ شاید تو ان کے ساتھ مل گئی ہے تب اس نے کہا کہ کہہ دے کہ شیشے اب تیار ہو چکے ہیں۔ شام کو آفتاب غروب ہوتے ہی عربوں کا تماشہ دیکھتی ہوں۔ عمرو نے اس کو ایک پیالہ بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی شراب کا دیا اور وہ پیتے ہی بے ہوش ہوئی۔ پس اس وقت اس کو مار کر وہ شیشے اٹھا کر امیر کے روبرو آئے اور شیشوں کو پر از سحر دیکھا کہ اب جادو انہی پر پھیرتا ہوں۔

امیر نے فرمایا کہ جلدی کر تب ان کے لشکر کے پیچھے آیا اور شیشہ ہوا میں چھوڑ دیا۔ پس اسی وقت ساحروں کا ڈیرہ تہ و بالا یعنی نیچے اوپر ہوا۔ پھر عمرو نے آگ کا شیشہ چھوڑا تو برخلاف اس کے اتنا پانی برسا کہ ڈیرے کو بہا کر لے گیا۔ جب یہ تمام فنا ہوئے تو امیر چند روز وہاں رہے اور گاؤلنگی کے فرزند نے استقبال کیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے لے جا کر بارگاہ میں بٹھلایا ایک روز امیر جنگل میں شکار کو گئے کہ اتنے میں قاصد موت ہرن بن کر بدیع الزمان کے سامنے آ نکلا اور بھاگا۔ بدیع الزمان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ ہرن ایک حوض میں جا گرا۔ بدیع الزمان بھی اس حوض میں گرا اور گرتے ہی غرق ہوا۔ جب امیر کو یہ حال معلوم ہوا تو یاروں سمیت حوض پر آئے اور بہت ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہ پایا۔ تب ناامید ہو کر شہر میں آئے اور یاروں نے رو کر کہا کہ یا امیر خدا کو یہی منظور تھا۔ تب امیر خدا کی رضا پر راضی ہو کر صبر میں رہے۔

مکہ میں امیر کی آمد

جب امیر فرزند کے غم سے فارغ ہوئے تو گاؤلنگی نے کہا کہ یا امیر آپ نے فرمایا تھا کہ تم کو مکہ معظمہ میں لے کر جا کر حضرت محمد ﷺ کی قدم بوسی سے مشرف کروں گا۔ سو اب اپنا اقرار پورا کریں۔ امیر نے فرمایا بسم اللہ چلو۔ امیر اپنے یاروں سمیت گاؤلنگی کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور قضا و قدر میں پہنچے اور پسران سرشال نے آ کر استقبال کیا اور امیر کو شہر میں لے گئے۔ القصہ منزلیں طے کر کے کتنے دنوں کے بعد مکہ میں پہنچے اور جناب رسالت مآب محمد ﷺ کو خبر ہوئی کہ امیر آتے ہیں تب معہ اپنے اصحابوں کے استقبال کو آئے جب امیر نے حضرت کا جمال مبارک دیکھا تو خوش ہوئے۔ حضرت نے امیر کو گلے لگایا اور تمام اصحابوں سے ملایا امیر نے اپنے والدین اور بزرجمہر کی حقیقت سنی اور نوشیرواں بے ایمان کا بھی تمام ماجرا سن لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دین کی دعوت دی۔ تب امیر نے نقارے خوشی کے بجوائے۔

کفار کا حملہ

روایت ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کافر جمع ہوئے ہیں اور قصد ہمارا کیا ہے یہ سن کر حضور ﷺ نے امیر حمزہ کو اپنے اصحاب اور امیر کے یار ہمراہ دیئے کہ روانہ کیا اور کافروں نے فوجیں آراستہ کیں اور ایک کافر میدان میں آیا اور اس طرف سے گاؤلنگی امیر کے حکم سے گیا۔ کافر نے مارنا چاہا تب گاؤلنگی نے اسے اٹھا کر ایسا مارا کہ مغز اس کا کان سے باہر نکل گیا اور مردار ہوا۔ غرض اسی طرح کافروں کو بدستور گاؤلنگی نے مردار کیا اس کے بعد پوری فوج میدان میں آئی تو گاؤلنگی نے اس کو بھی اٹھا کر مارنا چاہا کہ اتنے میں اس موذی نے ایسا نیزہ مارا کہ گاؤلنگی کی انتڑیاں گھوڑے پر پڑیں اور مرحبا گاؤلنگی شہید ہوا۔ تب امیر حمزہ غصہ سے اشقر کو دوڑا میدان میں آئے تو اس نے پوچھا تو کون ہے امیر حمزہ نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ پوری فوج نے کہا کہ حمزہ باختر کی طرف گم ہوا ہے۔ ''تو کہاں اور حمزہ کہاں'' تب امیر نے کہا کہ اللہ تعالےٰ مجھے باختر سے لایا ہے۔

یہ سن کر پوری فوج نے امیر حمزہ پر نیزہ چلایا اور حمزہ نے پکڑ کر چھین لیا اور وہی نیزہ اس کے سینے پر ایسا مارا کہ سینہ سے گذر کر پیٹھ سے جا نکلا۔ تب اشقر کو دوڑا کر اس کے لشکر میں پڑے اور نعرہ مارا۔ جب کافروں نے امیر حمزہ کا نام سنا تب سچ جانا کہ حقیقت میں حمزہ یہی ہے۔ پھر تو تمام کافر بھاگنے لگے اور امیر نے ان کا پیچھا کیا اور حضرت نے بھی لشکر کو فرمایا کہ کافروں کا پیچھا کرو۔ تب اصحابوں نے چار کوس تک ان کا پیچھا کیا اور کافروں کو مار کر فتح و نصرت سے واپس آئے اور شہر میں داخل ہوئے۔

ہندہ کے ہاتھوں امیر حمزہ کی شہادت

جب امیر نے پور ہندی کو قتل کیا تو ہومان ہند پوری نے لشکر روم و شام و ایران و توران و بلخ و بخارا و حبش و رنگبا سب جمع کر کے ہرمز بن نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ حمزہ باختر میں جا کر گم ہوا تھا مگر اب ستر تن لے کر آیا ہے اور میرے فرزند کو مارا ہے تو میرے فرزند کا انصاف اس سے لے۔

تب ہرمز نے کہا۔ بہتر، یہ کہہ کر معہ لشکر سوار ہوا اور تمام لشکر سمیت آ اترا۔ حضرت کو یہ خبر ہوئی کہ اب تمام لشکر جمع ہو کر آئے ہیں۔ امیر نے کہا کہ مجھے کیا غم ہے اس لشکر کو میں اکیلا ہی کافی ہوں اور کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ کا کہنا بھول گئے۔ پس خداوند غیور کو یہ تکبر کی بات ناگوار گذری اسی سبب سے خدا کی خفگی ان پر نازل ہوئی۔

غرض امیر اور علی اور کئی اصحاب معہ لشکر باہر آئے اور کافروں سے لڑائی طلب کی۔ تب ہرمز نے کہا کہ اسے اگر ایک ایک کر کے لڑو گے تو برابر نہ آؤ گے۔ تمام کے تمام یکبارگی حملہ کرو۔

تب ہرمز کے حکم کے بموجب سارے لشکر نے یکبارگی گھوڑے اٹھائے اور امیر اور علی معہ یاران و اصحابان تلواریں نکال کر کافروں پر پڑے اور امیر کا لشکر کافروں کے مقابلہ میں ایسا تھا جیسا آٹے میں نمک باوجود اس کے بے شمار کافروں کو جہنم میں پہنچایا اور اس جنگ میں لندھور، سعد بن عمرو، عمر معدی کرب اور دوسرے یاروں نے شہادت پائی اور حضرت کے ٹخنے میں بھی تیر لگے اور امیر گھوڑا اٹھا کر ہرمز کے نزدیک پہنچے تو وہ لشکر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کافر

بھی بھاگ گئے اور امیر نے ان کا پیچھا کیا اور چار کوس تک مار کر کافروں کے ڈھیر کیے اور فتح ونصرت سے گھوڑے کی باگ پھیری۔

ایک عورت جس کا نام ہندہ تھا امیر کو جاتے دیکھ کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ رہی۔ امیر جونہی اس پتھر کے برابر آئے اس ملعون نے ایک ایسی تلوار ماری کہ اشقر کے چاروں پیر قلم کیے۔ امیر زمین پر گرے اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔ تب اس مردار نے اجل کے زور سے ایسی تلوار ماری کہ آفتاب غروب ہوا یعنی امیر شہید ہوئے۔ پھر امیر کا شکم چاک کیا اور کلیجہ نکال کر کھا گئی۔

اس کے بعد حضور کے پاس آئی اور امیر کی شہادت کی خبر دے کر بولی کہ میں نے شہید کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میرا وہ شیر کہاں ہے تب ہندہ نے لے جا کر امیر کی جائے شہادت حضرت رسول کریم ﷺ کو دکھائی اور حضرت نے امیر کے ٹکڑے جمع کر کے لاش پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی اور پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہر ایک ٹکڑے پر ایک بار نماز جنازہ ادا کی۔ تیسری روایت یہ ہے کہ پہلے مہتر جبرئیل معہ ملائک آئے اور کہا یا رسول ہم نے امیر کے جنازے کا ثواب نہیں پایا۔

اصحابوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا سبب ہے کہ آپ نے انگوٹھوں پر کھڑے رہ کر نماز جنازہ پڑھی ہے؟

فرمایا کہ فرشتوں کے ہجوم سے جگہ باقی نہ رہی تھی۔ جب امیر کے دفن سے فارغ ہوئے تو ہندہ حضرت کی خدمت میں آئی تو حضرت نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی اور کہا کہ یا محمد ﷺ تم جانتے ہو کہ امیر مر گیا۔ ایک مرتبہ آسمان کو دیکھو۔ حضرت محمد ﷺ نے اوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ حمزہ بہشت میں تخت پر بیٹھے ہیں۔ تب ہندہ عورت نے معافی مانگی۔

کتنے دنوں کے بعد اسماء پری اور قریشیہ سلطانہ کو امیر کی شہادت کی خبر ہوئی تو نوے ہزار پریوں سمیت مکہ معظمہ کے گرد اتریں اور رسالت مآب کی خدمت میں قریشیہ آئی اور عرض کی کہ جس نے میرے باپ کو مارا ہے اسے میرے حوالے کرو نہیں تو میں نہ جاؤں گی۔

کہتے ہیں حضرت صبح کو مکہ معظمہ سے باہر تشریف لائے اور پریوں کو پیغام دیا کہ ایمان لانے کا تم پر حکم ہے تب تمام پریاں ایمان لائیں۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اے قریشیہ تیرا باپ اگر ایسی خرابی سے نہ مارا جاتا تو اس درجہ کو نہ پہنچتا۔ اور اس کو سردار شہداء کا خطاب نہ ملتا۔

تب قریشیہ نے عرض کی یا حضرت میرے باپ کو مجھے دکھاؤ پس حضرت نے فرمایا کہ اوپر دیکھ تب قریشیہ نے حضرت محمد ﷺ کے معجزے سے امیر حمزہ کو تخت پر جنت میں دیکھا اور بہت خوش ہوئی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے قدم بوس ہو کر مقام کو واپس گئی۔ بارے خدایا ہم کو بھی ان حضرت کے طفیل اور تصدق اور برکات سے مرتبہ شہادت عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر اور سلامتی اپنے فضل وکرم سے سب کو روزی عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔